اردو ترجمہ

حق الیقین

جلد دوم

مصنفہ

علامہ سیّد محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ

مترجمہ

جناب سیّد بشارت حسین صاحب

ناشر

مجلس علمی اسلامی

(پاکستان)

فہرست مضامین اُردو ترجمہ کتاب حق الیقین جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نواں مقدمہ

رجعت کے ثبوت میں

واضح ہو کہ شیعوں کے اجماعی مسئلوں میں سے بلکہ فرقہ حقہ کے مذہب حق کی ضروریات سے حقیّت رجعت ہے یعنی قیامت سے پہلے حضرت قائم علیہ السّلام کے زمانہ میں بہت نیک لوگوں کی ایک جماعت اور بہت بدکار لوگوں کی ایک جماعت دُنیا میں واپس آئے گی۔ نیک لوگ اس لیے مبعوث ہوں گے کہ اُن کی آنکھیں اُن کے آئمہ اطہارؑ کی حکومت و سلطنت دیکھ کر روشن ہوں اور اُن میں سے بعض اپنی نیکیوں کا بدلہ دُنیا میں پائیں اور بدکار لوگ اس لیے زندہ کیے جائیں گے کہ دُنیا کے عذاب اور آزار ان کو پہنچیں اور اہلبیتؑ رسالت کی عظیم سلطنت جس کو نہیں چاہتے تھے دیکھیں اور ان سے شیعوں کا انتقام لیا جائے اور بقیہ تمام لوگ قبروں میں رہیں۔ یہاں تک کہ قیامت میں محشور ہوں۔ چنانچہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رجعت میں واپس نہیں آئے گا۔ مگر وہ شخص جو خالص ایمان رکھتا ہوگا۔ یا مطلق کفر کا حامل ہوگا۔ لیکن تمام لوگ اپنے حال پر (قبر میں) گذاریں گے۔ اکثر علمائے شیعہ نے حقیّتِ رجعت پر اجماع کیا ہے۔ جیسے محمد بن بابویہ نے رسالہ اعتقادات میں شیخ مفید و سیّد مرتضیٰ و شیخ طبرسی و سیّد بن طاؤس اکابر علمائے شیعہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم نے (اجماع کیا ہے) اور ہمیشہ علمائے امامیہ اور مخالفین کے درمیان اس مسئلہ میں نزاع رہی ہے۔ بہت سے شیعوں کے علماء و محدثین نے صرف اسی مسئلہ پر رسالے تالیف کیے ہیں۔ جیسا کہ ارباب رجال نے ذکر کیا ہے اور شیخ ابن بابویہؒ نے کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" میں روایت کی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کہ وہ شخص ہم سے تعلق نہیں رکھتا جو ہماری رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ کو حلال نہ جانتا ہو۔ اور اس حقیر (مؤلف علیہ الرحمۃ) نے کتاب بحار الانوار میں دو سو سے زیادہ حدیثیں چالیس سے زیادہ مصنّفین علمائے امامیہ سے نقل کی ہیں۔ جنھوں نے پچاس معتبر اصل کتابوں سے درج کی ہیں۔ جس کو شک ہو اُس کتاب کی جانب رجوع کرے۔ اور آیتیں جن کی تفسیر رجعت سے کی گئی ہے بہت ہیں۔

پہلی آیت : یوم نبعث من کلّ امۃ فوجاً ممن یکذب بایاتنا۔ یعنی جس روز کہ ہم مبعوث کریں گے ہر اُمت سے ایک گروہ کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ بہت سی حدیثوں میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ یہ آیت رجعت کے بارے میں ہے کہ حق تعالیٰ ہر اُمت میں سے ایک گروہ کو زندہ کرے گا۔ اور آیت قیامت وہ ہے جس میں فرمایا ہے۔ وحشرناھم فلم نغادر منھم احداً۔ یعنی ہم ان سب کو محشور کریں گے اور کسی کو ترک نہ کریں گے کہ زندہ نہ کریں اور فرمایا کہ آیتوں سے مُراد امیرالمومنینؑ ہیں۔

دوسری آیت : خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے کہ واذا وقع القول علیھم اخرجنالھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایاتنا لا یوقنون یعنی جب اُن پر عذابِ الٰہی واقع ہوگا یا یہ کہ جس وقت قیامت کے نزدیک اُن پر عذاب نازل ہوگا تو ہم اُن کے لیے زمین سے دابہ نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا۔ جو انسان تھے اور ہماری آیتوں پر یقین نہ رکھتے تھے۔ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ اس دابہ سے مُراد علی علیہ السّلام ہیں جو قیامت کے نزدیک ظاہر ہوں گے اور جنابِ موسیٰؑ کا عصا اور حضرت سلیمانؑ کی انگشتری آپ کے پاس ہوگی۔ عصا کو مومن کی دونوں آنکھوں کے درمیان مس کریں گے تو "حقا مومن ہے" نقش ہوجائیگا اور انگشتری کافر کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگائیں گے، تو نقش ہوجائے گا کہ یہ "حقا کافر ہے"۔

عامہ نے بھی مثل اس کے حدیث اپنی کتاب میں لکھی ہے اور عمار اور ابن عباس وغیرہ سے روایت کی ہے اور صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ دابہ کوہِ صفا سے ظاہر ہوگا۔ اُس کے ساتھ عصائے موسیٰ اور انگشتری سلیمانؑ ہوگی۔ وہ عصا کو مومن کی پیشانی پر سجدہ کی جگہ یا دونوں آنکھوں کے درمیان مس کریں گے تو سفید نقطہ پیدا ہوجائے گا۔ جس سے اُس کا تمام چہرہ چمکتے ہوئے ستارے کی مانند روشن ہوجائے گا۔ یا یہ کہ اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا جائے گا کہ "مومن" ہے اور انگشتری کافر کی ناک پر لگائیں گے تو سیاہ نقطہ پیدا ہوجائے گا۔ جس سے اُس کا تمام چہرہ سیاہ ہوجائے گا۔ یا اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا جائے گا۔ بیان کرتے ہیں کہ بعض قاریوں نے تکلمھم کو بغیر تشدید کے پڑھا ہے۔ یعنی اُن کی پیشانی پر زخم ہوجائے گا۔ اور عامہ و خاصہ کی متواتر حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جناب امیر علیہ السّلام خطبوں میں فرماتے تھے کہ میں صاحب عصا و میسم ہوں یعنی وہ چیز جس سے داغ کیا جاتا ہے اور عامہ نے ابوہریرہ، ابن عباس اور اصبغ بن نباتہ وغیرہم سے روایت کی ہے کہ دابۃ الارض امیرالمومنینؑ ہیں۔ اور ابن ماہیار نے کتاب ما انزل من القرآن فی الائمہ میں اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ معاویہ نے مجھ سے خطاب کیا اور کہا کہ تم گروہ شیعہ گمان کرتے

ہو کہ دابۃ الارض علیؑ ہیں۔ میں نے کہا کہ فقط ہم ہی نہیں کہتے یہودی بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ یہ سُن کر مُعاویہ نے علمائے یہود میں سب سے بڑے عالم کو بُلایا اور پوچھا کہ تم اپنی کتابوں میں دابۃ الارض کا نشان پاتے ہو۔ اُس نے کہا ہاں۔ مُعاویہ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اُس نے کہا ایک مرد ہے۔ پُوچھا اُسکا نام کیا ہے؟ اس نے کہا الیا۔ مُعاویہ نے کہا الیا علی سے کس قدر ملتا ہوا ہے۔

تیسری آیت : ان الّذی فرض علیک القران لرادّک الی معاد۔ یعنی بیشک خدا نے تم پر قرآن واجب کیا ہے۔ یقیناً تم کو معاد کی جانب واپس کرے گا یعنی اپنے مقام پر بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ کہ مراد رجعت میں جناب رسُولِ خداؐ کی دُنیا میں واپسی ہے یہ

چوتھی آیت : قولِ خدا کے مُطابق۔ ولئن قتلتم فی سبیل اللّٰہ او متّم لالی اللّٰہ تحشرون۔ یعنی اگر تم راہِ خدا میں قتل کیے جاؤ، یا تمہاری وفات ہو جائے تو یقیناً خدا کی جانب محشور ہو گے۔ بہت طریقوں سے منقول ہے کہ یہ آیت رجعت کے بارے میں ہے اور سبیل اللّٰہ علیؑ اور آپ کی ذرّیت کا راستہ ہے جو اس آیت پر ایمان رکھتا ہو گا۔ اُس کے لیے قتل ہونا اور ایسی موت ہے کہ اگر ان کی راہ میں قتل ہو گا۔ ان کی رجعت میں واپس آئے گا تاکہ بعد میں اُس کی وفات ہو۔ اگر مر جائے تو رجعت میں واپس آئے گا تاکہ اُن کی راہ میں قتل ہو۔ ایضاً خدا کے اس قول کے بارے میں فرمایا ہے کُلّ نفسٍ ذائقۃ الموت یعنی جو قتل ہو گا اور موت کا ذائقہ نہ چکھے ہو گا وہ یقیناً رجعت میں دُنیا میں واپس آئے گا تاکہ موت کا مزہ چکھے۔

پانچویں آیت : قولِ خدا واذا اخذ اللّٰہ میثاق النّبیّین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسُول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم و اخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین۔ یعنی اُس وقت کو یاد کرو جبکہ خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ یقیناً ہم نے تم کو کتاب وحکمت عطا کی ہے۔ پھر تمہاری طرف وہ رسُول آئے گا جو تمہاری تصدیق کرے گا۔ لہٰذا تم کو لازم ہے کہ اُس پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو۔ خدا نے فرمایا کہ کیا تم نے میرا یہ عہد و پیمان قبول کیا اُن پیغمبروں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کیا تو فرمایا کہ ایک دوسرے پر گواہ رہو۔ اور میں تم پر گواہ ہوں۔ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ یہ نصرت زمانۂ رجعت میں ہو گی۔ چنانچہ سعد بن عبداللّٰہ نے اپنی کتاب بصائر الدرجات میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسُول خداؐ پر ایمان لائیں گے اور رجعت میں جناب امیرؑ کی نصرت کریں گے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم کہ جس پیغمبر کو خدا نے مبعوث کیا ہے آدمؑ سے لے کر جس قدر اُن کے بعد ہوئے

سب کو دُنیا میں واپس بھیجے گا تاکہ امیرالمومنینؑ کے سامنے قتال و جہاد کریں اور شیخ حسن بن سلیمان نے اپنی کتاب منتخب البصائر میں کتاب واحدہ سے جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ بلا شبہ خدائے تعالیٰ یکتا واحد اور بے مثل و نظیر ہے اور یکتائی میں منفرد تھا۔ کوئی اُس کے ساتھ نہ تھا۔ اُس نے ایک کلمہ سے تکلم کیا اور اس کو نور قرار دیا پھر اُس نور سے محمدؐ کو پیدا کیا اور مجھ کو اور میری ذریت کو بھی اُس نور سے خلق فرمایا ہے۔ پھر دوسرے کلمہ سے تکلم کیا۔ اُس سے رُوح پیدا ہوئی۔ اُس رُوح کو اُس نور میں ساکن کیا اور نور کو ہمارے جسموں میں ساکن کیا۔ لہٰذا ہم خدا کی برگزیدہ رُوح اور کلمات خدا ہیں جس کا ذکر خدا نے قرآن میں کیا ہے اور ہمارے ذریعہ سے خلق پر اپنی حجت تمام کی ہے اور ہم خلق سے پہلے نور سبز کے اشباح تھے۔ ایک چھت کے نیچے جس وقت نہ آفتاب تھا نہ ماہتاب۔ نہ رات تھی نہ دن۔ اور نہ کوئی آنکھ تھی جو ہماری جانب دیکھے۔ ہم خدا کی عبادت کرتے تھے اور اُس کی تنزیہہ، تسبیح اور تقدیس کرتے تھے۔ اور یہ خلائق کے پیدا کرنے سے پہلے تھا۔ جب خدا نے پیغمبروں کی رُوحیں پیدا کیں تو اُن سے عہد و پیمان لیا کہ ہم پر ایمان لائیں اور ہماری مدد کریں۔ پھر حضرتؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا یعنی محمدؐ پر ایمان لاؤ اور اُن کے وصی کی نصرت کرو۔ لہٰذا تمام پیغمبر اُن کی مدد کریں گے۔ بیشک خدا نے مجھ سے اور محمدؐ سے عہد لیا کہ ایک دوسرے کی مدد کریں بیشک میں نے محمدؐ کی مدد کی، اور آپ کے روبرو جہاد کیا اور میں نے اُس عہد و پیمان کو آنحضرتؐ کی نصرت میں خدا کی خوشنودی کے لیے پورا کیا لیکن ابھی پیغمبروں اور رسُولوں میں سے کسی ایک نے میری مدد نہیں کی ہے۔ مگر اس کے بعد رجعت میں میری مدد کریں گے۔ اُس وقت مشرق و مغرب کے مابین تمام زمین میری ہوگی اور یقیناً خدا آدمؑ سے خاتمؐ تک سب کو مبعوث کرے گا جس قدر پیغمبر اور رسُول ہوئے ہیں اور میرے روبرو وہ تمام انبیاء تمام جن و انس میں سے زندوں اور مُردوں کے سروں پر جو اُس وقت زندہ ہوئے ہوں گے تلواریں ماریں گے اور یہ کس قدر عجیب بات ہے اور کیونکر نہ ان مُردوں پر تعجب کروں کہ خدا ان کو گروہ درگروہ زندہ کرے گا۔ وہ لبیک کہتے ہوئے قبروں سے باہر آئیں گے، اور آوازیں بلند کریں گے کہ لبیک لبیک یا داعی اللہ اور کوفہ کے بازاروں میں چلیں گے اور برہنہ تلواریں اپنے دوش پر رکھے ہوں گے اور کافروں، جابروں اور اولین و آخرین کے جباروں اور اُن کی پیروی کرنے والوں کے سروں پر ماریں گے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ ان وعدوں کو پورا کرے جو قرآن میں ان سے کیا ہے کہ وعداللہ الذین آمنوا منکم الخ یعنی خدا نے اُن سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال بجالائے ہیں کہ یقیناً اِن کو زمین پر خلیفہ

قرار دے گا جس طرح ان لوگوں کو خلیفہ قرار دیا تھا جو اُن سے پہلے تھے اور بیشک ان کے لیے
اُن کے دین کو تمکین بخشے گا۔ جو پسندیدہ ہے اور اُن کے خوف کو امن سے بدل دے گا کہ میری
عبادت کریں۔ اور کسی کو میرا شریک نہ قرار دیں حضرت نے فرمایا کہ ایسے حال میں میری عبادت
کریں گے کہ امن میں ہوں گے۔ اور میرے کسی بندے سے خوف نہ کریں گے اور کسی سے تقیہ
کرنے کے محتاج نہ ہوں گے۔ اور رجعت میں رجعت کے بعد میری واپسی کے بعد واپسی ہوگی
میں رجعتوں والا اور واپس آنے والا اور حکم کرنے والا۔ انتقام لینے والا اور حیرت میں ڈالنے
والی سلطنت کا مالک ہونگا۔ میں ہوں لوہے کی شاخ کے مانند۔ میں ہوں خدا کا بندہ اور رسول خدا
کا بھائی۔ میں ہوں امین خدا اور علم خدا کا خزینہ دار اور خدا کے اسرار کا صندوق اور حجاب خدا
اور وجہ خدا ہوں کہ میرے ذریعہ اور وسیلہ سے خدا کی جانب متوجہ ہونا چاہیئے اور میں ہوں
صراط خدا اور میزان خدا اور میں لوگوں کو خدا کی جانب جمع کرنے والا ہوں اور ہم ہیں خدا کے
اسمائے حسنیٰ اور اُس کے امثال علیا اور اُس کے آثار کبریٰ۔ اور میں ہوں جنت و دوزخ
تقسیم کرنے والا۔ میں اہل بہشت کو بہشت میں ساکن کرنے والا ہوں اور اہل جہنم کو جہنم میں
ڈالنے والا ہوں۔ اہل بہشت کی ترویج میرے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں ہے اہل
جہنم کا عذاب۔ اور خلق کی بازگشت میری طرف ہے اور خلق کا حساب مجھ سے متعلق ہے اور
اعراف میں اذان دینے والا میں ہوں۔ میں قرص آفتاب کے نزدیک ظاہر ہونے والا ہوں۔
اور میں ہوں دابۃ الارض۔ میں ہوں صاحب اعراف کہ مومن اور کافر کو ایک دوسرے سے
جُدا کرنے والا ہوں۔ میں ہوں مومنوں کا امیر، متقیوں کا بادشاہ، سابقین کی نشانی، بولنے
والوں کی زبان اور پیغمبروں کے اوصیا میں سے آخری وصی۔ اور انبیاء کا وارث اور خدا کا
خلیفہ۔ خدا کا سیدھا راستہ اور روز جزا میں عدالت کی ترازو اور اہل آسمان وزمین پر حجت خدا
اور جو لوگ آسمان و زمین کے مابین ہیں اور میں وُہ ہوں جس کے ذریعہ سے خدا نے تم پر تمھاری خلق کے
روز حجت تمام کی ہے اور میں ہوں لوگوں کا گواہ قیامت کے روز۔ میں وہ ہوں جس کے پاس
اموات اور بلاؤں کا علم اور خلق خدا کا حکم ہے اور حق کو باطل سے جُدا کرنے والا ہوں۔ میں
لوگوں کے نسبوں کا جاننے والا ہوں مجھے آیات و معجزات سپرد کیئے گئے ہیں اور پیغمبروں کی کتابیں۔
میں صاحب عصا و انگشتری ہوں۔ میں وُہ ہوں کہ خدا نے بادلوں، رعدوں، برق، تاریکی،
روشنی، ہوا، پہاڑ، دریا، ستارے، آفتاب اور ماہتاب کو میرا مسخر کیا ہے۔ میں اس امت
کا فاروق ہوں۔ اِس اُمت کا ہادی ہوں۔ میں وہ ہوں کہ ہر چیز کی تعداد جانتا ہوں اُس علم کے
ذریعے سے جس کو خدا نے میرے سپرد کیا ہے اور ان رازوں کا جاننے والا جن کو خدا نے پوشیدہ

نیز روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے لوگوں نے حق تعالیٰ کے اس قول وجعلکم انبیاء وجعلکم ملوکاً کی تفسیر دریافت کی یعنی تم کو انبیاء بنایا اور تم کو بادشاہ قرار دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ انبیاء جناب رسول خداؐ، جناب ابراہیمؑ واسماعیلؑ اور اُن کی ذریت ہیں اور ملوک آئمہ اطہار ہیں۔ راوی نے کہا آپ کو کیسی بادشاہی عطا کی ہے۔ فرمایا کہ بہشت کی بادشاہی اور امیرالمومنینؑ کی رجعت کی بادشاہی۔ اور علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں شہر ابن خوشب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حجاج نے مجھ سے کہا کہ قرآن میں ایک آیت ہے جس کی تفسیر نے مجھ کو عاجز کر دیا ہے۔ اور سمجھ میں نہیں آتی وہ آیت یہ ہے۔ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ یعنی اہل کتاب میں سے کوئی ایک نہیں مگر یہ کہ حضرت عیسیٰؑ پر یقیناً ان کی موت سے پہلے ایمان لائے گا۔ اور خدا کی قسم میں حکم دوں گا کہ یہودی اور نصرانی کی گردنیں ماری جائیں اور میں دیکھوں گا کہ اُن کے لب حرکت نہیں کرتے یہاں تک کہ وُہ مر جائیں۔ شہر بن خوشب نے کہا اے امیر یہ مُراد نہیں ہے جو آپ نے سمجھا ہے۔ اُس نے کہا پھر اس کے کیا معنی ہیں۔ میں نے کہا حضرت عیسیٰؑ قیامت سے پہلے آسمان سے زمین پر آئیں گے تو کوئی یہودی وغیرہ نہ ہوں گے جو حضرت عیسیٰؑ پر اُن کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لائیں۔ اور وُہ حضرت مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ حجاج نے کہا تجھ پر وائے ہو۔ یہ تُو نے کہاں سے سمجھا اور کس سے سُنا ہے۔ میں نے کہا حضرت امام محمد باقرؑ سے میں نے سُنا ہے۔ یہ سُن کر اُس نے کہا کہ خدا کی قسم چشمۂ صافی سے تو نے لیا ہے۔ نیز اُس نے اور دُوسروں نے خداوند عالم کے اس قول کی تاویل میں روایت کی ہے۔ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یاتھم تاویلہ۔ یعنی بلکہ جس چیز کا اُن کو علم نہیں اُس کی تکذیب کرتے ہیں اور ابھی اس کی تاویل سے وہ ناواقف ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ آیت رجعت کے بارے میں ہے۔ اور اُس کے مانند ہے جس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے اور وہ لوگ اُس کی تکذیب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا نہ ہوگا اور دُوسری معتبر سند سے روایت کی ہے کہ رجعت میں دُشمنان اہلبیت کی خوراک ایک گندی شئے ہوگی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وان لہ معیشۃ ضنکا۔ نیز علی بن ابراہیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام اور امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جس قوم کو حق تعالیٰ نے عذاب سے ہلاک کیا ہے وُہ رجعت میں واپس نہ آئے گی جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون اور اس آیت ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا

یحذرون کی تاویل میں فرمایا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ ایک مثال ہے۔ جس کو خدا نے اہلبیتؑ
رسالت کے لیے دی ہے تاکہ آنحضرتؐ کی تسلّی کا باعث ہو۔ کیونکہ فرعون اور ہامان اور قارون نے
بنی اسرائیل پر ستم کیے ہیں۔ اُن کو اور اُن کی اولاد کو مار ڈالتے تھے اور اس اُمّت میں اُس کی مثال
اوّل، دوم اور سوم اور اُن کی پیروی کرنے والے تھے جو اہلبیت رسالتؐ کے قتل اور اُن کو
مٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ خداوندِ عالم نے اپنے پیغمبر سے وعدہ فرمایا ہے کہ جس طرح ہم
نے موسیٰؑ کی ولادت کو چھپایا اور فرعون سے اُن کو مخفی رکھا۔ اُس کے بعد ان کو ظاہر کیا۔ اور
فرعون اور اُس کی متابعت کرنے والوں پر غالب کیا۔ اُس کے بعد اُن سب کو اُنھی کے ہاتھ سے
ہلاک کیا۔ اِسی طرح حضرت قائمؑ اور آپ کی ولادت کو پوشیدہ رکھوں گا اور اُن کے زمانوں کے
فرعونوں سے اُن کو پنہاں رکھوں گا۔ اور رجعت میں اُن کو ان کے دُشمنوں پر غالب کردوں گا۔
تاکہ اُن سے اپنا اِنتقام لیں۔ لہٰذا آیات کی تاویل اس طرح ہے یعنی ہم چاہتے ہیں کہ اُن پر
احسان کریں جن کو زمین پر کمزور کردیا ہے۔ جو اہلبیت رسالتؐ ہیں اور ہم ان کو امام واپس کریں
گے اور رُوئے زمین کے وارث قرار دیں گے۔ روئے زمین کی بادشاہی ان کے لیے مسلّم ہوگی۔
اور ہم اُن کو تمکن و اقتدار زمین پر دیں گے تاکہ باطل کو مٹائیں اور حق کو ظاہر کریں اور ان کے لشکر
اُن کے دُشمنوں کو دکھائیں جنھوں نے آلِ محمدؐ کا حق غصب کیا منہم یعنی آلِ محمدؐ جو قتل اور
آزار سے ڈرتے تھے۔ اِسی طرح امام حسین علیہ السّلام اور آپ کے اصحاب زندہ کیے جائیں گے
اور اُن کے قتل کرنے والوں کو بھی زندہ کیا جائے گا تاکہ اُن سے اِنتقام لیں۔ چنانچہ قطب راوندی
وغیرہم نے جابر سے اُنھوں نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام
نے شہادت سے پہلے کربلا میں فرمایا کہ میرے جد جناب رسُولِ خداؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے فرزند
تم کو عراق کی جانب اشقیا لے جائیں گے۔ اُس زمین پر جہاں انبیاء اور اوصیاء نے ایک دوسرے
سے مُلاقات کی ہے یا کریں گے اُس زمین کو عمورا کہتے ہیں تم اُسی جگہ شہید ہوگے اور تمھارے
اصحاب کی ایک جماعت تمھارے ساتھ شہید ہوگی۔ ان کو لوہے سے قتل ہونے اور زخم کھانے
کی تکلیف و اذیّت نہ پہنچے گی جس طرح خُداوندِ عالم نے جناب ابراہیمؑ پر آگ کو سرد اور باعثِ
سلامتی قرار دیا تھا۔ اسی طرح جنگ کی آگ تم پر اور تمھارے اصحاب پر سرد اور سلامتی کا سبب
ہوگی۔ لہٰذا تم کو خوشخبری ہو اور تم خوش رہو۔ کیونکہ ہم اپنے پیغمبرؐ کے پاس جاتے ہیں اور اس عالم میں
اتنی مُدّت تک رہیں گے جس قدر خُدا چاہے گا۔ لہٰذا جب زمین شگافتہ ہوگی تو سب سے پہلے
جو شخص زمین سے باہر آئے گا میں ہوں گا۔ اور میرا باہر آنا امیر المومنینؑ کے باہر آنے کے موافق ہوگا۔
اور ہمارے قائمؑ کا قیام تو اُس وقت خداوند تعالیٰ کی جانب سے آسمان سے وہ گروہ جبرئیل و میکائیل

و اسرافیل کے ساتھ اور فرشتوں کے لشکر مجھ پر نازل ہوں گے جو کبھی زمین پر نہ آئے ہوں گے اور محمدؐ و علیؑ اور میں اور میرے بھائی اور انبیاء و اوصیاء میں سے وُہ تمام لوگ خدا نے جن پر احسان کیا ہے زمین پر آئیں گے اور خدائی نُور کے ابلق گھوڑوں پر سوار ہوں گے جن پہ اُن سے پہلے کوئی مخلوق سوار نہ ہُوئی ہوگی۔ پھر جنابِ رسُولِ خداؐ اپنا علم ہاتھ میں لیں گے اور حرکت دیں گے اور اپنی شمشیر ہمارے قائمؑ کو دیں گے۔ اُس کے بعد جو کچھ خدا چاہے گا ہم دکھائیں گے۔ اُس وقت خدائے تعالیٰ مسجدِ کوفہ سے روغن کا ایک چشمہ، پانی کا ایک چشمہ اور دُودھ کا ایک چشمہ جاری کرے گا۔ اُس کے بعد جنابِ امیرؑ حضرت رسُولِ خداؐ کی تلوار مجھ کو دیں گے اور مجھ کو مشرق و مغرب کی جانب بھیجیں گے، اور جو خدا کا دشمن ہوگا میں اُس کا خون بہاؤں گا اور جو بُت پاؤں گا اُس کو جلا دوں گا۔ پھر زمینِ ہند پر پہنچوں گا اور وہاں کے تمام شہروں کو فتح کروں گا، اور حضرت دانیال اور حضرت یوشع زندہ ہوں گے اور امیرالمومنینؑ کے پاس آ کر کہیں گے کہ خدا و رسُولؐ نے سچ فرمایا ان وعدوں میں جو کیا تھا۔ پھر اُن کے ہمراہ ستر اشخاص کو بصرہ روانہ کریں گے کہ جو شخص مقاتلہ کے لیے تیار ہو اُس کو قتل کریں اور ایک لشکر بلادِ روم کی جانب بھیجیں گے تاکہ اُن کو فتح کریں۔ پھر ہر حرام گوشت جانور کو مار ڈالوں گا۔ یہاں تک کہ سوائے پاک و بہتر جانور کے کوئی حیوان باقی نہ رہے گا۔ جزیہ کو ختم کروں گا اور یہودی اور نصاریٰ اور تمام قوموں کو اختیار دُوں گا کہ یا تو اسلام قبول کریں یا جنگ پر آمادہ ہوں جو شخص مسلمان ہو جائے گا اُس پر احسان کروں گا۔ اور جو اسلام قبول نہ کرے گا اُس کا خون بہا دُوں گا۔ اور ہمارے شیعوں میں سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ خداوند عالم اُس کی طرف ایک فرشتہ بھیجے گا کہ اُس کے چہرہ سے خاک کو صاف کرے اور بہشت میں اُس کی منزل اور عورتیں دکھائے۔ اور ہر اندھے، اپاہج اور مریض کو ہم اہلبیتؑ کی برکت سے خداوندِ عالم صحت یاب فرمائے گا اور خداوندِ عالم آسمان سے زمین پر اس قدر برکت بھیجے گا کہ میوہ دار درختوں کی شاخیں پھلوں کی زیادتی کے سبب ٹوٹ جائیں گی۔ اور گرمیوں کا میوہ جاڑوں میں اور جاڑوں کا پھل گرمیوں میں پیدا کرے گا۔ یہ ہیں قولِ حق تعالیٰ کے معنی کہ اگر شہروں والے ایمان لائیں اور پرہیزگار ہو جائیں تو ہم یقیناً اُن پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیں گے۔ لیکن انھوں نے ہمارے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ لہٰذا اُن کے کردار کی پاداش میں ہم نے اُن کی گرفت کی۔ اور خدا ہمارے شیعوں کو وہ کرامت بخشے گا کہ زمین میں کوئی چیز اُن سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص چاہے گا کہ اپنے گھر کے حالات جانیں تو خدا اُس کو الہام کرے گا جو اُس کے گھر والے کرتے ہوں گے۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر حسن بن جہم سے روایت کی ہے کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ رجعت کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں حضرت نے فرمایا حق ہے اور سابقہ اُمتوں میں ہوا ہے اور قرآن مجید اس پر گواہ ہے اور رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اس اُمت میں بھی وہ سب ہوگا جو سابقہ اُمت میں رہا ہے۔ اسی طرح جیسے دو نعل باہم برابر ہیں اور تیر کے پر جو ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب میرے فرزندوں میں سے مہدیؑ ظاہر ہوگا۔ جناب عیسیٰؑ آسمان سے زمین پر آئیں گے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور عیاشی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خلفائے جور نے اپنا ایک نام رکھا ہے اور اپنے کو امیرالمومنینؑ کہتے ہیں۔ یہ نام علی بن ابی طالبؑ کے لیے مخصوص ہے اور ابھی اس نام کے معنی اور اس کی تاویل لوگوں پر ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ راوی نے پوچھا اس کی تاویل کب ہوگی۔ فرمایا اُس وقت جبکہ خداوندِ عالم اُن کے سامنے پیغمبروں اور مومنوں کو جمع کرے گا۔ تاکہ اُن کی مدد کریں۔ جیسا کہ خداوندعالم نے فرمایا ہے واذاخذ اللہ المیثاق النبیین الخ جو گذر چکی۔ اُس روز جناب رسولِ خداؐ علم علی بن ابی طالبؑ کو دیں گے۔ وہ تمام خلائق کے امیر ہوں گے اور تمام خلائق اُن حضرت کے علم کے پیچھے ہوں گے اور وہ سب کے سب امیر اور بادشاہ ہوں گے۔ یہ ہے امیرالمومنینؑ کی تاویل اور معنی۔

کتاب سلیم بن قیس ہلالی میں روایت کی ہے کہ ابان بن ابی عیاس نے کہا کہ میں ابی الطفیل کے مکان پر گیا۔ اُنھوں نے حدیث رجعت مجھ سے اہلِ بدر کی ایک جماعت اور سلمانؓ، مقدادؓ اور ابن ابی کعب سے روایت کی ہے۔ ابوالطفیل نے کہا کہ میں نے جو کچھ ان لوگوں سے سُنا تھا۔ کوفہ میں حضرت علیؑ بن ابی طالب سے عرض کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ علم خاص ہے۔ چاہیئے کہ یہ اُمت جانے اور چاہیئے کہ اُس کے خصوصیات کے علم کو خدا پر چھوڑ دے۔ پھر میں نے جو کچھ ان لوگوں سے سُنا تھا حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے سب کی تصدیق کی اور بہت سی قرآن کی آیتوں کی تفسیر رجعت کے بارے میں نہایت واضح اور شافی تفسیر فرمائی۔ یہاں تک کہ مجھے قیامت پر یقین رجعت کے یقین سے زیادہ نہیں ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ کون حوضِ کوثر سے لوگوں کو دُور کرے گا۔ فرمایا میں اپنے ہاتھ سے دُور کروں گا۔ اور اپنے دوستوں کو حوض پر لے آؤں گا۔ اور اپنے دشمنوں کو پیاسا واپس کردوں گا۔ پھر میں نے حضرت سے دابۃ الارض کے بارے میں پوچھا حضرت نے ٹال دیا۔ جب میں نے زیادہ عجز وانکساری سے اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ وہ دابہ ایسا ہے جو کھانا کھاتا ہے۔ بازاروں میں راہ چلتا ہے۔ عورتوں سے مباشرت کرتا ہے۔ میں نے کہا اے امیرالمومنینؑ فرمایئے وہ کون ہے۔ فرمایا کہ

وہ صاحب زمین ہے جس کے سبب سے زمین ساکن ہوتی ہے۔ میں نے عرض کی یا امیرالمومنینؑ بتائیے وہ کون ہے۔ فرمایا کہ اس اُمّت کا صدیق اور فاروق ہے اور اس امت کا عالم ربّانی اور ذوالقرنین ہے۔ میں نے پھر کہا کہ بیان فرمائیے کہ وہ کون ہے۔ فرمایا وہ ہے جس کی شان میں خدا نے فرمایا ہے ویتلوہ شاھد منہ اور فرمایا ہے۔ الّذی عندہ علم الکتاب اور فرمایا ہے۔ والذی جاء بالصدق وصدّق بہ۔ اُس نے پیغمبر کی اُس وقت تصدیق کی جبکہ سب کافر تھے۔ میں نے عرض کی یا امیرالمومنینؑ اُس کا نام بتائیے۔ فرمایا اے ابوالطفیل خدا کی قسم اگر میرے عام شیعوں کو میرے پاس تم لاؤ جو میری اطاعت کا اقرار کرتے ہیں اور مجھے امیرالمومنینؑ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور میرے مخالفوں سے میرا جہاد حلال سمجھتے ہیں۔ تو میں اُن میں سے بعض حدیثیں اُن آیتوں کی تاویل میں بیان کردوں جو جانتا ہوں۔ وہ آیتیں جن کو خدا نے قرآن میں محمدؐ پر نازل کیا ہے تو یقیناً سوائے اہلِ حق کے مختصر گروہ کے سب متفرق و پراگندہ ہو جائیں گے۔ کیونکہ ہمارا معاملہ سخت ہے اور ہماری حدیثوں کو تسلیم کرنا دشوار ہے۔ اور سوائے ملک مقرب یا پیغمبر مُرسل یا اُس بندۂ مومن کے جس کے دل کا امتحان خدا نے لے لیا ہے۔ اِن حدیثوں کو کوئی نہ پہچانے گا اور نہ اقرار کرے گا۔ اے ابی الطفیل جب رسُولِ خداؐ نے دُنیا سے رحلت فرمائی سب کے سب متفرق، مرتد، پراگندہ اور گمراہ ہو گئے سوائے اُن لوگوں کے جن کو خدا نے ہم اہلبیتؑ کی برکت سے محفوظ رکھا۔

اور منتخب البصائر میں سعد بن عبداللہ سے اُس نے جابر جعفی سے اُس نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے۔ علیؑ کی زمین میں اُن کے فرزند حسینؑ کے ساتھ رجعت ہوگی۔ وہ حضرتؑ علم لیے ہوئے آئیں گے تاکہ بنی اُمیہ اور معاویہ اور آلِ مُعاویہ سے اور ہر اُس شخص سے جس نے اُن حضرتؑ سے جنگ کی ہوگی انتقام لیں۔ اُس وقت خداوند عالم ان کے کوفی دوستوں اور مددگاروں کو اور تمام لوگوں میں سے ستّر ہزار اشخاص کو زندہ کرے گا۔ حضرت اُن سے صفین میں پہلی مرتبہ کی طرح مُلاقات کریں گے اور سب کو قتل کر دیں گے۔ اُن میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ کہ کسی کو خبر کر سکے۔ پھر خداوند تعالیٰ بدترین عذاب میں فرعون اور آلِ فرعون کے ساتھ معذب فرمائے گا۔ پھر دوبارہ امیرالمومنینؑ رسُولِ خداؐ کے ساتھ آئیں گے۔ وہ زمین پر خلیفہ ہوں گے اور سب آئمہ اطہارؑ اطرافِ زمین میں آپؐ کے عامل ہوں گے تاکہ خدا کی عبادت آشکار و ظاہر بظاہر کی جائے جس طرح پہلے پوشیدہ طور سے عبادت کی جاتی تھی اور اُس سے زیادہ عبادت ہوگی۔ اور خداوند عالم اپنے پیغمبر کو تمام اہلِ دُنیا پر بادشاہی عطا فرمائے گا۔ اُس دن سے جبکہ خدا نے دُنیا کو خلق فرمایا ہے۔ اُس روز تک جبکہ دُوسروں کی سلطنت برطرف

ہوئی ہوگی۔ یہاں تک کہ خدا اپنے پیغمبرؐ سے کئے ہوئے وعدہ کو کہ ان کو دُنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دے گا وفا کرے۔ اگرچہ مشرکین نہ چاہیں۔

اور عیاشی نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے جو شخص دُنیا میں واپس آئے گا جناب امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب اور یزید اور اُس کے اصحاب ہوں گے۔ پھر حضرت اُن سب کو قتل کریں گے جس طرح ان سب نے حضرتؑ اور آپ کے اصحاب کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم وامددناکم باموال وبنین وجعلناکم اکثر نفیرا یعنی پھر ہم نے تم کو غلبہ کے ساتھ ان کی طرف واپس کیا اور تمھارے مالوں، اور اولادوں سے مدد کی اور تمھارے لشکران کے لشکروں سے زیادہ واپس بھیجا اور شیخ کشی اور شیخ مفید نے ارشاد اور مجالس میں بہت سی معتبر سندوں کے ساتھ عبایہ اسدی اور اصبغ بن نباتہ وغیرہم سے روایت کی ہے جناب امیرؑ سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں پیروں کا سردار اور سب سے بہتر ہوں۔ مجھ میں حضرت ایوبؑ کی سُنّت ہے۔ خدا کی قسم میرے واسطے میرے اہل کو خداوندِ عالم جمع کرے گا۔ جس طرح جناب ایوبؑ کے لیے ان کی اولاد زندہ فرمائی اور جمع کیا۔ نیز شیخ کشی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا سے سوال کیا کہ میرے بعد میرے فرزند اسمٰعیل کو باقی و زندہ رکھے۔ خدا نے قبول نہ فرمایا۔ لیکن اُس کے بارے میں دوسری قدر و منزلت خدا نے مجھے عطا فرمائی۔ اور اوّل جو شخص رجعت میں اپنے دس اصحاب کے ساتھ آئے گا۔ جن میں ایک عبداللہ بن شریک عامری ہوگا اور اس کا علمدار ہوگا۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا گویا میں عبداللہ بن شریک کو دیکھ رہا ہوں کہ رجعت میں سیاہ عمامہ سر پر باندھے ہوئے ہیں۔ اُس کے دو گوشے اُن کے دونوں کاندھوں پر لٹکے ہوئے ہیں۔ ہمارے قائمؑ کے پاس چار ہزار لشکر کے ساتھ جو رجعت میں زندہ ہوئے ہیں اور تکبیر کی آواز بلند کرتے ہوئے دامنِ کوہ سے اُوپر جا رہے ہیں۔

نیز شیخ کشی نے داؤد رقی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ سے میں نے عرض کی کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں میری ہڈیاں پتلی ہوگئی ہیں میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال کا اختتام اس پر ہو کہ آپ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں۔ حضرتؑ نے فرمایا اس سے چارہ نہیں کہ اگر اس وقت ایسا نہ ہوا تو رجعت میں ہوگا اور شیخ حسن بن سلیمان نے امیرالمومنینؑ کی کتاب خطب سے انہی حضرت سے ایک طولانی خطبہ کی روایت کی ہے۔ حضرت نے جس میں فرمایا کہ ہماری حدیثیں ضبط نہیں کرتے مگر مضبوط قلعے یا امانتدار سینے یا ٹھوس ذریں عقلیں۔ پھر فرمایا کہ جو کچھ ماہ جمادی الثانی اور رجب

کے درمیان واقع ہوگا اُس پر کس قدر تعجب بلکہ بالکل تعجب ہے۔ یہ سُن کر ایک مرد شرط الخمیس نے پُوچھا کہ کیسا تعجب ہے جو آپ فرماتے ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ تعجب نہ کروں اس سے کہ چند مُردے زندہ ہوں گے اور تلوار زندوں کے سروں پر ماریں گے۔ اُس خدا کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور سبزہ باہر نکالا اور خلائق کو پیدا کیا گویا میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ کُوفہ کے بازاروں میں چلتے ہیں اور برہنہ شمشیریں اپنے کاندھوں پر رکھے ہُوئے ہیں اور خدا اور رسُولؐ اور مومنوں کے دُشمنوں کے سروں پر مارتے ہیں۔ یہ ہے اُس آیت کے معنیٰ جو خدا نے فرمایا ہے کہ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیھم قد یئسوا من الاخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور۔ اے مومنو! اُس قوم سے دوستی مت کرو جن پر خدا نے غضب فرمایا ہے۔ بیشک وہ لوگ آخرت سے نااُمید ہوگئے ہیں جس طرح اہلِ قبور میں کفّار نااُمید ہوگئے ہیں۔

ابن بابویہ نے علل الشرائع میں روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جب ہمارا قائمؑ ظاہر ہوگا عائشہ کو زندہ کرے گا تاکہ اُس پر حد جاری کرے اور جنابِ فاطمہؑ کا انتقام لے اور شیخ مفید نے ارشاد میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب آلِ محمدؐ کے قائمؑ کا قیام ماہ جمادی الاخریٰ میں ہوگا۔ اور رجب کے دس روز میں ایسی بارش ہوگی کہ دُنیا والوں نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ پھر خداوند بزرگ و برتر اُس بارش سے مومنین کے گوشت اور بدن کو اُن کی قبروں میں پیدا کرے گا۔ گویا میں اُن کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبیلہ جہنیہ کی جانب سے خاکِ قبر اپنے سروں سے جھاڑتے ہوئے آرہے ہیں۔ نیز اُنہیں حضرت سے روایت کی ہے کہ حضرت قائمؑ کے ساتھ پشت کُوفہ یعنی نجف اشرف سے ستائیس۲۷ افراد حضرت موسیٰ کی قوم سے پندرہ۱۵ افراد ان میں سے جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ حق کے ساتھ ہدایت کرتے تھے۔ اور حق کے ساتھ عدالت کرتے تھے اور سات افراد اصحابِ کہف سے اور یوشع بن نون اور سلمانؓ اور جابر بن عبداللہ انصاری اور مقداد اور مالک اشتر آئیں گے اور یہ تمام خاصانِ خدا اُن حضرتؑ کے سامنے ہوں گے اور آپ کے مددگار اور حاکم یعنی لوگوں پر آپ کی جانب سے حاکم ہوں گے۔ عیاشی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور نعمانی نے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا جب قائم آلِ محمد علیہم السلام ظاہر ہوں گے۔ خدا اُن کی ملائکہ سے مدد کرے گا اور سب سے پہلے جو شخص اُن کی بیعت کرے گا وہ محمدؐ ہوں گے اُن کے بعد علیؑ ہوں گے۔ (کیونکہ وہ امام، امامِ زمانہ ہوں گے)۔

اور شیخ طوسی اور نعمانی نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت قائمؑ کے ظہور کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ حضرت برہنہ بدن قرص آفتاب کے سامنے ظاہر

ہوں گے اور مُنادی ندا دے گا کہ یہ امیرالمومنینؑ ہیں واپس آئے ہیں تاکہ ظالموں کو ہلاک کریں نیز شیخ نے جناب ابی عبداللہ امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ جب ہمارے قائمؑ خروج کریں گے ہر مومن کی قبر کے پاس ایک فرشتہ آئے گا اور اُس کو ندا کرے گا کہ اے فلاں شخص تمھارے سردار اور امام ظاہر ہوگئے ہیں اگر اُن کے ساتھ ہونا چاہتے ہو تو ہو جاؤ اور اگر چاہتے ہو کہ خدا کی نعمت وکرامت میں رہو تو اسی جگہ رہو۔ یہ سُن کر بعض قبر سے باہر آئیں گے بعض نعیم الٰہی میں متنعم رہیں گے اور زیارت جامعہ مشہورہ اور اکثر منقولہ زیارات میں خصوصاً زیارت حضرت امام حسینؑ میں رجعت کا ذکر اور اس پر اعتقاد کا اظہار مذکور ہے۔ اور متہجد اور مصباح الزائرین اور تمام کتابوں میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص دُعائے عہد نامہ کو چالیس صبح پڑھے، وُہ حضرت قائمؑ کے انصار میں سے ہوگا۔ اگر وہ ان حضرت کے ظہور سے پہلے مر جائے تو خداوند عالم اس کو اُن حضرت کے خروج کے وقت قبر سے باہر لائے گا اور اُس عہد نامہ میں مذکور ہے کہ "خداوندا اگر میرے اور حضرت قائمؑ کے درمیان موت حائل ہو جائے جس کو تونے اپنے بندوں پر حتمی اور لازمی قرار دیا ہے تو پھر مجھ کو اُس حالت میں قبر سے باہر لانا کہ میں اپنے کفن کو اپنی کمر سے باندھے ہوں اور اپنی تلوار اور نیزہ برہنہ ہاتھ میں لیے ہوں اور اس کی دعوت پر لبیک کہوں جو تمام خلق کو اُن حضرتؑ کی مدد ونصرت کی دعوت دے رہا ہو، اور شیخ نے مصباح میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے جناب رسُول خداؐ اور آئمہ اطہارؑ کی زیارت بعید کی روایت کی ہے۔ اُس روایت میں مذکور ہے کہ میں آپ کے فضل کا قائل ہوں اور آپ کی رجعت کا مقر ہوں اور خدا کی قدرت کا کسی چیز پر انکار نہیں کرتا اور میں قائل نہیں ہوتا مگر اُسی کا جو کچھ خدا نے چاہا ہے اور صاحب کامل الزیارت نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے امام حسین علیہ السلام کی ایک زیارت روایت کی ہے۔ اُس زیارت میں مذکور ہے کہ میری نصرت آپ کے لیے مہیا ہے۔ یہاں تک کہ خدا حکم فرمائے اور آپ کو مبعُوث فرمائے۔ تو میں آپ کے ساتھ ہوں گا۔ آپ کے دشمنوں کے ساتھ نہیں ہیں اُن میں سے ہوں جو آپ کی رجعت پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کی قدرت کا قطعاً انکار نہیں کرتے اور اس کی کسی مشیت کی تکذیب نہیں کرتے اور کسی چیز کے بارے میں نہیں کہتے کہ خدا چاہے اور وہ نہ ہو سکے اور بسند صحیح دوسری زیارت میں اسی مضمون کی روایت کی ہے نیز بسند معتبر امام حسینؑ اور تمام آئمہ کے لیے دوسری زیارت روایت کی ہے اُس میں مذکور ہے کہ خداوندا اُن حضرتؑ کو پسندیدہ زمانہ میں مبعوث فرما تا کہ ان کے ذریعہ سے اپنے دین کے لیے اپنے دُشمن سے تو انتقام لے بیشک تُونے ان سے وعدہ کیا ہے اور تو وہ پروردگار ہے جو وعدہ خلافی نہیں کرتا اور کلینی نے مومن کی قبض رُوح کے بارے میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے

روایت کی ہے کہ حدیث طولانی میں آپ نے فرمایا کہ مومن کی روح آلِ محمد علیہم السلام کی رضوی بہشت میں زیارت کرتی ہے اور اُن کے ساتھ اُن کے طعام سے کھاتی ہے اور اُن کے ساتھ اُن کی مشروبات میں سے پیتی ہے اور اُن سے اُن کی مجلس میں گفتگو کرتی ہے۔ یہاں تک کہ قائم آلِ محمد علیہم السلام خروج کریں۔ خداوندِ عالم ان کو زندہ کرے گا اور وہ اُن کے ساتھ تلبیہ (لبیک لبیک) کہتے ہوئے جوق در جوق آئیں گے۔ اہلِ باطل کو شک میں مبتلا پائیں گے اور مخالفین مضمحل ہوں گے۔ اسی سبب سے جنابِ رسولِ خداؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ ہماری اور تمہاری وعدہ گاہ وادیٔ السلام ہے یعنی نجف اشرف اور اُس دعا میں جو حضرت قائمؑ کی غیبت کی جگہ سرداب میں پڑھنی چاہیئے مذکور ہے کہ "پروردگارا مجھ کو توفیق دے کہ قائمؑ کی اطاعت میں کمربستہ اور اُن کی خدمت میں رہوں اور اُن کی نافرمانی سے پرہیز کروں۔ اور اگر مجھ کو (حضرت کے ظہور سے) پہلے دُنیا سے اُٹھا لے تو اے میرے پالنے والے مجھ کو اُس گروہ سے قرار دے جو اُن کی رجعت میں واپس آئیں گے اور اُن کی حکومت میں بادشاہی کریں گے اور اُن کے زمانہ میں متمکّن ہوں گے اور اُن کی سعادت آگیں عَلَم کے نیچے رہیں گے اور اُن کے زمرہ میں محشور ہوں گے اور اُن کی آنکھیں اُن حضرتؑ کی زیارت سے روشن ہوں گی۔ اور کتاب اقبال و مصباح میں روایت کی ہے جناب صاحب الامرؑ کی توقیع (فرمان) ابوالقاسم بن العلا کو ملی کہ حضرت امام حسینؑ کی ولادت کے دن جو تیسری ماہ شعبان ہے اِس دُعا کو پڑھنا چاہیئے اور دعا اس جگہ تک تمام ہے جس کا ترجمہ یہ ہے حضرت امام حسینؑ کی مدح میں فرماتے ہیں کہ قبیلہ کے سردار ہیں اور روزِ رجعت آپ کی مدد و نصرت کی جائے گی۔ اور شہادت کے عوض آپ کی نسل میں آئمہ اطہارؑ ہوں گے اور آپ کی خاکِ تربت میں شفا ہو گی اور لوگ اُن کے سبب سے نجات پائیں گے۔ اور آپ اور آپ کے اوصیاء جو آپ کی عترت میں ہیں واپس دُنیا میں آئیں گے اور حضرت قائمؑ اور آپ کی غیبت کے بعد حضرت سید الشہداء اپنا اور اپنے اصحاب کا انتقام لیں گے اور خداوند جبار کو راضی کریں گے۔" اور آخر دعا میں فرمایا کہ ہم اُن کے بغیر پناہ لیتے ہیں اور اُن کی آمد کا انتظار کرتے ہیں۔ اور عیاشی، شیخ مفید اور سید ابن طاؤس نے اپنی سندوں سے ابوبصیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر دریافت کی " واقسموا باللہ جھد ایمانھم لا یبعث اللہ من یموت یعنی پورے مُبالغہ کے ساتھ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ خدا اُن کو زندہ نہ کرے گا جو مر گئے ہیں بلکہ واپس لائے گا اور خدا پر وعدہ پورا کرنا لازم ہے۔ لیکن اُن میں سے اکثر نہیں جانتے۔ حضرتؑ نے پوچھا اس آیت کے بارے میں حضرات اہلِ سنت تم سے کیا کہتے ہیں اور تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا کہ

مشرکین کہتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں کہ خدا مُردوں کو قیامت میں زندہ نہ کرے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا ہلاک اور خسارہ میں ہو وہ شخص جو ایسی بات کرتا ہے۔ اُن سے پوچھا مشرکین کی قسم خدا کی ہوگی یا لات و عزّیٰ کی۔ ابوبصیر نے کہا میں آپ پر فدا ہوں اس آیت کا مطلب بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا جب ہمارے قائمؑ ظاہر ہوں گے تو خداوندِ عالم ہمارے شیعوں میں سے کچھ لوگوں کو زندہ کرے گا۔ جو تلواریں دوش پر رکھے ہوئے جنگ پر آمادہ اُن حضرتؑ کی نصرت کے لیے آئیں گے۔ جب یہ خبر ہمارے شیعوں کے ایک مجمع کو ملے گی جو ابھی نہ مرے ہوں گے تو وہ کہیں گے کہ اے گروہ شیعہ کس قدر زیادہ تم لوگ جھوٹ بولتے ہو کہ یہ زمانہ تمھاری سلطنت کا ہے اور جو دروغ تم جانتے ہو کہتے ہو۔ خدا کی قسم وہ نہ زندہ ہوئے ہیں اور نہ قیامت تک زندہ ہوں گے۔ خداوندِ عالم نے ان کے قول کی حکایت اسی آیت میں کی ہے۔

نیز کلینی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے خدا کے اس قول کی تاویل میں روایت کی ہے۔ وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین یعنی ہم نے بنی اسرائیل کی جانب کتاب میں وحی کی کہ تم لوگ زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ اشارہ ہے امیر المومنینؑ کے قتل کی طرف اور امام حسنؑ کی ران پر خنجر مارنے کی جانب ولتعلن علوا کبیراً اور تم سرکشی کرو گے سخت سرکشی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اس سے امام حسینؑ کے قتل کی جانب اشارہ ہے فاذا جاء وعد اولٰھما۔ پھر جب اُن کے اوّل کے انتقام کا وعدہ آئے گا یعنی انتقام خونِ حسینؑ کا وعدہ بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید فجاسوا خلال الدیار یعنی ہم نے تمھاری طرف اپنے اُن بندوں کو بھیجا جو جنگ میں صاحبِ ہیبت اور عظیم قوت والے تھے۔ تو وہ گھروں میں تمھیں قتل اور اسیر کرنے کے لیے گھومتے پھرے حضرتؑ نے فرمایا کہ اُس جماعت کی طرف اشارہ ہے جن کو خدا نے حضرت قائمؑ کے آنے سے پہلے مبعوث کیا تو وہ ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔ جس نے آلِ محمد علیہم السّلام میں سے کسی ایک کو قتل کیا ہوگا۔ بلکہ سب کو قتل کردیں گے۔ وکان وعدا مفعولا۔ اور یہ کیا ہوا وعدہ تھا حضرتؑ نے فرمایا کہ قائمؑ کی قیامت کی جانب ہے۔ ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم اس سے اشارہ امام حسینؑ کے خروج پر ہے جو اپنے ستر اصحاب کے ساتھ آئیں گے جو سُنہرے خود سر پر رکھے ہوں گے کہ ہر خود کے دو رُخ ہوں گے اور لوگ کہیں گے یہ امام حسینؑ ہیں جو نکلے ہیں تاکہ مومنینؑ اُن میں شک نہ کریں اور جانیں کہ دجال اور شیطان نہیں ہے اور حضرت قائمؑ اُن کے درمیان ہوں گے۔ جب امام حسینؑ علیہ السّلام کی معرفت لوگوں میں راسخ ہو جائے گی تو حضرت قائمؑ دُنیا سے رُخصت ہو جائیں گے۔ اور امام حسینؑ ان کو غسل دیں گے اور کفن و حنوط دیں گے اور اُن پر

نماز پڑھیں گے اور اُن کو لحد میں دفن کریں گے۔ کیونکہ وصی کے امور کا سوائے وصی کے کوئی دوسرا مُرتکب نہیں ہوتا ہے۔[1]

شیخ مفید اور شیخ طوسی نے بسند ہائے معتبر جابر سے انھوں نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم ہم اہلبیتؑ میں سے ایک شخص اُن (حضرت صاحب الامرؑ) کی وفات کے بعد تین سو نو سال بادشاہی کرے گا۔ میں نے عرض کی یہ کون سا وقت ہوگا۔ فرمایا اُس کے بعد جبکہ قائمؑ دُنیا سے رحلت کریں گے۔ میں نے عرض کی قائم علیہ السلام کتنے دنوں بادشاہی کریں گے۔ فرمایا اُنیس سال اور حضرت کے بعد خلفشار اور فتنہ و فساد بہت زیادہ پچاس سال تک ہوتا رہیگا۔ پھر منتصر یعنی انتقام لینے والا دُنیا میں آئے گا جو امام حسینؑ ہیں اور اپنے اور اپنے اصحاب کے خون کا انتقام طلب کریں گے۔ اور اس قدر منافقوں کو قتل اور اسیر کریں گے کہ لوگ کہیں گے کہ اگر یہ پیغمبروں کی ذریت سے ہوتے تو اس قدر آدمیوں کو قتل نہ کرتے۔ اُن کے بعد سفاح آئیں گے یعنی جناب امیرؑ اور کلینی اور صفار نے بہت سی سندوں سے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ خدا نے چھ چیزیں مجھے دی ہیں۔ اموات اور بلاؤں کا علم اور خلائق میں حق کے ساتھ فیصلہ کرنا۔ اور میں رجعتوں والا ہوں اور میں سلطنتوں والا ہوں۔ اور میں صاحب عصا ہوں اور میں دابہ ہوں کہ لوگوں سے باتیں کروں گا۔ اور تہذیب اور کافی میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ راتیں اور دن نہیں ختم ہوں گے یہاں تک کہ خدا مُردوں کو زندہ کرے اور زندوں کو موت دے اور حق کو اُس کے اہل تک واپس کرے اور اُس دین کو قائم رکھے جس کو اپنے واسطے پسند کیا ہے۔ اور کلینی اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسُول کو امام حسینؑ کی ولادت کی خبر اور خوشخبری دی قبل اس کے جناب فاطمہؑ اُن حضرت سے حاملہ ہوں کہ امامت اُنہی کے فرزندوں میں قیامت تک رہے گی۔ پھر اُن باتوں سے آگاہ کیا جو جناب امام حسینؑ اور اُن کی اولاد پر مثل قتل و مصائب کے واقع ہوں گی۔ پھر ان مصائب کے عوض میں ان کو امامت

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ حضرت امام حسینؑ کو کون غسل دے گا۔ جواب یہ ہے کہ جب وہ حضرت اس دُنیا میں شہید ہوئے تو غسل کی ضرورت نہیں ہے۔ یا آئمۂ اطہارؑ جو اُن حضرتؑ کے بعد دُنیا میں واپس آئیں گے۔ اُن حضرت کو غسل دیں گے اور نماز پڑھیں گے یہاں تک کہ صور کا پھونکا جانا ختم ہو۔ یہ آیتیں اگرچہ بظاہر بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن جو کچھ سابقہ اُمتوں میں واقع ہوا ہے اُس کے مثل و مانند اس اُمت میں بھی واقع ہوگا۔ خداوند عالم نے اِن قصوں کو اس اُمت کی تنبیہہ کے لیے ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ان واقعات میں اشارہ ہے کہ اس امت میں بھی واقع ہوگا۔

عطا کی جو ان کے عقب میں رہے گی اور ان حضرت کو اطلاع دی کہ وہ قتل کیے جائیں گے۔
لہٰذا خدا ان کو دنیا میں واپس لائے گا۔ تاکہ اپنے دشمنوں کو قتل کریں اور خدا اُن کو تمام روئے
زمین کا بادشاہ کرے گا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اُن پر احسان کریں
جن کو زمین پر لوگوں نے کمزور کر دیا ہے۔ ہم ان کو زمین پر امام اور روئے زمین کا مالک بنائیں
گے اور فرمایا ہے کہ ہم نے بلاشبہ زبور میں جناب رسُولِ خدا کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ
ہمارے نیک بندے زمین کو میراث میں لیں گے۔ پھر خدا نے اپنے پیغمبر کو خوشخبری دی کہ
تمہارے اہل بیتؑ زمین پر واپس آئیں گے اور روئے زمین کے مالک ہوں گے اور اپنے
دشمنوں کو قتل کریں گے۔ اور سید علی بن الحمید نے کتاب انوار مضیئہ میں روایت کی ہے کہ
حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے میں نے رجعت کے بارے میں دریافت کیا کہ
کیا یہ حق ہے۔ فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا سب سے پہلے کون واپس آئے گا۔ فرمایا حضرت
امام حسینؑ ہونگے۔ جو حضرت قائمؑ کے بعد اپنے اصحاب کے ساتھ آئیں گے۔ جو آپ کے
ساتھ شہید ہوئے اور آپ کے ساتھ ستر پیغمبر ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ
مبعوث ہوئے۔ جناب قائمؑ اپنی انگشتری اُن کو دیں گے اور دُنیا سے رحلت فرمائیں گے اور
امام حسینؑ اُن کو غسل و کفن و حنوط دیں گے اور اُن کو قبر میں دفن کرینگے اور کتاب فضل بن شاذان میں
حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت قائمؑ ظاہر ہوں گے اور کوفہ میں داخل
ہوں گے حق تعالیٰ پُشت کوفہ سے ہزار صدیق کو مبعوث کرے گا۔ جو اُن کے اصحاب میں
اُن کے ناصر و مددگار ہوں گے۔ اور ابن قولویہ نے کامل الزیارت میں بسند معتبر برید عجلی
سے روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے حضرت اسماعیل کے بارے میں
دریافت کیا جن کو خداوند تعالیٰ نے قرآن میں صادق الوعد فرمایا ہے کہ کیا وہ اسمٰعیلؑ پسر
ابراہیمؑ ہیں حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ وہ اسماعیلؑ پسر حزقیلؑ ہیں جو پیغمبر تھے۔ خدا نے اُن
کو ایک قوم کی طرف بھیجا۔ قوم نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کے سر اور چہرے کی کھال
اُتار لی۔ تو خداوند عالم نے اُس پر غضب فرمایا اور سطاطائیل فرشتہ عذاب کو اُن کی طرف
بھیجا اور کہا پروردگار عزت نے آپ کی طرف مجھ کو بھیجا ہے کہ آپ کی قوم پر سخت ترین
عذاب کروں۔ اگر آپ چاہیں۔ جناب اسماعیلؑ نے فرمایا مجھ کو اس کی حاجت نہیں ہے
حق تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ پھر تمہاری کیا حاجت ہے۔ اسماعیل علیہ السّلام نے عرض کی۔ کہ
اے میرے پروردگار مجھ سے تو نے اپنی پروردگاری اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نبوت
اور ان کے اوصیاء کی امامت کا اقرار لیا۔ اور اپنی خلق کو خبر دی جو ان کی اُمت حسینؑ علیہما السّلام
کے ساتھ اُن کے پیغمبر کے بعد ظلم و جور کرے گی اور تو نے وعدہ کیا کہ حسینؑ کو دُنیا میں واپس بھیجے گا۔

تا کہ اُن لوگوں سے تو انتقام لے جنھوں نے اُن حضرت پر یہ مظالم کیے۔ لہٰذا تجھ سے میری یہ حاجت ہے کہ اے میرے پروردگار کہ مجھ کو بھی دُنیا میں واپس بھیجنا تا کہ اپنا انتقام اُن سے لوں جنھوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے جس طرح حسینؑ کو واپس بھیجے گا۔ الغرض خدا نے اسمٰعیلؑ بن حزقیلؑ سے وعدہ فرمایا کہ ایسا ہی کرے گا۔ لہٰذا وہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ دنیا میں واپس آئیں گے۔

نیز جریر سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کی کہ آپ پر فدا ہوں کہ دُنیا میں آپ اہلبیتؑ کی بقا کس قدر کم ہے اور آپ حضرات کی موت ایک دوسرے سے کس قدر قریب ہے حالانکہ خلق کو آپ حضرات کی عظیم احتیاج ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ایک صحیفہ ہوتا ہے جس میں لکھا ہوتا ہے کہ کن کن باتوں پر اپنی مُدّتِ حیات میں عمل کرنا ہے۔ جب وہ تمام اعمال و افعال ختم ہو جاتے ہیں تو ہم جان لیتے ہیں کہ ہماری موت کا وقت قریب پہنچا اور ہماری مُدّتِ حیات ختم ہو گئی اُس وقت جناب رسولِ خداؐ تشریف لاتے ہیں اور ہماری وفات کی خبر ہم کو دیتے ہیں اور خدا کی جانب سے عظیم ثواب کی خوشخبری ہم کو دیتے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب اپنا صحیفہ دیکھا اس میں وہ سب کچھ لکھا تھا جو حضرت کو اپنی زندگی میں کرنا تھا اور جو باقی رہ جائے اُس کو بعد میں کریں گے۔ لہٰذا خدا کے حکم کے مطابق جنگ کے لیے تشریف لے گئے اور شہید ہوئے اور ان اُمور میں سے جو کچھ باقی رہ گیا تھا۔ یعنی فرشتوں کے ایک گروہ نے خدا سے اجازت طلب کی کہ حضرتؑ کی مدد کو آئیں اور جب وہ حضرت کی نصرت کے لیے زمین پر آئے تو حضرتؑ شہید ہو چکے تھے۔ اُس وقت خداوند تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ حضرت کے قبّے کے پاس مقیم رہیں۔ یہاں تک کہ حضرت قبر سے رجعت میں باہر آئیں اُس وقت تم سب ان حضرتؑ کی مدد کرنا۔ لہٰذا اُس وقت تک اُن پر گریہ کرتے رہو اور اُس پر جو اُن کی مدد میں تم سے کمی ہوئی ہے اور اُن حضرتؑ کی نصرت اور اُن پر گریہ کے لیے مخصوص کیے گئے ہو۔ الغرض وہ فرشتے حضرت پر ہر وقت گریہ کرتے ہیں اور جب وہ قبر سے باہر آئیں گے تو یہ فرشتے اُن کے ناصر و مددگار ہوں گے اور تفسیر محمد بن العباس ماہیار میں اور فرات بن ابراہیم اور مناقب شاذان بن جبرئیل میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے خدا کے اس قول "یوم ترجف الرّاجفۃ تتبعھا الرادفۃ یعنی جس روز لرزہ میں ہوں گے حرکت کرنے والے اور جو ساکن ہیں کانپنے لگیں گے اور اُن کے پیچھے آئے گا جو اُن کا ردیف ہے"۔ کی تاویل میں روایت کی ہے کہ راجفہ حسینؑ بن علیؑ ہیں اور رادفہ علیؑ بن ابی طالبؑ اور سب سے پہلے قبر سے جو باہر آئے گا۔ وہ حسینؑ بن علیؑ ہیں پچھتر ہزار

ہرامام کے پاس ایک صحیفہ عمل ہوتا ہے جب وہ تمام افعال امام پُورے کرلیتا ہے تو اُس کی موت آتی ہے۔

اشخاص آپ کے ساتھ ہوں گے اور وہ تاویل جو گذر چکی خدا کے اس قول انّا لننصر رسلنا۔ (یعنی ہم یقیناً اپنے رسولوں کی مدد کریں گے)۔

اور حسین بن سلیمان نے کتاب تنزیل سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کلّا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون یعنی عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا یعنی رجعت میں۔ ثم کلا سوف تعلمون پھر تم جان لوگے یعنی قیامت میں اور محمد بن العباس نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السّلام سے خدا کے اس قول ان نشاء ننزل علیہم من السماء آیۃ فظلت اعناقہم لہا خاضعین یعنی اگر ہم چاہیں تو آسمان سے اُن پر ایک آیت (نشانی) نازل کریں جس سے اُس آیت کے لیے اُن کی گردنیں جھک جائیں "کے متعلق روایت کی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ بنی اُمیّہ کی گردنیں اس آیت کے لیے ذلیل اور خاشع ہو جائیں گی۔ اور آیت (یعنی نشانی) وُہ ہے کہ علی بن ابی طالب علیہ السّلام زوال آفتاب کے وقت قرص آفتاب کے نزدیک لوگوں کے لیے ظاہر ہوں گے تاکہ لوگ ان حضرتؑ کو حسب و نسب کے ساتھ پہچانیں۔ اُس وقت حضرتؑ بنی اُمیّہ کو قتل کریں گے۔ یہاں تک کہ اُن میں سے ایک شخص ایک درخت کی آڑ میں چھپ جائے گا تو درخت گویا ہوگا اور چلاّئے گا کہ بنی اُمیّہ کا ایک آدمی یہاں چھپا ہوا ہے اس کو بھی قتل کیجیے۔

اور شیخ حسن بن سلیمان نے کتاب ابن ماہیار سے جو شیعوں کے اکابر محدثین میں سے ہیں۔ انھوں نے ابو مروان سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے خدائے تعالیٰ کے اس قول انّ الّذی فرض علیک القرآن لرادّک الی معاد کی تفسیر دریافت کی حضرتؑ نے فرمایا کہ دُنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ جناب رسول خداؐ اور امیر المومنینؑ جمع ہوں۔ ثوبہ میں جو کوفہ میں ایک مقام ہے۔ وہاں ایک مسجد تعمیر کریں گے جس میں بارہ ہزار دروازے ہوں گے نیز سیّد علی ابن طاؤس کی کتاب بشارت سے عمران سے روایت کی ہے کہ دنیا کی تمام عمر ایک لاکھ سال ہے۔ بیس ہزار سال تمام لوگوں کی حکومت ہوگی۔ اور اسّی ہزار سال محمد و آلِ محمد علیہم السّلام کی حکومت ہوگی اور سیّد ابن طاؤس نے کہا ہے کہ ظہیر بن عبد اللہ کی کتاب میں اس سے زیادہ واضح روایت میں نے دیکھی ہے۔ اور کامل الزیارت میں مفضل سے انھوں نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نور کی ایک کرسی رکھی جائے گی اور اُس پر یاقوت سرخ کا ایک قبّہ نصب کیا جائے گا جو تمام جواہرات سے مرصّع ہوگا۔ اور حضرت امام حسین علیہ السّلام اُس کرسی پر بیٹھیں گے۔ اُس کرسی نور کے گرد ہزار سبز قبے ہوں گے اور مومنین آئیں گے، اور اُن حضرتؑ کی زیارت کریں گے اور حضرتؑ سلام کریں گے۔ پھر خداوند تعالیٰ اُن سے خطاب فرمائے گا کہ اے میرے دوستو! جو کچھ

چاہو مجھ سے سوال کرو تم نے بہت تکلیفیں اُٹھائی ہیں اور ذلیل و مظلوم رہے ہو۔ آج دنیا و آخرت کی تمھاری ہر حاجت جو مجھ سے چاہو گے میں پوری کروں گا۔ پھر اُن کا کھانا اور پینا بہشت کی نعمتوں سے ہوگا۔ یہ ہے خدا کی قسم کرامت اور عظیم برائی[۱]۔ اور کتاب احتجاج میں روایت کی ہے کہ ناحیہ مقدسہ سے ایک زیارت محمد بن جعفر بن حمیری کو ملی جس میں مذکور ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؑ حجت خدا ہیں اور آپ حضرات ہی اوّل و آخر ہیں اور یہ کہ آپ کی رجعت حق ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جس روز کسی کا ایمان فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہوگا۔ یا اُس کے ایمان کے ساتھ کوئی نیک عمل نہ ہوگا۔ اور ابن بابویہ نے کتاب صفات الشیعہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص سات امور کا اقرار کرے وہ مومن ہے منجملہ اُن کے ایمانِ رجعت کا ذکر کیا ہے کہ جو شخص خدا کی وحدانیت، اور رجعت اور عورتوں کے ساتھ متعہ کے جواز کا اور حج تمتع کا اِقرار کرے اور معراج پر اور قبر میں سوال، حوضِ کوثر، شفاعت اور بہشت و دوزخ کے خلق کا، اور صراط و میزان اور بعث و نشور، اور جزا و حساب کا اقرار کرے تو وہ یقیناً اور درحقیقت مومن ہے اور وہ ہمارے شیعوں میں سے ہے۔ اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں۔ جن میں سے اکثر میں نے کتاب بحارالانوار میں درج کی ہیں اور اس میں شک نہیں ہے اصل رجعت بہر حال بالمعنی متواتر ہے اور جو شخص اس میں شک کرے ظاہر اُس کا یہ ہے کہ وہ قیامت کے ہونے کا بھی منکر ہے اور جو امر متواترہ نصوص سے ثابت ہو محض دشوار معلوم ہونے سے اُس کا اِنکار کرنا محض بے دینی ہے اور خصوصیات سے جو بعض شاذ روایتوں میں وارد ہوئی ہیں۔ نہ اُن کا یقین کیا جا سکتا ہے نہ انکار ہی کیا جا سکتا ہے اور اس کی خصوصیات میں اختلاف اس کا باعث نہیں ہوتا کہ اس کے اصل سے انکار کیا جائے۔ چنانچہ بہت سے خصوصیات حشر و بہشت و دوزخ و صراط و میزان وغیرہ میں اختلاف حدیثوں میں واقع ہوا ہے۔ لیکن یہ اس کا سبب نہیں ہو سکتا کہ اصل اُن چیزوں ہی سے انکار کر دیا جائے جو ضروریات دین سے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بعض مومنین اور بعض کافرین اور نواصب اور مخالفین کی رجعت متواتر ہے اور اس سے انکار مذہب شیعہ سے خارج ہونے کا باعث ہے نہ کہ مذہب اسلام سے۔ اور حضرت امیرالمومنینؑ اور حضرت امام حسینؑ کی رجعت بھی متواتر

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ دُنیا کی حاجتیں جو اس حدیث میں مذکور ہیں دلالت کرتی ہیں کہ یہ رجعت میں پوری ہوں گی اور اس حدیث کی تکمیل ہوگی۔ ۱۲ ش

ہے۔ بلکہ جناب رسول خداؐ کی بھی متواتر ہے یا متواتر کے قریب ہے اور تمام آئمہ کی رجعت بھی بہت معتبر اور صحیح حدیثوں سے وارد ہوئی ہے اور اگر متواتر نہیں ہیں تو اس درجہ پر پہنچی ہوئی ہیں کہ یقین کرنا چاہیئے اور انکار نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن ان رجعتوں کی خصوصیتیں معلوم نہیں ہیں کہ آیا اُن حضرتؑ کے ظہور کے ساتھ ایک زمانہ میں ہوں گی یا بعد میں ہوں گی بعض حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امامت کے زمانہ کی ترتیب کے ساتھ رجعت ہوگی۔ اور شیخ حسن بن سلیمان اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ہر امام کی امامت کا ایک زمانہ رہا ہے اور حضرت مہدیؑ کا زمانہ ہونے والا ہے اور حضرت صاحب الامر پہلے جبکہ ظاہر ہوں گے تو وہ آپ کی امامت کا زمانہ ہوگا۔ اور اپنے آبائے کرام کی رجعت کے بعد پھر حضرت کی رجعت ہوگی۔ اسی وجہ سے اس حدیث کی تاویل کی گئی ہے کہ ہم میں سے بارہ امام اور بارہ مہدی ہیں اور یہ قول اگرچہ صحت سے دور نہیں ہے لیکن مجمل اقرار کرنا اور اس کی تفصیل اُن کے علم پر چھوڑ دینا احوط ہے۔ اور ابن بابویہ نے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے کہ رجعت کے بارے میں ہمارا اعتقاد جو ہے وہ حق ہے اور خدائے تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ الم ترالی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذرالموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم۔ یعنی وہ ستر ہزار گھر والے تھے۔ اُن کے درمیان ہر سال طاعون کا مرض پھیلتا تھا۔ مال دار لوگ چونکہ صاحب استطاعت تھے شہر سے باہر چلے جاتے تھے۔ اور فقراء چونکہ استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے اپنے مکانوں ہی میں رہ جاتے تھے اور طاعون کا اثر مالداروں میں فقیروں سے بہت کم ہوتا تھا۔ ایک سال سب نے اتفاق کیا کہ اپنے شہر سے باہر چلے جائیں اور جب طاعون کا زمانہ آیا تو سب کے سب باہر نکل گئے اور دریا کے کنارے جاکر ٹھہرے۔ جب اپنے سامان کو زمین پر اُتارا، اُن کو خدا کی جانب سے ندا آئی کہ سب کے سب مرجاؤ، لہٰذا سب مر گئے۔ دوسرے لوگوں نے ان کی ہڈیاں ایک جگہ جمع کر دیں اور مدتوں اسی حال سے وہ پڑے رہے۔ آخر بنی اسرائیل کے ایک پیغمبرؑ کا اُن کی طرف گذر ہوا جن کا نام ارمیا تھا آپ نے دعا کی اے پالنے والے اگر تو چاہے تو اُن سب کو زندہ کرسکتا ہے تاکہ تیرے شہروں کو آباد کریں اور تیرے بندے ان سے پیدا ہوں اور تیرے عبادت کرنے والوں کے ساتھ تیری عبادت کریں۔ خدا نے اُن کو وحی کی کہ تم چاہتے ہو کہ میں ان کو زندہ کروں؟ عرض کی ہاں پالنے والے تو خدا نے اُن سب کو زندہ کر دیا اور وہ لوگ پیغمبر کے ساتھ گئے۔ الغرض وہ لوگ جماعت کے ساتھ مر گئے تھے اور پھر دنیا میں واپس آئے اُس کے بعد اپنی موت سے مرے۔ نیز قرآن مجید میں حضرت عزیرؑ کا قصہ بھی وارد ہوا ہے کہ خداوند عالم نے اُن پر موت طاری کی اور سو سال کے بعد زندہ کیا۔ پھر اُس کے بعد وہ برسوں زندہ رہے۔ پھر

اپنی مقدر موت سے مرے۔ اور قرآن میں خدا نے ستر اشخاص کا ذکر کیا ہے جن کو جناب موسیٰ نے انتخاب کیا تھا اور اپنے ساتھ طور پر لے گئے تھے۔ جب کلامِ خدا ان لوگوں نے سنا تو کہا جب تک ہم خدا کو علانیہ نہ دیکھ لیں گے تصدیق نہ کریں گے۔ لہٰذا اُن کے ظلم اور نامناسب کلام کے سبب ایک بجلی ان پر گری اور وہ سب مر گئے۔ یہ دیکھ کر جناب موسیٰؑ نے کہا خداوندا جب میں واپس جاؤں گا تو بنی اسرائیل سے کیا کہوں گا۔ جبکہ یہ لوگ میرے ساتھ نہ ہوں گے تو خدا نے اُن کو زندہ کر دیا اور وہ دنیا میں واپس آئے۔ کھاتے پیتے رہے، عورتوں سے مقاربت کرتے تھے۔ اولادیں پیدا کیں پھر اپنی اپنی موت سے مرے۔ اور جناب احدیت نے حضرت عیسیٰؑ سے خطاب فرمایا کہ اس وقت کو یاد کرو جب تم میرے حکم سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور وہ تمام مُردے جن کو حضرت عیسیٰؑ نے بحکمِ خدا زندہ کیا۔ دُنیا میں واپس آئے اور مدتوں رہے پھر اپنی موت سے مرے۔ اور اصحابِ کہف تین سو نو سال تک مُردہ غار میں پڑے رہے پھر خدا نے اُن کو زندہ کیا اور وُہ دنیا میں واپس آئے۔ ایسی مثالیں بہت ہیں کہ سابقہ امتوں میں رجعت واقع ہوئی ہے۔ اور جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ اس امت میں بھی وہ سب ہوگا جو پہلی اُمتوں میں واقع ہوا ہے جیسے نعلین جن میں باہمی فرق نہیں ہوتا اور تیر کے پر۔ لہٰذا چاہیئے کہ اس اُمت میں بھی رجعت واقع ہو۔ اور ہمارے مخالفوں نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت قائمؑ ظاہر ہوں گے جناب عیسیٰؑ آسمان سے زمین پر آئیں گے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اُن کا زمین پر نازل ہونا موت کے بعد زندہ ہونے کے مانند ہے کیوں کہ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے انی متوفیك ورافعك الخ اس کے بعد سابقہ کی بعض آیتیں ایراد فرمائی ہیں جو رجعت پر دلالت کرتی ہیں اور جو کچھ حضرت عیسیٰؑ اور اصحابِ کہف کی موت کے بارے میں فرمایا ہے اس فقیر (مراد علامہ مجلسی خود) کے نزدیک محلِ تامل ہے اور اس کی تحقیق حیات القلوب اور بحار الانوار میں مذکور ہے اس بحث کو ہم مفضل کی اس مشہور حدیث کے لکھنے پر ختم کرتے ہیں۔ شیخ حسن بن سلیمان نے کتاب منتخب البصائر میں بسند معتبر مفضل بن عمر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ آیا وہ امام جس کے ظہور کا لوگ انتظار کر رہے ہیں اور اس کی کشائش کے اُمیدوار ہیں یعنی مہدی صاحب الزمانؑ ان کے خروج کا کوئی معین معلوم وقت ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے انکار کیا کہ اُن کے ظہور کا کوئی وقت معین فرمائیے کہ شیعہ جان لیں۔ پھر فرمایا کہ خداوند تعالٰے نے جو آیتیں قرآنِ مجید میں قیامت برپا ہونے کے بارے میں نازل کی ہیں۔ وہ سب اُن حضرت کے قیام کے بارے میں ہیں اور جو شخص ہمارے مہدیؑ کے ظہور کا کوئی وقت معین قرار دیتا ہے

اپنے کو خدا کے ساتھ علمِ غیب میں شریک قرار دیتا ہے اور خدا کے غیب کے اسرار و رموز سے آگاہی کا دعوےٰ کرتا ہے مفضل نے کہا اے مولا آن حضرت کے ظہور کی ابتدا کیونکر ہوگی۔ فرمایا کہ بے خبر ظاہر ہوں گے۔ اُن کا نام بلند ہوگا اور اُن کا معاملہ ظاہر ہوگا اور آسمان سے مُنادی آپ کے اسم و کنیت اور نسب کے ساتھ ندا کرے گا تاکہ ان کے پہچاننے کی حجت خلق پر تمام ہو جائے۔ اُن حجتوں کے ساتھ جن کو ہم نے خلق پر لازم قرار دیا ہے اور اُن کے قصے اور حالات بیان کئے ہیں اور اُن کے نام و کنیت اور نسب کو لوگوں پر ظاہر کیا ہے کہ اُن کا نام اور کنیت اُن کے جد (حضرت محمد مصطفےٰ صلعم) کے مثل ہے تاکہ لوگ نہ کہیں کہ ہم اُن کے نام و نسب کو نہیں جانتے تھے۔ اُس وقت خداوند عالم تمام دینوں پر غالب کرے گا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر سے وعدہ کیا ہے کہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ یعنی خدا نے پیغمبرؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُس کے دین کو ادیانِ عالم پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرکین ناپسند کریں اور دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ وقاتلوهم حتّٰى لاتكون فتنة ويكون الدين كله لله یعنی کافروں سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ زمین پر فتنہ و کفر باقی نہ رہے اور تمام دین خدا کے لیے قائم ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم خدا تمام قوموں اور دینوں سے اختلاف مٹا دے گا اور تمام دین دینِ حق کی جانب پلٹ آئیں گے۔ اور کسی کا کوئی اور دین قبول نہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه وهو فى الاخرة من الخاسرين یعنی جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اُس سے وُہ قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ مفضل نے پوچھا کہ ایامِ غیبت میں وہ حضرت کس سے مخاطب ہوں گے۔ اور کون اُن سے گفتگو کرے گا فرمایا کہ فرشتوں اور جنّی مومنین سے اور احکام امر و نہی اُن کے معتمدوں سے متعلق ہوں گے تاکہ وہ حضرت کے بیانات اُن کے شیعوں تک پہنچائیں۔ واللہ اے مفضل گویا میں اُن حضرت کے عصا کو دیکھ رہا ہوں کہ حضرت ہاتھ میں لیے ہوئے جناب رسُولِ خداؐ کی چادر لپیٹے ہوئے ایک زرد عمامہ سر پہ رکھے ہوئے اور آنحضرتؐ کی نعلین مبارک پیروں میں پہنے ہوئے اور چند بکریاں اپنے آگے آگے ہنکاتے ہوئے اس ہیئت سے تنہا کعبہ کے پاس آئیں گے تاکہ کوئی آپ کو نہ پہچانے۔ جب رات ہوگی اور لوگ سو جائیں گے تو جبرئیلؑ و میکائیل اور فرشتے صف در صف آن پر نازل ہوں گے۔ جبرئیل کہیں گے کہ اے میرے آقا آپ کا کلام مقبول ہے، آپ کا حکم جاری ہے۔ پھر جناب صاحب الامرؑ اپنا ہاتھ اپنے چہرۂ مبارک پر پھیریں گے اور کہیں گے کہ تمام تعریفیں خدا کے لیے سزاوار ہیں جس نے

ہمارے وعدہ کو سچ کر دکھایا اور زمین بہشت ہم کو میراث میں عطا کی کہ ہم جہاں چاہیں ٹھہریں۔ تو کیا اچھا صلہ ہے خدا کے لیے کام کرنے والوں کا صلہ۔ پھر رکن حجر الاسود اور مقام ابراہیمؑ کے درمیان بیٹھیں گے۔ پھر بآواز بلند ندا دیں گے کہ اے میرے بزرگو اور مخصوص لوگوں کے گروہ اور وہ لوگ جن کو خدا نے میری مدد کے لیے زمین پر میرے ظاہر ہونے سے پہلے ذخیرہ کیا ہے، میرے پاس آؤ۔ خداوند عالم ان حضرت کی آواز اُن لوگوں کے کانوں تک پہنچا دے گا۔ وہ دنیا کے مشرق و مغرب میں جہاں بھی ہوں گے اور ایک ہی مرتبہ کی آواز سب سن لیں گے اور تمام کے تمام حضرت کی جانب متوجہ ہوں گے۔ اور پلک جھپکتے ہی حضرتؑ کے پاس رکن و مقام کے درمیان حاضر ہو جائیں گے۔ پھر ایک ستون نور زمین سے آسمان تک بلند ہوگا اور روئے زمین پر جو مومن ہوگا اس سے روشنی پائے گا۔ اور وہ نور مومنوں کے مکانوں میں داخل ہو جائے گا اور ان کی روحوں کو اس سے فرحت حاصل ہوگی۔ لیکن وہ نہ جانیں گے کہ قائم آل محمدؑ ظاہر ہوئے ہیں۔ جب صبح ہوگی تین سو تیرہ افراد جو زمین کو طے کر کے اطراف عالم سے حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں گے۔ سب حضرتؑ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پھر حضرت کعبہ کی جانب پشت کر کے کھڑے ہوں گے اور دست موسیٰؑ کے مانند اپنا دست مبارک نکالیں گے جس سے نور تمام عالم کو روشن کر دے گا اور فرمائیں گے کہ جو اس ہاتھ پر بیعت کرے گا ایسا ہے کہ اس نے خدا سے بیعت کی تو جو شخص سب سے پہلے حضرتؑ کے ہاتھ کو بوسہ دے گا۔ جبرئیلؑ ہوں گے۔ پھر تمام فرشتے آپ سے بیعت کریں گے۔ اس کے بعد جن کے نجیب افراد بیعت سے مشرف ہوں گے۔ پھر تین سو تیرہ نقیب آپ کی بیعت سے سرفراز ہوں گے۔ اس کے بعد مکہ کے لوگ چلائیں گے کہ یہ کون شخص ہے جو کعبہ کی طرف ظاہر ہوا ہے اور یہ جماعت کون سی ہے جو اس کے ساتھ ہے۔ یہ سن کر بعض کہیں گے یہ وہ بکریوں کا مالک ہے کہ مکہ میں داخل ہوا ہے۔ بعض کہیں گے کہ اس کے ہمراہیوں میں سے کسی کو پہچانتے ہو۔ لوگ کہیں گے کہ ہم کسی کو نہیں پہچانتے لیکن چار اشخاص کو جو مکہ کے رہنے والے ہوں گے اور چار اشخاص کو پہچانیں گے جو مدینہ کے رہنے والے ہوں گے۔ اور کہیں گے ہم ان کو ان کے نام و نسب کے ساتھ پہچانتے ہیں۔ یہ بیعت آفتاب طلوع ہونے کی ابتدا میں ہوگی۔ جب آفتاب بلند ہوگا آفتاب کے جرم کے پاس سے منادی بلند آواز سے ندا کرے گا جس کو کہ آسمان اور زمین کے رہنے والے سنیں گے کہ اے گروہ خلائق یہ مہدی آل محمدؑ ہیں اور ان کے جد کے نام و کنیت کا ذکر کرے گا، اور ان کے پدر امام حسن عسکری علیہ السلام سے ان کو نسبت دے گا اور آپ کے آباؤ اجداد آئمہ حضرت امام حسین بن علیؑ تک کے نام گنوائے گا۔ اور کہے گا کہ ان کی بیعت کرو تاکہ ہدایت پاؤ اور ان کی مخالفت مت کرو

ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ سب سے پہلے اس آواز پر ملائکہ لبیک کہیں گے۔ پھر مومنین جن، پھر تین سو تیرہ افراد جو ان حضرات کے نقیب ہیں کہیں گے کہ ہم نے سُنا اور اطاعت کی اور خلائق میں کوئی سُننے والا باقی نہ رہے گا۔ مگر یہ کہ اُس آواز کو سُن لے گا اور تمام شہروں، جنگلوں، دریاؤں اور بیابانوں سے خلائق متوجہ ہو گی۔ غروب آفتاب کے وقت شیطان ندا کرے گا کہ تمھارا پروردگار وادئ یابس میں ظاہر ہوا ہے اور وہ عثمان بن عنبسہ ہے جو یزید بن معاویہ کی اولاد میں ہے اس سے بیعت کرو تاکہ ہدایت پاؤ اس کی مخالفت نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ یہ سُن کر تمام فرشتے، جن اور سارے نقیب اُس کی تکذیب کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ وہ شیطان ہے اور کہیں گے کہ ہم نے سُنا لیکن باور نہیں کرتے اور ہر شک کرنے والا منافق اور کافر جو ہو گا اس آواز کو سُن کر راستہ سے چلا جائے گا۔

اُس تمام دن حضرت صاحب الامرؑ کعبہ سے پُشت لگائے کہیں گے کہ جو شخص چاہے کہ آدمؑ، شیثؑ، نوحؑ، سامؑ، ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، موسیٰؑ، یوشعؑ، عیسیٰؑ اور شمعون علیہم السّلام کو دیکھے تو وہ مجھے دیکھے کیونکہ علم و کمال سب میرے پاس ہے اور جو شخص چاہے کہ محمدؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السّلام اور حسینؑ کی ذریت سے ائمہ اطہار علیہم السّلام کو دیکھے تو وہ مجھ کو دیکھے اور جو چاہے مجھ سے سوال کرے کیونکہ تمام علم میرے پاس ہے جن کی ان حضرات نے مصلحت نہ سمجھی اور خبر نہ دی۔ میں خبر دیتا ہوں جو شخص کتب آسمانی اور صحف پیغمبر کو چاہتا ہے آئے اور مجھ سے سُنے۔ پھر آپ ابتدا کریں گے اور صحف آدمؑ و شیثؑ پڑھیں گے۔ آدمؑ و شیثؑ کی اُمت کہے گی کہ واللہ یہ ہے صحف آدمؑ و شیثؑ جس میں مطلق تغیّر نہیں ہوا ہے اور ہمارے سامنے اُن صحیفوں سے وہ باتیں پڑھیں جن کو ہم نہیں جانتے تھے۔ پھر حضرتؑ صحف نوحؑ، صحف ابراہیمؑ، توریت موسیٰؑ، انجیل عیسیٰؑ اور زبور داؤدؑ پڑھیں گے اور اُن کی اُمتوں کے علما سب شہادت دیں گے کہ یہ کتابیں اُسی طرح ہیں جیسے آسمان سے نازل ہوئی ہیں اور اُن میں کچھ تغیّر و تبدل نہیں ہوا ہے اور جو کچھ ہم سے ضائع ہو گیا تھا اور ہم تک نہیں پہنچا تھا سب ہمارے سامنے پڑھا۔ پھر قرآن کو پڑھیں گے جس طرح کہ حق تعالیٰ نے جناب رسولِ خداؐ پر نازل فرمایا تھا۔ بغیر اس کے کہ کچھ رد و بدل ہوا ہو۔ جیسا کہ دوسرے قرآنوں میں ہوا۔ اِسی اثنا میں ایک شخص اُن حضرتؑ کی خدمت میں آئے گا۔ جس کا چہرہ پُشت کی جانب پھرا ہو گا اور کہے گا کہ اے میرے سید میں بشیر ہوں مجھے ایک فرشتہ نے حکم دیا ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو سفیانی لشکر کے ہلاک ہونے کی خوشخبری دوں۔ اس سے حضرتؑ فرمائیں گے کہ اپنا اور اپنے بھائی کا قصہ لوگوں کے سامنے بیان کرو۔

ایک شخص بشیر نامی کا سفیانی لشکر کے ظلم وجور و مدینہ وغیرہ کو تاخت و تاراج اور قتل وغارت کرنے کا حال بیان کرنا - زمانہ قائمؑ تک مکہ میں ہزار میں ایک شخص بھی صاحب ایمان نہ ہوگا

بشیر نے بیان کرنا شروع کیا کہ میں اور میرا بھائی سفیانی لشکر میں تھے جس نے دنیا کو دمشق سے بغداد تک اور کوفہ اور مدینہ کو برباد اور خراب کیا۔ منبر کو توڑا۔ ہمارے گھوڑوں نے مسجد مدینہ میں لید کیا پھر مدینہ سے نکلے۔ ہمارے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔ ہم روانہ ہوئے تاکہ کعبہ کو برباد کریں اور وہاں کے باشندوں کو قتل کریں۔ الغرض ہم صحرائے بیدا میں پہنچے جو مدینہ طیبہ کے قریب ایک طرف واقع ہے کہ آسمان سے آواز آئی کہ اے بیدا ظالموں کے اس گروہ کو ہلاک کر دے۔ فوراً زمین شق ہوئی اور تمام لشکر مع چارپایوں اور سامان و اسباب کے اندر دھنس گیا اور سوائے میرے اور میرے بھائی کے کوئی نہ بچا۔ ناگاہ ہمارے نزدیک ایک فرشتہ آیا اور ہمارے چہروں کو پشت کی جانب پھیر دیا جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں۔ پھر میرے بھائی سے کہا کہ اے محمد نذیر سفیانی ملعون کے پاس دمشق میں جا اور اس کو مہدیؑ آلِ محمدؐ کے ظاہر ہونے سے ڈرا اور اس کو خبر دے کہ اس کے لشکر کو خداوند تعالیٰ نے بیدا میں ہلاک کر دیا اور مجھ سے اس فرشتے نے کہا کہ اے بشیر تو جا اور مکہ میں حضرت مہدیؑ سے ملحق ہو اور ان کو ظالموں کے ہلاک ہونے کی خوشخبری دے اور ان حضرتؑ کے ہاتھ پر توبہ کر۔ وہ حضرتؑ تیری توبہ قبول فرمائیں گے۔ پھر حضرت اپنا دستِ مبارک بشیر کے چہرے پر پھیریں گے اور اس کو پہلے کی طرح شکم کی جانب پلٹا دیں گے۔ وہ ان حضرتؑ سے بیعت کرے گا۔ اور حضرتؑ کے لشکر میں رہے گا۔ مفضل نے پوچھا کہ اے میرے سید! کیا اس زمانہ میں جن اور فرشتے ظاہر ہوں گے۔ فرمایا کہ ہاں خدا کی قسم اے مفضل۔ اور ان لوگوں سے گفتگو کریں گے جس طرح ایک شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔ مفضل نے کہا فرشتے اور جن ان حضرت کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم اے مفضل! اور وہ حضرتؑ اس گروہ کے ساتھ زمین ہجرت نجف و کوفہ کے درمیان ٹھہریں گے۔ اس وقت آپ کے لشکر میں چھیالیس ہزار فرشتے اور چھ ہزار جنوں کی تعداد ہوگی۔ دوسری روایت کے مطابق چھیالیس ہزار جن ہوں گے اور خدا اس لشکر کے ذریعہ ان کو تمام عالم پر فتح دے گا۔ مفضل نے پوچھا کہ حضرت مہدیؑ اہل مکہ کے ساتھ کیا کریں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ پہلے ان کو حکمت و موعظہ کے ساتھ حق کی دعوت دیں گے۔ جب وہ حضرتؑ کی اطاعت قبول کریں گے تو ایک شخص کو اپنے اہل بیت میں سے ان پر خلیفہ مقرر فرمائیں گے اور وہاں سے مدینہ طیبہ روانہ ہوں گے۔ مفضل نے پوچھا کہ خانہ کعبہ کو کیا کریں گے۔ حضرت نے فرمایا منہدم کر دیں گے۔ اور جس بنیاد پر حضرت ابراہیمؑ و اسماعیل علیہما السلام نے چھوڑا تھا اسی پر از سر نو تعمیر کریں گے۔ اور مکہ، مدینہ اور عراق بلکہ تمام ملکوں اور شہروں کی عمارتیں جو ظالموں نے تعمیر کی تھیں منہدم کر دیں گے۔ اور پہلی بنیاد پر قائم کر کے تعمیر کریں گے اور مسجد کوفہ کو بھی توڑ دیں گے اور پہلی بنیاد پر تعمیر کریں گے۔

اور کوفہ کے قصر کو بھی توڑیں گے کیونکہ جس نے اِس کی بُنیاد رکھی تھی ملعُون تھا۔ مفضل نے پُوچھا مکہ معظمہ میں قیام فرمائیں گے؟ فرمایا نہیں بلکہ اپنے اہلبیتؑ میں سے ایک شخص کو اُس جگہ اپنا جانشین مقرّر کریں گے اور جب حضرتؑ مکّہ سے روانہ ہوں گے تو اہلِ مکّہ آپ کے جانشین کو قتل کر دیں گے۔ تو حضرتؑ پھر مکّہ واپس آئیں گے تو وُہ لوگ حضرتؑ کی خدمت میں سر جُھکائے روتے گڑگڑاتے آئیں گے۔ اور کہیں گے کہ اے مہدیؑ آلِ محمدؐ ہم توبہ کرتے ہیں، ہماری توبہ قبول کیجیے۔ حضرتؑ اُن کو پند و نصیحت کریں گے اور دُنیا و آخرت کے عذاب سے ڈرائیں گے اور اہلِ مکّہ میں سے ایک شخص کو اُن پر حاکم مقرّر فرمائیں گے اور وہاں سے باہر روانہ ہوں گے۔ اہلِ مکّہ اُس حاکم کو بھی قتل کر دیں گے۔ اُس وقت حضرتؑ جنّ اور نقیبوں میں سے اپنے مددگاروں کو اُن کی طرف واپس بھیجیں گے کہ ان سے کہیں کہ حق کی جانب پلٹ آئیں تو جو شخص ایمان لائے اُس کو بخش دو اور جو ایمان نہ لائے اُس کو قتل کر دو۔ جب یہ لشکر مکّہ واپس آئے گا تو سو میں سے ایک شخص ایمان نہ لائے گا۔ بلکہ ہزار میں سے ایک بھی ایمان نہ لائے گا۔

مفضل نے پُوچھا کہ میرے مولا! حضرت مہدیؑ کا مکان اور مومنین کے جمع ہونے کا مقام کہاں ہوگا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ حضرتؑ کا پایۂ تخت کُوفہ ہوگا اور آپ کا دربار اور مقامِ فیصلہ مسجد کُوفہ ہوگی اور تمام بیت المال اور غنیمت تقسیم ہونے کی جگہ مسجدِ سہلہ ہوگی اور ان کی تنہائی کی جگہ نجفِ اشرف ہوگا۔ مفضل نے پُوچھا تمام مومنین کُوفہ میں ہوں گے۔ فرمایا کہ ہاں، واللہ کوئی مومن نہ ہوگا۔ مگر کُوفہ میں ہوگا یا کُوفہ کے قرب و جوار میں یا اُس کا دِل کُوفہ کی طرف مائل ہوگا۔ اُس وقت کُوفہ میں ایک گوسفند کے سونے کی جگہ کی قیمت دو ہزار درم ہوگی۔ اُس وقت شہر کی وُسعت چوون ۵۴ میل یعنی اٹھارہ ۱۸ فرسخ ہوگی اور کُوفہ کے قصر و مولات کربلائے معلّیٰ سے متصل ہوں گے۔ اور خداوند تعالیٰ کربلا کو پناہ کی ایک جگہ قرار دے گا جو ہمیشہ فرشتوں اور مومنوں کی آمد و رفت کی جگہ ہوگی۔ خدائے تعالیٰ اُس زمین مُقدّس کو بہت بلند مرتبہ کرے گا اور اُس میں اس قدر برکتیں اور رحمتیں قرار دے گا کہ اگر کوئی مومن اُس جگہ کھڑا ہو اور خُدا سے دُعا کرے تو ایک دُعا میں ہزار مرتبہ کے مانند دُنیا کا ملک اُس کو کرامت فرمائے گا۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا اے مفضل بیشک زمین کے ٹکڑوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا اور کعبۂ معظمہ نے زمین کربلائے مُعلّیٰ پر فخر کیا تو خدا نے کعبہ کو وحی کی کہ ساکت رہ اور کربلا پر فخر مت کر کیونکہ وہ بقعۂ مُبارکہ وہ ہے جہاں شجرۂ مُبارکہ سے انّی انا اللّٰہ کی ندا موسیٰؑ کو پہنچی اور وُہ وہی مقام بلند ہے جہاں مریمؑ و عیسیٰؑ کو میں نے جگہ دی اور جس جگہ حضرت امام حسینؑ کا سرِ مُبارک شہادت کے بعد دھویا اُسی جگہ حضرت مریمؑ نے جنابِ عیسیٰؑ رُوح اللہ کو بعد ولادت غسل دیا اور خود

اُسی جگہ غسل کیا اور وہ بہترین خطّہ ہے جہاں سے حضرت رسُولِ خداؐ نے معراج پائی اور بے انتہا خیر و رحمت اُس جگہ ہمارے شیعوں کے لیے مُہیا ہے۔ یہاں تک کہ حضرتؑ قائم ظاہر ہوں۔ مفضل نے کہا اے میرے سیّد! پھر صاحب الامرؑ دوبارہ کہاں متوجہ ہوں گے۔ فرمایا کہ میرے جدِ رسُولِ خداؐ کے مدینہ کی جانب۔ جب وہاں پہنچیں گے تو اُن سے امرِ عجیب ظاہر ہوگا جو مومنین کی مسرّت و شادمانی کا اور کافروں کی ذلّت و خواری کا باعث ہوگا۔ مفضل نے پوچھا کہ وہ کون سا امر ہے۔ فرمایا کہ جب وُہ اپنے جدِ بزرگوار کی قبر کے پاس پہنچیں گے تو کہیں گے اے لوگو! یہ میرے جدِ بزرگوار رسُولِ خداؐ کی قبر ہے۔ لوگ کہیں گے کہ ہاں اے مہدیٔ آلِ محمدؐ۔ حضرت پھر فرمائیں گے کہ یہ کون ہیں جو اُن کے پاس دفن کئے گئے ہیں۔ لوگ کہیں گے کہ ان کے مصاحب اور ہمخواب خلیفۂ اوّل و دوم ہیں۔ حضرت لوگوں کے سامنے مصلحۃً پوچھیں گے کہ اوّل کون ہیں اور دوم کون ہیں اور کس سبب سے تمام خلائق میں سے ان کو میرے جد کے پاس دفن کیا گیا۔ ممکن ہے کوئی دوسرے ہوں جو اس جگہ دفن کئے گئے ہوں۔ لوگ کہیں گے کہ اے مہدیٔ آلِ محمدؐ اُن کے سوا کوئی اِس جگہ نہیں دفن ہوا ہے۔ ان کو اس لیے اس جگہ دفن کیا گیا ہے کہ رسُولِ خداؐ کے خلیفہ اور اُن کی بیویوں کے باپ تھے۔ تو حضرتؑ فرمائیں گے کیا کوئی ہے جو اگر ان کو دیکھے تو پہچان لے، لوگ کہیں گے کہ ہاں ہم ان کے اوصاف سے پہچان لیں گے۔ پھر حضرتؑ فرمائیں گے کہ آیا کوئی ہے جس کو کچھ شک ہو کہ وہ اسی جگہ دفن ہوئے ہیں لوگ کہیں گے کہ نہیں کسی کو اس میں شک نہیں۔ پھر تین روز کے بعد حکم دیں گے کہ دیوار کو توڑ دو۔ اور دونوں کو قبر سے باہر نکالو۔ غرض دونوں کو تازہ بدن کے ساتھ اُسی شکل و صورت سے جو رکھتے ہونگے باہر نکالیں گے۔ پھر حضرت فرمائیں گے کہ ان کے کفن علیحدہ کر دیئے جائیں تو اُن کے کفن کھینچ لیے جائیں گے۔ پھر اُن کو ایک خشک درخت پر لٹکا دیں گے۔ اُس وقت امتحانِ خلق کے لیے وُہ درخت سبز ہو جائے گا۔ اُس میں شاخیں بلند ہوں گی پتّیاں نکل آئیں گی۔ اُس وقت وہ گروہ جو اُن کی محبت رکھتا تھا کہے گا کہ یہ ہے خدا کی قسم شرف و بزرگی اور ہم اُن کی محبت میں کامیاب ہوئے۔ جب یہ خبر منتشر ہوگی تو جس کے دل میں رائی کے برابر ان کی محبت ہوگی وہاں حاضر ہوگا۔ اُس وقت حضرتؑ قائمؑ کی جانب سے منادی ندا دے گا کہ جو شخص رسُولِ خداؐ کے ان دونوں مصاحبوں کو دوست رکھتا ہو، لوگوں کے درمیان سے علیحدہ ہو کر ایک طرف کھڑا ہو جائے۔ اُس وقت دُنیا والے دو گروہ ہو جائیں گے۔ ایک گروہ اُن کو دوست رکھنے والوں کا اور ایک گروہ اُن پر لعنت کرنے والوں کا۔ پھر حضرتؑ اُن کو دوست رکھنے والوں سے فرمائیں گے کہ ان سے بیزاری اختیار کرو، ورنہ عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوگے۔ وہ جواب دیں گے کہ اے مہدیٔ آلِ محمدؐ! ہم اس سے پہلے جانتے تھے کہ خدا کے نزدیک ان

کی قدر و منزلت ہے۔ اس لیے اُن سے بیزاری نہ کی تو آج کس طرح بیزاری کریں جبکہ ان کی بہت سی کرامتیں ہم پر ظاہر ہو چکی ہیں اور ہم کو علم ہو چکا کہ وہ مقربان بارگاہِ رب العزت سے ہیں۔ بلکہ ہم آپ سے بیزار ہیں اور اُن سے بھی جو آپ پر ایمان لائے ہیں اور اس سے بھی جو اُن پر ایمان نہیں لایا اور اس سے بھی ہم بیزار ہیں جو اُن کو اس ذلت و خواری سے قبر سے باہر لایا اور دار پر کھینچا۔ اُس وقت حضرت مہدیؑ ایک سیاہ ہوا کو حکم دیں گے کہ ان پر چلے اور اُن کو ہلاک کرے۔ پھر حکم دیں گے کہ ان دونوں کو دار سے نیچے لائیں۔ پھر اُن کو بقدرتِ خدا اندھا کریں گے اور خلائق کو حکم دیں گے کہ جمع ہوں۔ پھر ہر ظلم و جور جو ابتدائے عالم سے آخر تک ہوا اُن سب کا گناہ اُن کی گردن پر لازم قرار دیں گے اور سلمان فارسی کو مارنے اور امیر المومنینؑ کے خانۂ اقدس کو آگ لگانے اور جناب فاطمہ علیہا السلام اور حسنؑ و حسینؑ علیہما السلام کو جلانے اور امام حسنؑ کو زہر دینے اور امام حسینؑ اور اُن کے اطفال اور اُن کے چچا کی اولاد کو اور اُن کے دوستوں اور مددگاروں کو قتل کرنے اور ذریتِ رسولؐ کو اسیر کرنے اور ہر زمانہ میں آلِ محمدؐ کا خون بہانے اور ہر خون جو ناحق بہایا گیا اور ہر زنا جو عالم میں کیا گیا اور ہر سود اور حرام جو کھایا گیا اور ہر گناہ ظلم اور ستم جو قیام قائم آلِ محمدؐ تک واقع ہوا۔ سب اُن ہی دونوں کی گردنوں پر بار کیا جائے گا کہ تم ہی سے سرزد ہوا۔ اور وہ دونوں اعتراف و اقرار کریں گے۔ کیونکہ اگر روزِ اوّل خلیفہ برحق کا حق غصب نہ کرتے تو یہ سب نہ ہوتا۔ پھر حکم دیں گے کہ ہر ظلم کے عوض جو شخص موجود ہو ان دونوں سے قصاص لے۔ پھر اُن کے لیے فرمائیں گے کہ درخت سے لٹکا دیں اور ایک آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے برآمد ہو اور اُن کو درخت کے ساتھ جلائے۔ اور ایک ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو دریاؤں میں پھینک دے۔

مفضل نے عرض کی کہ اے میرے مولا! کیا یہ ان کا آخری عذاب ہوگا فرمایا افسوس اے مفضل! خدا کی قسم سیدِ اکبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر امیر المومنین علیہ السلام اور فاطمہ زہرا اور حسن مجتبیٰ اور حسین شہیدِ کربلا علیہم السلام اور سارے ائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم زندہ ہوں گے اور جو شخص محض خالص ایمان رکھتا رہا اور جو کافر محض رہا ہوگا سب کے سب زندہ ہوں گے اور تمام ائمہ اطہارؑ اور مومنین کے لیے ان پر عذاب کیا جائے گا۔ یہاں تک ایک شبانہ روز میں ہزار مرتبہ اُن کو مار ڈالیں گے اور زندہ کریں گے۔ پھر خدا جہاں چاہے گا اُن کو لے جائے گا اور معذب کرے گا۔

وہاں سے حضرت مہدیؑ کوفہ کی جانب متوجہ ہوں گے اور کوفہ و نجف کے درمیان چھیالیس[۴۶] ہزار فرشتوں اور چھ ہزار جنوں اور تین سو تیرہ نقیبوں کے ساتھ قیام فرمائیں گے۔ مفضل نے پوچھا کہ زورا

جو بغداد ہوگا اُس وقت اُس کی کیا صُورت ہوگی؟ فرمایا کہ وہ خدا کی لعنت اور اُس کے غضب کا مقام ہوگا۔ وائے ہو اُس پر جو اُس جگہ زرد علموں اور مغرب کے علموں اور اُن علموں کے ساتھ جو نزدیک و دُور سے آئے ہوئے وہاں ہوں گے ساکن ہو۔ خُدا کی قسم اُس شہر پر طرح طرح کے عذاب نازل ہوں گے۔ جو گذشتہ اُمتوں پر واقع ہوئے ہیں اور چند ایسے عذاب نازل ہوں گے جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سُنا ہوگا۔ اور جو طوفان اُس شہر والوں پہ نازل ہوگا، وہ طوفانِ شمشیر ہوگا۔ خدا کی قسم ایک وقت بغداد ایسا آباد ہوگا کہ لوگ کہیں گے کہ دُنیا یہی ہے اور کہیں گے کہ محل اور قصر و مکانات وہاں کے بہشت کے ہیں۔ وہاں کی لڑکیاں حُوریں ہیں اور لڑکے بہشت کے غلمان ہیں اور گمان کریں گے کہ خدا نے بندوں کو روزی نہیں تقسیم فرمائی۔ مگر اُسی شہر میں اور اُسی شہر میں خدا و رسُولؐ پر افترا کیا جائے گا۔ ناانصافی سے فیصلے کئے جائیں گے۔ اور ناحق گواہی دی جائے گی۔ شراب خوری اور زناکاری ہوگی اور اِس قدر مالِ حرام کھائے جائیں گے، اور ناحق خوُن بہائے جائیں گے کہ تمام دُنیا میں ایسا نہ ہوگا۔ آخر خدا اُس کو ان فتنوں اور لشکروں سمیت اس طرح خراب و برباد کرے گا کہ اگر کوئی اُدھر سے گزرے گا اور پتہ بتائے گا کہ یہ جگہ اُس شہر کی زمین ہے تو کوئی نہ مانے گا۔ پھر ایک خوبصورت حسنی جوان دیلم اور قزوین کی جانب خروج کرے گا۔ اور بزبانِ فصیح ندا کرے گا۔ کہ اے آلِ محمدؐ فریاد کو پہنچو۔ ایک مضطر و بیچارہ تم سے مدد کا طالب ہے۔ یہ سُن کر طالقان میں خُدا کے خزانے اجابت کریں گے۔ وہ کیسے خزانے ہوں گے۔ وُہ نہ چاندی کے ہوں گے نہ سونے کے ہوں گے۔ بلکہ چند اشخاص ہوں گے جو شجاعت اور سختی و مضبوطی میں لوہے کے مانند اشہب گھوڑوں پر سوار ہوں گے سب کے سب مکمل و مسلح اور وہ جوان برابر ظالموں کو قتل کرتا ہوا کُوفہ تک آئے گا۔ ایسے وقت میں کہ زمین کو کافروں سے پاک کئے ہوگا۔ وہ سب کُوفہ میں ٹھہریں گے اور اُس جوان کو خبر ملے گی کہ حضرت مہدیؑ اور آپ کے اصحاب کُوفہ کے نزدیک پہنچے ہیں۔ وہ اپنے ہمراہیوں سے کہے گا کہ آؤ چلیں اور دیکھیں کہ یہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم وہ خود جانتا ہے کہ وہ مہدی آلِ محمدؐ ہیں۔ لیکن اُس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اصحاب پر اُن حضرتؑ کی حقیت ثابت کرے پھر وہ جوانِ حسنی حضرت مہدیؑ کے برابر کھڑا ہوگا اور کہے گا کہ اگر آپ سچ کہتے ہیں کہ آپ ہی مہدی آلِ محمدؐ ہیں تو آپ کے جد رسُولِ خدا کا عصا کہاں ہے اور آنحضرتؐ کی انگشتری، چادر اور آپ کی زرہ جس کو فاضل کہتے تھے اور آپ کا عمامہ سحاب اسپ یربوع، ناقہ غضبا، یعفور نامی خچر اور براق اور امیر المومنینؑ کا قرآن جس کو بغیر تغیر و تبدل کے جمع فرمایا ہے کہاں ہیں دکھایئے یہ سُن کر جنابِ مہدیؑ تمام چیزیں سامنے لائیں گے۔ یہاں تک کہ عصائے آدمؑ و نوحؑ اور ہودؑ

وصالح کا ترکہ۔ اور جناب ابراہیمؑ کا مجموعہ اور حضرت یوسفؑ کا پیمانہ۔ ترازوئے شعیبؑ اور عصائے موسیٰؑ اور تابوتِ موسیٰؑ۔ داؤدؑ کی زرہ، سلیمانؑ کی انگوٹھی اور تاج اور جناب عیسیٰؑ کے اسباب اور تمام پیغمبروں کی میراث سب دکھائیں گے۔ پھر جناب مہدیؑ حضرت رسولِ خداؐ کا عصا ایک سخت پتھر پر نصب کریں گے۔ اُسی وقت وہ ایک نہایت تناور بلند و بالا درخت ہو جائے گا جس کے سایہ میں تمام لشکر آجائے گا۔ پھر جوان حسنی کہے گا۔ اللہ اکبر آپ اپنا ہاتھ لائیے۔ میں آپ کی بیعت کروں اے فرزندِ رسولِ خداؐ! حضرت اپنا دستِ مبارک بڑھائیں گے۔ تو سید حسنی اور اُس کا تمام لشکر حضرت کی بیعت کرے گا سوائے چالیس ہزار افراد کے جو زیدیہ ہوں گے جو اس کے لشکر کے ساتھ ہوں گے اور اپنی گردنوں میں قرآن حمائل کئے ہوں گے۔ وہ کہیں گے کہ یہ سخت جادو تھا۔ جناب قائمؑ ہر چند اُن کو پند و موعظہ فرمائیں گے اور معجزات دکھائیں گے مگر اُن پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ تین روز کے بعد حکم دیں گے کہ سب قتل کر دیئے جائیں۔ مفضل نے پوچھا پھر کیا کریں گے۔ فرمایا کہ بہت سے لشکر سفیانی کی جانب بھیجیں گے۔ یہاں تک کہ اُس کو دمشق میں پکڑیں گے اور صخرۂ بیت المقدس پر ذبح کریں گے۔ اُس وقت حضرت امام حسینؑ بارہ ہزار صدیق اور بہتر افراد کے ساتھ جو اُن حضرتؑ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے آئیں گے اور کوئی رجعت اس رجعت سے خوشتر نہیں۔ پھر صدیق اکبر امیرالمومنینؑ علی ابن ابیطالب تشریف لائیں گے آپ کے لئے ایک قبہ نجفِ اشرف میں نصب کیا جائے گا جس کا ایک ستون نجفِ اشرف میں ہوگا۔ دوسرا بحرین میں تیسرا صنعائے یمن میں اور چوتھا مدینۂ طیبہ میں۔ گویا میں اُس کے چراغ اور قندیلیں دیکھ رہا ہوں جو آسمان و زمین کو آفتاب و ماہتاب سے زیادہ روشنی کئے ہوئے ہیں۔ پھر سید اکبر حضرت محمد رسولؐ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ آئیں گے جو حضرتؐ پر مہاجرین و انصار میں سے ایمان لائے ہوں گے۔ اور جو لوگ لڑائیوں میں شہید ہوئے ہوں گے اور خدا اُن لوگوں کو بھی زندہ کرے گا جنھوں نے آنحضرتؐ کی تکذیب کی تھی اور آپ کی حقیقت میں شک کرتے تھے یا آپ کے ارشادات کو رد کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ کاہن ہے، ساحر ہے، دیوانہ ہے اور اپنی خواہش سے کلام کرتا ہے۔ الغرض جن لوگوں نے حضرتؐ سے جنگ کی ہوگی سب کو ان کا بدلہ دیں گے۔ اسی طرح امام مہدیؑ تک ایک ایک امام کو واپس کرے گا۔ اور اُن لوگوں کو بھی جنھوں نے ان کی مدد کی ہوگی تاکہ خوش و شاد ہوں اور جو لوگ ان حضرات سے علیحدہ رہے ہوں گے۔ ان کو بھی واپس کرے گا تاکہ آخرت کے عذاب سے پہلے دُنیا کے عذاب و ذلت میں مبتلا ہوں اُس وقت اس آیۂ کریمہ کی تاویل ظاہر ہوگی جس کا ترجمہ گذر چکا اور نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض تا آخر آیت۔

مفضل نے پوچھا کہ اس آیت میں فرعون اور ہامان سے کون مراد ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ اوّل و دوم ہیں مفضل نے پوچھا کہ کیا جناب رسولِ خداؐ اور امیرالمومنینؑ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے؟ فرمایا ہاں! ضروری ہے کہ وہ حضرات تمام روئے زمین پر گھومیں، یہاں تک کہ کوہ قاف کی پشت اور جو کچھ ظلمات اور تمام دریاؤں میں۔ حتیٰ کہ زمین کی کوئی جگہ باقی نہ رہے گی۔ مگر یہ کہ وہ حضرات طے کریں گے اور وہاں دینِ خدا کو قائم کریں گے۔ پھر فرمایا کہ اے مفضل گویا میں دیکھتا ہوں کہ اس روز ہم آئمہ اپنے جد رسولِ خداؐ کے پاس کھڑے ہیں۔ اور آنحضرتؐ سے ان تمام مظالم کی شکایت کر رہے ہیں جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اُمت جفا کار نے ہم کو پہنچائے جیسے ہمارے اقوال کی تردید و تکذیب کرنا ہم کو گالیاں دینا اور ہم پر لعنت کرنا اور ہم کو قتل سے ڈرانا اور حرمِ خدا و رسولؐ سے خلفائے جور کا ہم کو نکال کر اپنے شہروں میں روکنا اور ہم کو قید میں رکھنا اور شہید کرنا۔ یہ تمام مظالم سن کر جناب رسولِ خدا صلعم گریاں ہوں گے اور فرمائیں گے اے میرے فرزندو! جو کچھ تم پر گذری تم سے پہلے سب مجھ پر گذر چکی تھی۔ اس کے بعد جناب فاطمہ زہراؑ اوّل و دوم کی شکایت کریں گی کہ فدک مجھ سے چھین لیا۔ اور کتنی ہی دلیلیں میں نے ان پر پیش کیں لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اور جو تحریر آپ نے مجھے فدک کے بارے میں لکھ کر دی تھی۔ مہاجر و انصار کے روبرو دوم نے اس پر تھوک کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور میں نے آپ کی قبر پہ جا کر شکایت کی۔ اوّل و دوم نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر منافقوں سے اتفاق کیا اور میرے شوہر امیرالمومنینؑ کی خلافت غصب کی۔ اس کے بعد آئے تاکہ ان کو بیعت کے لیے لے جائیں۔ انھوں نے انکار کیا تو ان لوگوں نے ہمارے گھر پر لکڑیاں جمع کیں تاکہ اہلبیتؑ رسالت کو جلا دیں۔ اس وقت میں نے چلا کر کہا کہ اے عمر یہ کیسی جرأت ہے جو خدا و رسولؐ پر تو کرتا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ نسلِ پیغمبر زمین سے نابود کر دے۔ عمر نے کہا اے فاطمہؑ خاموش رہو۔ کیونکہ پیغمبر موجود نہیں ہے کہ فرشتے آئیں گے اور آسمان سے امر و نہی کے احکام لائیں گے۔ علیؑ سے کہو کہ آکر بیعت کریں ورنہ گھر میں آگ لگا دوں گا۔ اس وقت میں نے کہا اے خدا میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں یہ کہ تیرا رسول ہمارے درمیان سے چلا گیا اور اس کی ساری اُمت کافر ہو گئی ہے۔ ہمارا حق غصب کرتی ہے۔ یہ سن کر عمر نے چلا کر کہا کہ عورتوں کی احمقانہ باتوں کو چھوڑو کیونکہ خدا نے پیغمبری اور امامت دونوں تم کو نہیں دی ہے۔
پھر عمر نے تازیانہ مار کر میرا بازو توڑ دیا اور دروازہ میرے شکم پر گرایا اور میرے فرزند محسن کا چھ مہینہ کا حمل ساقط ہو گیا اور میں فریاد کر رہی تھی کہ وا ابتاہ وا رسول اللہؐ آپ کی دختر فاطمہؑ کو دروغ گو کہتے ہیں اور اس کو تازیانہ مارتے ہیں اور اس کے فرزند کو شہید کرتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ

اپنے بال کھولوں۔ امیر المومنینؑ نے دوڑ کر مجھے سینہ سے لگا لیا اور کہا اے دختر رسولؐ آپ کے پدر عالمین کے لیے رحمت تھے۔ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ سر سے اپنا مقنعہ نہ کھولو اور اپنا سر آسمان کی جانب مت بلند کرو ورنہ خدا کی قسم زمین پر ایک حرکت کرنے والا متنفس اور ہوا میں ایک پرندہ باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر میں واپس ہوئی اور اسی درد و اذیت کے سبب شہید ہوئی۔ پھر جناب امیرؑ شکایت کریں گے کہ کئی راتوں کو حسنینؑ کو لے کر مہاجر و انصار کے گھروں پر گیا جن سے آپ نے میری خلافت کی بیعت لی تھی اور اُن سے مدد طلب کی۔ سب نے مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن جب صبح ہوئی تو کوئی امداد کرنے نہ آیا۔ اور بڑی تکلیفیں میں نے اُن سے اُٹھائیں۔ میرا قصہ بنی اسرائیل میں ہارون کے قصہ کے مانند تھا جنھوں نے جناب موسیٰؑ سے کہا کہ اے میرے ماں جائے بیشک تمھاری قوم نے مجھ کو کمزور کر دیا۔ اور نزدیک تھا کہ مجھے قتل کر دیں۔ آخر کار میں نے خدا کے لیے صبر کیا۔ میں نے چند ایسے آزار اُٹھائے کہ کسی پیغمبر کے وصی نے اُس کی اُمت سے ایسے آزار نہ برداشت کئے ہوں گے۔ یہاں تک کہ مجھ کو عبدالرحمان بن ملجم کی ضربت نے شہید کر دیا۔ اُن کے بعد حضرت امام حسنؑ اٹھیں گے اور کہیں گے کہ اے خدا جب میرے پدر کی شہادت کی خبر معاویہ کو پہنچی اس نے زیاد ولدالزنا کو ایک لاکھ پچاس ہزار لشکر کے ساتھ کوفہ کو روانہ کیا تاکہ مجھ کو، میرے بھائی حسینؑ کو اور میرے تمام بھائیوں اور اقربا کو گرفتار کرے تاکہ ہم معاویہ کی بیعت کریں اور جو قبول نہ کرے اُس کی گردن مار دے اور اُس کا سر معاویہ کے پاس بھیج دے۔ پھر میں مسجد میں گیا اور ایک خطبہ پڑھا اور لوگوں کو نصیحت کی۔ اور اُن کو معاویہ سے جنگ پر آمادہ کیا۔ لیکن بیسؔ اشخاص کے سوا کسی نے جواب نہ دیا پھر میں نے آسمان کی جانب رُخ کیا اور کہا خداوندا! تو گواہ رہنا کہ میں نے ان کو بلایا اور تیرے عذاب سے ڈرایا اور امر و نہی کیا لیکن اُن لوگوں نے میری مدد نہ کی اور تیری اور میری اطاعت سے منحرف رہے۔ خداوندا! تو ان پر اپنی بلا اور عذاب بھیج یہ کہہ کر منبر سے اُترآیا اور اُن لوگوں کو چھوڑ دیا اور مدینہ روانہ ہوگیا۔ پھر میرے پاس وہ آئے اور کہا معاویہ نے اب فوجیں انبار اور کوفہ بھیجی ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو غارت کر دیا ہے اور بے گناہ بچوں کو قتل کر دیا ہے۔ چلیئے تاکہ ان سے جہاد کریں۔ میں نے اُن سے کہا تم میں وفا نہیں ہے اور ایک جماعت کو ان کے ساتھ بھیجا اور کہہ دیا کہ تم معاویہ کے پاس چلے جاؤ گے اور میری بیعت توڑ دو گے اور مجھے پریشان و مضطرب کرو گے تاکہ معاویہ سے صلح کرلوں۔ آخر وہی ہوا جس کی میں نے اُن کو خبر دی تھی۔ ان کے بعد امام شہید حسین بن علی علیہم السلام اپنے خون سے خضاب کیے ہوئے اپنے تمام رفقاء کے ساتھ اُٹھیں گے جو اُن کے ساتھ شہید ہوئے۔ جناب رسولِ خداؐ کی نگاہ اُن پر پڑے گی

توحضرتؐ گریہ فرمائیں گے تو تمام اہلِ آسمان آپ کے رونے سے روئیں گے اور حضرت الیاسؑ نعرہ ماریں گے کہ زمین لرزنے لگے گی اور جنابِ امیرؑ، امام حسنؑ جنابِ رسولِ خداؐ کی داہنی جانب کھڑے ہوں گے۔ اور جنابِ فاطمہؑ اُن حضرتؐ کے بائیں جانب۔ امام حسینؑ آنحضرتؐ کے نزدیک آئیں گے اور جنابِ رسولِ خداؐ اُن کو اپنے سینہ سے لپٹا لیں گے۔ اور کہیں گے اے حسینؑ میں تجھ پر فدا ہوں تمہاری آنکھیں روشن ہوں اور میری آنکھیں تمہارے بارے میں روشن ہوں۔ امام حسینؑ کی داہنی جانب حضرت حمزہ سید الشہداء ہوں گے۔ اور بائیں جانب حضرت جعفر طیارؑ اور محسنؑ کو جنابِ خدیجہؓ اور مادر امیرالمومنینؑ بنت اسد لیے ہوئے فریاد کرتی ہوئی آئیں گی اور جنابِ فاطمہؑ ایک آیت تلاوت فرمائیں گی جس کا ظاہری ترجمہ لفظی یہ ہے۔ آج وہی دن ہے جس دن کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ آج ہر شخص کو اُس کے نیک کاموں کا اور ہر ایک کو اُس کے بُرے کاموں کا بدلہ ملے گا۔ اور بُرے کام کرنے والے آرزو کریں گے کہ کاش اُن کے اور اُس کے بُرے کاموں کے درمیان بہت دُور کا فاصلہ ہوتا۔

پھر حضرت امام جعفر صادقؑ بہت روئے اور فرمایا وہ آنکھیں نہ روشن ہوں جو اس قصہ کے ذکر سے گریاں نہ ہوں۔ پھر مفضل بھی روئے اور کہا اے میرے مولا! اُن پر رونے کا کیا ثواب ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ شیعہ ہو تو اُس کے ثواب کی کوئی انتہا نہیں مفضل نے پوچھا پھر کیا ہوگا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ پھر جنابِ فاطمہؑ اٹھیں گی اور کہیں گی کہ خداوندا! وہ وعدہ وفا کر جو تو نے مجھ سے کیا ہے اُن لوگوں کے بارے میں جنھوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور میرا حق غصب کیا ہے اور مجھ کو زدوکوب کیا اور اُن مظالم کے ذریعہ سے جو میری تمام اولاد پر کیے ہیں۔ مجھ کو مضطرب و بیقرار کیا۔ اُس وقت ساتوں آسمان کے فرشتے روئیں گے اور حاملانِ عرشِ الٰہی اور جو لوگ دُنیا میں اور جو تحت الثریٰ ہوں گے میں فریاد کریں گے۔ پھر ہم کو قتل کرنے والوں اور ہم پر ظلم کرنے والوں اور اُن مظالم پر راضی رہنے والوں میں سے کوئی نہ بچے گا۔ مگر اُس روز ہزار مرتبہ قتل کیا جائے گا۔ مفضل نے عرض کیا کہ اے میرے مولا! آپ کے شیعوں میں سے ایک گروہ ہے جو قائل نہیں ہے کہ آپ اور آپ کے دوست اور دشمن اُس روز زندہ ہوں گے۔ فرمایا کہ شاید اُنھوں نے میرے جد رسولِ خداؐ کا قول اور ہم اہلبیتؑ کی باتیں نہیں سُنی ہیں کہ ہم نے بار بار رجعت کی خبر دی ہے۔ شاید اس آیت کو نہیں پڑھا ہے ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون عذاب الاکبر۔ فرمایا کہ پست تر عذاب عذابِ رجعت ہے اور بڑا عذاب قیامت کا عذاب ہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے شیعوں میں ایک جماعت نے ہم کو پہچاننے میں تقصیر کی ہے۔ کہتے ہیں کہ رجعت کے معنی یہ ہیں کہ ہماری بادشاہی واپس آئے گی اور ہمارے مہدیؑ بادشاہی کریں گے۔ وائے ہو اُن پر کس نے دین و دُنیا کی بادشاہی

ہم سے چھین لی ہے کہ پھر ہمارے لیے واپس آئے گی۔ نبوّت و امامت اور وصایت کی بادشاہی ہمیشہ ہمارے لیے ہے۔ اے مفضل اگر ہمارے شیعہ قرآن میں غور و فکر کریں تو یقیناً ہماری فضیلت میں شک نہ کریں۔ شاید اس آیت کو اُنھوں نے نہیں سُنا ہے۔ ونرید نمن علی الذین استضعفوا فی الارض الخ جس کا ترجمہ گذر چکا۔ خدا کی قسم یہ آیت بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کی تاویل ہم اہلبیتؑ کی رجعت کے ذکر میں ہے اور فرعون وہامان اوّل و دوم ہیں۔

پھر (بسلسلہ سابقہ) فرمایا کہ امام حسینؑ کے بعد میرے جد امام علی بن الحسینؑ (زین العابدینؑ) اور میرے پدر امام محمدؑ باقرؑ اٹھیں گے اور اپنے جد رسُولِ خداؐ سے جو کچھ ظالموں نے اُن پر مظالم کیے ہیں۔ ان سب کی شکایت کریں گے۔ پھر میں اُٹھوں گا اور جو کچھ منصور دوانیقی نے مجھ پر ظلم کیے ہیں بیان کروں گا۔ پھر میرے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ اُٹھیں گے اور اپنے جد سے ہارون الرشید کی شکایت کریں گے۔ اُن کے بعد علی بن موسیٰ الرضاؑ اُٹھیں گے اور مامون الرشید کی شکایت کریں گے۔ پھر امام محمد تقیؑ اٹھیں گے اور مامون وغیرہ کی شکایت کریں گے۔ پھر امام علی نقیؑ اٹھیں گے اور متوکل کی شکایت کریں گے۔ پھر امام حسن عسکریؑ اُٹھیں گے اور معتزل باللہ کی شکایت کریں گے۔ اُن کے بعد امام مہدی آخر الزمانؑ اپنے جد رسُولِ خداؐ کے ہمنام اُٹھیں گے اور جناب رسُولِ خداؐ کا خُون آلود لباس لیے ہوں گے کہ روزِ جنگِ اُحد حضرتؐ کی پیشانی انور کو مشرکین نے مجروح کیا تھا اور آپؐ کے دندانِ مُبارک توڑے تھے۔ اور حضرتؐ کا لباس خُون آلودہ ہوا تھا۔ فرشتے اُن کے گرد ہوں گے۔ وہ اپنے جد جنابِ رسُولِ خداؐ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور کہیں گے کہ آپ نے لوگوں سے میرے اوصاف بیان فرمائے اور میری ذات کی جانب لوگوں کی رہنمائی فرمائی اور میرے نام و نسب اور میری کنیت سے ان کو آگاہ فرمایا۔ مگر آپ کی اُمت نے میرے حق سے انکار کیا اور میری اطاعت نہ کی اور کہا کہ وہ ابھی پیدا نہیں ہُوئے ہیں اور موجود نہیں ہیں اور نہ ہوں گے یا کہیں گے کہ مر گئے ہیں۔ اگر ہوتے تو اتنی مدت تک غائب نہ ہوتے۔ لہٰذا میں نے خدا کے لیے اب تک صبر کیا جبکہ خدا نے مجھے اجازت دی کہ ظاہر ہوں پھر حضرت نے فرمایا کہ :-

الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوء من الجنۃ حیث نشاء فنعم اجر العملین۔ اور کہیں گے خدا کی مدد و فتح آئی اور خدا کا قول ثابت ہوگیا۔ ھو الذی ارسل رسُولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون۔ پھر پڑھا۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک و

یھدیک صراطاً مستقیماً وینصرک اللہ نصراً عزیزاً۔
مفضل نے پوچھا کہ جناب رسولِ خدا کا کیا گناہ تھا جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے: تاکہ خدا تمھارے اگلے پچھلے گناہوں کو اور جو کچھ باقی ہے اور جو اُس کے بعد ہوگا بخش دے۔ حضرت نے فرمایا کہ اے مفضل رسولِ خدا نے دُعا کی تھی کہ خداوندا! میرے بھائی علی بن ابی طالبؑ کے شیعوں کے اور میرے فرزندوں کے جو میرے اوصیاء ہیں قیامت تک کے شیعوں کے گناہوں کو مجھ پر بار کر دے اور مجھ کو پیغمبروں کے درمیان شیعوں کے گناہوں کے سبب رُسوا مت کر۔ تو خداوندِ عالم نے تمام شیعوں کے گناہوں کو حضرت پر بار کر دیا۔ پھر حضرتؐ کی خاطر سے سب کو بخش دیا۔ یہ سُن کر مفضل بہت روئے اور کہا اے میرے سیّد یہ خدا کا فضل ہے اور آپ ہمارے اماموں کی ہم پر برکت کا سبب ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا یہ تمھارے اور تمھارے ایسے خالص شیعوں کے لیے ہے اور اس حدیث کو اُن لوگوں سے مت بیان کرنا جو خدا کی معصیت کے لیے اجازت چاہتے ہیں اور بہانہ ڈھونڈھتے ہیں پھر اس فضیلت پر اعتماد کر کے عبادت ترک کر دیتے ہیں۔ ہم اُن لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ شفاعت نہیں کریں گے۔ مگر ان کی جو پسندیدہ اعمال سے سرفراز ہوں گے اور شفاعت کرنے والے خدا کے خوف کے سبب بیجا شفاعت سے ڈرتے ہیں۔

مفضل نے پوچھا: یہ آیت جو جناب رسولِ خدا نے پڑھی کہ لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ مگر آنحضرت ابھی تمام دینوں پر غالب نہیں ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ اے مفضل اگر سب دینوں پر غالب ہو جاتے تو یہودی، نصاریٰ، صابیٔہ اور دوسرے باطل ادیان زمین پر نہ رہ سکتے۔ بلکہ یہ غلبہ جناب مہدیؑ اور جناب رسولِ خدا کی رجعت کے زمانہ میں ہوگا۔ اور یہ آیت بھی اُسی زمانہ میں عمل میں آئے گی۔ وقاتلوھم حتّٰی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امام مہدیؑ کوفہ واپس جائیں گے اور خدائے تعالیٰ اُن پر ٹڈی کی شکل میں سونا برسائے گا جس طرح حضرت ایوبؑ پر برسایا تھا اور حضرتؑ زمین کے خزانے سونے چاندی اور جواہرات اپنے اصحاب پر تقسیم کریں گے۔ مفضل نے پوچھا کہ اگر آپ کے شیعوں میں سے کوئی مرتا ہے اور کسی برادر مومن کا قرض اُس کے ذمّہ ہو تو کس طرح ہوگا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضرت مہدیؑ تمام عالم میں منادی کرائیں گے کہ جو ہمارے کسی شیعہ پر قرض رکھتا ہو آئے اور کہے تو سب اُس کا قرض ادا فرما دیں گے۔ یہاں تک کہ ایک دانہ لسن اور ایک دانہ رائی تک ادا فرمائیں گے۔

یہ حدیث بہت زیادہ طویل ہے۔ ہم نے جس قدر اس مقام کے مُناسب تھا درج کر دیا ہے۔

پانچواں باب

قیامت کے ثبوت میں اور اُس کے توابع کے مقدمات کا ذکر جو موت کے وقت سے دنیا ختم ہونے تک قائم ہوں گے اور اس میں چند فصلیں ہیں

پہلی فصل جسمانی معاد کے ثبوت میں۔ اس میں ایک مقدمہ کی تمہید ضروری ہے۔ واضح ہو کہ جو کچھ قرآن مجید اور احادیث معتبرہ میں قیامت کے بارے میں وارد ہوا ہے اور اُس کے مقدمات و خصوصیات اور جو کچھ اس کے بعد خلق کے حالات ہوں گے اُن سب کا اقرار و اعتراف کرنا چاہیئے اور ان کی تاویل کی راہ نہ کھولنا چاہیے۔ کیونکہ الحاد و ضلالت کے دروازے کھلنے کے اسباب اپنی رائے اور تاویل ہے اور بہتر اسباب ایمان و یقین، اطاعت و قبول کرنا ہے چنانچہ آئمہ اطہار کی بہت سی حدیثوں میں منقول ہے کہ جو کچھ ہماری طرف سے تم کو پہنچے اُن کا اقرار و اعتراف کرو، اور اُن کا انکار مت کرو شاید ہم نے کہا ہو کیونکہ ہمارے قول کی تکذیب و تردید خدا وند عرش اعلیٰ کی تردید و تکذیب ہے۔ ہم معاد کے ثبوت سے ابتداء کرتے ہیں۔ کیونکہ وہی اصل اور ضروری ہے اور موت اور قبر کے بہت سے حالات اسی پر موقوف ہیں

واضح ہو کہ لغت میں معاد کے تین معانی بیان ہوئے ہیں اول واپسی اور رجوع کسی جگہ یا کسی حال تک جس سے منتقل ہوا ہو۔ دوسرے واپسی کا مقام تیسرے واپسی کا زمانہ۔ اس جگہ مراد رُوح کا زندگی میں اعمال کا بدلہ پانے کے لیے جو دنیا کی حیات کی مدت میں نیک و بد کئے ہیں۔ یا واپسی کا مقام و زمانہ تینوں میں سے ہر معنی ایک ہی طرف پھرتے ہیں اور وہ رُوحانی و جسمانی ہے۔ رُوحانی وہ ہے کہ اگر رُوح نیک لوگوں کی ہے تو بدن سے رفاقت کے بعد باقی رہتی ہے ان علوم و کمالات کے ساتھ جو دنیا میں حاصل کئے ہیں خوش و خرم اور مسرور ہوتی ہے اور اگر رُوح اشقیاء میں سے کسی کی ہے جو جہل مرکب اور اُس کے جزو اور صفات ذمیمہ و ناپسندیدہ کے سبب جو اس دنیا میں کئے ہیں معذب اور مغموم ہو۔ فلاسفہ اسی معاد کے قائل ہیں اور بہشت اور دوزخ ثواب و عذاب کی تاویل انہی دونوں حالتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور معاد جسمانی وہ ہے کہ یہ بدن قیامت میں پھر واپس موجود ہوں گے اور دوبارہ رُوحیں ان میں داخل ہوں گی۔ اگر اہل ایمان اور سعادت مند ہیں تو بہشت میں داخل ہوں گی اور آگ میں جسم کے ساتھ معذب ہونگی یہ اعتقاد دین اسلام کے ضروریات میں سے ہے۔ بلکہ تمام قوموں میں متفق ہے اور یہود و نصاریٰ بھی اس کے قائل ہیں اور اکثر خدا کی کتابیں اس پر ناطق ہیں۔ خاص طور سے قرآن مجید جس کی اکثر

وبیشتر آیتیں اس معنی میں صریح ہیں اور تاویل کے قابل نہیں ہیں۔
چنانچہ عامہ وخاصہ نے نقل کیا ہے کہ ابن ابی خلف بوسیدہ ہڈیاں جناب رسولِ خدا کے پاس لایا اور ہاتھ سے مل کر چور چور کر دیا اور کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ خدا ان بوسیدہ ہڈیوں کو قیامت میں زندہ کرے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں تجھ کو بھی زندہ کرے گا اور جہنم میں داخل کرے گا اُس وقت یہ آیۂ کریمہ نازل ہُوا۔ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ۔ اس کی تفسیر اس کے بعد انشاءاللہ مذکور ہوگی۔
اور اس میں شک نہیں کہ معاد جسمانی کا انکار کفر ہے اور قرآن مجید سے انکار کرنا ہے اور جناب رسولِ خدا اور ائمہ ہدیٰ سلام اللہ علیہم سب سے انکار کرنا ہے۔ چنانچہ فخر رازی نے کہا ہے کہ انصاف یہ ہے کہ ان چیزوں پر ایمان جو آنحضرتؐ لائے اور حشر سے انکار دونوں کا جمع ہونا ممکن نہیں ہے لیکن فلاسفہ اور حکماء نے اس معاد کا انکار کیا ہے۔ اس اعتبار سے کہ معدوم کا واپس آنا محال جانتے ہیں اور چند شبہات پیدا کئے ہیں۔ حالانکہ جو شخص معمولی بھی شعور رکھتا ہو اور اس میں غور و فکر کرے تو وہ جانتا ہے کہ محض شبۂ ابلیس کا فریب ہے۔ لہٰذا ان میں سے بعض نے جو اس مدّعا کو ثابت کرنے سے عاجز ہیں ایسے دقیق مسئلہ میں جو تمام عاقلوں کے غور و فکر کا محل ہے بداہت کا دعویٰ کیا ہے اور جو شخص ایسے شبہہ کے اعتبار سے کتاب و سنّت اور خدا کے اور جمیع انبیاء کے ارشادات سے ہاتھ اُٹھانے تو ظاہر ہے کہ اُس کو کس قدر اسلام و ایمان ولیقین سے تعلّق ہے۔ باوجودیکہ جسمانی حشر کا قول معدوم کے اعادہ کی تجویز کو نہیں روکتا۔ چنانچہ اس کے بعد بیان ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ۔ اور متکلمین خاصہ وعامہ کے زیادہ تر لوگ دونوں باتوں کے قائل ہوئے ہیں یعنی رُوح جسم سے جُدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اور لذّتیں، جسمانی اور رُوحانی تکلیف دونوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور جس طرح قیامت میں رُوحیں جسموں میں واپس ہوں گی بہشت میں یا دوزخ میں جائیں گی۔ نیک لوگوں کے لیے بہشت میں رُوحانی وجسمانی دونوں لذّتیں حاصل ہوں گی اور بداعمالوں کو جہنّم میں رُوحانی وجسمانی دونوں اذیتیں حاصل ہوں گی اور محقق دوانی نے شرح قواعد میں کہا ہے کہ معاد جسمانی اُن امور میں سے ہے جن کا اعتقاد واجب ہے اور ان کا منکر کافر ہے اور معاد رُوحانی کے متعلق میں کہتا ہوں کہ نفس کا لذت اندوز ہونا جسم سے رُوح کی مفارقت کے بعد اور لذات سے اور عقلی اذیتوں سے اُس کا متالم ہونا اُس کے اعتقاد کے ساتھ متعلق نہیں اور اس کا منکر کافر ہے۔ لیکن اُس کے ثبوت میں شرعاً اور عقلاً کوئی مانع نہیں ہے۔ اور فخر رازی نے اپنی بعض تصانیف میں کہا کہ معاد جسمانی و روحانی دونوں کے معترف لوگ شریعت اور حکمت کے درمیان چاہتے ہیں کہ اس کو اکٹھا کریں اور کہا ہے کہ عقل دلالت کرتی ہے اس پر کہ ارواح کی سعادت خُدا کی معرفت اور اُس کی محبت ہے اور بدنوں کی سعادت محسوسات کے

ادراک میں ہے اور ان دونوں سعادتوں کو اس دُنیاوی زندگی میں جمع کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ عالمِ قدس کے انوار کی روشنی میں آدمی کا مستغرق ہوجانا ممکن نہیں ہے اس لیے کہ جسمانی لذّتوں کی کسی چیز کی جانب التفات کرنا اور اس کا ان لذاتِ جسمانی کی تکمیل میں استغراق ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ لذاتِ رُوحانی کی جانب ملتفت ہو۔ لیکن اِس عالم میں ارواحِ بشری کمزور ہیں اور جس وقت کہ موت کے سبب سے جسم سے مُفارقت کی اور عالمِ قدس کی قوتوں سے امداد لی اور طہارت کی اُن میں وہ قوّت پیدا ہوتی ہے کہ ان دونوں قوتوں کے مابین جمع کرسکتی ہیں اور اِس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ حالت درجات کمالات کی بلندی اور منازلِ سعادت کی رفعت ہے اور دوانی نے کہا ہے کہ دونوں کے بارے میں قول، نہ فقط دونوں رائیوں کا جمع کرنا ہے۔ بلکہ دونوں پر دلیل قائم ہوئی ہے جیسا کہ شیخ ابوعلی نے شفاء میں کہا ہے ہر چند کتاب معاد میں جسمانی حشر کی نفی کی ہے [1]

---

[1] مؤلّف فرماتے ہیں کہ یہ مذہب تمام مذہبوں سے قوی ہے اور لذاتِ جسمانی اور رُوحانی کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔ جیسا کہ عیاشی وغیرہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب اہلِ بہشت بہشت میں پہنچ جائیں گے اور دوستانِ خدا اپنی منزلوں اور مسکنوں میں داخل ہوجائیں گے اور ان میں سے ہر مومن تخت پر تکیہ کیے ہوگا اور خدمت گاران کے گرد کھڑے ہوں گے اس کے سر پر پھل لٹکے ہوں گے۔ اُن کے چاروں طرف نہریں چشمے اُن کے قصر کے نیچے اُبل رہے ہوں گے اور نہریں جاری ہوں گی۔ اُن کے لیے مسندیں بچھی ہوں گی متعدد تکیے پڑے ہوں گے اور وہ جس چیز کی خواہش کریں گے۔ خدمت گار اُن کے واسطے حاضر کریں گے۔ قبل اس کے کہ وہ اُن سے طلب کریں اور کالی آنکھوں والی حوریں باغوں میں سے اُن کے پاس خراماں خراماں آئیں گی وہ اُن نعمتوں میں جو خدا چاہے گا رہیں گے۔ اُس کے بعد خدائے جبار اُن کو ندا دے گا کہ اے میرے دوستو! اور میرے طاعت گذارو! اور میرے جوار میں میری بہشت کے ساکنو! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو اس چیز سے آگاہ کروں جو ان نعمتوں سے بہتر ہے جو تم کو حاصل ہیں۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ان نعمتوں سے جو ہم کو حاصل ہیں کون سی چیز بہتر ہے جس کی ہمارے نفس خواہش کریں گے اور ہماری آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ حالانکہ ہم اپنے پروردگار کے جوارِ رحمت میں ہیں۔ جب دُوسری مرتبہ اُن کو ندا آئے گی تو کہیں گے ہاں لے ہمارے پروردگار وہ چیزیں ہم کو عطا فرما جو ان نعمتوں سے بہتر ہیں جو ہم کو حاصل ہیں حق تعالیٰ فرمائے گا کہ تم سے میری رضا اور خوشنودی اور تم سے میری محبت اُن سب سے بہتر اور عظیم ہے جو نعمتیں حاصل ہیں۔ یہ سُن کر وہ کہیں گے کہ ہاں اے ہمارے پروردگار ہم سے تیری رضامندی اور تیرا ہم کو دوست رکھنا ہمارے لیے بہتر ہے اور ہمارے دل اس سے شاد و خرّم ہیں۔ پھر حضرت نے اِس آیت کو پڑھا جس کا مضمون یہ ہے کہ خدا نے مؤمنین و مومنات سے باغوں اور بہشتوں کا وعدہ کیا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور ہمیشہ وہ اُن میں رہیں گے اور خوشبو سے معطر منزلیں اور بہتر سے بہتر مساکن جنات عدن میں اور خدا کی خوشنودی اُن سب سے بڑی ہے۔ یہ عظیم کامیابی اور بڑی سعادت مندی ہے۔ ۱۲ ؂

کلینی نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے صدیق بندو! دُنیا میں میری عبادت سے لذّت حاصل کرو۔ بیشک اُس کے ذریعہ سے آخرت کی لذتیں پاؤ گے۔ اس کا ظاہر یہ ہے کہ اصل عبادت سے لذّت حاصل کریں گے۔ تکلیف کے ساتھ نہیں بلکہ اس سبب سے کہ اُن کی لذتوں میں سب سے بڑی اور بہتر لذت خداوندِ عالم کی عبادتوں اور اُس سے مناجات اور اُس کا قرب حاصل کرنے میں ہے۔

ابن بابویہ نے امالی میں حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص ایک رات عبادتِ الٰہی میں بیدار رہے حق تعالیٰ اُس کو جنت الفردوس میں ایک لاکھ شہر عطا فرمائے گا کہ ہر شہر میں اُس کے لیے وہ سب ہوگا جو اس کا نفس چاہے گا۔ آنکھیں اُن سے لذّت حاصل کریں گی اور وہ نعمتیں جن کا دل میں کبھی تصور بھی نہ ہوا ہوگا۔ سوائے اُن کے جو اس کے لیے کرامت اور مزید قرب کے سبب مہیا کر دی ہیں اور مجمع البیان میں بہت سی حدیثیں جناب رسولِ خداؐ سے روایت کی ہیں کہ اہلِ بہشت کی بہترین نعمتیں وہ ہیں کہ حوریں اُن کے لیے ایسی عمدہ آواز سے پڑھیں گی جن کو جن و انس نے نہ سنا ہوگا۔ وہ شیطان کی ریاضت کی آواز نہ ہوگی۔ بلکہ خدا کی تسبیح و تقدیس و تحمید ہوگی۔ دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ بہشت میں ایک درخت ہے جس کو خداوندِ عالم وحی فرمائے گا۔ کہ میرے اُن بندوں کو سنا جو دنیا میں میری عبادت اور ذکر میں مشغول رہے اور دُنیا میں بربط اور نَے کی آواز نہیں سُنتے تھے تو اُس درخت سے تسبیح و تنزیہہ حق تعالیٰ میں ایسی آواز بلند ہوگی کہ خلائق نے اُس آواز کے مثل نہ سُنی ہوگی اور ابن بابویہ نے رسالہ عقائد میں کہا ہے کہ اہل بہشت چند قسم کے ہیں۔ بعض طرح طرح کے کھانے، پینے کی چیزوں، میووں، پھلوں، حوروں، غلمانوں، مسندوں پر بیٹھنے، سندس و حریر و استبرق کے لباسوں سے متنعم ہوں گے اور جو کچھ وہ چاہیں گے اور اُن کی خواہش ہوگی ان چیزوں کی جو اُن کو دی گئی ہیں اور جن کے لیے اُن لوگوں نے عبادت کی ہے۔ اور حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ یقیناً جو لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں تین قسم کے ہیں۔ ان میں ایک قسم کے لوگ ثواب کی اُمید میں اُس کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ عبادت خدمتگاروں کی ہے۔ ان میں سے ایک قسم کے لوگ آگ کے خوف سے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ غلاموں کی عبادت ہے۔ ایک قسم کے لوگ خدا کی عبادت اُس کی محبت کے سبب سے کرتے ہیں۔ یہ عبادت بڑے اور کریم لوگوں کی عبادت ہے۔ شیخ مفید نے اس کلام کی شرح میں کہا ہے کہ اہلِ بہشت کا ثواب کھانے، پینے، مناظر، نکاح کی لذت سے متعلق ہے اور ان کے حواس اپنی پسندیدہ چیزوں کا ادراک کرتے ہیں اور اُن کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اپنی مرادوں کے مکمل طور سے پانے کا ادراک کرتے ہیں اور بشر میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ان سب کے بغیر آئے اور کسی کا قول نہیں

خدا کی عبادت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں۔

ہے کہ بہشت میں ایک بشر ہے جو تسبیح و تقدیس سے لذّت حاصل کرتا ہے اور کھانے کا قول دین اسلام کے شاذ میں سے ہے اور وہ نصاریٰ سے ماخوذ ہے جو کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے دنیا میں خدا کی اطاعت کی ہے بہشت میں فرشتے ہو جائیں گے۔ نہ کھائیں گے نہ پئیں گے نہ جماع کریں گے۔ خدائے تعالیٰ نے اُن کے قول کی تکذیب کی ہے۔ اس سے کہ عمل کرنے والوں کو ان کے عمل کے صلہ میں کھانے پینے اور جماع کے وعدہ سے ان کو حصولِ جنّت کی ترغیب دی ہے لہٰذا کیونکر اس قول کو تجویز کرتے ہیں۔ حالانکہ کتابِ خدا اس کے برعکس شہادت دیتی ہے۔ اور اس کے برخلاف اجماع منعقد ہے۔ مگر یہ کہ اس بارے میں کسی کی تقلید کی ہوگی کہ اس کی تقلید جائز نہیں ہے یا عمل کسی موضوع حدیث پر کیا ہوگا [1] اور ہم جسمانی معاد کے ثبوت میں

---

[1] مؤلّف فرماتے ہیں مفیدؒ کا کلام متین ہے۔ احادیث معتبرہ میں یہ مضمون نظر سے نہیں گذرا کہ بہشت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو جسمانی لذت سے مطلق بہرہ مند نہ ہوں گے اور فرشتوں کے مانند ہوں گے اور جو حدیث دعویٰ میں پیش کی ہے۔ ان کے مدعا پر دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ ایسے لوگوں کو جبکہ عبادت کے وقت بہشت و دوزخ منظور نہ ہو لازم نہیں کہ بہشت کی نعمتوں سے لذّت نہ حاصل کریں جس طرح عبادت سے دنیا کی نعمتیں ان کو منظور نہیں ہوتیں۔ اسی کے ساتھ ان نعمتوں سے لذّت پاتے ہیں۔ ہاں ممکن ہے کہ کسی گروہ کو جسمانی و روحانی دونوں لذّتیں حاصل ہوں۔ جیسا کہ ہم نے تحقیق کیا۔ یا یہ کہ جسمانی لذتوں سے لذت پانے کے لیے اہلِ بہشت کے مختلف الحال ہونے کے مطابق مراتب و درجات ہیں۔ بعض چوپایوں کے مانند بہشت کے باغوں میں چریں گے اور حیوانوں کے مانند اس کی نعمتیں مصرف میں لائیں گے جیسا کہ دنیا میں لذّت پاتے تھے بغیر اس کے کہ قرب و وصال و محبت و کمال سے کچھ تعلّق رکھتے ہوں اور بعض ایسے ہیں جو بہشت کو اس صورت سے چاہتے ہیں کہ وہ خدا کی کرامت کا مقام اور دوستانِ خدا کا محل ہے اور بہشت کی نعمتوں کو اس طرح پاتے ہیں کہ وہ کرامتِ الٰہی کی علامت ہیں اور خدا نے ان کی پسندیدہ نعمتوں کو ان کے لیے مہیا کیا ہے۔ وہ ہر گل و ریاحین سے خداوند رحمٰن کے لطف کی بو سونگھتے ہیں اور ہر پھل اور طعام سے اُس کی بے انتہا رحمت کی لذت پاتے ہیں۔ اسی طرح تمام نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں بلکہ دنیا میں بھی ان کے دہن اور دماغ یہی لذت حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا بہشت دو ہیں روحانی و جسمانی۔ روحانی بہشت کا قالب ہے جس طرح دنیا میں عبادات کی صورت محبت و معرفت و اخلاص اور تمام مکمل عبادتوں کا قالب ہے۔ لہٰذا جس شخص نے دنیا میں عبادت کے جسدِ بے روح پر قناعت کیا ہوگا۔ بہشتِ جسمانی میں لذاتِ جسمانی کے سوا کچھ نہیں پائیں گے اور جس شخص نے دنیا میں روحِ عبادت کو سمجھا ہوگا اور عبادت کی لذت چکھا ہوگا اور عبادت کا عاشق رہا ہوگا اور بندگی کے راز کو معلوم کیا ہوگا اور خلوص اور خضوع و خشوع اور ظاہری و باطنی تمام آداب پر عمل کیا ہوگا۔ بہشتِ جسمانی میں روحانی لذتوں کے سوا نہیں پاتا۔ میں نے اس کلام کی وضاحت کچھ بحار الانوار میں کی ہے۔ وذلک مما افاض اللہ علی بلطفه وهو ولی التوفیق ۱۲ ❖

ایک ایک آیت کی تفسیر پر اکتفا کرتے ہیں جو متکلمین کے اتفاق کے ساتھ صریح ترین آیات ہیں۔
قال اللہ وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وھی رمیم۔ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب پہلے ذکر ہو چکا اور فخر رازی نے کہا ہے کہ اس آیت میں بہت سی عجیب باتیں ہیں بقدر امکان ہم ذکر کرتے ہیں۔
جو لوگ حشر کے منکر ہیں بلکہ بعض کسی دلیل یا کسی شبہ کو بھی پیش نہیں کرتے اور صرف عقل سے اور ضرورت کے دعویٰ پر اکتفا کرتے ہیں اور اگر ایسا ہے اور بہت سی آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں جیسے یہ آیت قال من یحیی العظام وھی رمیم۔ یعنی کہا کہ کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا۔ ایسی حالت میں جبکہ وہ کہنہ اور بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ یہ انکار محض عقل سے دور ہونے کی وجہ سے تھا۔ خدا نے عقل سے دوری کو باطل کرتے ہوئے ابتداء کی اور فرمایا کہ ونسی خلقہ آیا فراموش کر دیا ہے کہ ہم نے اس کو متشابہتہ الاجزاء، سر سے تا قدم مختلف اعضاء کے ساتھ بلحاظ صورت خلق کیا اور اس کے لیے پائیداری و استحکام قرار دیا اور اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ ان اعضا میں چند حالتیں قرار دیں جو ان جسموں کی طرح نہیں۔ نطق (بولنے کی طاقت) اور عقل یعنی امور کلیہ کا ادراک جن کے سبب سے اکرام کا مستحق ہوا۔ اور تمام حیوانات سے ممتاز ہوا۔ اگر محض عقل و فہم سے دور ہونے پر اکتفا کرتے ہیں تو نطق کی واپسی اور اپنے محل پر عمل کو کیوں عقل و فہم سے دور نہیں سمجھتے جو عجیب تر ہے۔
اور تذکرہ میں ہڈیوں کو ان کا مخصوص کرنا اس لیے تھا کہ زندگی سے زیادہ دور ہے اور اس کو بوسیدہ ہونے سے اور چوڑ چوڑ ہونے سے اس اعتبار سے متصف کیا ہے کہ اجزا کا کہنہ ہونا اور متفرق ہونا عقل سے دوری کی زیادتی کا سبب ہے اور خداوند عالم نے ان کے اس استبعاد کو کمال علم کے ساتھ رفع فرمایا ہے اور اس خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ان کو واپس کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہمارے لیے بوسیدہ ہڈیوں کی مثال دیتا ہے یعنی ہماری قدرت کو اپنی قدرت کے مثل گمان کر لیا اور خلقت عجیب کو اور ابتدا کے خلق میں اپنی عجیب پیدائش کو فراموش کر دیا۔ لہٰذا اے رسولؐ ان کہہ دو کہ ان کو وہ خدا زندہ کرے گا جو ان کو عدم سے وجود میں پہلی بار لایا اور وہ بہترین خلق کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ اس پر کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ منکران معاد میں سے بعض نے ایک شبہہ کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ اس کا آخر استبعاد پر واپس ہوتا ہے۔ وہ دو طرح پر ہے۔
شبۂ اوّل ۔ یہ کہ معدوم ہونے کے بعد کوئی چیز باقی نہیں رہتی اس لیے عدم کے بعد اس پر وجود کا حکم کرنا کیونکر صحیح ہے۔ خداوند عالم نے اس شبہ کا جواب دیا ہے یہ کہ پہلی مرتبہ کی خلقت میں بھی کوئی چیز نہ تھی۔ بلکہ ہر شئے معدوم مطلق تھی اور خدا نے اس کو پیدا کیا اسی طرح اس کو واپس لائے گا۔ اگرچہ معدوم ہو چکی ہو۔

شبہ دوم - یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ جس کے (جسم کے) اجزاء مشرق و مغرب میں پراگندہ اور منتشر ہو گئے ہوں اور بعض عضو درندوں کے بدن میں داخل ہو گئے ہوں اور ان میں بعض اینٹوں اور کوزوں اور انہی چیزوں کے مثل ہو گئے ہوں کیونکر زندہ اور مانند اوّل ہوں گے اور اس سے بھی زیادہ عقل سے دور یہ کہ اگر کوئی آدمی کسی آدمی کو کھا لیتا ہے اور اجزائے ماکول کھانے والے کے بدن کا جزو ہو جاتا ہے اگر حشر میں واپس (اپنے وجود میں) ہوگا تو جب اجزا کھانے والے کے بدن میں داخل ہو گئے پھر کھایا ہوا بدن کس چیز سے خلق ہوگا۔ اور اگر کھائے ہوتے کے بدن میں داخل ہوگا تو کھانے والے کا بدن کس چیز سے خلق ہوگا؟ لہٰذا خداوند عالم نے اس شبہ کو باطل کرنے کے لیے فرمایا وھو بکل خلق علیم (وہ ہر خلق کو جانتا ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کھانے والے میں اصلی اجزاء ہیں جو منی کے ذریعہ پیدا ہوئے اور فاضل اجزاء ہیں جو غذا سے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح کھائے ہوئے میں بھی دونوں قسمیں ہیں تو اگر کوئی انسان کسی انسان کو کھاتا ہے تو وہ کھائے ہوئے انسان کے اصلی اجزا کھانے والے کے فاضل اجزا ہوں گے اور کھانے والے کے اصلی اجزاء وہی ہیں جو انسان کو کھانے سے پہلے انسان کے بدن کا جزو رہے ہیں اور خداوند عالم سب کو جانتا ہے کہ اجزائے اصلی اور فاضل اجزاء کون کون ہیں۔ پھر کھانے والے کے اجزائے اصلی کو جمع کر کے اس میں روح پھونکے گا۔ اسی طرح کھائے ہوئے انسان کے اجزائے اصلی کو جمع کر کے اس میں روح پھونکے گا۔ اسی طرح وہ اجزاء جو اطراف زمین میں متفرق ہو گئے ہیں اپنی حکمت و قدرت کاملہ سے جمع کرے گا۔ پھر خدا نے ان کے اس استبعاد کو دوسرے طریقہ سے رفع فرمایا ہے اور فرمایا الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون یعنی وہ خدا جس نے سر سبز درخت سے آگ نکالی۔ اشارہ اس طرف ہے کہ دو درخت کسی بادیہ (گاؤں) میں ہوتے ہیں جن میں سے ایک کو مرخ اور دوسرے کو عفار کہتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں کہ اُس سے آگ حاصل کریں ان دونوں درختوں میں ایک کی شاخ دوسرے پر گھستے ہیں تو آگ پیدا ہوتی ہے اور دوسرے درختوں سے بھی حاصل ہوتی ہے سوائے درخت عناب کے لیکن ان دو درختوں سے بآسانی حاصل ہوتی ہے۔ فاذا انتم منہ توقدون تو تم ان سے آگ جلاتے ہو اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلاق العلیم یعنی کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کے مثل پیدا کر دے۔ ہاں یقیناً قادر ہے اور وہ بڑا خلق کرنے والا ہے اور بہت جاننے والا۔ لیکن رازی نے کہا ہے کہ سبز درخت کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ آدمی مرکب ہے اُس بدن سے جو دکھائی دیتا ہے اور جو حیات اُس کے اعضاء میں جاری و ساری ہے وہ حرارت غریزی کا لازمہ ہے جو تمام بدن میں جاری ہے۔ اگر حرارت اور حیات کا اُس میں پہنچنا استبعاد (عقل سے دور) سمجھتے

ہوتو سمجھو کیونکہ سبز درخت میں آگ کا ہونا جس سے پانی ٹپکتا ہے عجیب و غریب ہے۔ اگر جسم کے خلق کرنے کو استبعاد کرتے ہو تو تمہارے بدنوں کے خلق کرنے سے آسمانوں اور زمین کا خلق کرنا بہت بڑا کام ہے وھوالخلاق اشارہ اس طرف ہے کہ اُس کی قدرت کامل ہے العلیم سے اشارہ ہے کہ اُس کا علم اُس میں شامل ہے[1]

دُوسری فصل

معاد جسمانی کے شبہات کے دفعیہ میں اور وہ حقیقت انسان کے بدن اور رُوح کے جاننے پر موقوف ہے۔ واضح ہو کہ رُوح انسان کی حقیقت میں

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ اُن تمام آیتوں میں سے جو معاد کے ثبوت میں عقلی دلیل پر مشتمل ہیں عام اس سے کہ رُوحانی ہو یا جسمانی، یہ آیت ہے افحسبتم انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لاترجعون یعنی کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث اور بیکار خلق کیا ہے اور تم ہماری طرف پلٹ کر نہ آؤ گے؟ یہ آیت قطع نظر اس کے کہ کلام الٰہی ہے اور اس میں شک نہیں ہے۔ یہ معاد کے ثبوت میں دلیل قاطع ہے۔ کیونکہ قاطعہ دلیلوں اور تمام اربابِ عقول کے اجماع سے ثابت ہے کہ جناب اقدس الٰہی حکیم ہے اور فعلِ عبث اُس سے صادر نہیں ہوتا اور اُس کے تمام کام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں۔ لہٰذا آسمانوں و زمین اور حیوانات اور تمام مکلّفین کی خلقت چاہیئے کہ کسی حکمت پر مبنی ہو تاکہ عبث و بیکار نہ ہو اور حکمت معلوم ہے کہ اُس مقدس ذات کی نفی عائد نہ ہو۔ کیونکہ وہ بالذات غنی اور تمام جہات سے کامل ہے اور احتیاج لوازم امکان کے سوا ہے۔ لہٰذا چاہیئے کہ نفع کی غرض ہو جو اُن کی طرف عائد ہو۔ اگر دوسری دُنیا نہ ہو اور اِسی دُنیا فانی پر انحصار ہو اس دُنیا کا منافع جو کدورات جسمانی و رُوحانی اور مصائب و امراض۔ فتنہ و فسادات رنج و غم تلف اموال بیماری اور اولاد و احباب کی موت اور تمام تکالیف کی زیادتی سے مخلوط ہے۔ لہٰذا یہ اس قابل نہیں ہے کہ لوگوں کو اس کے لیے خلق کرے اور یہ اُس کی تشبیہ ہے کہ کسی شریف و نیک اور کریم شخص کی ضیافت کرے ایسے مکان میں جو طرح طرح کے درندوں اور موذی جانوروں، شیر، بھیڑیے۔ سانپ اور بچھو وغیرہ سے بھرا ہو۔ جب وہ اُس مکان میں آئے اور اُس کے سامنے طعام حاضر کیا جائے تو ہر لقمہ جو وہ اُٹھائے اتنے بچھو اُس کے ہاتھ اور زبان پر کاٹیں اور تلوار لیے ہوئے لوگ اُس کے برابر کھڑے ہوں اور ہر لمحہ اُس پر حملہ کریں اور قبل اس کے کہ جو کچھ اُس کو اُمید ہے عمل میں آئے اُس کی گردن مار دیں تو کوئی عاقل ایسی ضیافت کو پسند نہ کرے گا اور نہ تعریف کرے گا۔ اس کے برخلاف اُس کو مشقت و محنت کے کام کرنے کا حکم دیں اور اُس سے وعدہ کریں کہ جب ان تکلیفوں اور اذیتوں کو برداشت کرے گا تو تجھ کو بلند مرتبوں پر سرفراز کریں گے۔ اور بہت انعام و اکرام دیں گے۔ تھوڑے دن تکلیف برداشت کر اس کے بعد بے انتہا مدت تک آرام و کومدت میں بسر کرے گا۔ اس طور کی تمام عقلا تعریف کریں گے جبکہ تکلیف کے دن کم اور ختم ہونے والے ہوں اور راحت و نعمت کی مدت لاانتہا ہو۔

بہت اختلاف ہے۔ اِس بندۂ فقیر نے بحار الانوار میں بیس[۲۰] اقوال سے زیادہ نقل کئے ہیں، بعضوں نے کہا ہے کہ اس بارے میں چالیس[۴۰] اقوال ہیں اور جو کچھ اکثر محققین قائل ہوئے ہیں یہ ہے کہ انسان مرکب ہے رُوح اور بدن سے اور یہ دونوں دو حقیقتوں کے جوہر ہیں جن کے درمیان نہایت یکجہتی اور بے انتہا بیگانگی ہے کیونکہ ایک کی خلقت فرشتوں کی طینت اور عالم علوی سے ہے اور دُوسرے کی خلقت خاک سے ہے جو محض ظلمت اور عالمِ سفلی کا مرکز ہے اور ہر ایک کا ایک اثر اور ایک عمل ہے جو اس کے دوسرے کا نہیں ہے۔ بدن کے افعال دیکھنا۔ سُننا۔ پہننا۔ لینا دینا۔ سونا اور مس کرنا اُن کے ایسے ہی افعال ہیں۔ ان اعضاء کے ساتھ ظاہری قوتیں، لذّت اور اس کے مَس کرنے کی قوت ان کے حصول اور عدم میں ہیں۔ اور صفتیں۔ ملکات، سمجھ اور علم و اعتقادات روح کے کام ہیں۔ بدن کے نہیں کہے جا سکتے کہ سخی، شجاع، عالم اور مومن ہے۔ بلکہ جزئی حسّی افعال جو بدن اور اُس کے اعضاء سے صادر ہوتے ہیں جیسے دیکھنا اور سُننا وغیرہ سب رُوح کے کام ہیں اور بدن اور اعضاء اُن کے لیے چند آلات ہیں۔ جیسے کہ آپ کہیں کہ میں نے آنکھ سے دیکھا۔ میں نے کان سے سُنا اور میں نے زبان سے کہا۔ تو "میں" سے مُراد آپ کی وُہی رُوح اور ذات ہے اور یہ افعال اُسی کے افعال ہیں۔ اور یہ اعضا اور قوی سب اُسی کے آلات ہیں جیسے کتابت کہ قلم لکھتا ہے لیکن دراصل لکھنے والا کوئی دوسرا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ لونا، سُننا، کھانا اور پینا۔ ظاہری اعضا کے ساتھ یہ جملہ آثار و احکام رُوح کے ہیں۔ چنانچہ احوال سے بخوبی ظاہر ہے کہ بدن اور ان کی قوتیں سب بے خبر ہیں۔ بدن اپنی جگہ سو رہا ہے اور رُوح اپنے لیے آتی اور جاتی ہے۔ شہر بشہر گھومتی ہے کہتی ہے اور سُنتی ہے اور بدن اس کے آلہ کے مانند ہے۔ بعض نے کہا ہے رُوح بدن میں چراغ کے مانند ہے جو فانوس میں ہو۔ اور نور اور روشنی سب چراغ کے سبب سے ہے۔ فانوس پردۂ ظلمت ہے۔ اگر چراغ کو بغیر پردہ کے دیکھو تو اس کے جمال کی روشنی جان سکو گے۔ اگر رُوح کو بغیر بدن کے مُلاحظہ (یعنی ادراک) کرو گے تو اس کے کمال کو پہچان سکو گے۔ اُس وقت تم سمجھو گے کہ فانوس چراغ کے لیے نقص اور عیب ہے اُس کے جمال کی زینت نہیں ہے۔ چراغ جب تک کمزور اور ناتوان ہے ہوا کے چلنے کے وقت فانوس کا محتاج ہے۔ اور بیمار جب تک نحیف اور مرض میں مُبتلا ہے اُس کے لیے لحاف اور پوشش کی ضرورت ہے مشعل اور آفتاب کی ضرورت نہیں ہے اور احتیاج صبح اُس کے لیے نسیم بہار سے نہیں ہے۔ کتاب بصائر الدرجات میں امام جعفر صادق[۲] سے روایت کی ہے کہ رُوح مومن کے بدن میں صندوق میں ایک جوہر کے مانند ہے جس کو اُٹھاتے ہیں اور صندوق کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اُس کی طرف اعتنا نہیں کرتے۔ اور کتاب معارج الیقین میں

روایت کی ہے کہ کسی نے اُن حضرتؑ سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ ایک شخص ایک شہر میں سوتا ہے اور خواب میں دُوسرے شہر میں اپنے کو پاتا ہے حضرتؑ نے فرمایا رُوح آفتاب کے مانند ہے جس کا مرکز آسمان ہے اور اُس کی شعاع دُنیا میں پھیلی ہے۔ ایضاً بصائر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ روح بدن میں ممزوج ہے ۔ بدن میں داخل نہیں ہوتی بلکہ بدن ایک سرپوش ہے جو اُس پر محیط ہے اور روح میں اختلاف کا حاصل یہ ہے جو اُس میں پایا جاتا ہے کہ آیا روح جسم ہے یا جسمانی ۔ یا نہ جسم ہے نہ جسمانی بلکہ مجرّد ہے۔

اور اُس کے بہتر حصّہ کے بارے میں کہ جس کو جسم سمجھتے ہیں متکلمین دو قول کے قائل ہُوئے ہیں ایک یہ کہ اس ہیکل محسوس سے مُراد ہے۔ دُوسرے یہ کہ بدن میں اصلی اجزاء ہیں جو اوّل عمر سے آخر عمر تک باقی رہتے ہیں اور اجزائے فضلیہ ہوتے ہیں جو زیادہ اور کم اور متغیر اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور انسان وُہ ہے جو "میں" مشارٌ الیہ ہے اور وہ سب اجزائے اصلیہ ہیں اور حشر، ثواب اور عذاب کا دارومدار اسی پر ہے اور امامیہ متکلمین میں سے بعض اسی قول کے قائل ہُوئے ہیں اور اس قول پر بعض خبریں دلالت کرتی ہیں نہ اس معنی سے کہ رُوح وُہی ہے بلکہ جو کچھ انسان کے بدن سے زندگی میں اور قبر میں باقی رہتے ہیں اور قیامت میں محشور ہوں گے وُہی اجزاء ہیں چنانچہ اس کے بعد مذکور ہوگا اور جو لوگ کہ جسم نہیں سمجھتے اور جسمانی عرض جانتے ہیں ان کے اقوال ضعیف و کمزور ہیں جو نقل کے قابل نہیں ہیں اور جو لوگ مجرّد جانتے ہیں وہ اکثر فلاسفہ اور حکماء ہیں اور قدیم فلسفیوں میں سے بعض اور غزالی اور راغب اصفہانی اور شیخ مفید علمائے امامیہ میں سے ہیں۔ اگرچہ بعض نے کہا ہے کہ وہ آخر عمر میں اس خیال سے پلٹ گئے تھے اور توبہ کرلی تھی۔

اور شیخ بہاؤالدین اور بعض متاخرین نے کہا ہے کہ بہت سی خبروں (حدیثوں) سے یہ مطلب ظاہر ہوتا ہے لیکن اس فقیر (مراد خود مُلائے مجلسیؒ) نے اس بارے میں کوئی صریح حدیث نہیں دیکھا ہے۔ اگر کوئی حدیث نادر یا کوئی شعر یا ابہام یہ معنی رکھتا ہو تو محض اُن پر اس قول کا یقین نہیں کیا جاسکتا اور جو دلیلیں تجرد کی نفی پر بیان کی ہیں اگرچہ تمام (مکمل) نہیں ہیں لیکن بہت سی خبریں (حدیثیں) جو حق تعالیٰ کی تنزیہہ کے بارے میں وارد ہُوئی ہیں بظاہر اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تجرد خدا کے مخصوص صفات میں سے ہے اور اکثر حدیثیں، قبض رُوح اور میت کے ساتھ روح کا ہونا اور اپنے گھر والوں کے پاس آنا اور وادیٔ السّلام میں منتقل ہونا اور اسی طرح کی جسم پر دلالت کرتی ہیں سوائے اس کے کہ اُس کی تاویل مثالی بدن سے کرتے ہیں اسی طرح جسم سے پہلے ارواح کے خلق ہونے کی حدیثیں اور اُن کا عرش کے گرد ہونا اور اسی طرح کی جسمیت پر دلالت کرتی ہیں بجز اس کے کہ تاویلات بعیدہ کے ساتھ تاویل کریں جو

بغیر ضرورت اربابِ دیانت کے طریقہ سے دُور ہے لہٰذا نفی و اثبات دونوں مشکل ہے۔ اور بعض نے حدیث من عرف نفسہٗ فقد عرف ربّہٗ کو اس معنی میں سمجھا ہے کہ جس طرح خدا کو نہیں پہچان سکتے۔ نفس کو بھی نہیں پہچان سکتے اور جناب رسُولِ خدا ص نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ اُس بارے میں جس میں خدا خاموش رہا ہے۔ اور حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اُس چیز کے جاننے کے لیے گفتگو مت کرو جس کے جاننے کی تکلیف تم کو نہیں دی گئی ہے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوگا کہ تم حق کے خلاف قائل ہوگے اور خدا کے نزدیک زیادہ تر معذور نہ ہوگے۔ چنانچہ کہا ہے کہ جسم سے مفارقت کے بعد رُوح کی بقاء اور معاد روحانی قول تجرّد پر موقوف ہے اور یہ بے وجہ ہے۔ ممکن ہے اُس وجہ سے ہو جس کو صاحب صحائف الٰہیہ اور محققین کی دُوسری جماعت نے کہا ہے کہ نفس سے مراد عالم سماوات بہشت سے اور انسانوں کے جمع ہونے کی وجہ سے تعلق رکھنے والا نورانی جسم ہے اور اس جسم میں چراغ کے مانند ہے جس کی روشنی اپنے تمام بدن کے ساتھ ایک کھڑکی یا کمرے میں پہنچتی ہے اور اُس کی موت اُس بدن سے باہر آنا اور اُس سے جُدا ہونا ہے اور اُس کا جسم فرشتوں کے جسم اور تمام اجسام سماویہ کے مانند ہے۔ نہایت لطیف و شفاف قدرت الٰہی سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ شیخ ابوطالب طبرسی نے روایت کی ہے کہ ایک زندیق نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے چند سوالات کئے اور ان کے جوابات سُن کر مسلمان ہوا۔ اُن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ مجھے چراغ سے آگاہ کیجیے جبکہ وہ خاموش ہوجاتا ہے تو اُس کی روشنی کیا ہوتی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ چلی جاتی ہے پھر واپس نہیں آتی۔ اُس نے کہا پھر کیا ہوجاتی ہے کہ آدمی بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد رُوح جُدا ہوجاتی ہے۔ اور واپس نہیں آتی۔ حضرتؑ نے فرمایا تو نے قیاس دُرست نہیں کیا کیونکہ بدنوں میں آگ پوشیدہ ہے اور اجسام ظاہر بظاہر قائم ہیں جیسے پتھر اور لوہا۔ جب ایک کو دُوسرے پر مارتے ہیں تو اُن میں سے آگ چمکتی ہے اور لوگ اُن سے آگ حاصل کرتے ہیں۔ اور چراغ جلاتے ہیں۔ لہٰذا آگ اُن جسموں میں ثابت ہے اور روشنی معدوم ہوجاتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ اور رُوح ایک رقیق جسم ہے جس کو کثیف قالب چڑھا دیا گیا ہے۔ چراغ کے مانند نہیں جو تم نے بیان کیا۔ بیشک وُہ خدا جس نے جنین کو رحم میں آب صافی سے خلق کیا ہے اور اُس میں مختلف قسم کی رگیں اعصاب، دانت، بال اور ہڈیاں وغیرہ مرکب کی ہیں اور موت کے بعد زندہ کرے گا۔ اور اُس کی فنا کے بعد واپس وجود میں لائے گا۔ اُس نے کہا کہ پھر رُوح کہاں ہے فرمایا کہ زمین میں جس جگہ بدن ہے۔ یہاں تک کہ مبعوث ہو۔ اُس نے کہا جس کو دار پر کھینچ کر مار ڈالتے ہیں اُس کی رُوح کہاں ہے۔ فرمایا کہ اُس فرشتہ کے ہاتھ میں ہے جس نے قبض

کیا ہے یہاں تک کہ اس کو زمین میں سپرد کریں۔ اُس نے کہا کیا رُوح اُس کے بعد جبکہ قالب سے نکل جاتی ہے پراگندہ ہو جاتی ہے یا باقی رہتی ہے فرمایا کہ باقی رہتی ہے جس وقت صور پھونکیں گے اُس وقت تمام اشیاء محو اور فنا ہو جائیں گی۔ نہ جسم رہے گا نہ کوئی محسوس۔ پھر اشیاء کو ان کا مدبّر واپس لائے گا جس طرح پہلی مرتبہ خلق کیا تھا اور اس کی مدّت چار سو سال ہے جس میں خلق معدوم رہے گی اور وہ پہلی بار صور پھونکنے اور دُوسری بار پھونکنے کے درمیان کی مدّت ہے۔

اکثر فرشتوں کے مجسّم ہونے بلکہ تمام فرشتوں کے مُجسّم ہونے کا اعتقاد دینِ اسلام کے ضروریات میں سے ہے اور آیتیں کثرت سے اور متواتر حدیثیں اُن کے مجسّم ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا ممکن ہے رُوح بھی اسی قسم سے ہو۔ اور اگر آسمان میں ہو جیسا کہ بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ رُوحِ حیوانی سے تعلق اختیار کرے جو بدن میں جاری و ساری ہے اور قلب سے مبعوث شدہ اور رُوحِ حیوان کا خارج ہونے کے بعد بدن سے تعلق برطرف ہو جاتا ہے اور پھر واپس ہو کر خدا کے حکم سے بدن سے تعلق پیدا کرتی ہے اور چونکہ بہت سی حدیثیں جسدِ مثالی پر دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا ممکن ہے کہ جب رُوح اعمال میں کسی آلہ کی محتاج ہے اس بدن سے مفارقت کے بعد اس جسم سے تعلق کرتی ہے اور عالمِ برزخ کے ثواب اور عذاب اور اُس میں اُس کی آمد و رفت ہوتی ہے۔ بلکہ بعض کا اعتقاد یہ ہے کہ جسد مثالی زندگی میں بھی ہے اور وُہ اُس بدن کے اندازہ کے مُطابق اُس کے درمیان یا اُس سے خارج ہے اور چونکہ کمزور نفوس پورے تصرف کی قدرت دونوں میں نہیں رکھتے اور زندگی میں خواب اور بیداری میں اُس سے اُس کا تعلق زیادہ ہوتا ہے اور حالتِ خواب میں اُس کا تعلق بدن مثالی سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اور اُس بدن کے ساتھ سماوات تک عروج کرتی ہے اور ارواحِ سماوات سے مطلع ہوتی ہے اور دُنیا کے مشرق و مغرب میں سیر کرتی ہے اور نفوسِ مقدّسہ ملائکہ علویہ کے ساتھ محشور ہوں گے اور ان کے الہامات اُس کو پہنچتے ہیں۔ اگر وُہ نفوس بداعمال میں سے ہیں تو شیاطین کے ساتھ محشور ہوں گے وان الشیاطین لیوحون الی اولیاء ھم کی مقتضا سے شیاطین کی وحی ان کو پہنچتی ہے اور موت کے بعد مثالی بدن سے زیادہ تعلق ہوتا ہے اور اکثر اُس کا ثواب اور عذاب اُس سے متعلق ہوتا ہے بلکہ احتمال یہ ہے کہ قوی نفوس مثالی جسموں میں انبیاء و اوصیاء کے نفوس کے مانند بہت تصرف کرتے ہیں۔ اگر کئی ہزار اشخاص ایک وقت میں مریں تو سب کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں۔ اِس صُورت سے اخبار وں (حدیثوں) کے درمیان جمع ہو سکتا ہے اور رُوح کے تجرد کے قول کی بناء پر جسدِ مثالی کے ساتھ قول ضروری ہے اور اس کے بغیر آیات و اخبار کا سمجھنا اور اُن کے مابین جمع کرنا بے انتہا مشکل ہے اور جو ایک جماعت نے توہم کیا

ہے کہ اس کے ساتھ تناسخ کا قول لازم آتا ہے تو یہ بے وجہ ہے۔ کیونکہ تناسخ کے معتقد اس اعتبار سے کافر ہیں کہ حشر و ثواب و عذاب سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روح ان عنصری جسموں میں پھرتی ہے اور زید کے بدن سے عمر کے بدن میں منتقل ہوتی ہے یا کسی حیوان کے بدن میں اسی دنیا میں منتقل ہوتی ہے اور دوسری دنیا نہیں ہے۔ ان کا ثواب اور عذاب یہی ہے اور وہ لوگ روح کو قدیم جانتے ہیں صانع عالم کے قائل نہیں ہیں پیغمبروں پر ایمان نہیں رکھتے اور تکالیف کو ساقط سمجھتے ہیں۔ ان عقائدِ باطلہ کے سبب سے کافر ہیں محض تناسخ کے عقائد کے سبب سے نہیں۔

بسند معتبر حبہ عرنی سے منقول ہے کہ میں ایک رات جناب امیرؑ کی خدمت میں صحرائے نجف میں گیا جس کو وادی السلام کہتے ہیں۔ حضرت اس جگہ کھڑے ہوئے گویا کہ ایک جماعت سے صحبت رکھتے ہیں۔ میں بھی اتنی دیر تک کھڑا رہا کہ تھک گیا۔ پھر بیٹھ گیا اور اتنی دیر بیٹھا رہا کہ گھبرا گیا۔ پھر اُٹھ کھڑا ہوا۔ مکرر ایسا ہی کیا۔ پھر میں نے اپنی ردا سمیٹی اور کہا یا امیرالمومنینؑ مجھے ڈر ہے کہ اس قدر زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے آپ کو تکلیف نہ ہو جائے آرام کیجئے فرمایا کہ مومنین کے ساتھ میری محبت ہے اور ان سے اُنس حاصل کرتا ہوں۔ میں نے کہا یا امیرالمومنینؑ یہ لوگ مرنے کے بعد ایسے ہیں کہ ان سے ملاقات اور گفتگو کی جا سکتی ہے۔ فرمایا ہاں تمہارے لیے ظاہر ہوں گے تم ان کو دیکھو گے کہ حلقہ در حلقہ بیٹھے ہیں اور ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ اُن کے بدن اس جگہ موجود ہیں یا اُن کی روحیں۔ فرمایا کہ ان کی روحیں اور کوئی مومن نہیں ہے جو زمین کے کسی خطہ پر مرتا ہے مگر یہ کہ اس کی روح سے کہتے ہیں کہ وادی السلام میں چلے جاؤ۔ اور یہ وادی جنتِ عدن کا ایک ٹکڑا ہے۔

اور بسند معتبر ابو ولاد سے منقول ہے کہ میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ لوگ ایسی روایت کرتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں سبز طائروں کے پپوٹے (جو پرندہ کے حلق اور معدہ کے درمیان میں ہوتی ہے) میں ہوتی ہیں جو عرش کے گرد ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ نہیں کیونکہ مومن خدا کے نزدیک اُس سے زیادہ عزیز اور صاحب عزت ہے کہ اُس کی روح کو طائروں کے پپوٹے میں قرار دے۔ لیکن ان کی روحیں انہی بدنوں کے مثل بدنوں میں ہوتی ہیں جو وہ رکھتے ہیں۔ نیز ابو بصیر نے اُنہی حضرت سے روایت کی ہے کہ روحیں جسموں کے مانند ایک درخت پر بیٹھی ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور ایک دوسرے کے حالات دریافت کرتی ہیں۔ نیز اُنہی حضرت سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے مومنوں کی روحوں کے بارے میں دریافت کیا فرمایا کہ اپنے بدنوں کی صورت سے بہشت میں ہوتی ہیں جن کو اگر تم دیکھو اور پہچانتے

ہو تو کہہ دو گے کہ فلاں شخص ہے کہ جس کو دُنیا میں مَیں نے دیکھا ہے اور بعض خبروں میں وارد ہوا ہے کہ موت کے بعد رُوح اُس قالب میں جیسا دنیا میں تھا یا ایسے بدن کے مانند جیسا دنیا میں تھا رہتی ہے۔ یہ رُوح کے حالات تھے جو بیان ہوئے۔ بدن کے متعلق واضح ہو کہ جسم کے فرق و اتصال کے بارے میں لوگوں کے مختلف مذاہب ہیں بعض جسم کو ہیولیٰ اور نوعی اور جسمی صُورت سے مُرکب جانتے ہیں۔ یہ اکثر فلاسفہ کا قول ہے اور جب جسم متفرق ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ صورت جسمی اور صورتِ نوعی دونوں مُعدوم ہو جاتی ہیں اور ہیولیٰ باقی رہتا ہے اور محقق طوسی اور خواجہ نصیر الدین اور بعض حکماء ہیولیٰ کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ جسم بغیر صورت کے جسم نہیں ہے اور وہ اتصال اور فصل دونوں حال میں باقی رہتا ہے۔ کیونکہ جسم سے تفرق اور اتصال معدُوم نہیں ہوتا بلکہ اُس کا عرض جو اتصال ہوتا ہے برطرف ہو جاتا ہے اور انفصال اُس پر عارض ہوتا ہے اور اس کے برعکس بھی۔ یہ قول بہت ٹھوس ہے۔ لیکن اعادہ معدُوم کے استحالہ کا شبہ محض مشکل ہے۔ اکثر متکلمینِ خاصہ و عامہ اس شبہ اور اِس کے سوا دُوسرے شبہوں کے دفعیہ کے لیے جزوِ لا یتجزیٰ (نہ ٹکڑے ہونے والے جزو) کے قائل ہو گئے ہیں اور تمام جسموں کو متفق الحقیقۃ جانتے ہیں اور جسم کی کوئی چیز اجزاء کے ٹکڑے ہونے سے ان کے اعتقاد میں معدُوم نہیں ہوتی اور جبکہ یہ واضح ہو گیا کہ حشر جسمانی سے انکار کرنے والوں کے شبہات اکثر محض استبعاد ہیں اور اُن کا جواب بھی معلوم ہو گیا اور اُن کا زبردست شبہ جن کو حکماء نے اختیار کیا ہے اعادۂ معدوم کا انکار ہے اور قولِ اوّل کی بناء پر جسم کی حقیقت میں قوی تر اشکال ہے کیونکہ ان کے مذہب کی اِس بناء پر صُورتِ جسمی اور صورتِ نوعی یقیناً چاہیئے کہ معدُوم ہو جائے۔ اور اعادہ بالکل اُسی طرح جیسے کہ تمام اجزاء عود کرتے ہیں بغیر اعادہ کے معدُوم نہیں ہوتے اور دُوسرے اور تیسرے قول والوں نے گمان کیا ہے کہ ان دونوں قول کے اختیار کرنے کے ساتھ ان اشکال کو شکست کیا ہے اور عود کے قابل ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کسی شخص کے جسم کو جلاتے ہیں اور اُسی کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیتے ہیں۔ زید کا تشخص باقی نہیں رہتا۔ ہر چند صورت اور اجزاء عود شخصی ہیں، باقی رہیں۔ اُسی طرح اُس کا تشخص معدُوم ہونے کے بعد عود پر مجبور رہے لیکن بعض متکلمین کے قول کی بناء پر جو کہتے ہیں کہ ہر شخص کا تشخص اپنے اجزائے اصلی پر قائم رہتا ہے جو منی سے پیدا ہوا ہے اور وہ اجزاء شخص کی زندگی میں اور اُس کی موت اور اُس کے اجزاء کے متفرق ہونے کے بعد باقی ہوتے ہیں۔ الغرض تشخص معدوم نہیں ہوتا۔ اس بناء پر اگر غیر مشخصہ بعض عوارض کے سبب سے معدُوم ہو جاتا ہے اور اس کے سوا دُوسرے اجزاء اُس کی جگہ واپس آ جاتے ہیں تو کچھ خرابی نہیں ہے۔ اس میں کہ بعینہ وہ شخص زندہ اور باقی

ہوتا۔ چنانچہ عامہ نے رسُولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ تمام چیز آدمؑ کی اولاد پہنتی ہے اور وہ سب کہنہ ہو جاتی ہے سوائے اُس کے صلب کی آخری ہڈیوں کے جو مقعد سے متصل ہوتی ہے۔ اور کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا میت کا بدن بوسیدہ ہوجاتا ہے؟ فرمایا ہاں۔ نہ گوشت باقی رہتا ہے نہ ہڈیاں سوائے اُس طینت کے جو اُس کی مخلوق شدہ ہے کہ وہ بوسیدہ نہیں ہوتی اور قبر میں ہمیشہ باقی رہتی ہے تاکہ اس سے مخلوق ہو جس طرح پہلی مرتبہ مخلوق ہوئی ہے۔ ان مقدمات کی تمہید کے بعد واضح ہو کہ معدوم کے اعادہ کا قول نہ ماننے کی صورت میں جیسا کہ تم نے جانا کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی ہے اور بداہت کا دعوے ممنوع ہے۔ معاد جسمانی کے ثابت کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے خاص طور سے جمیع اشیاء کے معدوم ہونے کے قول کی بنا پر ان کے نہ معدوم ہونے کے قول کو ماننے سے چارہ نہیں ہے جیسا کہ مذکور ہوگا انشاء اللہ اور کوئی امتناع کا قائل ہو تب بھی جسمانی حشر کا قول اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ بدنوں کے اعادہ کے ساتھ جو شرع میں وارد ہوا ہے یہی کافی ہے کہ اُس مادہ سے اسی طرح یا اُس اجزاء سے اسی طرح مخلوق ہو خصوصاً جس وقت کہ شبیہ ہو اُس شخص سے عوارض کے صفات میں اِس حیثیت سے کہ اگر تم اس کو دیکھو تو کہو یہ فلاں شخص ہے کیونکہ لذتوں اور مصائب کی ادراک کرنے والی رُوح ہے۔ اگرچہ آلات کے توسط سے ہو۔ اِسی لیے کہتے ہیں کہ آدمی کا جس وقت سے رُوح اُس میں پھُونکی جاتی ہے پیری کے زمانہ تک وہی شخص ہے ہر چند اُس کی صُورت وہیئت اُس کے اجزاء تحلیل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر اُن کا بدل ہوتا رہے۔ بلکہ اگر اُس کے بہت سے اعضا قطع کردیں تب بھی شرعاً و عرفاً کہتے ہیں کہ وہی شخص ہے اور اگر کوئی حد یا قصاص اُس سے جوانی میں صادر ہوتا ہے تو پیری میں اُس سے لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی غلام جوانی میں کوئی خطا کئے ہوتا ہے اور آقا اُس کی پیری میں اُس پر قابو پاتا ہے اور اُس کو سزا دیتا ہے تو کوئی نہیں کہتا کہ اُس پر ظلم کیا ہے اور یہ سب اس اعتبار سے ہے کہ کام کا تعلق رُوح سے ہے اور یہ کہ وہ شخص عرف میں وہی شخص ہے۔ عقل اُس کی سزا تجویز کرتی ہے اور ظلم نہیں شمار کرتی اسی طرح موت کے بعد سزا و عذاب ہے۔ کیونکہ رُوح شہرت کی بنا پر بعینہ باقی ہے اور نصوص دلالت نہیں کرتے۔ مگر اس پر کہ وہ شخص واپس آئے گا اس طرح کہ عرف کی حیثیت سے اُس پر حکم کریں کہ یہ وہی شخص ہے اسی طرح جیسا کہ ایک پانی پر حکم کرتے ہیں اور دو برتنوں میں رکھتے ہیں کہ یہ وہی پانی ہے شرع و عرف کے مطابق۔ جو ایک برتن میں تھا۔ ہر چند ہیولیٰ کے قائل ہوں اور شرعی، عرفی اور لغوی اطلاعات ان جیسی باریکیاں کسی حکم اور فلسفہ پر مبنی نہیں ہیں۔ ورنہ چاہیئے کہ آبِ نجس کی طہارت پر ہیولیٰ کے قول کے مطابق عمل کریں کہ ایک قطرہ اُس میں اُٹھا

کی روح رحمت کے فرشتے قبض کرتے ہیں۔ اور جو شخص گنہگار ہوتا ہے اسکی روح عذاب کے فرشتے قبض کرتے ہیں۔ ملک الموت کے چند مددگار رحمت و عذاب کے فرشتے ہیں جو اُنکے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اُنکا فعل ملک الموت کا فعل ہے جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں، انہی (ملک الموت) سے منسوب ہے۔ لہٰذا سچ ہے کہ خدا قبض کرتا ہے۔ ملک الموت قبض کرتے ہیں اور اُن کے مددگار قبض کرتے ہیں اور دوسری روایت میں فرمایا کہ خداوندِ عالم تدبیر امُور کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ اپنی خلق میں سے جس امر کے لیے جس کو چاہتا ہے موکل کرتا ہے اور ملک الموت کو اپنے مخصوص مخلوق پر موکل فرماتا ہے اور تمام فرشتوں کو جس پر چاہتا ہے موکل کرتا ہے ایسا نہیں ہے کہ صاحب علم تمام لوگوں کے لیے تفسیر کرسکے۔ کیونکہ لوگوں میں کمزور و طاقتور ہوتے ہیں اور بعض علم کے سمجھنے کی لوگ طاقت نہیں رکھتے۔ بعض رکھتے ہیں سوائے اُس کے جس کے لیے خدا اس کا سمجھنا اور تحمل کرنا آسان کردے اور اُس کے سمجھنے میں اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے۔ اور تمہارے واسطے اتنا ہی کافی ہے کہ جانو کہ خداوندِ عالم زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے اور اپنے فرشتوں میں سے اور اُن کے علاوہ جس کے ہاتھ سے چاہتا ہے رُوح قبض کرتا ہے لہ

حضرت امام جعفر صادق ؑ سے اُن تمام آیتوں کے بارے میں منقول ہے کہ ملک الموت کے مددگار فرشتوں میں سے ہیں جیسے کہ کوئی حاکم کوئی ماتحت رکھتا ہے۔ اور جس جگہ جس کام کے واسطے چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ لہٰذا اُن کے مددگار فرشتے روحیں قبض کرتے ہیں اور وہ اُن سے لے لیتے ہیں اور حق تعالیٰ اُن رُوحوں کو اُن رُوحوں کے ساتھ جن کو ملک الموت قبض کرتے ہیں لے لیتا ہے اور معراج کی حدیثوں میں بہت طریقوں سے وارد ہوا ہے کہ جناب رسُولِ خدا ؐ نے آسمانِ اوّل پر ملک الموت کو دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ ایک وقت میں تمام رُوحوں کو کس طرح قبض کرتے ہو۔ جبکہ بعض مشرق میں اور بعض مغرب میں ہوتے ہیں۔ ملک الموت نے کہا میں اُن کو پکارتا ہوں اور وُہ آجاتی ہیں۔ دُوسری روایت کے مُطابق فرمایا کہ تمام دُنیا میرے نزدیک مثل ایک پیالے کے ہے جو تم میں سے کسی کے سامنے ہوتا ہے اور اُس کے جس طرف سے وہ چاہتا ہے اس میں سے ہاتھ بڑھا کر لُقمہ لے لیتا ہے۔ دُنیا میرے نزدیک ایک درہم کے مانند ہے جو تم میں سے کسی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وُہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو گھماتا ہے اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ اجمالی ایمان

لہ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں آگاہ کیا گیا ہے کہ وُہ حضرت مع تمام آئمہ اطہار کے بھی بعض رُوحیں قبض کرتے ہیں یا تمام میں خدا کے حکم سے مداخلت رکھتے ہیں اور تقیہ کی وجہ سے منافقوں اور ضعیف العقل لوگوں سے اُس کی تصریح نہیں کی ہے۔ اسی طرح بعض غیر مشہور خطبوں میں فرمایا ہے کہ میں خدا کے حکم سے زندہ کرنے والا اور مار ڈالنے والا ہوں۔ نیز یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس قسم کے امور میں ایمانِ اجمالی کافی ہے اور اُن کی تفاصیل کی جستجو ضروری نہیں ہے۔ ۱۲ ش

کافی ہے اس کی تفصیلوں کی جستجو ضروری نہیں ہے۔ لیکن ملک الموت سے انکار کرنا اور اُس کی تاویل بدنی قوتوں یا فانوسِ فلکی سے یا عقل فعال سے کرنا جیسا کہ حکماء کرتے ہیں کفر ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ حیوانات کی رُوحیں ملک الموت قبض کرتے ہیں یا دُوسرے فرشتے چونکہ اس بارے میں نص صریح نظر سے نہیں گذری لہٰذا اس میں غور و فکر ضروری نہیں ہے مجمل طور سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ حیوانات کی حیات و موت حق تعالیٰ کی قدرت سے متعلق ہے۔ وہ سب کا زندہ کرنے والا اور مُردہ کرنے والا ہے اور ہوسکتا ہے کہ ملک الموت قبض کرتے ہوں یا دُوسرے فرشتے۔ کیونکہ خُدا کے بہت سے کارکنان ہیں اور آیات اور حدیثوں کے ظاہری معانی سے جانوروں کے حشر و نشر کے متعلق یہ ہے کہ ان کی رُوحیں بھی حشر تک محفوظ رہتی ہیں۔ جیسا کہ اس کے بعد انشاء اللہ معلوم ہوگا۔

دُوسرا مطلب : یہ کہ اقرار کرنا چاہیئے سکرات موت اور اُس کی سختیوں اور اس کی کیفیت کے بارے میں اور ہر شخص کی قبض رُوح کے وقت رسُولِ خدا اور آئمہ ہدیٰ کے تشریف لاتے اور مومنوں کو خوشخبری اور اُن پر موت کو آسان کرنے اور کافروں، منافقوں مخالفوں پر موت کی شدت کی زیادتی اور اذیت اور اُن پر عذاب اور شدائدابدی کے بارے میں جو کچھ صحیح اور معتبر حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور اس میں غور و فکر نہ کرنا چاہیئے کہ اُن حضرات معصومین کا ہر میّت کے نزدیک آنا کس طرح ہے اور میّت کا اُن حضرات کو دیکھنا کس صُورت سے ہے۔ اُن کا موجود ہونا اصلی یا مثالی بدن کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ سابق میں اس سے آگاہ کیا گیا کیونکہ اس میں غور و خوض کرنا شیطان اور اُس کے وسوسوں کے غلبہ سے ہوتا ہے اور اس بارے میں حدیثیں متواتر ہیں۔ اور جناب امیر علیہ السلام کا شعر جس میں حارث ہمدانی سے خطاب فرمایا ہے تواتر کے قریب ہے

یا حارِ ہمدانی من یمت یرنی   من مؤمن او منافق قبلا

یعنی اے حارث ہمدانی جو شخص مرتا ہے مجھ کو دیکھتا ہے وہ خواہ مومن ہو یا منافق ہو اور بہت سی معتبر حدیثوں میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے خدائے تعالیٰ اُس کے لیے دو مددگار بھیجتا ہے ایک منسیہ دوسرا مسخیہ منسیہ اُس کے مال اور اہل و عیال کو اُس کی نظر سے ہٹا دیتا ہے اور مسخیہ اُس کو جان دینے پر دلیر اور راضی کر دیتا ہے اور جب ملک الموت اُس کی رُوح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے خدا کے دوست بے چین نہ ہو۔ اُس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں تجھ پر تیرے باپ سے زیادہ مہربان اور مشفق ہوں اپنی آنکھیں کھول اور دیکھ! اُس وقت اُس کے لیے جناب رسُولِ خدا اور امیرالمومنینؑ اور فاطمہ زہرا اور حسنؑ و حسینؑ کی ذریت میں سے آئمہ اطہار متمثل ہوتے ہیں ملک الموت

اُس سے کہتے ہیں کہ یہ ہیں رسُولِ خُدا اور آئمہ اطہارؑ جو تیرے رفیق ہوں گے۔ یہ سُن کر وہ بندۂ مومن آنکھیں کھولتا اور اُن حضرات کو دیکھتا ہے اور خُدا کی جانب سے مُنادی اُس کو ندا دیتا ہے کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربك راضیۃ مرضیہ فادخلی فی عبادی و ادخلی جنّتی حضرتؑ نے فرمایا یعنی اے وہ نفس جو محمدؐ اور اُن کے اہل بیت پر مطمئن ہو گیا ہے اپنے پروردگار کی طرف واپس چل اس حال میں کہ اپنے آئمہ کی ولایت سے خدا کے ثواب و کرم کی وجہ سے تو راضی اور پسندیدہ ہو۔ لہٰذا میرے بندوں یعنی محمدؐ اور اُن کے اہلبیتؑ کے ساتھ شامل ہو اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔ اُس وقت اُس کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں ہوتی ہے کہ اُس کی رُوح کھنچ کر مُنادی سے مل جائے اور دوسری معتبر حدیثوں میں فرمایا کہ کوئی نفس نہیں مرتا جب تک رسُولِ خداؐ اور امیرالمومنینؑ کو نہیں دیکھ لیتا۔ راوی نے پوچھا کہ جب اُن حضراتؑ کو دیکھ لیتا ہے تو پھر دُنیا میں واپس آتا ہے؟ فرمایا کہ نہیں جب ان حضرات کو دیکھتا ہے تو آخرت کی جانب جاتا ہے۔ وہ دونوں بزرگوار تشریف لاتے ہیں۔ رسُولِ خداؐ اُس کے سر کے نزدیک بیٹھتے ہیں اور امیرالمومنینؑ اُس کے پَیر کے پاس بیٹھتے ہیں حضرت رسُولِ خداؐ سر اس کے کان کے پاس لے جاتے ہیں۔ اور اس سے فرماتے ہیں کہ تجھ کو خوشخبری ہو۔ میں رسُولِ خداؐ ہوں اور تیرے لیے ان تمام چیزوں سے بہتر ہوں جو تو نے دُنیا میں چھوڑا ہے۔ پھر امیرالمومنینؑ اُٹھتے ہیں اور سر اُس کے کان کے پاس لے جا کر فرماتے ہیں کہ اے ولیٔ خُدا خوش ہو میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں جس کو تو دوست رکھتا تھا۔ اُس وقت مجھ سے تجھ کو فائدہ پہنچے گا۔ امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ یہ حال کتابِ خدا میں ہے الذین اٰمنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذٰلك ھو الفوز العظیم یعنی جو لوگ ایمان لائے ہیں اور پرہیزگار رہتے ہیں۔ اُن کے لیے دُنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے اور وہ بڑی کامیابی ہے۔ دوسری معتبر روایت میں فرمایا کہ جب جانکنی میں مُبتلا شخص کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ رسُولِ خدا اور امیرالمومنینؑ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ جنابِ رسُولِ خداؐ اس کی داہنی جانب اور جنابِ امیرؑ بائیں جانب تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت رسُولِ خدا اُس سے فرماتے ہیں کہ جس کی تو اُمید رکھتا تھا وہ تیرے سامنے ہے اور جس سے تو ڈرتا تھا اُس سے امن میں ہو گیا ہے پھر بہشت کا دروازہ اُس کے سامنے کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بہشت میں یہ تیری منزل ہے اگر تو چاہتا ہے تو ہم تجھ کو دُنیا میں واپس بھیج دیں تو وہ کہتا ہے کہ دُنیا سے میری کوئی حاجت نہیں ہے اُس وقت اُس کا رنگ سفید ہو جاتا ہے اور اُس کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے۔ اس کے ہونٹ کھنچ جاتے ہیں اُس کی ناک لمبی ہو جاتی ہے اور اُس کی آنکھ سے پانی رواں ہو جاتا ہے

مومن کی رُوح کا مَرنے کے بعد غسل وکفن اور قبر تک بدن کے ساتھ ہونا

اور جب جان اُس کے بدن سے نکل جاتی ہے پھر دُنیا کو اُس کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ آخرت کو اختیار کرتا ہے۔ رُوح اُس کے ساتھ رہتی ہے اور اُن کے ساتھ غسل دیتی ہے۔ جو اُس کو غسل دیتے ہیں اور اپنے بدن کو پھیرتی ہے اُن کے ساتھ جو بدن کو پھیرتے ہیں، اور جب اُس کو کفن پہنا کر تابوت میں رکھتے ہیں اور جنازہ اُٹھاتے ہیں تو رُوح اُس جماعت کے آگے چلتی ہے اور مومنوں کی رُوحیں اُس کے استقبال کے لیے آتی ہیں اور اُس کو سلام کرتی اور اُن چیزوں کی خوشخبری دیتی ہیں جو خدا نے بہشت نعیم کی اُس کے لیے مُہیا کی ہیں۔ جب اُس کو قبر میں رکھتے ہیں تو اُس کی رُوح سر سے کمر تک اُس کے بدن میں واپس کی جاتی ہے اور اُس سے اُن باتوں کا جن کا وہ اعتقاد حق رکھتا ہے سوال کرتے ہیں جب وہ جواب دے دیتا ہے تو بہشت کا دروازہ اُس کے سامنے کھول دیتے ہیں۔ تو بہشت کا نور اور اس کی خنکی اور خوشبو اُس کے لیے اُس کی قبر میں داخل ہوتی ہے۔ نیز بسند معتبر انہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے شیعوں سے خطاب فرمایا اور کہا کہ خدا کی قسم تمہارے اعمال خدا قبول کرتا ہے اور تم کو بخش دیتا ہے۔

جنابِ رسولِ خداؐ و امیرالمومنینؑ کا ملک الموت سے مومن کی رُوح آسانی سے قبض کرنے کی سفارش فرمانا

جس وقت مومن کی جان اُس کے حلق تک پہنچتی ہے شاد و خرم ہوتا ہے اور وہ سب دیکھتا ہے جو اُس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے اور جب اُس کی جانکنی کا عالم ہوتا ہے تو جنابِ رسولِ خداؐ اور امیرالمومنین علیہم السلام اور جبرئیلؑ و ملک الموتؑ اُس کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ جنابِ امیرؑ اُس کے قریب آتے ہیں اور کہتے ہیں یا رسول اللہؐ یہ شخص ہم اہلبیتؑ کو دوست رکھتا ہے تو آنحضرتؐ جبرئیلؑ سے فرماتے ہیں کہ یہ خدا و رسولؐ اور اُن کے اہلبیتؑ کو دوست رکھتا تھا۔ لہٰذا اُس کو دوست رکھو۔ جبرائیلؑ ملک الموت سے کہتے ہیں کہ یہ خدا و رسولؐ اور اُن کے اہلبیتؑ کو دوست رکھتا تھا۔ لہٰذا تم بھی دوست رکھو اور اس کے ساتھ لطف و مہربانی کرو۔ اس وقت ملک الموت اُس کے نزدیک آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بندۂ خدا کیا تم نے اپنی دُنیاوی زندگی میں اُس چیز کو حاصل کیا جس کے سبب سے خدا کے عذاب سے آزاد اور دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو گئے اور خدا کی عصمت کبریٰ کو پکڑ لیا؟ وہ مومن کہتا ہے کہ ہاں! ملک الموت پوچھتے ہیں کہ وہ کیا ہے؟ مومن کہتا ہے کہ وہ علیؑ بن ابی طالب کی ولایت ہے۔ یہ سُن کر ملک الموت کہتے ہیں کہ تم نے سچ کہا تم جن چیزوں سے ڈرتے تھے۔ خدا نے اُس سے تم کو امان دے دی اور جن چیزوں کی اُمید رکھتے تھے وہ تم کو مل گئیں۔ لہٰذا تم کو سلفِ صالح حضرت رسولِ خداؐ اور ان کی ذریت علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام اور ائمہ طاہرینؑ کی رفاقت کی خوشخبری ہو۔ پھر اُس مومن کی جان نہایت نرمی اور آسانی سے قبض کرتے ہیں۔ پھر اس کے لیے کفن و حنوط بہشت سے لاتے ہیں۔ حنوط (کافور) مُشک سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے اور بہشت کا ایک

زرد حلہ اس کو پہناتے ہیں اور جب لوگ اُس کو قبر میں پہنچاتے ہیں تو بہشت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اس کے لیے کھول دیتے ہیں جس سے بہشت کی خوشبو اور پھول اُس کی قبر میں داخل ہوتے ہیں اور اُس کے داہنے بائیں اور آگے پیچھے سے ایک مہینہ کی راہ کی مسافت تک قبر کو کشادہ کر دیتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ سو رہو جس طرح داماد اپنے حجلہ میں سوتا ہے۔ پھر اُس سے کہتے ہیں کہ تم کو اس پروردگار کی جنتِ نعیم اور پھولوں اور خوشبوؤں کی خوشخبری ہو جو تم پر غضبناک نہیں ہے۔ پھر وہ مومن بہشت کے باغوں میں آلِ محمدؐ علیہم السّلام کی زیارت کرتا ہے اور اُن کے ساتھ وہ طعام کھاتا ہے جو وہ حضراتؑ کھاتے ہیں ______ اور اُن کی مجلسوں میں اُن سے گفتگو کرتا ہے۔ یہاں تک کہ قائم آلِ محمدؐ علیہ السّلام ظہور فرمائیں۔ جب آنحضرتؑ ظاہر ہوں گے تو خدائے تعالیٰ اُس کو مبعوث فرمائے گا۔ وہ تلبیہ (لبیک لبیک) کہتا ہوا اُن کے ساتھ ہوگا۔

اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اُس کے پاس بھی رسُولِ خداؐ امیرالمومنینؑ، جبرائیلؑ اور ملک الموت آتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ اُس کے نزدیک پہنچ کر جناب رسُولِ خداؐ سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسُول اللہؐ یہ ہم اہلبیتؑ کا دشمن تھا۔ پھر رسولؐ اللہ جبرئیلؑ سے کہتے ہیں کہ یہ شخص خدا کا اور اُس کے رسُولؐ کا اور رسولؐ کے اہلبیتؑ کا دشمن تھا اور جبرئیلؑ ملک الموت سے کہتے ہیں کہ یہ دشمنِ خدا و دشمنِ اہلبیتؑ تھا لہٰذا تم بھی اُس کو دشمن رکھو اور اُس کی جان سختی اور دشواری سے قبض کرو، تو ملک الموت اُس کے نزدیک آتے ہیں اور کہتے ہیں اے بندۂ خدا آیا دُنیا کی زندگی میں تُو نے کچھ حاصل کیا جس سے عذابِ خُدا سے اپنے تئیں بچائے اور آتشِ جہنّم سے محفوظ رہے اور عصمتِ کبریٰ سے متمسک ہُوا ہے۔ وہ کہتا ہے نہیں۔ تو ملک الموت کہتے ہیں کہ اے دشمنِ خدا تجھ کو خدا کے غضب اور اُس کے عذاب اور جہنّم کی آگ کی خوشخبری ہو جس سے تو ڈرتا تھا۔ اب اُس تک تو پہنچا ہے۔ پھر اُس کی جان سختی اور دشواری کے ساتھ اُس کے جسم سے کھینچتے ہیں اور اُس کی رُوح پر تین ہزار شیاطین کو موکل کرتے ہیں جو سب کے سب اس کے مُنہ پر تھوکتے ہیں اور اُس کی رُوح سے متاذّی ہوتے ہیں۔ جب اُس کو قبر میں داخل کرتے ہیں جہنّم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے اُس کی قبر میں اُس کے شعلے اور بدبوئیں داخل ہوتی ہیں۔ اِس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ چاہیئے کہ مجمل طور سے ان سب کا اقرار کریں اور اس کی تفصیل و تلاش پر متوجّہ نہ ہوں۔

چوتھی فصل

عالمِ برزخ کے حالات۔

چاہیئے کہ عالمِ برزخ اور اُس میں ثواب و عذاب اور جسم سے رُوح کے نکلنے کے بعد اُس کے باقی رہنے کی تصدیق کریں۔ جیسا کہ اس سے پہلے ذکر کیا گیا اور قبر میں منکر و نکیر کے سوال کے بارے میں جاننا چاہیئے کہ برزخ موت کے بعد قیامت تک کی درمیانی مدت کو کہتے

ہیں جب میّت کو قبر میں دفن کرتے ہیں تو دو فرشتے سوال کرنے کے لیے آتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اُس کی رُوح کو سر سے کمر تک اُس کے بدن میں واپس کرتا ہے اُس کو بٹھایا جاتا ہے اور فرشتے اُس سے سوال کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں میں سے جن سے سوال کرتے ہیں بعض سوال کے بعد راحت و نعمت میں ہوتے ہیں اور بعض عذاب و تکلیف میں اور سوال اور قبر میں فشار اسی بدن کے ساتھ ہوتا ہے اور برزخ کے تمام امور رُوح سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان مطالب کی تفصیل چند فائدوں کے ضمن میں بیان کی جاتی ہے۔

پہلا فائدہ : برزخ میں بقائے رُوح کا بیان۔

جاننا چاہیئے کہ بدن سے مفارقت کے بعد رُوح کے باقی رہنے میں کوئی شک نہیں ہے اور متواتر آیتوں اور حدیثوں میں مذکور ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ " جو لوگ راہِ خدا میں قتل ہوئے ہیں اُن کو مُردہ مت گمان کرو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے روزی پاتے ہیں۔ اور جو کچھ خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے اُس سے خوش ہیں اور مومنوں کے لیے جو ابھی اُن سے ملے نہیں ہیں اور اُن کے پیچھے ہیں خوش ہوتے ہیں اس پر کہ اُن کو کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ وہ محزون و مغموم ہوں گے۔

اور کفار اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب اُن میں سے کسی کو موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ خداوندا مجھ کو دُنیا میں واپس بھیج دے تاکہ نیک عمل کروں۔ اُس میں جو کچھ میں مال دُنیا سے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ تو جواب دیا جائے گا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ ایسی باتیں ہیں جو وہ کہتا ہے اور اُس سے کچھ فائدہ نہیں اور اس کے پیچھے قیامت کے دن تک برزخ ہے جبکہ لوگ مبعوث ہوں گے۔

عامہ و خاصہ کی بہت سی حدیثوں میں مذکور ہے کہ رُوح بدن سے علیحدہ ہونے کے بعد ایک لطیف دنیا کے بدن کے مانند بدن میں نیا تعلق حاصل کرتی ہے جو پاکیزگی میں فرشتوں اور جنّوں کے جسم کے مثل ہوتا ہے۔ وُہ بدن حرکت کرتا ہے پرواز کرتا ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ اور شیخ مفید نے بسند معتبر یوسف بن ظبیان سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا حضرتؑ نے فرمایا کہ لوگ مومنوں کی موت کے بعد اُن کی رُوحوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ کہتے ہیں کہ سبز طائروں کے پوٹے میں رہتی ہیں۔ فرمایا سبحان اللہ۔ مومنین خدا کے نزدیک اس سے زیادہ عزّت والے ہیں جب مومن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو اُس کے پاس جناب رسولِ خداؐ اور علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السّلام آتے ہیں اور اُن کے ساتھ خدا کے مقرب فرشتے ہوتے ہیں۔ اُس وقت اگر خدا نے اُس کی زبان

کو توحیدِ الٰہی، نبوّتِ رسالتؐ اور اہل بیتؑ کی ولایت کی شہادت کے لیے گویا کیا تو وہ رسولِ خداؐ اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور اُن کے ساتھ مقرب فرشتوں کے لیے گواہی دیتا ہے اور اگر اُس کی زبان بند ہُوئی تو خداوندِ عالم چونکہ اُس کے دل کے اُن عقائد کو جانتا ہے۔ اس لیے اپنے پیغمبر کو مخصوص فرماتا ہے کہ آنحضرتؐ اس کی طرف سے شہادت دیں کہ یہ رسولِ خداؐ ہیں۔ یہ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ ہیں اور ان کے ساتھ مقرب فرشتے ہیں۔ چونکہ خداوندِ عالم اُس کی رُوح سے آگاہ ہوتا ہے۔ اُس کو اسی صُورت کے مثل صورت میں جیسی دُنیا میں رکھتا تھا بہشت میں لے جاتا ہے وُہ مومن بہشت کا طعام کھاتا ہے وہاں کا پانی پیتا ہے اور وہ تازہ مرا ہوا انسان جب اُن لوگوں کے پاس پہنچتا ہے جو بہشت میں پہلے موجود ہوتے ہیں تو وہ اُسی شکل و صورت سے اُن کو پہچانتا ہے جو وُہ دنیا میں رکھتے تھے۔ ابنِ بابویہ نے جنابِ رسُولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ کا شبِ معراج ایک بُوڑھے مرد کی طرف گذر ہوا جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا اور اُس کے گرد بہت سے بچے جمع تھے۔ حضرتؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ مردِ پیر کون ہے؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ آپ کے پدر حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہیں۔ پوچھا یہ لڑکے جو ان کے گرد جمع ہیں کون ہیں عرض کی کہ یہ مومنین کے بچے ہیں۔ حضرت ان کو غذا دیتے ہیں اور علی بن ابراہیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ ہمارے شیعوں اور مومنوں کے اطفال کی جنابِ فاطمہؑ تربیت فرماتی ہیں[1]

صحائف الابرار میں فضل بن شاذان سے روایت کی ہے کہ جنابِ امیرؑ صحرائے نجف میں

---

[1] مؤلّف فرماتے ہیں کہ یہ تینوں حدیثیں رُوح کے مجسّم ہونے اور مثالی جسم دونوں کا احتمال رکھتی ہیں اور بہت سی حدیثیں جو انبیاء و اوصیاء کے ان کی وفات کے بعد ان کے ظاہر ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جیسے جنابِ امیرؑ کا ابوبکر کو مسجدِ قبا میں رسُولِ خداؐ کو دکھانے اور امام حسنؑ کا اپنے اصحاب کو جنابِ امیرؑ کو دکھانے اور جنابِ امیرؑ کے حضرت یوشع علیہ السّلام کو دیکھنے اور اُن سے گفتگو کرنے اور حضرت صادقؑ کا حضرت امام محمد باقرؑ سے مُلاقات کرنے اور اسی قسم کی حدیثوں کے مانند ہیں جو کتاب بصائر الدرجات وغیرہ میں متعدد طریقوں سے انہی دونوں احتمال کے ساتھ وارد ہُوئی ہیں یعنی جسدِ اصلی بھی رکھتی ہیں جیسا کہ شیخ مفید اور متکلمین کا ایک گروہ اور محدثینِ امامیہ قائل ہیں کہ تین روز کے بعد یا اُس سے زیادہ دنوں میں انبیاء و اوصیاء علیہم السّلام کی رُوحیں اصلی جسموں میں واپس آجاتی ہیں اور اُن کو آسمان پر لے جاتے ہیں اور حضرت سرورِ عالمؐ کا شبِ معراج انبیاءؑ کو دیکھنا اس پر محمول کیا ہے اور بنی امیہ کا مینڈکوں کی صُورت میں مسخ ہونا تینوں احتمال رکھتا ہے اور ان میں سے بعض کا اصلی بدن میں ہونا زیادہ واضح ہے۔ ۱۲

سنگریزوں پر لیٹے۔ قنبر نے کہا میں اپنے کپڑے آپ کے نیچے بچھا دوں حضرتؑ نے فرمایا نہیں۔
نہیں ہے مگر کسی مومن کی تربت یا مجلس میں کسی مومن سے مزاحمت کرنا اور اس کے ساتھ بیٹھنا۔
اصبغ بن نباتہ نے کہا مومن کی تربت تو میں سمجھا کہ تھی اور ہوگی۔ لیکن مجلس میں اس کی مزاحمت کرنے
کے کیا معنی ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے پسر نباتہ اس صحرا میں ہر مومن و مومنہ کی روح قالبوں میں
نور کے منبروں پر ہیں۔ اور حسن بن سلیمان نے بھی کتاب مختصر قائم میں فضل بن شاذان سے اس
حدیث کی روایت کی ہے اور آخر میں اس قدر اور زیادہ کیا ہے کہ اے پسر نباتہ اگر پردہ اٹھا دیا
جائے تو یقیناً تم ہر مومن کی روح دیکھو گے کہ حلقوں میں بیٹھی ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات
کے لیے جاتی ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی ہیں۔ اور ہر مومن کی روح اس وادی
میں ہے اور ہر کافر کی روح برہوت یمن میں ہے۔ نیز کتاب شفا۔ جلا۔ میں روایت کی ہے کہ
حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ غسل دیتے وقت روحِ مومن سے پوچھتے
ہیں کہ کیا تو چاہتی ہے کہ تیرے بدن میں تجھ کو واپس بھیج دیں جس میں کہ تو تھی۔ تو وہ کہتی ہے کہ غم
اور نقصان و بلا کو کیا کروں گی۔ حضرت امام علی النقیؑ سے روایت کی ہے کہ ابتدا میں بنی آدم
خواب نہیں دیکھتے تھے۔ بعد میں خواب دیکھنا شروع ہوا۔ راوی نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہوا۔
حضرت نے فرمایا کہ خدائے عزّ ذکرہ نے ایک رسول اس کے اہل زمانہ کے پاس بھیجا جس نے لوگوں
کو خدا کی عبادت اور اس کی اطاعت کی جانب دعوت دی۔ لوگوں نے کہا اگر ہم ایسا کریں تو ہمارے
لیے کیا ہوگا۔ تمھارے پاس ہم سے زیادہ مال نہیں اور نہ تمھارے کنبے والے ہم سے زیادہ ہیں
پیغمبر نے کہا اگر تم لوگ میری اطاعت کرو گے تو خدا تم کو بہشت میں داخل کرے گا۔ اور اگر میری
نافرمانی کرو گے تو جہنم میں ڈال دے گا۔ ان لوگوں نے کہا بہشت و دوزخ کیا ہے۔ پیغمبر نے
ان سے ان کی تعریف کی اور حقیقت بیان کی۔ لوگوں نے پوچھا ہم کب ان میں جائیں گے۔ فرمایا
مرنے کے بعد۔ انھوں نے کہا ہم تو اپنے مُردوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہڈی ہی ہڈی رہ گئے اور بوسیدہ
ہو گئے ہیں۔ الغرض پیغمبر کی زیادہ تکذیب کرنے لگے۔ تو خدا نے خواب دیکھنا حادث کیا جب
ان لوگوں نے خواب دیکھا تو پیغمبر کے پاس آئے اور جو کچھ خواب میں دیکھا تھا اس سے آگاہ
کیا۔ اور اس بارے میں تعجب کا اظہار کیا۔ پیغمبر نے کہا خدا نے چاہا کہ تم پر حجت تمام کرنے
اس لیے یہ حالت تم پر وارد کی۔ مرنے کے بعد تمھاری روحیں اسی طرح ہوں گی جب کہ تمھارے
بدن بوسیدہ رہیں گے۔ تمھاری روحیں اسی طرح معذب ہوتی رہیں گی۔ یہاں تک کہ تمھارے
بدن مبعوث ہوں اور محاسن میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ابوبصیر
سے فرمایا کہ جو شخص تم میں سے ہماری ولایت کے اعتقاد پر مرتا ہے شہید ہے اگرچہ اپنے بستر

خواب پر مَرے اور خدا کے نزدیک زندہ ہے اور روزی کھاتا ہے اور بہت سی حدیثوں میں وارد ہُوا ہے کہ جب تم اپنے عزیزوں اور بھائیوں کی قبروں کی زیارت کو جاتے ہو تو وہ مطلع ہوتے ہیں اور تم سے اُنس کرتے ہیں اور جب تم واپس ہوتے ہو تو رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اور کلینی نے مثل صحیح سند کے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مومن اپنے گھر والوں کی زیارت کو جاتا ہے اور وُہ چیز دیکھتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے اور اُس سے اُس چیز کو چھپاتے ہیں جس سے وہ کراہت رکھتا ہے اور کافر اپنے عزیزوں کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو وہ دیکھتا ہے جسے نہیں چاہتا۔ اور جس کو چاہتا ہے وُہ اُس سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ بعض ہر جمعہ کو آتے ہیں بعض کم اور بعض اِس سے زیادہ۔ دُوسری معتبر روایت میں فرمایا کہ کوئی مومن اور کوئی کافر نہیں ہے۔ مگر یہ کہ زوال آفتاب کے وقت اپنے گھر والوں اور عزیزوں کی زیارت کو آتا ہے اگر مومن دیکھتا ہے کہ اُس کے اعزا و اقربا نیک عمل کرتے ہیں تو وُہ خدا کی حمد کرتا ہے اس پر کہ وہ اس حالت میں ہیں اور اگر کافر دیکھتا ہے کہ اُس کے اقربا عمل نیک بجا لاتے ہیں تو اُس کی حسرت کا باعث ہوتا ہے اور مثل موثق سند کے اِسحاق بِن عمار سے منقول ہے وُہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے عرض کی کیا میت اپنے اہلِ خانہ کو دیکھنے آتی ہے۔ فرمایا ہاں۔ میں نے پوچھا کتنی مُدت میں فرمایا ایک ہفتہ میں یا ایک مہینہ میں یا ایک سال میں اپنے مرتبہ کے مُطابق۔ میں نے عرض کی کہ کس صُورت میں آتی ہے۔ فرمایا خوب صُورت طائر کی شکل میں اُن کی دیوار پر آکر بیٹھتی ہے اور اُن کو دیکھتی ہے۔ اگر اُن کو خیر و خوبی میں دیکھتی ہے تو خوش ہوتی ہے اور اگر تکلیف و پریشانی میں دیکھتی ہے تو محزون و غمگین ہوتی ہے۔ دُوسری روایت کے مُطابق فرمایا کہ مُردے اپنی فضیلت کے مُطابق آتے ہیں۔ بعض ہر روز۔ بعض دوسرے روز اور بعض تیسرے روز آتے ہیں اور اُن میں سے بہت کم زوال آفتاب کے وقت یا ایسے ہی وقت کے مانند کنجشک (چھوٹی چڑیا) کی صُورت میں یا بہت زیادہ چھوٹے طائر کی شکل میں آتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اُس کو وہ دکھاتا ہے جو اُس کی خوشی اور سرور کا باعث ہوتا ہے۔ اور اُس کو وہ دُور سے دکھاتا ہے جو اُس کے رنج و اندوہ کا سبب ہوتا ہے پھر وہ مسرت و شادمانی کے ساتھ واپس جاتا ہے۔

ایضاً حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رُوحِ مومن اپنے پروردگار سے اجازت لیتی ہے۔ اُس کے ساتھ خُدا وندِ عالم دو فرشتے بھیجتا ہے۔ وہ بعض طائروں کی شکل میں آتی ہے اور اپنے گھر پر بیٹھتی ہے اور اپنے اعزا کو دیکھتی ہے۔ اُن کی باتیں سُنتی ہے۔ (ان احادیث کے درمیان میں نے مرآت العقول میں مطابقت کی اور تمام خبریں بحار الانوار میں مذکور ہیں۔ مؤلف)

حدیث معتبر میں ابُوبصیر سے منقُول ہے کہ اُنھوں نے حضرتِ صادقؑ سے مومنوں کی رُوح کے بارے میں سوال کیا فرمایا کہ بہشت کے چند حجروں میں ہوتی ہیں۔ وہاں کے طعام کھاتی ہیں اور مشروبات پیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ خدُایا قیامت ہمارے لیے برپا کر اور جو کچھ ہم سے تُونے وعدہ کیا ہے ہم کو عطا فرما اور ہمارے آخر کو ہمارے اوّل سے مِلا دے۔ اور مشرکوں کی رُوحیں آگ میں مُعذّب ہوتی ہیں اور کہتی ہیں کہ خداوندا قیامت قائم مت کر اور ہم سے جو تُونے وعدہ کیا ہے اُس کو عمل میں مت لا۔ اور ہمارے آخر کو ہمارے اوّل سے ملحق مت کر۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رُوح بدن سے جُدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اور معذب اور مثاب ہوتی ہے جس کی مُستحق ہو۔

دُوسرا فائدہ : قبر میں سوال و فشار اور ثواب و عذاب کا بیان۔

واضح ہو کہ مُسلمانوں کا اِس پر اجماع ہے کہ قبر میں سوال ہوتا ہے اور رُوح کو سوال کے لیے بدن میں واپس کرتے ہیں۔ بلکہ دینِ اسلام کی ضروریات سے ہے اور اس کا مُنکر کافر ہے۔ اور ابنِ بابویہ نے حضرتِ صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص تین چیزوں کا اِنکار کرے وُہ ہمارا شیعہ نہیں ہے۔ معراجؐ۔ سوالِ قبر اور شفاعتؐ۔ اسی طرح سوال کے لیے دو فرشتوں کا آنا متواتر اور ضروری ہے اور اکثر حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ان دو فرشتوں میں ایک منکر اور دوسرا نکیر ہے اور بعض روایتوں میں وارد ہُوا ہے کہ مومنوں سے سوال کے لیے جو دو فرشتے آتے ہیں وُہ مبشر اور بشیر ہیں اور مخالفوں سے سوال کے لیے منکر و نکیر ہوتے ہیں کیونکہ مومنوں سے سوال کے لیے نہایت پاکیزہ صُورت میں آتے ہیں۔ اور اُن کو ثوابوں اور بے انتہا نعمتوں کی خوشخبری دیتے ہیں اور کافروں اور مخالفوں کے لیے نہایت خوفناک صُورت میں آتے ہیں اور اُن کو عذاب کی خبر دیتے ہیں اور متکلمین امامیہ میں مشہور یہ ہے کہ سوالِ قبر عام نہیں ہے۔ بلکہ مومن کامل اور کافر محض سے ہوتا ہے اور مستضعفین (کمزور اعتقاد) اور مجنونوں سے سوال نہیں ہوتا۔ اسی طرح اُس شخص سے جس کو قبر میں داخل کرنے کے بعد تلقین کرتے ہیں سوال نہیں ہوتا۔ چنانچہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب قبر میں اُس کو تلقین کرتے ہیں تو دونوں فرشتے آپس میں کہتے ہیں آؤ چلیں تلقین اُس کی حجت و دلیل کر دی گئی ہے اور شیخ شہید نے کہا ہے کہ سوالِ قبر پر اجماع ہے کہ حق ہے سوائے اُس کے جس کو تلقین کیا ہو اور عامہ میں سے بعض نے اپنی کتابوں میں ابوتمامہ باہلی سے نقل کیا ہے کہ جنابِ سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اور خاک اُس پر ڈالتے ہیں پھر تم میں سے ایک شخص اُس کی قبر پر کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اے فلاں شخص فلاں عورت کے لڑکے اور اُس کا اور اُس کی ماں کا نام لیتا ہے اور اُس کو سُناتا ہے۔ وُہ جواب نہیں دیتا۔ پھر دوبارہ وہ کہتا ہے تو وُہ درست ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے ہم سے ارشاد کیجیے خدا آپ پر رحمت کرے تو وُہ

کہتا ہے کہ اُس کے اعتقاد کو یاد کرو جس پر دُنیا سے رُخصت ہُوئے ہو۔ یعنی خُدا کی وحدانیت اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کی۔ اور ان اُمور کی جن کی وجہ سے تم نے خدا کو اپنی پروردگاری اور اسلام کو اپنے لیے دین پسند کیا اور محمدؐ کو اپنا پیغمبر اور قرآن کو اپنی کتاب اور علیؑ اور تمام آئمہؑ کو اپنا امام ماننے کی شہادت ہے۔ یہ سُن کر منکر و نکیر چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم یہاں کیوں بیٹھیں۔ اُس کی محبت کی تلقین کر دی گئی ہے اور فرمایا کہ اگر اُس کی ماں کا نام نہ جانتے ہوں تو اُس کو حوا سے نسبت دیں اور اِس میں اختلاف ہے کہ آیا انبیاؑ و اوصیاء سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں۔ اِس بارے میں غور و فکر کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ سوال نہ ہونا زیادہ واضح ہے۔ بچوں سے سوال کے بارے میں بھی اہلِ خلاف نے اختلاف کیا ہے اور عدم سوال زیادہ واضح ہے۔

شیخ مفید نے شرح عقائد صدوق میں لکھا ہے کہ جسموں کی موت کے بعد رُوحیں دو قسموں میں منقسم ہو جاتی ہیں۔ بعض ثواب و عذاب میں منتقل ہوتی ہیں اور بعض باطل ہو جاتی ہیں اور اُن کے لیے نہ کوئی ثواب ہے نہ اُن پر عذاب ہوتا ہے۔ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے پوچھا کہ جو شخص دارِ دُنیا سے رحلت کرتا ہے تو اُس کی رُوح کہاں ہوتی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جو شخص مر جاتا ہے اور وہ محض ایمان کا حامل ہوتا ہے یا محض کفر ہوتا ہے تو اس کی رُوح اُس جسم میں منتقل ہوتی ہے جو صُورت میں اُسی کے مانند ہوتی ہے جو وہ رکھتا تھا اور اپنے اعمال کی جزا قیامت تک پاتا رہتا ہے اور جب حق تعالیٰ اُن کو قیامت میں محشور کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسی اصلی جسم و بدن میں اُس کی رُوح واپس کرتا ہے اور محشور کرتا ہے تاکہ اُس کے اعمال کی جزا پوری پوری دے۔ مومن موت کے بعد اپنے اصلی بدن سے اُس بدن میں منتقل ہوتا ہے جو اُسی کے مثل صورت میں ہوتا ہے۔ پھر اُس کو دُنیا کی جنتوں میں سے ایک جنّت میں لے جاتے ہیں اور وہ وہاں قیامت تک نعمتوں سے فیضیاب ہوتا رہے گا۔ اور کافر کی رُوح اُس کے بدن سے بالکل اُسی کے بدن کے مثل دُوسرے بدن میں منتقل ہوتی ہے اور اُس کو آگ میں ڈال دیتے ہیں جس میں وُہ قیامت تک معذّب ہوتا رہے گا۔ مومن کے بارے میں اس کا شاہد وہ ہے جو خدائے تعالیٰ نے مومن آلِ یاسین کے بارے میں فرمایا ہے کہ اُس سے کہا گیا کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ تو انھوں نے کہا اے کاش میری قوم میرے پروردگار کی بخشش کو جانتی اور وہ جگہ جہاں مجھ کو معزز و گرامی کیا ہے اور کافر کے متعلق دلیل وہ ہے جو خدا نے فرعون اور اُس کے ساتھیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ آگ میں اُس کو ہر صبح و شام ڈالتے ہیں اور قیامت کے دن کہا جائے گا کہ آلِ فرعون کو شدید ترین عذاب میں داخل کرو۔

دوسری قسم وُہ ہے جس کے لیے سوال اور ثواب و عذاب کچھ نہیں حضرت صادقؑ کی حدیثوں میں

وارد ہوا ہے کہ سوالِ قبر اور رجعت اُس کے لیے ہے جو ایمان محض رکھتا ہو یا محض کفر۔ باقی خلق کے لیے سوال و رجعت نہیں ہے۔ اور احادیث میں وارد ہوا ہے کہ انبیاء و آئمہ کی رُوحیں اُن کے بدنوں کے ساتھ زمین سے آسمان پر جاتی ہیں۔ اور اُن کو بدنِ اصلی میں نعمتیں حاصل ہوں گی جو دُنیا میں وُہ رکھتے تھے اور یہ انھیں حضرات سے مخصوص ہے۔ ان کے علاوہ کسی کے لیے نہیں اور جنابِ رسُولِ خداؐ سے منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے نزدیک مجھ پر دُرود بھیجتا ہے اور جو شخص دُور سے مجھ پر صلوات بھیجتا ہے مجھ تک پہنچتی ہے اور فرمایا جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ دُرود بھیجتا ہے۔ میں اُس پر دس مرتبہ دُرود بھیجتا ہوں اور جو شخص دو مرتبہ مجھ پر دُرود بھیجتا ہے میں اُس پر سو مرتبہ بھیجتا ہُوں۔ لہٰذا جو شخص چاہے مجھ پر بہت دُرود بھیجے یا جو شخص چاہے کم بھیجے۔ پھر حضرتؐ نے بیان کیا کہ دُنیا سے نکلنے کے بعد وُہ حضرت پر صلوات سُنتا ہے اس لیے کہ وُہ خدا کے نزدیک زندہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آئمہ اطہارؑ ہیں وُہ نزدیک سے سلام کرنے والے کا سلام سُنتے ہیں اور دُور سے بھی اُن حضرات تک پہنچ جاتا ہے اور اُن کے آثارِ صحیحہ اس مضمون پر وارد ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہداء خدا کے نزدیک زندہ ہیں۔ اور اُن کو روزی پہنچتی ہے اور روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ چاہ بدر پر کھڑے ہوئے اور ان مشرکوں سے آپ نے خطاب فرمایا جو اُس روز قتل ہوئے تھے اور کنویں میں ڈال دیئے گئے تھے کہ تم خدا کے رسُولؐ کے بُرے ہمسایہ تھے۔ اُس کو اُس کے گھر سے نکالا۔ اُس کے شہر سے اُس کو باہر کیا۔ پھر اُس کی عداوت پر متفق ہوئے اور اس سے جنگ کی میں نے اپنے پروردگار کا وعدہ صحیح و حق پایا۔ عمر نے کہا یا حضرتؐ ان مُردوں سے آپ کا خطاب کیا ہے جن کی جان نکل گئی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اے پسرِ خطاب خاموش رہ خُدا کی قسم تو اُن سے زیادہ سُننے والا نہیں اور اُن کے اور اُن فرشتوں کے درمیان کوئی پردہ نہیں جن کو وہ پکڑتے اور آہنی گرز سے مارتے ہیں مگر یہ کہ میں ان کی طرف سے مُنہ پھیرتا ہوں۔ منقول ہے کہ جنابِ امیرؑ بصرہ کی لڑائی (جنگ جمل) کے بعد سوار ہو کر کشتوں کی صفوں کے درمیان گشت کر رہے تھے یہاں تک کہ کعب بن سور قاضیٔ بصرہ کی لاش تک پہنچے جس کو عمر نے مقرر کیا تھا۔ وہ بصرہ کے فتنہ میں ایک مصحف اپنی گردن میں ڈالے ہوئے تھا اور اپنے عزیزوں اور فرزندوں کے ساتھ حضرت سے جنگ کے لیے آیا تھا اور وہ سب کے سب قتل ہو گئے۔ جب حضرتؑ نے اُس کو کشتوں کے درمیان دیکھا۔ فرمایا کہ اس کو بٹھاؤ۔ جب لوگوں نے اس کو بٹھایا تو حضرتؑ نے فرمایا اے کعب میں نے اپنے خدا کا وعدہ پایا جو حق تھا کیا تو نے بھی اپنے خدا کے وعدہ کو پایا جو حق تھا۔ پھر فرمایا اس کو لٹا دو۔ جب حضرتؑ طلحہ کی لاش تک پہنچے تو اس سے بھی یہی فرمایا۔ یہ دیکھ کر آپ کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ آپ کا یہ کلام ان دو مردوں کے ساتھ کیا فائدہ رکھتا ہے جو آپ کی بات

ابن بابویہ نے امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو اُس کے جنازہ کی قبر تک ستر ہزار فرشتے مشایعت کرتے ہیں اور جب اُس کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو منکر و نکیر آتے ہیں اور اُس کو بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا پروردگار کون ہے، دین تیرا کیا ہے، پیغمبر تیرے کون ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار خدا ہے۔ میرے پیغمبر محمدؐ ہیں۔ دین اسلام میرا دین ہے۔ تو اُس کی قبر کو تا حدِ نگاہ کشادہ کر دیتے ہیں اور بہشت کا کھانا اُس کے واسطے لاتے ہیں اور اُس کی قبر میں بہشت کی ہوا اور خوشبو داخل کرتے ہیں۔ یہ ہے خدا کے اس قول کے معنی فاما ان کان من المقربین فروح وریحان ۔ یعنی قبر اور جنت نعیم میں یعنی آخرت میں اور اگر کافر مرتا ہے تو اُس کی مشایعت جہنم کے شعلوں کے ستر ہزار فرشتے اس کی قبر تک کرتے ہیں۔ وہ کافر اپنا جنازہ اُٹھانے والوں کو قسم دیتا ہے کہ ان فرشتوں کو واپس کر دیں۔ ایسی آواز سے قسم دیتا ہے جس کو سوائے انس و جن کے جو مکلف ہیں سب سُنتے ہیں کہ کاش مجھ کو دُنیا میں واپس کر دیا جاتا تو میں مومنوں میں سے ہوتا اور کہتا ہے کہ مجھ کو دُنیا میں واپس کر دو تاکہ نیک عمل کروں۔ تو شعلے جواب دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں۔ یہ وُہ بات ہے جو تو کہتا ہے اور ایک فرشتہ اُن کو ندا دیتا ہے کہ یہ جھُوٹ کہتا ہے اگر واپس ہوگا تو پھر وُہی کرے گا جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ جب اُس کو قبر میں داخل کرتے ہیں اور لوگ قبر کے پاس سے واپس آتے ہیں تو اس کے پاس منکر و نکیر خوفناک اور بدترین شکل میں آتے ہیں اور اُس کو بٹھاتے ہیں۔ اُس کو اُس کے دین، اُس کے ربّ اور اُس کی کتاب کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اُس کی زبان لُکنت کرتی ہے اور جواب نہیں دے سکتا۔ تو عذابِ الٰہی کی ایک ضربت اس کو مارتے ہیں جس سے تمام ذی روح ڈر جاتے ہیں۔ پھر اُس سے سوال کرتے ہیں تو کہتا ہے کہ نہیں جانتا ہوں۔ تو وہ فرشتے کہتے ہیں تو نے کچھ نہیں سیکھا اور نہ ہدایت پائی اور نہ نجات پائے گا۔ پھر اُس کے لیے جہنم کا ایک دروازہ کھول دیتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ) سلیمان خالد سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت صادقؑ سے میں نے پوچھا اس بارے میں کہ صاحبِ قبر سے جو مُلاقات کرتے ہیں دو فرشتے ہیں جن کو منکر و نکیر کہتے ہیں۔ وہ صاحبِ قبر کے پاس آتے ہیں اور اُس سے سوال کرتے ہیں کہ رسُولِ خدا کیا برحق رسُول تھے۔ اگر وہ اہلِ شک میں سے ہے تو وہ کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ میں لوگوں کو کہتے ہُوئے سُنتا تھا کہ خدا کے رسُول ہیں میں نہیں جانتا کہ حق تھا یا جھُوٹ۔ تب وُہ اس کو گرز کی ایک ضربت لگاتے ہیں جس کو سوائے مکلفین (انس و جن) کے تمام اہلِ آسمان و زمین سُنتے ہیں۔ اگر وہ صاحبِ یقین ہے تو نہیں ڈرتا اور کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وُہ رسُولِ خدا تھے۔ ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ آئے۔ اُس وقت وُہ اپنی جگہ بہشت میں دیکھتا ہے اُس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔ اور فرشتے اُس سے کہتے ہیں کہ نہایت آرام و راحت کے ساتھ سو رہ۔ ۱۲

اور اُس کی مہمانی کے لیے بجائے نعمتوں کے جہنّم کی پیپ و خُون لاتے ہیں۔ یہ ہے خدا کے اِس قول کا مطلب واما ان کان من المکذبین الضالین فنزل من حمیم (اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے تو اُس کی مہمانی پیپ اور خُون بھرے ہوئے پانی سے کی جاتی ہے) یعنی قبر میں وتصلیۃ الجحیم (اور وہ جہنّم میں ڈال دیا جائے گا) یعنی آخرت میں۔ اور جو کچھ اُس سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے ظاہر ہے وُہ عقائد ایمان کا سوال ہوتا ہے خصوصاً ائمہ علیہم السّلام کی امامت کا سوال۔ خاصہ و عامہ کے طریقوں سے متواتر حدیثیں ہیں کہ قبر میں ولایت علی بن ابی طالبؑ کا سوال کرتے ہیں جیسا کہ بسند معتبر یونس بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ میں حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں گیا۔ حضرتؑ نے پوچھا کہ علی بن حمزہ مر گئے؟ میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا کہ آگ میں داخل ہوا۔ اُس سے میرے پدر بزرگوار کے بعد امام کا سوال کیا گیا۔ اُس نے کہا میں کسی امام کو نہیں جانتا تو اُس کو ایک ضربت لگائی جس سے اُس کی قبر آگ سے بھر گئی اور دوسری روایت کے مُطابق فرمایا کہ اُس کو اُس کی قبر میں بٹھایا اور تمام اماموں کے نام دریافت کیے، اُس نے میرے نام تک بتایا اُس کے بعد رُک گیا تو ایک ضربت اُس کے سر پہ ماری جس سے اُس کی قبر آگ سے بھر گئی۔ اور بصائر الدرجات میں رزین جیش سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ جب بندہ کو قبر میں داخل کرتے ہیں دو فرشتے اس کی قبر میں آتے ہیں جن کے نام منکر و نکیر ہیں اور سب سے پہلی چیز کا جو اس سے سوال کرتے ہیں وُہ اس کا پروردگار ہے اُس کے بعد پیغمبر اور اُس کے بعد اُس کے ولی اور امام کو پُوچھتے ہیں اگر اس نے جواب دیا تو نجات پائی اور اگر عاجز رہا تو اُس پر عذاب کیا جاتا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر کسی نے اپنے پروردگار اور اپنے پیغمبر کو پہچانا اور اپنے ولی (امام) کو نہ پہچانا تو اُس کا حال کیسا ہوگا۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ مذبذب ہے نہ اِس طرف نہ اُس طرف۔ اور جس شخص کو خدا گمراہ کرے۔ (یعنی گمراہی میں چھوڑ دے) تو تم ہرگز اُس کے لیے نجات کی کوئی صُورت نہ پاؤ گے۔ اور رسُولِ خداؐ سے لوگوں نے عرض کی کہ یا نبی اللہ ولی کون ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں تمھارے ولی علیؑ ہیں۔ اُن کے بعد اُن کے وصی اور ہر زمانہ کے لیے ایک عالم ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے خدا حجت خلق پر تمام کرتا ہے تاکہ وہ نہ کہیں جو کچھ اُن سے پہلے گمراہوں نے کہا۔ جبکہ اُن کے انبیاء دُنیا سے چلے گئے تو اُنھوں نے کہا اے ہمارے پروردگار تو نے کیوں ہمارے لیے کوئی رسُول نہیں بھیجا تاکہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے قبل اس کے کہ ذلّت و خواری ہم کو پہنچے اور اُن کی ذلالت یہ تھی کہ آیتوں کو یعنی اوصیاء کو نہ جانا۔ اُس وقت خداوند تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ اے رسُولؐ کہہ دو کہ ہم سب انتظار کرتے ہیں تم بھی منتظر رہو تو بہت جلد تم کو معلوم ہو جائے گا

جناب فاطمہ بنت اسد مادر امیر المومنینؑ کی عظمت و جلالت اور اُن کے ساتھ آنحضرتؐ کی محبت

کہ کون سیدھی راہ پر ہیں اور کون ہدایت یافتہ ہیں اور اُن کا انتظار یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اولیاء کے پہچاننے کی کوشش ہمارا کام نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ہم کسی امام کو پہچانیں۔ آخر خدا نے اُن کی سرزنش کی۔ اور اصحاب صلواۃ اوصیا ہیں جو صراط پر کھڑے ہوں گے۔ بہشت میں کوئی داخل نہ ہوگا سوائے اُس کے جو اُن کو پہچانے اور وہ حضراتؑ اُس کو پہچانیں اور جہنم میں کوئی شخص نہ جائے گا سوائے اس کے جس کو وہ حضراتؑ اپنا شیعہ نہ سمجھیں اور وہ اُن حضرات کو امام نہ جانے کیونکہ وہ حضراتؑ خدا کی شناخت کا ذریعہ ہیں۔ جن کو خدا نے لوگوں کو پہچنوایا اور اُن پر گواہ کیا جس وقت کہ رُوحوں سے روزِ میثاق عہد و پیمان لیا اور اُن کی اپنی کتاب میں تعریف کی ہے۔ جس جگہ کہ فرمایا ہے علی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم یعنی جہنم اور بہشت کے درمیان اعراف پر چند اشخاص ہیں جو سب کو اُن کی پیشانی سے پہچانتے ہیں اور وہ اپنے دوستوں اور موالیوں پر گواہ ہیں اور رسُولِ خدا اُن پر گواہ ہیں۔ اور بندوں سے اُن کے لیے (خدا نے) عہد و پیمان لیا ہے کہ اُن کی فرمانبرداری کریں جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید الخ۔ اُس وقت لوگوں کا کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں گے اور اے رسُولؐ تم کو اُن سب پر گواہ قرار دیں گے۔ اُس روز چاہیں گے اور آرزو کریں گے وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے ہیں اور کافر ہوئے ہیں اور رسُولؐ کی اوصیاء کی اطاعت میں اور تمام امُور میں نافرمانی کی ہے کہ کاش زمین میں خاک ہو کر مل جاتے اور زمین کے برابر ہو جاتے اور اُس روز کوئی بات خدا سے نہ چھپائیں گے۔ یا دُنیا میں خدا سے کوئی بات نہیں چھپاتے تھے۔ اور شاذان بن جبرئیلؒ نے فضائل وغیرہ میں روایت کی ہے کہ جب فاطمہؓ بنت اسد مادر امیر المومنینؑ نے عالم بالا کی جانب رحلت کی جناب امیرؑ روتے ہوئے حضرت رسالت مآبؐ کی خدمت میں آئے۔ حضرتؐ نے پُوچھا کیوں روتے ہو۔ خدا تمھاری آنکھوں کو نہ رولائے۔ عرض کی میری والدۂ گرامی نے انتقال کیا۔ یہ سُن کر حضرتؐ نے فرمایا بلکہ میری ماں نے انتقال کیا ہے جو اپنی اولاد کو بھوکا رکھتی تھیں اور مجھ کو سیر کرتی تھیں اور اپنی اولاد کو پریشان حال رکھتی تھیں اور مجھے روغن ملتی تھیں۔ خدا کی قسم چچا ابوطالبؑ کے مکان میں خرما کا ایک درخت تھا وہ مرحومہ پہلے ہی میرے واسطے اُس کے پھل چُن لیتی تھیں اور میرے چچازاد بھائیوں سے میرے لیے چھپا رکھتی تھیں۔ پھر حضرتؐ اُٹھے اور اُن کی تجہیز و تدفین کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور اپنا پیراہن مُبارک دیا کہ اُس کو کفن کریں اور اُن کی مشایعت کی حالت میں قدم آہستہ رکھتے تھے اور بہت آہستہ پابرہنہ چلتے تھے اور اُن کی نماز میت میں حضرتؐ نے ستر تکبیریں کہیں اور اُن کی قبر میں لیٹے اپنے دست کریم سے اُن کو لحد میں لٹایا اور شہادت کی اُن کو تلقین فرمائی۔ جب اُن کی قبر کو مٹی دی اور بھر دیا اور لوگوں نے چاہا کہ واپس

روانہ ہوں تو حضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ تمھارے پسر نہ جعفر نہ عقیل بلکہ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ جب واپس ہوئے تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ اس میت کے ساتھ آپ نے چند ایسے کام کئے جو دوسرے جنازوں کے ساتھ نہیں کئے۔ فرمایا میرا آہستہ چلنا فرشتوں کی کثرت اور ازدحام کے سبب سے تھا۔ اور ستر تکبیریں کہنے کا یہ سبب تھا کہ فرشتوں کی ستر صفوں نے اُن پر نماز پڑھی۔ اُن کی لحد میں میرا لیٹنا اس لیے تھا تاکہ زمین اُن کو فشار نہ دے اور یہ کہ میں نے اپنے پیراہن کا کفن دیا یہ اس لیے کہ ایک روز میں نے ان کی زندگی میں قیامت کا ذکر کیا اور کہا کہ لوگ عریاں محشور ہوں گے تو وہ بیتاب ہو کر بولیں واسوأتاہ تو میں نے اپنے پیراہن کا کفن دیا تاکہ وہ اس کو پہنے ہوئے محشور ہوں اور یہ جو میں نے کہا کہ تمھارے بیٹے تمھارے بیٹے اس لیے تھا کہ دو فرشتے آئے اور اُن سے اُن کے پروردگار کے بارے میں سوال کیا۔ کہا میرا پروردگار خدا ہے۔ پوچھا تمھارا پیغمبر کون ہے۔ اُنھوں نے کہا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) میرے پیغمبر ہیں۔ پوچھا تمھارے امام اور ولی کون ہیں تو اُن کو اس سے شرم آئی کہ کہیں کہ علیؑ میرے فرزند میرے امام ہیں۔ لہٰذا میں نے اُن سے کہا کہ کہہ دیجئے کہ علی بن ابی طالبؑ میرے فرزند میرے امام ہیں تو خدا نے ان کی آنکھیں روشن کر دیں [1]

اور کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مومن کی میت کو جب اُس کے خاندان سے باہر لاتے ہیں تو فرشتے قبر تک اُس کی مشایعت کرتے ہیں اور اُس کے پاس ازدحام کرتے ہیں یہاں تک کہ اُس کو قبر تک پہنچاتے ہیں۔ جب وہ قبر میں پہنچتا ہے تو زمین اُس سے کہتی ہے مرحبا خوب آئے تم اپنے اہل کی جانب آئے۔ خدا کی قسم میں دوست رکھتی تھی کہ مجھ پر تمھارے ایسا کوئی راستہ چلے۔ تم دیکھو گے کہ میں تمھارے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ پھر اُس کی قبر کو حدِ نگاہ کشادہ کرتے ہیں۔ پھر اُس کی قبر میں دو فرشتے منکر و نکیر داخل ہوتے ہیں اور اُس سے سوال کرتے ہیں کہ تمھارا پروردگار کون ہے، وہ کہتا ہے کہ خدا۔ وہ پوچھتے ہیں تمھارا دین کیا ہے وہ کہتا ہے اسلام۔ وہ پوچھتے ہیں کہ تمھارے پیغمبر کون ہیں وہ کہتا ہے محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ وہ کہتے ہیں کہ تمھارے امام کون ہیں۔ وہ کہتا ہے فلاں۔ اُس وقت منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ بہشت کا فرش اُس کی قبر میں بچھاؤ۔ اور بہشت کا ایک دروازہ اُس کی قبر کی طرف کھول دو اور

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اِس پر دلالت کرتی ہے کہ امام کی امامت سے اُن کی امامت کے زمانہ کے پہلے سے سوال کرتے ہیں اور چاہیئے کہ یہ اُس سے مخصوص ہو جس کو اُن حضرتؐ کی امامت کا علم حاصل ہوا ہوگا اور احتمال ہے یہ جناب فاطمہؑ بنت اسد سے اُن کی جلالت و عظمت کے لیے مخصوص ہو جیسا کہ حدیث کا آخری حصہ اُس سے آگاہ کرتا ہے ۱۲

بہشت کا لباس اُس کو پہناؤ۔ تاکہ وُہ میرے پاس آئے اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وُہ اُس کے لیے بہتر ہے۔ تب فرشتے اُس سے کہتے ہیں کہ تو داماد کے مانند سو رہو اور ایسی نیند سوؤ جس میں خواب پریشان نہیں ہوتے۔ اگر میّت کافر ہے فرشتے اُس کی مشایعت قبر تک کرتے ہیں اور زمین اُس سے کہتی ہے "لا مرحبا" بُرا آیا۔ خدا کی قسم میں دُشمن رکھتی تھی کہ تیرے شکل کوئی مجھ پر راستہ چلے یقیناً تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتی ہوں پھر اُس کو فشار دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے پہلو کی ہڈیاں ایک دُوسرے سے چمٹ جاتی ہیں۔ پھر منکر و نکیر اُس کی قبر میں داخل ہوتے ہیں۔ اُس صُورت کے خلاف جس صُورت میں مومن کے پاس آتے ہیں۔ اُس کو بٹھاتے ہیں اور اس کی رُوح کو کمر تک واپس کرتے ہیں۔ اور پوچھتے ہیں تیرا پروردگار کون ہے؟ یہ سُن کر وہ گھبرا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو کہتے سُنا ہے کہ خدا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ تو نے ہرگز نہیں جانا۔ اسی طرح پیغمبر و امام کے بارے میں پُوچھتے ہیں وہ ایسا ہی جواب دیتا ہے۔ اُس وقت آسمان سے آواز آتی ہے کہ جھُوٹ کہتا ہے میرا بندہ۔ اِس کی قبر میں آگ کا فرش بچھاؤ۔ اور اُس کو آگ کا لباس پہناؤ اور جہنّم کا ایک دروازہ اُس کی طرف کھول دو تاکہ میرے پاس آئے اور میرے پاس جو ہے اُس کے لیے بدتر ہے اس حالت سے۔ پھر تین مرتبہ آگ کا گُرز اس کو مارتے ہیں۔ ہر مرتبہ آگ اُس کی قبر سے اُڑتی ہے۔ اگر وُہ ضربتیں تہامہ کے پہاڑ پر پڑیں تو سب ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اور خدا اس کی قبر میں اُس پر سانپوں کو مسلط فرماتا ہے جو اس کو نہایت سختی سے کاٹتے ہیں اور پھاڑ ڈالتے ہیں اور شیطان اُس کو غم و اندوہ میں رکھتا ہے۔ اور اُس پر عذاب کی آواز سوائے انس و جن کے سب سُنتے ہیں جن کو خدا نے خلق فرمایا ہے۔ اور وہ اپنے مشایعت کرنے والوں کے پیر کی اور ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی آواز سُنتا ہے۔ یہ ہے حق تعالیٰ کے اس قول کا مطلب وثبیت اللّٰہ الّذین اٰمنوا بالقول الثابت الخ جس کی ظاہری تفسیر یہ ہے کہ قائم رکھتا ہے خدا اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔ زندگی میں اعتقاد و قولِ ثابت پر دُنیا و آخرت میں اور ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور خود اُن کو انہی پر چھوڑ دیتا ہے اور اُن کے ساتھ خُدا جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے

نیز بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ کوئی قبر کی جگہ نہیں مگر یہ کہ ہر روز تین مرتبہ کہتی ہے کہ میں خانۂ بلا ہُوں۔ میں خانۂ خاک ہُوں اور میں کرم (کیڑے مکوڑوں) کا گھر ہُوں۔ دوسری روایت کے مُطابق کہتی ہے میں خانۂ وحشت ہُوں۔ میں کیڑے مکوڑوں کا مسکن ہُوں۔ میں خانۂ فقیر ہُوں۔ میں بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوں یا جہنّم کے غاروں میں سے ایک غار ہُوں۔ پھر حدیث اوّل میں فرمایا کہ جب اُس میں بندۂ مومن داخل ہوتا ہے تو کہتی ہے کہ اچھے آئے اپنے اہل کے پاس آئے۔ حدیث سابق میں جو آخر تک گزرا۔ یہاں تک کہ ایک دروازہ اُس کی قبر میں

قبر میں غیر مومنوں پر سختی عذاب

کھول دیتے ہیں اور وہ اپنی جگہ بہشت میں دیکھتا ہے۔ پھر اُس دروازہ سے ایک مرد باہر آتا ہے کہ اُس مومن کی آنکھوں نے اُس سے زیادہ حسین وجمیل نہ دیکھا ہوگا۔ تو وہ اُس سے کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا میں نے تجھ سے زیادہ خوبصورت کبھی نہیں دیکھا تھا تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں وہ تیرا نیک اعتقاد ہوں جو تو رکھتا تھا اور اعمالِ صالح ہوں جو تو کرتا تھا۔ پھر اُس کی رُوح کو پکڑ کے اُسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔ جہاں بہشت کا دروازہ اُس کو دکھایا تھا اور اُس سے کہتے ہیں کہ روشن وخنک آنکھ کے ساتھ سو رہ۔ پھر ہمیشہ اُس کے جسم پر بہشت کی نسیم چلتی رہتی ہے جس کی لذت وخوشبو وہ حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ قیامت میں مبعوث ہو۔

اور جب کافر قبر میں داخل ہوتا ہے تو زمین کہتی ہے کہ تجھ کو مُبارک نہ ہو۔ پھر اُس کو فشار دیتی ہے جس سے اُس کی ہڈیاں چُور چُور ہو جاتی ہیں۔ پھر پہلی حالت پر واپس ہوتا ہے اور ایک دروازہ اُس کے لیے جہنّم کی آگ کی طرف کھول دیا جاتا ہے اور ایک مرد ظاہر ہوتا ہے جس سے بدتر اور قبیح صُورت اُس نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ وُہ مرد اس سے کہتا ہے کہ میں تیرے بُرے اعمال ہوں جو تو کرتا تھا اور تیرا خبیث اعتقاد ہوں جو تو رکھتا تھا۔ پھر اُس کی رُوح اُسی جگہ جو اُسے دکھائی تھی آگ میں ڈال دیتے ہیں اور ہمیشہ آگ کی لپٹ اور حرارت اُس کے بدن کو پہنچتی ہے۔ اور اُس کی تکلیف اور حرارت اُس کے بدن کو پہنچتی ہے۔ اُس روز تک جبکہ مبعُوث ہوگا۔ اور اُس کی رُوح پر اُنہتر بڑے سانپ مسلط کرتے ہیں جو اُس کو اذیت پہنچاتے ہیں اور اُس کا گوشت کاٹتے ہیں۔ اگر اُن میں سے ایک سانپ زمین پر پھونک مارے تو کبھی گھاس نہ اُگے گی۔ اور عامہ میں سے بعض نے ابُوہریرہؓ سے خدا کے اس قول کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ ویثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت کہ قول ثابت شہادتین ہے وفی الاخرۃ قبر کی منزل ہے۔ جس میں دو فرشتے داخل ہوتے ہیں اور خدا و رسُولؐ و قبلہ اور امام کے بارے میں سوال کرتے ہیں، اور امام علیؑ ہیں۔ ویضل اللہ الظالمین یعنی قبر میں ظالموں کو ولایتِ علیؑ سے گمراہ کرتا ہے کہ جواب نہیں دیتے جب امام کو پوچھا جاتا ہے۔ ایضاً جنابِ رسُولِ خداؐ سے منقول ہے کہ خدا کے دو فرشتے ہیں جن کو ناکر ونکیر کہتے ہیں۔ (قبر میں) میّت پر نازل ہوتے ہیں اور خدا اور پیغمبرؐ اور دین اور امام کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اگر میّت نے صحیح جواب دیا تو اُس کو جنتِ نعیم کے فرشتوں کے سپرد کرتے ہیں۔ اگر جواب میں عاجز ہوئی تو عذاب کے فرشتوں کو سپرد کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ میّت سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ حج۔ روزہ اور ہم اہلبیتؑ کی ولایت کے بارے میں تو مومن کی قبر کے ایک گوشہ سے ولایت کہتی ہے کہ ان چار چیزوں میں جو کمی اور نقص ہوگا وہ مجھ پر ہے کہ

میں اُسے پورا کروں گی۔ ایضاً اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ مومن کی میّت قبر میں داخل ہوتی ہے تو اُس کی داہنی جانب سے نماز آتی ہے اور زکوٰۃ بائیں جانب سے اور میّت کے باپ ماں سے اور خود اس میّت سے مُلاقات کرتی ہے اور صبر ایک کنارے ہو جاتا ہے۔ جب دو فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ سوال کریں تو صبر نماز و زکوٰۃ سے کہتا ہے کہ اپنے عامل کی خبر لو۔ اگر تم عاجز ہو گے ہو تو میں اُس کی مدد کروں گا اور تفسیر امام حسن عسکریؑ میں مذکور ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ جو شخص کمزور شیعہ کو قوت پہنچائے ہو نواصب پر حجت تمام نہیں کر سکتا۔ اور اُس کی حجت کسی ناصبی پر تمام کر دے تو حق تعالیٰ اُس روز جبکہ اُس کو قبر میں داخل کریں گے تو تلقین فرمائے گا کہ کہے کہ میرا پروردگار خدا ہے۔ میرے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور میرے امام علیؑ ولیِ خدا ہیں۔ کعبہ میرا قبلہ ہے اور قرآن میری خوشی، مسرت اور میرا ذخیرہ آخرت ہے اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں میرے بھائی اور بہنیں ہیں پھر خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی حجت تو نے القا کر دی اور تیرے لیے بہشت کے عالی درجات واجب ہو گئے اُس وقت اس کی قبر بہشت کے بہترین باغوں میں سے ایک باغ ہو جاتی ہے اور مجالس میں بسند صحیح اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو اس کے ساتھ اس کی قبر میں چھ صورتیں داخل ہوتی ہیں جن میں سے ایک بہت زیادہ خوبصورت بہت زیادہ خوشبودار اور بہت زیادہ پاکیزہ ہوتی ہے۔ اُن میں ایک داہنی جانب کھڑی ہوتی ہے اور ایک بائیں جانب۔ ایک سامنے ایک پائنتی اور ایک سر کے پیچھے جو سب سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے۔ پھر سوال یا عذاب جس طرف سے آتا ہے جو اُس طرف کھڑی ہے روکتی ہے پھر جو سب سے زیادہ خوشتر ہے تمام صورتوں سے کہتی ہے تم کون ہو خدا تم کو میری جانب سے جزائے خیر دے۔ داہنی جانب کی صورت کہتی ہے میں نماز ہوں۔ بائیں طرف والی کہتی ہے میں زکوٰۃ ہوں اور جو سامنے کھڑی ہوتی ہے کہتی ہے میں روزہ ہوں۔ اور جو پیچھے ہوتی ہے کہتی ہے میں حج و عمرہ ہوں اور جو پائنتی ہوتی ہے کہتی ہے میں مومن کے والدین کے ساتھ نیکی اور احسان ہوں۔ پھر وہ سب کہتی ہیں کہ تم کون ہو کہ سب سے زیادہ خوشبودار سب سے زیادہ حسین و جمیل ہو وہ کہتی ہے میں ولایت آلِ محمدؐ ہوں۔

ابنِ بابویہ نے بسند معتبر علی ابن الحسین علیہم السّلام سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت ہر جمعہ کو جنابِ رسُولِ خداؐ کی مسجد میں موعظہ فرماتے تھے منجملہ ان کے ایک موعظہ یہ تھا کہ اے فرزند آدم تیری موت تیز ترین چیزوں میں سے تیری طرف رواں ہے اور نزدیک ہے کہ تجھے پکڑ لے اور فرشتہ تیری رُوح قبض کر لے اور تو اُس منزل تنہا کو جائے پھر تیری رُوح تیری طرف واپس کریں گے۔ پھر تجھ سے سوال کے لیے اور تیرے شدید امتحان کے لیے تیرے پاس دو فرشتے منکر و نکیر

نوٹ

آئیں گے اور سب سے پہلے جس چیز کا تجھ سے سوال کریں گے تیرے دین کا ہے جس کا تو اعتقاد رکھتا ہے اور تیری کتاب کے بارے میں جس کی تو تلاوت کرتا رہتا تھا اور اس امام کے بارے میں سوال ہوگا جس کی تو نے ولایت اختیار کی تھی۔ پھر تیری عمر کے بارے میں پوچھیں گے کہ کس کام میں فانی کی ہے اور مال کے بارے میں کہ کہاں سے حاصل کیا۔ اور کس کام میں ضائع کیا لہٰذا اپنا عذر سمجھ لے اور امتحان اور سوال سے پہلے جواب کے لیے تیار رہ۔ اگر تو مومن اور پرہیزگار ہے اور اپنے دین کا پہچاننے والا ہے۔ اور سچے آئمہ کی پیروی کی ہے اور خدا کے دوست اور اولیا سے موالات کی ہے تو خدا تیری حجت تجھے تلقین فرمائے گا اور تیری زبان کو ثواب کے ساتھ گویا کرے گا۔ پھر تو جواب بہتر طریقہ سے دے گا۔ اور تجھ کو بہشت کی اور خدا کی خوشنودی اور خوش رُو اور خوشخو عورتوں کی خوشخبری ملے گی اور فرشتے گل و ریاحین کے ساتھ تیرا استقبال کریں گے لیکن اگر تو ایسا نہ ہوگا تیری زبان کو لکنت ہوگی اور تیری دلیل باطل ہوگی اور جواب سے تو عاجز رہے گا پھر تجھ کو جہنم کی آگ کی خوش خبری دیں گے۔ اور تیرا استقبال کھولتے ہوئے پانی اور جہنم کے سوزش کے فرشتے کریں گے۔

اور قبر کی فشار اور اس میں ثواب و عذاب کا ذکر۔ اور وہ تمام مسلمانوں کا اجماعی ہے جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا۔ اور معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبر کا فشار اصلی بدن پر ہوتا ہے اور عام نہیں ہے اور قبر کے سوال کے تابع ہے اور جس سے کہ سوال نہیں کیا جاتا اس کے لیے فشار نہیں ہوتا۔ علی بن ابراہیم نے آیت ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون (یعنی اس کے علاوہ مبعوث ہونے کے دن تک برزخ ہے) کی تفسیر میں کہا ہے۔ برزخ دو امروں کے درمیان ایک امر ہے اور وہ دُنیا اور آخرت کے درمیان ثواب و عذاب ہے اور یہ اُس شخص کے قول کو رد کرتا ہے جو عذابِ قبر اور قیامت سے پہلے عذاب و ثواب سے انکار کرتا ہے اور حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں تمہارے بارے میں نہیں ڈرتا مگر عالمِ برزخ سے کیونکہ قیامت میں جب تم ہمارے ساتھ ہوگے تو ہم تمہاری شفاعت کے لیے زیادہ سزاوار ہوں گے۔ اور ابن بابویہ اور دوسروں نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب سعد بن معاذ انصاری رحمتِ الٰہی سے واصل ہوئے جناب رسولِ خداؐ کے حکم سے اُن کو غسل دیا اور حنوط کیا اور جب اُن کا جنازہ اُٹھایا حضرت ننگے پیر اور بغیر ردا کے اُن کے جنازہ کے ساتھ روانہ ہوئے کبھی جنازہ کو داہنی جانب سے کاندھا دیتے کبھی بائیں جانب سے جب قبر تک پہنچے تو حضرت خود داخلِ قبر ہوئے اور اپنے دست مبارک سے اُن کو لحد میں اُتارا اور اینٹیں قبر میں درست طور سے لگائیں اور اُس کے سوراخوں کو پتھر اور گیلی مٹی سے بند کیا۔ جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں جانتا ہوں

کہ وہ قبر میں بوسیدہ ہو جائیں گے۔ لیکن خدا اُس کو دوست رکھتا ہے جو کام کرتا ہے اور مضبوطی سے کرتا ہے تو سعد کی والدہ نے کہا کہ اے سعد تم کو بہشت گوارا ہو حضرتؐ نے فرمایا کہ اے مادر سعد اپنے پروردگار کو تاکید مت کرو۔ بیشک سعد کو قبر میں فشار ہُوا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسُول اللہؐ! سعد کے ساتھ آپ نے وُہ کام کئے جو دوسروں کے لیے نہیں کیے۔ فرمایا چونکہ فرشتے ان کے جنازہ کے ساتھ ننگے پَیر اور بغیر چادر چلتے تھے۔ اس لیے میں نے اُن کی تاسی کی۔ میرا ہاتھ جبرئیلؑ کے ہاتھ میں تھا جس جگہ سے جنازہ کو وہ لیتے تھے میں بھی پکڑتا تھا۔ لوگوں نے عرض کی آپ نے جو کچھ عمل اُن کے ساتھ کیا۔ اُس کے باوجود فرمایا کہ فشار اُن کو ہُوا۔ فرمایا اس لیے کہ وہ اپنے اہلِ خانہ (بیوی) کے ساتھ کج خلقی کرتے تھے۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ اپنے اہل کے ساتھ اُن کی زبان سخت تھی اور حسن بن سعید نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب سعد کو دفن کیا تو جناب رسُولِ خداؐ نے اُن سے خطاب فرمایا اور ایک ہاتھ اُن کی قبر پر رکھا اور حضرتؐ کی پُشت مُبارک کانپنے لگی اور فرمایا کہ سعد کے ساتھ ایسا کرتے ہیں جب اُس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ کوئی مومن نہیں ہے۔ مگر یہ کہ قبر میں اُس کو فشار ہوتا ہے۔ کلینی نے بسند موثق حضرت محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب رُقیہ دختر رسُولِ خداؐ نے عثمان کی سختی اور زدوکوب کے سبب عالمِ بقا کی جانب رحلت کی حضرتؐ اُن کی قبر پر کھڑے ہوئے اور جنابِ فاطمہ قبر کے ایک کنارے کھڑی تھیں اور آنسو قبر پر ٹپک رہے تھے۔ حضرتؐ ان کی آنکھیں اپنے کپڑے سے پاک و صاف کر رہے تھے اور دُعا کر رہے تھے۔ پھر فرمایا کہ مَیں اُس کی کمزوری جانتا تھا اور خدا سے دُعا کی تھی کہ اُس کو قبر کے فشار سے امان دے دے۔

نیز بسند صحیح منقول ہے کہ یونس نے جنابِ رضاؑ سے سوال کیا اُس شخص کے بارے میں جس کو دار پر کھینچا ہو۔ کیا عذابِ قبر اس کو ملے گا۔ فرمایا ہاں خدا ہَوا کو حکم دیتا ہے کہ اُس کو فشار دے اور دوسری روایت میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ پروردگارِ زمین و پروردگارِ ہوا ایک ہی ہے۔ ہَوا کو خدائے تعالیٰ حکم دیتا ہے تو وہ فشار دیتی ہے جو قبر کے فشار سے بدتر ہوتا ہے اور ابن بابویہ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السّلام ایک مرتبہ ایک قبر کی طرف سے گزرے جس کے مُردے پر عذاب کیا جا رہا تھا۔ پھر دوسرے سال اُسی قبر کی طرف سے گزرے اور اُس پر عذاب نہیں ہو رہا تھا۔ خدا سے اُس کا سبب دریافت کیا۔ خُدا نے اُن پر وحی کی کہ اے رُوح اللہ اس کا فرزند بالغ ہوا اور ایک راستہ کی اصلاح کی۔ ایک یتیم کو جگہ دی اور اس کی رعایت کی۔ میں نے اُس کے فرزند کے اس عمل سے اس کو بخش دیا۔ ایضاً انہی حضرت سے منقول ہے کہ رسُول خداؐ نے فرمایا کہ قبر میں فشار

---

[1] یہ اور زینب و کلثوم دو لڑکیاں اور جناب خدیجہ کے پہلے شوہر سے تھیں جو رسولؐ کی بیٹیاں کہی جانے لگی تھیں اور بعض روایتوں

مومن کا کفّارہ ہے اُن بُرے اعمال کا جو اُس سے خُدا کی نعمتوں کو ضائع کرنے کی وجہ سے صادر ہُوئے ہیں۔ ایضاً اُنہی حضرت سے منقُول ہے کہ جو پنجشنبہ کے زوال کے وقت سے جمعہ کے زوال کے درمیان مرتا ہے۔ خدا اُس کو فشارِ قبر سے امان دیتا ہے اور دوسری روایت میں فرمایا کہ جو شخص شب جمعہ اور روزِ جمعہ کو مرتا ہے۔ خداوند کریم اُس سے فشار و عذابِ قبر برطرف کر دیتا ہے۔

علی بن ابراہیم نے صحیح کے مثل سند سے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب کافر سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے اور وہ کہتا ہے میں جواب نہیں جانتا تو اُس کو ایک گُرز مارتے ہیں جس کی آواز سوائے انسان کے تمام مخلوقِ خدا سنتی ہے۔ اور اُس پر شیطان کو جس کی آنکھیں پگھلے ہُوئے تانبے کی طرح سُرخ ہوتی ہیں مسلط کرتا ہے اور سانپ بچھوؤں سے اُس کی قبر کو بھر دیتا ہے۔ اُس کی قبر تاریک ہوتی ہے اور اس کو اس قدر فشار دیتے ہیں کہ دونوں طرف کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتی ہیں۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ اگر دشمن خدا ہوتا ہے اور درست جواب نہیں دیتا تو اُس کو ایک گُرز مارتے ہیں جس کو سُن کر زمین پر سر چلنے والے جانور ڈر جاتے ہیں۔ سوائے انس و جن کے جو اُس کی آواز نہیں سُن سکتے۔ پھر اُس کی طرف جہنم سے ایک دروازہ کھول دیتے ہیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ بدترین احوال سے پڑا رہ۔ پھر اُس کی جگہ اس قدر تنگ کرتے ہیں کہ اُس کے سر کا بھیجا اُس کے پَیر کے ناخنوں سے بہہ جاتا ہے۔ اور خدا اُس پر زمین کے سانپ بچھو مسلط کر دیتا ہے۔ جو اُس کو کاٹتے اور اذیت پہنچاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا اس کو مبعوث فرمائے گا۔ اور اپنی تکلیف اور بُرے احوال کی وجہ سے قیامت برپا ہونے کی آرزو کرتا ہے۔ اور کلینی نے حضرت امام باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ کوئی پیغمبر نہیں گذرا ہے مگر یہ کہ اپنی پیغمبری سے پہلے گوسفند چراتا تھا۔ اور نبوت سے پہلے میں بھی گوسفند چراتا تھا اور اُونٹوں اور گوسفندوں کو دیکھتا تھا کہ اپنی چراگاہ میں وہ نہایت امن و امان سے چرتے ہیں اور اُن کے اطراف کوئی (اُن کو گزند پہنچانے والا تو) نہیں ہے جو اُن کو اُن کی جگہ سے نکالے۔ ناگاہ وہ سب ڈر جاتے تھے اور چرنے سے سر اُٹھا لیتے تھے۔ اور میں اُن پر تعجب کرتا تھا۔ یہاں تک کہ جبرئیلؑ نے مجھ کو خبر دی کہ ایک کافر کو گُرز مارتے تھے۔ جس کی آواز تمام مخلوقات سُنتی اور ڈر جاتی تھی۔ میں نے اُس وقت جانا کہ اُن کے خوف و پریشانی کا یہ سبب تھا۔ لہٰذا عذابِ قبر سے خدا کی پناہ مانگو۔ اور راوندی نے حضرت محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص اپنے رکوع کو پُورے طور سے ادا کرتا ہے اس کے لیے قبر کی وحشت نہیں ہوتی اور ابن عباس سے منقول ہے۔ عذابِ قبر کے تین حصے ہیں۔ ایک حصہ غیبت کے

سبب سے، ایک حصّہ لوگوں کی باتیں گرفت کرنے پر اور ایک حصّہ پیشاب کے بعد پانی سے استنجا نہ کرنے پر ہوتا ہے۔ اور محاسن میں بسندِ موثق حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ سب سے سخت عذابِ قبر پیشاب کے بعد استنجا نہ کرنے پر ہوتا ہے۔ اور علل الشرائع میں بسندِ صحیح اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ ایک نیک اور صالح مرد کو یا بنی اسرائیل کے علماء میں سے کسی عالم کو قبر میں دفن کیا گیا تو فرشتے نے کہا کہ میں عذابِ الٰہی کے سو تازیانے ماروں گا۔ اُس نے کہا اُس کی طاقت نہیں رکھتا ہوں۔ پھر کم کیا اور اُس نے کہا اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ کم کیا جاتا رہا اور وہ عُذر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک تازیانہ تک پہنچے، پھر اُس نے کہا میں ایک کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔ اُس سے کہا کہ بغیر اس کے چارہ نہیں۔ اُس نے پوچھا کس سبب سے مجھے یہ سزا دی جاتی ہے۔ اُس سے کہا گیا کہ تو نے ایک روز بغیر وضو کے نماز پڑھی تھی۔ اور ایک کمزور مظلوم کی طرف سے تیرا گذر ہوا اور تُو نے اُس کی امداد نہ کی۔ بالآخر ایک تازیانہ اُس کو مارا جس سے اُس کی قبر آگ سے بھر گئی۔ کلینی نے بسندِ معتبر ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ کیا فشارِ قبر سے کوئی نجات پائے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا کی پناہ چاہتا ہُوں کہ کس قدر زیادہ کم ہے اُس پر عذاب جو شخص اُس سے نجات پا جائے۔ بیشک رُقیّہ کو جب ملعون سوم نے شہید کیا۔ رسولِ خداؐ اُن کی قبر پر کھڑے ہُوئے اور سر آسمان کی جانب بلند کیا اور آنسو آپ کی چشم ہائے مبارک سے جاری تھے۔ لوگوں سے فرمایا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ جو کچھ اُس ملعون نے اس پر ظلم کیا اور اُسی پر رویا اور خداوندِ رحیم سے سوال کیا کہ اس کو میری خاطر سے بخش دے اور فشارِ قبر اُس کو نہ پہنچے۔ پھر کہا خداوندا رقیہ کو میری خاطر سے فشار سے محفوظ رکھ تو خدا نے اس مظلومہ شہید کو آنحضرتؐ کے سبب سے بخش دیا۔ امام نے پھر فرمایا کہ رسولِ خداؐ سعد بن معاذ کے جنازہ کے ساتھ آئے اور ستّر ہزار فرشتوں نے اُن کے جنازہ کی مشایعت کی۔ آنحضرتؐ نے سر آسمان کی جانب بلند کیا اور فرمایا کہ سعد کے مانند کس پر فشار ہوا۔ ابوبصیر نے کہا میں آپ پر فدا ہُوں۔ میں نے سُنا ہے کہ اُن پر فشار اس لیے ہوا کہ وہ پیشاب سے پرہیز نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اُس سے کم اجتناب کرتے تھے۔ حضرت نے فرمایا معاذ اللہ ایسا نہیں تھا۔ بلکہ اس لیے تھا کہ وہ اپنے اہل سے بُرے اخلاق سے پیش آتے تھے۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ مادرِ سعد نے کہا کہ اے سعد تم کو بہشت گوارا ہو۔ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے مادرِ سعد خدا کو تاکید مت کرو۔ بیشک سعد نے عذابِ قبر سے نجات پائی۔ ایضاً بسندِ صحیح حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ عمر بن یزید نے اُن حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے آپ سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ہمارے تمام شیعہ بہشت میں ہوں گے۔ اگرچہ گنہگار ہُوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میں نے سچ کہا

قبر میں عذاب کے تین سبب ہیں: غیبت، چغلی اور پیشاب کے بعد پانی سے استنجا نہ کرنا

بنی اسرائیل کے ایک عالم پر ایک مظلوم کی مدد نہ کرنے کے سبب عذاب

اور خدا کی قسم سب بہشت میں ہوں گے ۔ میں نے عرض کی میں آپ پر فدا ہوں ۔ بہت شیعوں کے ذمہ گناہِ کبیرہ ہوتا ہے ۔ حضرت نے فرمایا لیکن روزِ قیامت تم سب پیغمبر واجبُ الاطاعت اور اُن کے واجب الاتباع وصی کی سفارش سے داخلِ بہشت ہوگے ۔ لیکن میں تمھارے لیے برزخ کے عذاب سے ڈرتا ہوں ۔ پوچھا برزخ کیا ہے فرمایا قبر جس روز سے کہ مرتے ہو روزِ قیامت تک ۔ ؂۱

حدیث حسن میں جو مثلِ صحیح کے ہے زُرارہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے پوچھا کہ میت کے ساتھ جریدہ کیوں رکھتے ہیں ۔ فرمایا اس لیے کہ عذاب اور حساب میت سے دور ہوجاتا ہے ۔ جب تک کہ وہ تر ہوتا ہے اور تمام عذاب ایک روز اور ایک ساعت میں

؂۱ مُؤلّف فرماتے ہیں کہ بہت سی معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مومن کو فشار نہیں ہوتا جیسا کہ کلینی نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ جب مومن کو قبر میں پہنچاتے ہیں اور اُس کی رُوح اس کے عالی بدن میں واپس کی جاتی ہے اور اُس سے اس کے عقائدِ حقّہ کے بارے میں سوال کرتے ہیں ۔ جب وہ جواب دے دیتا ہے تو بہشت کا ایک دروازہ اُس کی قبر کی طرف کھول دیتے ہیں جس سے بہشت کی خوشبو، ٹھنڈک اور نور داخلِ قبر ہوتا ہے ۔ میں نے عرض کی آپ پر فدا ہوں پھر فشارِ قبر کہاں ہوتا ہے ۔ فرمایا افسوس ہے مومنوں کے لیے فشار کی سی کوئی چیز نہیں خدا کی قسم جس زمین پر مومن راستہ چلتا ہے وہ دوسری زمین پر فخر کرتی ہے کہ یہ مومن میری پشت پر راستہ چلتا ہے اور تیری پشت پر نہیں چلتا اور جب وہ مومن قبر میں داخل ہوتا ہے ۔ زمین اُس سے خطاب کرتی ہے کہ میں تجھ کو دوست رکھتی تھی ۔ جب تو میری پُشت پر چلتا تھا ۔ اب جبکہ تیرا مجھ سے واسطہ ہے تو میں جانتی ہوں کہ تیرے ساتھ کیا کروں گی ۔ پھر وُہ اس کے لیے کشادہ ہوتی ہے جہاں تک نگاہ کام کرسکتی ہے ۔ اور حدیثوں میں باہم مطابقت کرنا نہایت اشکال ہے ۔ مومن کو اگر ہم مومنِ کامل پر محمول کریں تو فاطمہ بنت اسد، رُقیہ اور سعد بن معاذ ایسے کم ہوں گے ۔ سوائے اس کے کہ فاطمہ اور رُقیہ کے لیے ہم اس پر محمول کریں کہ اختیاطاً و اطمینان اور قبر میں آنحضرت کا سونا آپ کی دُعا کا سبب تھا اور ہم کہیں کہ مومن سے مراد معصوم ہیں اور جو مرتبہ عصمت کے قریب ہو جیسے سلمان، ابوذر اور انہی کے ایسے تو ممکن ہے کہ مومن پر فشار نہ ہونے کی حدیثیں محمول ہوں گی ۔ فشار شدید نہ ہونے پر اور معاذ کے خفیف فشار کے منافی نہ ہوگی ۔ اور معاذ کے فشار کی خبر میں اس حقیقت کی اِطلاع ہے جس کے ساتھ ہم عدم فشار پر محمول کریں، جو غضب و سختی کے ساتھ ہوگا اور مومن کا فشار لطف و مہربانی کے ساتھ ہوگا ۔ اس لیے کہ بہشت میں داخل ہونے کے قابل ہوجائے جس طرح دُنیا میں وہ بلاؤں میں مُبتلا ہوتا ہے اِس صُورت سے فشار بھی ہوگا ۔ یا یہ کہ ہم کہیں کہ ابتدائے اسلام میں ایسا تھا کہ غیر معصوم کے لیے عام طور سے تھا ۔ اُس کے بعد جناب رسُول خداؐ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی شفاعت کے سبب مومنین سے رفع ہوگیا ۔ یہ وجہ شاذ ہے ۔ اگرچہ بعض بعد کی خبروں میں وارد ہوا ہے ۔ ۱۲ ؎

ہوتا ہے اُسی وقت جبکہ میّت کو قبر میں داخل کر کے قوم واپس ہوتی ہے اور دو جریدہ اس لیے قرار دیا ہے کہ اُن لمحوں میں عذاب نہ کریں جب تک وُہ تر ہیں اور جب اُس وقت عذاب نہ ہُوا تو اُن کے خشک ہونے پر بھی انشاء اللہ عذاب نہ ہوگا[1]

تیسرا فائدہ : محل و مقام رُوح اور عالم برزخ میں مثالی بدن کے بیان میں۔ کلینی نے حبہ عربی سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ ہر مومن جو کسی مقام پر مرتا ہے اُس کی رُوح سے کہتے ہیں کہ وادیِ السلام میں ملحق ہو جا جو صحرائے نجف اشرف ہے۔ بیشک وہ جنّتِ عدن کا ایک ٹکڑا ہے۔ نیز منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا بھائی بغداد میں ہے میں ڈرتا ہُوں کہ وہ وہاں مر جائے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا پرواہ ہے جہاں چاہے مرے۔ زمینِ مشرق و مغرب میں کوئی مومن نہیں مرتا مگر یہ کہ خدا اُس کی رُوح کو وادیِ السلام میں جمع کرتا ہے۔ راوی نے پوچھا وادیِ السلام کہاں ہے۔ فرمایا کوفہ کے باہر ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ مومنین حلقہ در حلقہ بیٹھے ہُوتے ہیں۔ اور آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اور بہت سی خبروں میں وارد ہوا ہے کہ مومنوں کی رُوحیں بہشت کے ایک درخت پر رہتی ہیں بدنوں کی صفت پر۔ ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے واسطے قیامت برپا کر اور جو وعدہ کیا ہے وہ ہم کو عطا فرما اور ہمارے آخر کو ہمارے اوّل سے مُلحق فرما اور جب کوئی رُوح ان کے پاس وارد ہوتی ہے تو سب اُس کے پاس جمع ہوتی ہیں تاکہ اُس سے پُوچھیں۔ لیکن ان میں سے بعض کہتی ہیں کہ ابھی اس کو چھوڑ دو کہ عظیم ہول سے نجات پائی ہے اور جب اطمینان ہوتا ہے تو ہر ایک اپنے دوستوں اور اصحاب کے بارے میں دریافت کرتا ہے۔ اگر وُہ کہتی ہے کہ زندہ ہیں تو اُس کے بارے میں اُمیدوار ہوتے ہیں کہ شاید سعید لوگوں میں سے ہو اور مرنے کے بعد اُن سے جا کر ملے۔ اگر وُہ رُوح کہتی ہے کہ مر گیا ہے تو کہتے ہیں کہ نیچے گیا یعنی جہنم میں اور کافروں کی رُوحیں آگ میں معذب ہوتی ہیں۔ اور دُوسری روایت کے مُطابق اُن کو آتشِ جہنم میں پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ خداوندا ہمارے لیے جلد قیامت برپا نہ کر اور ہم سے جو تو نے عذاب کا وعدہ کیا ہے عمل میں مت لا۔ اور ہمارے آخر کو ہمارے اوّل سے ملحق مت کر۔ اس بارے میں حدیثیں گذر چکیں اور کلینی نے بسندِ صحیح ضریس سے

رُوحیں بعد مرنے کے مومنین کی رُوحیں وادی السلام میں جمع ہوتی ہیں۔

---

[1] مُولّف فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی توجیہ میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ اصلی بدن پر پہلی ہی ساعت میں عذاب ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ عذاب کی ابتداء پہلی ہی ساعت میں ہوتی ہے جب خداوندِ عالم نے اُس وقت فضل و کرم فرمایا اور عذاب نہ کیا تو جریدتین خشک ہونے کے بعد بھی انشاء اللہ عذاب نہ کرے گا۔ اور یہ بہت واضح ہے۔ ۱۲

روایت کی ہے کہ وُہ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا دریائے فرات بہشت سے نکلتا ہے۔ یہ کیونکر ہے حالانکہ فرات کا پانی مغرب سے باہر آتا ہے اور دوسرے چشمے اور نہریں اُس میں گرتی ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خدا کی ایک بہشت ہے جس کو مغرب میں خلق کیا ہے اور تمھارے فرات کا پانی اُسی جگہ سے باہر آتا ہے اس بہشت کی طرف مومنین کی رُوحیں اپنی قبروں سے ہر شام کو جاتی ہیں اور اُس بہشت کے میوے کھاتی ہیں اور متنعم ہوتی ہیں، اور ایک دُوسرے سے مُلاقات کرتی ہیں اور ایک دُوسرے کو پہچانتی ہیں اور صبح کو اُس بہشت سے نکلتی ہیں اور آسمان و زمین کے درمیان پرواز کرتی ہیں اور جب سُورج طلُوع ہوتا ہے تو اپنی قبروں میں چلی جاتی ہیں اور اُس کی خبر لیتی ہیں اور ہوا میں ایک دُوسرے سے مُلاقات کرتی ہیں اور باہم شناسائی پیدا کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ اور امامؑ نے فرمایا کہ خُدا کی ایک آگ ہے جس کو مشرق میں خلق کیا ہے تاکہ کافروں کی روحیں اُس میں ساکن ہوں اور ہر رات وہاں کے زقوم (تھوہڑ کے کانٹے دار درخت) میں سے کھائیں اور کھولتا ہوا پانی پئیں۔ جب صبح طالع ہو تو وہاں سے اُس وادی میں جاتی ہیں جو یمن میں ہے اور اُس کو برہوت کہتے ہیں وُہ دنیا کی تمام آگ سے زیادہ گرم ہے۔ اُسی میں رہتی ہیں اور ایک دُوسرے سے مُلاقات کرتی ہیں اور ایک دُوسرے کو پہچانتی ہیں۔ جب شام ہوتی ہے تو پھر آگ میں واپس کردی جاتی ہیں۔ قیامت کے دن تک اُن کا یہی حال رہے گا۔ راوی نے پوچھا کہ اُس گنہگار مسلمانوں کے گروہ کا کیا حال ہوگا جو خدا کی وحدانیت اور جناب رسُولِ خُداؐ کی رسالت کے قائل ہیں۔ ان میں سے چند جو مرتے ہیں۔ اور کسی امام کا اعتقاد نہیں رکھتے اور آپ حضراتؑ کی ولایت و امامت کو نہیں مانتے۔ حضرت نے فرمایا کہ وُہ اپنی قبروں میں رہتے ہیں باہر نہیں آتے اور ان میں جس کے اعمال شائستہ ہوتے ہیں اور اُس سے کوئی عداوت ظاہر نہیں ہُوئی ہوتی۔ اُن کی قبروں سے ایک رستہ اُس بہشت کی طرف کھول دیتے ہیں۔ جس کو خُدا نے مغرب میں خلق کیا ہے اور اُس میں قیامت تک نسیم داخل ہوتی رہتی ہے۔ پھر خدا اُس کے گناہوں اور نیکیوں کا حساب کرتا ہے تو بہشت میں لے جاتا ہے یا جہنم میں۔ وُہ خدا کے حکم پر موقوف ہوتے ہیں۔ اور یہی صُورت مستضعفین، احمقوں اور مُسلمانوں کے اطفال و اولاد کے ساتھ اختیار کرتا ہے۔ اُن اولاد کے ساتھ جو حدِ بلُوغ کو نہیں پہنچے ہیں اور اہلِ قبلہ کے ناصبی لوگوں کے لیے جو اپنے باطل مذہب میں تعصب رکھتے ہیں اُن کی قبروں سے ایک نقب اس آگ کی طرف کھولتے ہیں جس کو مشرق میں خُدا نے خلق کیا ہے اور اُس آگ کے شُعلے شرارے۔ دُھوئیں اور پیپ و خُون اُن کی قبر میں پہنچتے ہیں۔ روزِ قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ پھر اُن کی بازگشت حمیم جہنّم کی طرف ہوگی اور وہ آگ میں جلیں گے۔

دریائے فرات جنت بہشت سے جاری ہوتا ہے

وادی برہوت میں بے ایمانوں کی رُوحوں کو عذاب کی شدت

پھر اُن سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہے جس کو خدا کے علاوہ پکارتے تھے یعنی تمھارا امام کہاں ہے جس کو تم نے اُس امام کے علاوہ امام قرار دیا تھا جس کو خدا نے لوگوں کا امام بنایا تھا۔

اور روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السّلام سے میں نے جنتِ آدم کے بارے میں پوچھا حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ ایک باغ دنیا کے باغوں میں سے ہے جس پر آفتاب و ماہتاب طلوع و غروب ہوتے تھے۔ اگر وہ آخرت کے باغوں میں سے ہوتا تو ہرگز اُس میں سے باہر نہ آتے۔ علی بن ابراہیم نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ ولهم رزقهم فيها بكرة وعشيا یعنی اُن کے لیے روزی صبح و شام ہے۔ فرمایا کہ یہ دنیا کی بہشت ہے جس میں مومنوں کی رُوحوں کو قیامت سے پہلے لے جاتے ہیں۔ کیونکہ آخرت کی جنّت میں آفتاب و ماہتاب اور صبح و شام نہیں ہوگی۔ ایضاً اس آیت فاما الذين شقوا ففي النار فيها زفير وشهيق خالدين فيها مادامت السماوات والارض یعنی جو لوگ شقی اور بدعاقبت ہیں وہ آگ میں ہوں گے وہ اُس میں نالہ و فریاد و فغاں کرتے رہیں گے۔ اور ہمیشہ اُس میں رہیں گے جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ دُنیا کی آگ میں قیامت سے پہلے ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ جو سعادت مند ہیں بہشت میں ہمیشہ ہوں گے۔ جب تک کہ زمین و آسمان ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ دُنیا کی بہشت ہے۔ جس میں مومنین کی روحوں کو لے جاتے ہیں وعطاءً غیر مجذوذ یعنی یہ وہ عطا ہے جو کبھی قطع نہیں ہوگی۔ یہ آخرت کی نعمتوں سے متصل ہوگی اور اس پر یہ دلیل ہے کہ آخرت میں آسمان و زمین تبدیل اور برطرف ہو جائیں گے۔ لہٰذا چاہیئے کہ دُنیا کی بہشت میں اور دُنیا کی دوزخ میں ہوں۔

پھر روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اُس آیت کی تفسیر دریافت کی جس میں خداوند تعالیٰ فرعون اور اُس کے اصحاب کے بارے میں فرماتا ہے کہ آگ اُس پر صبح و شام پیش کی جائے گی۔ حضرت نے فرمایا سُنی حضرات اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ راوی نے کہا کہ یہ ہمیشہ کی آگ ہے۔ اور مرنے کے بعد قیامت تک اُن کے لیے کچھ عذاب نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا پھر تو وہ سعادت مندوں میں سے ہوں گے عرض کی آپ پر فدا ہوں پھر یہ کس طرح ہے فرمایا کہ یہ دُنیا کا جہنم اور آگ ہے جس میں صبح و شام جلتے ہیں اور اس پر دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جس روز قیامت ہوگی تو کہا جائے گا کہ فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔ ایضاً امام حسن مجتبیٰ علیہ السّلام سے منقول ہے کہ مومنوں کی رُوحیں جمعہ کی راتوں میں بیت المقدس کے بڑے پتھر کے قریب جمع ہوتی ہیں اور قیامت میں بھی خلائق کا حشر اسی جگہ ہوگا۔ اور کافروں کی رُوحیں مرنے کے بعد حضر موت یمن میں جمع ہوتی ہیں اور کلینی نے حضرت صادقؑ سے کئی سندوں سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسُول اور امیر المومنین صلوات اللہ علیہم نے فرمایا کہ بدترین پانی

رُوئے زمین پر برہوت کا پانی ہے اور وہ حضرموت میں ایک وادی ہے جہاں کافروں کی رُوحوں پر عذاب کیا جاتا ہے۔ ایضاً حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ یمن کے پیچھے ایک وادی ہے جس کو برہوت کہتے ہیں۔ اور اُس وادی میں سوائے سانپ اور سیاہ بچھوؤں اور اُلّو کے کوئی نہیں رہتا۔ اُس وادی میں ایک کنُواں ہے جس کو بلہوت کہتے ہیں۔ ہر صبح و شام مشرکین کی رُوحوں کو وہاں لے جاتے ہیں اور آبِ صدید (خون اور پیپ بھرا ہوا کھولتا پانی) اُن کے حلق میں ڈالتے ہیں۔ بسند موثق منقول ہے کہ ایک اعرابی امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے پوچھا کہاں سے آتے ہو۔ عرض کی قوم عاد کے احقاف سے میں نے اُس جگہ ایک تاریک وادی دیکھی کہ اُس کی گہرائی نہیں دیکھی جا سکتی۔ اُس جگہ اُلّو اور زہریلے جانور بہت ہیں۔ حضرت نے فرمایا تم جانتے ہو کہ وہ کیا ہے اُس نے کہا خدا کی قسم نہیں جانتا۔ فرمایا برہوت ہے۔ جس میں ہر کافر کی روح ہوتی ہے۔ اور علی بن ابراہیم نے بسند معتبر انہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص جناب رسُولِ خداؐ کی خدمت میں آیا اور کہا یا رسُول اللہؐ میں نے ایک امر عظیم مشاہدہ کیا فرمایا کیا دیکھا۔ عرض کی کہ مجھے ایک مرض تھا اور اُس کے لیے برہوت میں احقاف کے کنُویں کا پانی مجھے بتایا گیا کہ شفاء کے لیے لوگ لے جاتے ہیں۔ لہٰذا میں لانے کے لیے تیار ہُوا اور اپنے ساتھ ایک مشک اور ایک بڑا پیالہ لے لیا کہ جس سے پانی اس مشک میں بھروں گا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ہوا میں کوئی چیز زنجیر کے مانند نیچے آئی اور کہا اے شخص مجھے پانی دے کیونکہ مرا جا رہا ہوں۔ جب میں نے سر اٹھایا کہ ایک پیالہ پانی دے دوں۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص ہے جس کی گردن میں زنجیر بندھی ہُوئی ہے۔ میں نے چاہا کہ پیالہ اس کو دوں تو اس کو سُورج کے پاس تک کھینچ لیا گیا۔ پھر جب میں پانی نکالنے لگا تو وہ دوبارہ آیا اور العطش العطش مجھ کو پانی دو چلّا رہا تھا کہ مرا جا رہا ہوں۔ جب میں نے پیالہ اوپر کیا پھر وہ آفتاب تک کھینچ لیا گیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ پھر میں نے مشک کا دہانہ باندھا اور اس کو پانی نہیں دیا۔ جناب رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ قابیل پسر آدمؑ ہے جس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اور اُس پر یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا۔ اور بصائر الدرجات میں عبد اللہ بن سنان سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے حوضِ کوثر کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اُس کی وُسعت صحرائے شام سے صنعائے یمن تک ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اُس کو دیکھو؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ میں آپ پر فدا ہوں، تو حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور مدینہ سے باہر لے گئے۔ پھر اپنا پیر زمین پر مارا۔ ایک نہر پیدا ہُوئی جس کے دونوں کناروں تک نظر نہیں پہنچ سکتی تھی۔ سوائے اس جگہ کے جہاں میں اور وہ حضرتؑ کھڑے تھے جو ایک جزیرہ کی

احقاف کے کنُویں کا ذکر جس پر عذاب ہوتا

عبداللہ بن سنان کو حضرت صادقؑ کا چشمۂ کوثر دکھانا اور اسکا پانی پلانا۔

مانند تھا۔ میں نے وہاں ایک نہر دیکھی جس کے ایک طرف برف سے زیادہ سفید پانی بہہ رہا تھا۔ اور ایک طرف دُودھ جاری تھا وہ برف سے زیادہ سفید تھا اور اُن دونوں کے درمیان سُرخی اور لطافت میں یاقوت کے مانند شراب جاری تھی۔ جس سے بہتر اور زیادہ خوشنما میں نے سرکہ پانی اور دُودھ کے درمیان نہیں دیکھا تھا۔ میں نے عرض کی یہ نہر کہاں سے نکلتی ہے اور اس کے جاری ہونے کی کون سی جگہ ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ وُہ چشمے ہیں جن کے بارے میں خُدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ بہشت میں ایک چشمہ دُودھ کا اور ایک پانی کا اور ایک شراب کا اس نہر میں جاری ہوتا ہے۔ اور اس نہر کے کنارے میں نے بہت سے درخت دیکھے۔ ہر ایک درخت کے درمیان ایک حوریہ تھی جس کے سر کے بال لٹکے ہُوئے تھے جن سے بہتر بال میں نے نہیں دیکھے تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس سے خوبصورت برتن میں نے نہیں دیکھا تھا وہ دُنیا کے برتنوں میں سے نہ تھا۔ حضرت ایک حوریہ کے پاس گئے اور اشارہ فرمایا کہ پانی دے۔ میں نے دیکھا کہ وُہ حوریہ جھکی تاکہ نہر میں سے پانی لے۔ درخت بھی اس کے ساتھ جُھکا۔ اُس نے اُس برتن کو اُس نہر سے بھر کر حضرت کے ہاتھ میں دیا۔ حضرتؑ نے پیا پھر وہ ظرف اُس کے ہاتھ میں دے دیا اور اشارہ فرمایا پھر بھرے۔ وہ درخت کے ساتھ جھکی اور ظرف کو بھرا اور حضرت کو دیا۔ حضرت نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پیا۔ میں نے کوئی پینے کی چیز اُس سے بہتر نرم، لطیف اور لذیذ نہیں چکھی تھی۔ اُس کی بُو مشک کی بُو تھی۔ جب میں نے کاسہ میں نظر کی تو تینوں طرح کے رنگوں کا شروب اُس میں تھا۔ میں نے عرض کی آپ پر فدا ہوں آج کی طرح میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اب تک میرے گمان میں بھی نہ تھا کہ ایسی چیز ہو سکتی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا یہ ان چیزوں سے بہت کم ہے جو خدا نے ہمارے شیعوں کے لیے مُہیّا فرمایا ہے۔ مومن جب دنیا سے رحلت کرتا ہے اُس کی روح کو ان نہروں کی طرف لاتے ہیں۔ وُہ ان باغوں میں سے کھاتی ہے اور اُن نہروں سے پیتی ہے اور جب ہمارا دشمن مرتا ہے تو اس کی رُوح وادیٔ برہوت میں ہمیشہ عذاب میں معذب رہتی ہے اور اُس میں سے تھوہڑ کا درخت اس کو کھلاتے ہیں اور خون و پیپ بھرا کھولتا ہوا پانی اُس کے حلق میں ڈال دیتے ہیں۔ لہٰذا خدا سے اُس وادی سے پناہ مانگو اور قولویہ نے کامل الزیارت میں عبداللہ بکر سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت صادقؑ کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک ساتھ تھا۔ ہم ایک منزل میں ٹھہرے جس کو عسفان کہتے ہیں۔ پھر کالے پہاڑ تک پہنچے۔ اُس کے بائیں راستہ کی وحشت کے بارے میں حضرتؑ سے میں نے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہؐ کس قدر وحشت خیز ہے یہ پہاڑ۔ اس پہاڑ کے راستہ کے مثل وحشت میں نے نہیں دیکھی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے پسر بکر تم جانتے ہو کہ یہ کون سا پہاڑ ہے۔ میں نے کہا نہیں میں نہیں جانتا۔

فرمایا یہ وُہ پہاڑ ہے جس کو کمد کہتے ہیں اور وہ جہنّم کی وادیوں میں سے ایک وادی میں واقع ہے۔ اِس پہاڑ میں میرے پدر حسینؑ بن علیؑ کے قتل کرنے والے رہتے ہیں۔ خدا نے ان کو اس جگہ کے حوالہ کیا ہے۔ اس کے نیچے جہنّم کی تمام نہریں جاری ہیں مثل غسلین[1] صدید اور حمیم کے اور جو کچھ اُس سے نکلتا ہے حزن، فلق اور اثام کے کنوئیں سے اور خبال، جہنّم، لظی، حطمہ، سقر، جحیم، ہاویہ، سعیر کی مٹی سے نکلتا ہے اور وُہ خدا کے شدید عذاب میں سے ہے۔ میں اس پہاڑ سے کبھی نہ گزرا۔ مگر یہ کہ اوّل و دوم کو دیکھتا ہوں جو مجھ سے فریاد کرتے ہیں۔ اور اپنے پدر امام حسینؑ کے قاتلوں کو دیکھتا ہُوں میں اُن دونوں سے کہتا ہُوں کہ جو کچھ اُن لوگوں نے کیئے ان اسباب کے باعث تھا جو تم نے چھوڑے تھے۔ جب حاکم ہُوئے۔ تم نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہم کو قتل کیا اور ہم کو ہمارے حق سے محروم کیا۔ ہمارے حقوق غصب کیئے اور ہمارے تمام اُمور پر تم متصرّف ہُوئے۔ خُدا اس پر رحم نہ کرے جو تم پر رحم کرے۔ چکھو اُس کا مزہ جو پہلے سے بھیج چکے ہو۔ اور خُدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ میں نے عرض کی آپ پر فدا ہوں یہ پہاڑ کہاں پر ختم ہوتا ہے۔ فرمایا چھٹی زمین پر اور جہنّم وہیں ہے۔ اور جہنّم پر آسمان کے ستاروں سے، بارش کے قطروں سے، سمندر کی بُوندوں اور زمین کے ذرّوں سے زیادہ فرشتے محافظ ہیں۔ اور ہر فرشتہ ایک کام پر مقرّر ہے۔ جس سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتا۔

زید نرسی نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب جمعہ اور عید کے دن ہوتے ہیں تو خداوند عالم رضوان خازن جنّت کو حکم دیتا ہے کہ مومنین کی رُوحوں کے درمیان ندا دے جو بہشت کے بالا خانوں میں ساکن ہیں کہ خداوند عالم نے تم لوگوں کو اجازت دی ہے کہ اپنے اعزا و اقربا، دوستوں اور احباب کو جو دنیا میں ہیں دیکھنے جاؤ۔ پھر حق تعالےٰ رضوان کو حکم دیتا ہے کہ ہر رُوح کے لیے بہشت کا ناقہ لائے جس پر زبرجد کا ایک قبہ بندھا ہو جس کا پردہ زرد یاقُوت کا ہو اور ہر ناقہ بہشت کے سندس اور استبرق کے حلوں اور بُرقعوں سے چھُپا ہوا ہو۔ پھر وہ رُوحیں بہشت کے حلوں سے آراستہ اور مروارید کے تاج سر پر رکھے ہوئے جن سے اُن کے سروں پر نُور نمایاں ہوتا ہے اور آسمان پر دُور و نزدیک سے ستاروں کے مانند چمکتا ہے۔ بہشت کے میدان میں جمع ہوتی ہیں اور خداوند بزرگ و برتر جبرئیلؑ کو حکم دیتا ہے کہ آسمانوں کے فرشتوں کو اُن کے استقبال کے لیے بھیجیں۔ پھر ہر آسمان کے فرشتے اُن کا استقبال کرتے ہیں اور نیچے کے آسمان تک اُن کو پہنچاتے ہیں تا کہ وہ وادیُ السّلام میں اُتریں جو پُشت کُوفہ پر ہے یعنی صحرائے نجفِ اشرف۔ وہاں سے وہ رُوحیں شہروں، گاؤں اور قریوں میں اپنے عزیزوں، دوستوں اور رشتہ داروں کی زیارت کے لیے متفرق ہوتی ہیں جن کے ساتھ دُنیا میں بسر کی تھی اور ان کے ساتھ چند فرشتے ہوتے ہیں جو اُن کے رُخ اُن امور کی طرف سے پھیرتے ہیں

[1] یہ جہنّم کی تین نہروں کے نام ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ۱۲ مترجم

اُس وقت تک نہیں مرتا جب تک اپنے صلب سے ہزار فرزند نہیں دیکھ لیتا۔ اُن کی تین قسمیں ہیں ایک قسم کے وُہ ہیں جو درختوں کے مانند بلند ہوتے ہیں۔ ان کی ایک قسم وُہ ہے جن کی لمبائی اور چوڑائی برابر ہوتی ہے اور یہ قسم وُہ ہے جن کے سامنے پہاڑ اور آہن کوئی حقیقت نہیں رکھتے تیسری قسم وہ ہے جن کے کان اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ ایک کو بچھا لیتے ہیں اور دُوسرے کان کو اپنا لحاف بنا لیتے ہیں اور ہاتھی، اُونٹ، سُور اور تمام حیوانات میں جو مل جائے اُس کو کھا جاتے ہیں اور خود ان میں جو مر جاتا ہے اس کو بھی کھا جاتے ہیں اُن کا آگے چلنے والا شام میں ہوگا اور آخری خراسان میں۔ وہ مشرق کے دریا اور مازندران کے دریا کو عبور کریں گے۔ چونکہ اُن کی خصوصیتیں احادیث معتبرہ میں وارد نہیں ہُوئی ہیں اس لیے اتنے ہی تذکرہ پر ہم اکتفا کرتے ہیں اور اُن کے وجود اور قیامت کے نزدیک اُن کے خروج پر اور ذُوالقرنین کی دیوار پر جیسا کہ قرآن مجید کی نص میں وارد ہوا ہے ایمان لانا چاہیئے اور ملاحدہ کی باتوں پر اور اُن کے شبہوں پر کان نہ دھرنا چاہیئے اور اُن کی خصوصیات

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) کی نفی پر ضرورت اور اجماع واقع ہُوا ہے اور کیونکر اُس میں داخل ہوگا حالانکہ اُس کے قائل بہت سے مسلمان ہوئے ہیں جیسے کہ شیخ مفید اور اُن کے علاوہ محدثین اور متکلمین۔ اور شیخ مفید نے ضروری مسائل کے جواب میں کہا ہے کہ آئمہ ہدیٰ سلام اللہ علیہم سے وارد ہوا ہے کہ ہر میت قبر میں معذب نہیں ہوتی بلکہ وُہ میت معذب ہوتی ہے جو محض کفر کی حامل ہوتی ہے اور ہر میت متنعم نہیں ہوتی سوائے اس کے جو محض ایمان رکھتی ہے۔ ان دونوں قسموں کے علاوہ باقی کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح منقول ہے کہ قبر میں انہی دونوں قسموں کے لوگوں سے سوال مخصوص ہے۔ جیسا کہ اخبار میں وارد ہوا ہے لیکن قبر میں کافر پر عذاب اور مومن کے لیے نعمتیں اور راحت۔ اس کے بارے میں حدیث میں وارد ہوا ہے کہ خُداوندِ عالم ہر مومن کی رُوح کو اُس کے قالب کے مثل قالب میں دُنیا کی بہشتوں میں سے ایک بہشت میں واپس کرتا ہے اور قیامت تک متنعم رکھتا ہے۔ پھر جب صور پھُونکا جائے گا تو اس کے جسم کو جو خاک میں پوشیدہ ہے اور متفرق ہوگیا ہے دُرست کرے گا پھر اُس کی رُوح کو اسی بدن میں واپس کرے گا اور موقف پر اُس کو محشور کرے گا اور حکم دے گا کہ اُس کو ہمیشہ کی جنت میں لے جائیں تو وہ وہاں ابدالآباد تک متنعم ہوگا۔ اور وہ بدن جو واپس ہوگا۔ دُنیا کے بدن کی ترکیب پر نہ ہوگا۔ بلکہ اُس کی طبیعت کے مساوی ہوگا۔ اور نہایت بہتر صورت میں واپس ہوگا جو اُس مساوی طبع بدن کے ساتھ کبھی بُوڑھا نہ ہوگا۔ بہشت میں اُس کو مشقت و تکلیف سستی اور کمزوری وغیرہ نہ ہوگی۔ اور کافر کی رُوح کو اُس کے دُنیاوی قالب کے مثل قالب میں عذاب کے لیے قرار دے گا تاکہ اُسی بدن کے ساتھ معذب ہو اور آگ میں قیامت تک معذب ہوتا رہے گا۔ پھر خداوندِ عالم اُس کے بدن کو جسے اُس کی رُوح سے قبر میں الگ کر دیا ہے۔ رُوح کو اُس بدن میں واپس لائے گا اور اُسی بدن کے ساتھ ہمیشہ آخرت میں معذب ہوتا رہے گا۔ اور اُس کے بدن کو اس طرح ترکیب دے گا کہ فنا نہ ہو۔ ۱۲

(حاشیہ: یاجوج و ماجوج کے حالات اور اُن کا خروج قیامت کی علامات میں سے ہے)

کی تلاش ضروری نہیں ہے۔

دوم:۔ دابۃ الارض ہے جس کا ذکر رجعت کے بیان میں پہلے گذر چکا۔

سوم:۔ سورج کا مغرب سے نکلنا ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ جس روز تمھارے پروردگار کی بعض علامتیں ظاہر ہوں گی۔ اُس روز کسی کو اُس کا ایمان فائدہ نہ دے گا۔ جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہوگا یا اُس کے ایمان کی حالت میں کوئی نیکی اور عبادت نہ ہوگی۔ عامہ نے رسُولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں مغرب سے آفتاب کا طلوع ہونا، دابۃ الارض اور دجال کا آنا، دُھوئیں کا تمام عالم میں پھیلنا اور موت ہے۔ اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خُدا کی نشانیاں مغرب سے طلُوعِ آفتاب، خروج دابۃ الارض اور دُھواں ہے۔ اور کلینی اور شیخ طوسی نے بسند معتبر انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جب آفتاب مغرب سے نکلے گا تو سب ایمان لائیں گے۔ لیکن اُن کا ایمان اُس وقت ان کو کچھ فائدہ نہ بخشے گا۔ اور علی بن ابراہیم نے بھی بسند صحیح روایت کی ہے کہ جب آفتاب مغرب سے طلُوع کرے گا۔ اُس وقت جو ایمان لائے گا اُس کو فائدہ نہ ہوگا۔

چہارم:۔ دُھواں ہے۔ جس کا ذکر احادیثِ سابقہ میں مذکور ہوا۔ اور وُہ خدا کے اُس ارشاد کی طرف اشارہ ہے جو اُس نے فرمایا ہے یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم یعنی جس روز آسمان پر ظاہر بظاہر دُھواں ہوگا جو لوگوں کو گھیر لے گا۔ تو لوگ کہیں گے کہ یہ عذاب دردناک ہے پالنے والے عذاب کو ہم سے دُور کر دے۔ بیشک ہم ایمان لائے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ ہم کچھ عذاب تم سے دُور کر دیں تو یقیناً تم پھر کفر اور جھگڑنے کی جانب پلٹ جاؤ گے۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ دُھواں قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے جو لوگوں کو گھیرے گا اور قیامت سے پہلے کفار و منافقین کے کانوں میں داخل ہوگا اور اُن کے سر بُھنے ہوئے کلّے کے مانند ہو جائیں گے اور ہر مومن کو اس میں سے مثل زکام کے پہنچے گا اور زمین اُس مکان کے مانند ہو جائے گی جس میں آگ جلائی ہو۔ یہ حالت چالیس روز تک رہے گی پھر برطرف ہو جائے گی۔ اس کی روایت ابن عباس اور حسن بصری نے اور دوسروں نے بھی کی ہے۔ لیکن اہلبیتؑ کی حدیثوں میں مجملاً وارد ہوا ہے اور یہ تفصیلیں اُن میں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا اسی طرح ایمان لانا چاہیئے۔ اور وہ جو بعض لوگوں نے کہا ہے کہ دُھواں اُس قحط کی جانب اشارہ ہے جو جنابِ رسُولِ خداؐ کے زمانہ میں ہوا تھا۔ یہ عامہ و خاصہ کی معتبر حدیثوں کے خلاف ہے بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ یہ دُھواں رجعت میں ظاہر ہوگا۔

چھٹی فصل

صور پھونکنے اور اشیاء کے فنا ہونے کا بیان

واضح ہو کہ بہت سی آیتیں صور پھونکنے پر دلالت کرتی ہیں۔ عامہ و خاصہ کے

طریقوں سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ خداوند عالم نے اسرائیل کو خلق فرمایا اور انہی کے ساتھ ایک عظیم صور پیدا کیا یعنی ایک بھوپو جس کا ایک سرا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے اور جس روز سے وہ پیدا ہوئے ہیں صور کو منہ لگائے خدا کے حکم کے منتظر ہیں کہ جس وقت حکمِ خدا پہنچے صور پھونکیں۔ چنانچہ حضرت سید الساجدین علیہ السلام نے صحیفۂ کاملہ میں فرمایا ہے کہ "اسرافیل صاحب صور جن کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ اور (اے خدا) صور پھونکنے اور امر قیامت برپا کرنے کی تیری جانب سے اجازت کے منتظر ہیں۔ پھر وہ صور پھونک کر مُردوں کو زندہ اور آگاہ کریں گے جو قبروں میں اپنے اعمال میں گروی ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ نے سورۂ کہف میں فرمایا ہے "صور پھونکا جائے گا۔ تو ہم اُن کو جمع کریں گے جو جمع کرنے کا حق ہے اور سورۂ طٰہٰ میں فرمایا ہے جس روز صور پھونکا جائے گا اور مجرموں کو نیلی (بلا امتیاز) آنکھوں کے ساتھ محشور کریں گے"! اور سورۂ مومنین میں فرمایا ہے جب صور پھونکا جائے گا تو اُن کے درمیان نسبوں کا تعلق باقی نہ رہیگا۔ اور سورۂ نمل میں فرمایا ہے۔ "جس روز صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کے ساکنین نالہ و فریاد کریں گے۔ کہتے ہیں کہ شدّتِ خوف سے مر جائیں گے سوائے اُس کے جس کو چاہے وہ نہ مرے گا بیان کرتے ہیں کہ وہ جبرئیلؑ و اسرافیل و عزرائیل ہیں جو نہ مریں گے۔ اور سورۂ یٰسین میں فرمایا ہے کہ اہل عالم ایک صدائے عظیم کا انتظار کر رہے ہیں جو اُن کو اس وقت پکڑ لے گی جبکہ وہ اپنے دنیاوی معاملوں اور جھگڑوں میں مبتلا ہوں گے۔ اس سے مراد پہلا صور پھونکنا ہے جس سے سب مر جائیں گے مفسّروں نے روایت کی ہے کہ قیامت برپا ہوگی جس وقت کہ دو اشخاص خرید و فروخت کے لیے کپڑے بچھائے ہوں گے اور ابھی اُن کو لپیٹا نہ ہوگا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ اور ایک شخص نے لقمہ توڑا ہوگا اور ابھی اپنے دہن تک نہ لے گیا ہوگا کہ مر جائے گا پھر فرمایا کہ اُن میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ وہ وصیت کرلیں اور نہ اپنے مکانوں اور اہل و عیال کے پاس واپس پہنچ جائیں۔ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ یہ آخر زمانہ میں ہوگا۔ ایک صبح کے وقت جبکہ لوگ اپنے بازاروں میں جھگڑوں میں پھنسے ہوں گے تو سب کے سب مر جائیں گے اور ان میں سے کوئی اپنے مکان واپس نہ جائے گا اور نہ وصیت کرے گا۔ پھر دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا حکم فرمائے گا اور صور پھونکا جائے گا تو وہ قبروں سے نکل کر نہایت تیزی کے ساتھ اپنے پروردگار کی جانب اُس کے عرش کی طرف اُس کے حکم کے مقام پر جائیں گے اور کہیں گے کہ ہائیں کس نے ہماری خواب گاہوں سے ہم کو اُٹھایا اور محشور کیا۔ یہ ہے جس کا خدائے رحمان نے وعدہ کیا تھا۔ اور اُس کے پیغمبروں نے سچ کہا تھا کہ وہ ایک چنگھاڑ ہوگی پھر فوراً لوگ ہمارے نزدیک ایک مقام پر حاضر ہوں گے اور سورۂ صٓ میں فرمایا ہے کہ لوگ انتظار نہیں کر رہے ہیں مگر ایک چنگھاڑ کا پھر

دُنیا میں واپس نہ آئیں گے اور سُورۂ زمر میں فرمایا ہے کہ جب صور پھُونکا جائے گا اُس وقت اہل آسمان و زمین سب بیہوش ہو جائیں گے یعنی مَر جائیں گے۔ پھر دوبارہ صور پھُونکیں گے تو لوگ فوراً کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھیں گے اور انتظار کریں گے کہ انکے ساتھ کیا عمل کیا جائے گا۔

پھر دوسری سُورہ میں فرمایا ہے کہ جب صور پھُونکا جائے گا تو وہ دن ہوگا جس دن گنہگاروں پر عذاب کا وعدۂ الہٰی عمل میں آئے گا۔ اور فرمایا کہ کان لگا کر سنو۔ جس روز ندا دینے والا قریب سے ندا دے گا کہ لوگ ایک چنگھاڑ سُنیں گے تو اُس دن بالکل حق اور سچ ہے کہ لوگ قبروں سے باہر آئیں گے اور یقیناً ہم ہیں جو زندہ کرتے ہیں اور مُردہ کرتے ہیں اور سب کی بازگشت ہماری طرف ہے۔ جس روز زمین شگافتہ ہوگی اور لوگ تیزی سے باہر نکلیں گے۔ یہ حشر ہے جو ہمارے لیے آسان ہے۔ اور سُورۂ مدثر میں فرمایا ہے کہ جس وقت صور پھُونکا جائے گا تو وہ دن کافروں پر دُشوار ہے اور آسان نہیں ہے۔

الغرض آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ یقیناً صور دو مرتبہ پھُونکا جائے گا۔ پہلے صور پھُونکنے میں تمام اہلِ زمین اور اکثر اہلِ آسمان اکبارگی مَر جائیں گے۔ دُوسرے مبعوث ہونے کے وقت کہ اُس کے پھُونکنے سے تمام خلائق اکبارگی زندہ ہو جائے گی اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ صور تین مرتبہ پھُونکا جائے گا۔ پہلی دفعہ میں نالہ و فریاد جب کہ ڈر جائیں گے۔ دوسری دفعہ بیہوشی یعنی مَر جائیں گے۔ اور تیسری دفعہ قیام ہے یعنی زندہ ہو کر اپنی قبروں سے باہر آئیں گے۔ یہ نادر قول ہے لیکن معتبر حدیثوں میں دو مرتبہ صور پھُونکنے سے زیادہ کا ذکر نہیں ہے اور بعض لوگوں نے جو تاویل کی ہے کہ صور صورت کی جمع ہے اور مراد قیامت میں بدنوں میں رُوحوں کا پھُونکنا ہے بے وجہ ہے اور ظاہری آیتوں کے منافی ہے بلکہ ان کے صریح منافی ہے اور معتبر خبروں کے مخالف ہے، جیسا کہ علی بن ابراہیم نے بسند معتبر سویر بن ابی فاختہ سے روایت کی ہے۔ امام زین العابدین علیہ السّلام سے لوگوں نے سوال کیا کہ پہلے صور پھُونکنے اور دوسری مرتبہ صور پھُونکنے کے درمیان کس قدر وقفہ ہوگا۔ حضرتؑ نے فرمایا جس قدر خدا چاہے گا۔ لوگوں نے عرض کی یا ابنِ رسول اللہ صور کس طرح پھُونکا جائے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ کا پھُونکنا تو اس طرح ہوگا کہ خدا اسرافیل کو حکم فرمائے گا کہ دنیا میں نازل ہو تو وہ صور لیے ہوئے نازل ہوں گے جس کے دو کنارے (سرے) ہونگے اور ہر ایک کا فاصلہ زمین و آسمان کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہے۔ جب فرشتے اسرافیل کو دیکھیں گے کہ صور لیے ہُوئے زمین پر آرہے ہیں تو کہیں گے کہ خدا نے ان کو اہلِ زمین اور اہلِ آسمان کو مار ڈالنے کی اجازت دی ہے۔ الغرض اسرافیل بیت المقدس کی چہار دیواری میں نازل ہوں گے۔ اور کعبہ کی طرف رُخ کریں گے تو اہلِ زمین اسرافیل کو دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ خدا نے ان کو اہلِ زمین کی موت لانے کی اجازت دی۔ پھر وہ اس صور میں پھُونکیں گے۔

اور آواز باہر آئے گی اُس طرف سے کہ اہلِ زمین کی جانب جس کا رُخ ہوگا پھر اہلِ زمین میں سے کوئی صاحبِ رُوح نہ رہے گا مگر یہ کہ مَر جائے گا۔ پھر دوسری جانب پھونکیں گے جو دوسرا آسمان کی طرف ہوگا۔ پھر آسمان پر کوئی صاحبِ رُوح نہ رہے گا ——— مگر یہ کہ مر جائے گا سوائے اسرافیل کے۔ اُس وقت حق تعالیٰ اسرافیل سے فرمائے گا کہ تُم بھی مَر جاؤ تو وہ بھی مَر جائیں گے۔ اور اسی حال سے اُس وقت تک رہیں گے جب تک خدا چاہے گا۔ پھر خداوندِ عالم آسمانوں کو حکم دے گا کہ حرکت اور موج میں آئیں۔ پھر پہاڑوں کو حکم دے گا کہ رواں ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ مطلب یہ ہوا کہ زمین کے برابر ہموار ہو جائیں اور پھیل جائیں گے اور زمین دُوسری زمین سے تبدیل ہو جائے گی یعنی ایسی زمین ہو جائے گی جس پر کوئی گناہ نہ کیا گیا ہوگا اور آرزُو کے ساتھ نمودار ہُوئی ہوگی اور کوئی پہاڑ، کوئی مکان، کوئی درخت اور کوئی گھاس رُوئے زمین پر نہ ہوگا۔ جس طرح پہلی مرتبہ زمین کو پھیلایا تھا اور اپنے عرش کو پانی پر قائم کرے گا۔ جیسا کہ پہلی مرتبہ چھوڑا تھا اور اس کا استقلال عظمت و قدرت کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اُس وقت خداوندِ جبار جلّ جلالہٗ بڑی بلند آواز سے ندا دے گا جو آسمان کے کناروں تک پہنچے گی، اور فرمائے گا آج کس کی بادشاہی ہے اور چونکہ کوئی نہ ہوگا کہ جواب دے اس لیے خود جواب میں فرمائے گا خدائے یگانہ و قہار کی بادشاہی ہے اور میں نے تمام خلائق کو خلق کیا ہے اور اُن کو مار ڈالا۔ میں وہ خدا ہوں کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور نہ میرا کوئی شریک ہے نہ وزیر۔ میں نے تمام خلق کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا۔ میں اُن کو مارتا ہوں اور جلاتا ہوں۔ پھر خداوندِ جبار اپنی قدرت سے صور پھونکے گا اور آواز اس طرف سے نکلے گی جو آسمان کی جانب ہوگا۔ پھر آسمان میں کوئی نہ رہے گا۔ مگر یہ کہ زندہ ہو جائے گا اور اُٹھ کھڑا ہوگا جیسے کہ تھا اور حاملانِ عرش واپس ہوں گے اور بہشت و دوزخ حاضر ہوں گے۔ اسی طرح اہلِ زمین زندہ ہوں گے۔ اور تمام مخلوقات حساب کے لیے محشور ہوگی۔ پھر حضرت بہت روئے اور تفسیر علی بن ابراہیم اور کتاب زید نرسی میں عبید بن زرارہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ جب خداوندِ عالم اہلِ زمین پر موت طاری فرمائے گا تو اتنی تاخیر کرے گا جتنی خلائق کو خلق کرنے میں کی تھی اور جتنی تاخیر اُن کے مار ڈالنے میں کی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ پھر پہلے آسمان کے ساکنین پر موت طاری کرے گا۔ اور اسی حالت پر اُن کو چھوڑ دے گا اتنی تاخیر کے ساتھ جتنی دیر میں خلائق کو خلق کیا۔ اور جتنی دیر تک اہلِ زمین اور اہلِ آسمان کو موت سے ہمکنار کیا۔ بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔ پھر دوسرے آسمان کے رہنے والوں کو مار ڈالے گا۔ اور اسی طرح ان تمام مدتوں سے زیادہ تاخیر فرمائے گا۔ پھر تیسرے آسمان والوں پر موت طاری کرے گا۔ اسی طرح ہر آسمان والوں کی موت میں تمام

صور پھونکنے اور تمام ہستی کے فنا ہونے کا ذکر

گذشتہ زمانوں کے بقدر تاخیر فرمائے گا۔ یہاں تک کہ حضرتؑ نے ساتویں آسمان تک کے ساکنین کے لیے فرمایا۔ پھر فرمایا کہ تاخیر فرمائے گا گذشتہ زمانوں کے بقدر بلکہ اُس سے زیادہ۔ پھر میکائیل کو مار ڈالے گا۔ پھر تمام گذشتہ زمانوں سے زیادہ تاخیر کرے گا۔ پھر جبرئیل پر موت طاری کرے گا۔ اور گذشتہ تمام زمانوں کے بقدر اور اس سے زیادہ تاخیر کرے گا۔ اسی طرح اسرافیل کو اور گذشتہ زمانوں سے زیادہ گذارنے کے بعد ملک الموت پر موت مسلط فرمائے گا اور تمام زمانوں کی مُدّت سے زیادہ تاخیر کے بعد فرمائے گا۔ "آج کس کی بادشاہی ہے"۔ پھر آپ ہی جواب میں فرمائے گا کہ خدائے یکتا و قہار کی ہے۔ وہ جباران عالم کہاں ہیں جو خدائی کا دعویٰ کرتے تھے۔ وہ غرور کرنے والے کہاں ہیں۔ پھر خلائق کو واپس کرے گا۔ (یعنی زندہ کرے گا) اور خلق کرے گا۔ جلید نے کہا میں نے عرض کی کہ ایسی کوئی چیز ہوگی الغرض میں نے ان زمانوں کو بہت طولانی شمار کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خلائق کو پیدا کرنے سے پہلے کے زمانے بہت طویل ہیں کیا تم اُن سے آگاہ ہوئے کہ ان پر مطلع نہ ہوگے [1]

---

[1] مؤلّف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بحسب ظاہر سابقہ آیتوں اور حدیثوں کے ظاہری مطالب کے منافی ہے جو اس پر دلالت کرتی تھیں کہ آسمان کے اکثر ساکنین ایک ہی مرتبہ صور پھونکنے پر مر جائیں گے اور یہ حدیث چونکہ اس کا راوی ناواقف ہے اُن آیتوں اور حدیثوں کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ خلق کی رُوحیں اور بدن یکسر معدوم ہو جائیں گے جیسا کہ اس کے بعد انشاء اللہ مذکور ہوگا اور یہ کوئی عقل سے دور بات نہیں ہے جو بعض کہتے ہیں کہ جب تمام خلائق معدوم ہو گی تو لمن الملک الیوم کا خطاب بے فائدہ ہے کوئی مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ حکیم علیم سے جو کچھ صادر ہوتا ہے یقیناً کسی حکمت کے ضمن میں ہوتا ہے جس کی مصلحت ہم سے پوشیدہ ہوتی ہے اور ممکن ہے اُس میں مکلفین کے لیے کوئی لُطف ہو کہ جب مخبر صادقؑ نے اس خبر کو ان کے واقع ہونے کے بعد بیان فرمایا ہے تو وہ اس کا باعث ہو کہ اُن کی نظر میں بے اعتبار رہو اور اُن کی عزّت و حکومت پر مغرور نہ ہو جائیں اور خداوند تعالیٰ کی قدرت اور تدبیر عالم میں اُس کی یکتائی کا علم زیادہ ہو۔ لیکن قیامت سے پہلے اشیاء کا فنا ہونا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ ذات الٰہی کے سوا تمام زندہ ہستیاں مر جائیں گی، اور مرنے کے بعد قیامت میں زندہ ہوں گی۔ لیکن اختلاف اس میں ہے کہ آیا ارواح اور اجساد اور اجسام جو کچھ خدائے یکتا کے علاوہ ہے سب معدوم ہو جائیں گے یا رُوحیں باقی رہیں گی۔ رُوحوں کے علاوہ تمام آسمان و زمین اور تمام اجساد معدوم ہو جائیں گے۔ پھر حق تعالیٰ اُن کو زندہ کرے گا۔ اُن میں سے کوئی قطعاً معدوم نہ ہوگا اور اُن میں رُوح واپس آئے گی اور عامہ کے متکلمین کے اس بارے میں اقوال بہت ہیں جن کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور ہر ایک نے اپنے مذہب پر آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کیا ہے اور فنا کے قائل لوگوں نے بھی خداوند عالم کے اس قول سے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ساتویں فصل

اُن تمام حالات کے بیان میں جن کی خبر خُداوندِ عالم نے دی ہے کہ قیامت سے پہلے واقع ہوں گے۔ اُن تمام باتوں پر جن کی خبر خُدا نے آیاتِ کریمہ میں دی ہیں مُقدّماتِ حشر کی حیثیت سے اُن پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور ملحدوں کے استبعادات (عقل سے دُور باتوں) اور فلسفیوں کے شُبہات کے سبب سے اُن میں تاویل نہ کرنا چاہیئے چنانچہ فرمایا ہے کہ جس روز ہم آسمانوں کو کاغذ کے لپیٹنے کے مانند لپیٹیں گے۔ اور فرمایا ہے کہ جب آسمان پھٹ پڑیں گے اور مختلف رنگ کے معلوم ہوں گے۔ پھر فرمایا ہے کہ آسمان شق ہو جائیں گے تو وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) استدلال کیا ہے ھُوَالاوّل والاٰخر، کل شیءٍ ھالکٌ الا وجھہ، کما بدانا اول خلق نعیدہٗ کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ اور عدمِ فنا کے قائل لوگوں نے اُن آیتوں کے ظاہری معنی سے استدلال کیا ہے جو دلالت کرتی ہیں کہ تمام اجزائے متفرقہ کے ساتھ حشر ہوگا۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عزیرؑ کا قصہ۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ کسی رُخ سے صریح نہیں ہے اور عقلیہ دلیلیں دونوں جانب سے دخیل ہیں اور دونوں میں سے ایک طرف کو ترجیح دینا مشکل ہے۔ اکثر متکلمین عامہ کی تنقید ارواح کے بارے میں یہ ہے کہ وہ معدُوم نہیں۔ اکثر متکلمین امامیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ مکلّفین کے اجساد و ارواح معدُوم نہیں ہوتے۔ چنانچہ خواجہ نصیر نے تجرید میں کہا ہے کہ سمعی دلیل جسموں کے فنا ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور مکلّف میں تفریق اجزا کے ساتھ تاویل کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابراہیمؑ کے قصہ میں وارد ہوا ہے۔ لیکن بعض معتبر حدیثیں اشیاء کے فنا اور معدُوم ہونے میں صریح ہیں جیسا کہ بیان کی جا چکیں۔ کہ حضرت صادق علیہ السّلام نے ایک زندیق کے جواب میں فرمایا کہ رُوح باقی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ صور پھُونکا جائے اُس وقت اشیاء باطل ہوں گی اور فنا ہو جائیں گی نہ کوئی جسم رہے گا نہ کوئی محسوس۔ پھر اشیاء کو واپس لائے گا۔ جس طرح مدبّر نے ان کی ابتداء کی تھی اور وہ چار سو سال کی مُدّت ہے کہ خلق اُس میں قطع ہو جائے گی اور یہ دونوں صور کے درمیان کی مدت ہے اور نہج البلاغہ کے بعض خطبوں میں کہ ان میں سے اکثر کو متواتر جانتے ہیں۔ مذکور ہے کہ وہ تمام اشیاء کا اُن کے وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا موجود ہونا واپس ہوگا۔ جیسے ان کا مفقود ہونا اور اشیاء کا پیدا کرنے کے بعد فنا کر دینا اس قدر تعجب خیز نہیں جس قدر اُن کو عدم سے وجود میں لانا حیرت انگیز ہے اور کیونکر ایسا نہ ہو حالانکہ اگر تمام دُنیا کے حیوانات، پرندے، چارپائے اور اُن کی ہر قسمیں اور تمام احمق اور بزرگ اور تمام اُمتیں جمع ہوں اس پر کہ ایک پشہ کو پیدا کر دیں تو اس پر قادر نہیں ہو سکتیں اور اُس کی کوئی صُورت ان کی سمجھ میں آئے۔ بیشک اُن کی عقلیں اُن کے علم میں حیران ہوتی ہیں اور اُن کی قوتیں عاجز و بے بس و بیکار رہتی ہیں اور اقرار کرتی ہیں کہ وُہ خود مقہور ہیں اور ان کے پیدا کرنے سے عجز کا اعتراف کرتی ہیں اور ان کو فنا کرنے سے اپنی کمزوری

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

دن سچ مچ آئے گا اور فرمایا ہے کہ جس روز آسمان کو اپنی جگہ سے دُور کریں گے اور فرمایا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا۔ اور کواکب کے بارے میں متعدد مقامات پر فرمایا ہے کہ ان کا نور برطرف ہوجائے گا اور وہ آسمان سے نیچے گر پڑیں گے اور آفتاب و ماہتاب کا نور زائل ہوجائے گا۔ اور یہ دونوں ایک جگہ اکٹھا ہوں گے۔ اور پہاڑ کٹتے ہُوئے اون کے مانند حرکت میں آویں گے اور ایک دوسرے سے الگ ہو ہو کر گریں گے اور ذرّوں کے مانند ہوا میں اُڑیں گے۔ یہاں تک کہ زمین سے برابر ہوجائیں گے اور عظیم زلزلہ زمین میں آئے گا جس سے تمام بلندیاں اور عمارتیں زمین سے برطرف ہوجائیں گی۔ اور زمین سکے برابر ہوجائیں گی جس میں کوئی بلندی نہ رہے گی اور فرمایا ہے کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ) پہاڑوں کے بارے میں لوگ تم سے سوال کرتے ہیں تو کہہ دو میرا پروردگار ان کو اکھاڑ دے گا جیسا کہ اکھاڑنے کا حق ہے۔ پھر زمین کو ایک ہموار میدان بنادے گا کہ

(حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ) کا اقرار کرتی ہیں۔ بیشک خداوند قدیر تنہا دُنیا کو فنا کرنے کے بعد زندگی واپس لاتا ہے۔ جبکہ کوئی چیز اُس کے ساتھ نہیں ہوگی۔ جس طرح پیدا کرنے سے پہلے ایسا ہی تھا۔ اور دنیا فنا ہونے کے بعد نہ وقت ہوگا نہ مکان ہوگا نہ زمان اور نہ کوئی حس۔ اُس وقت اجل اور اوقات معدُوم ہوں گے اور سال اور گھڑیاں زائل ہوں گی۔ سوائے خُدا کے کچھ نہ ہوگا۔ جس کی جانب ہر شئے کی بازگشت ہے۔ جس وقت کہ اُن کو ایجاد کیا وہ کچھ طاقت نہیں رکھتے تھے اور جس وقت فنا کرے گا کوئی روک نہیں سکتا۔ اگر وُہ روک دینے کی طاقت رکھتے تو بیشک اُن کی بقا ہمیشہ کے لیے ہوتی اور جس وقت کہ اُن کو پیدا کیا اپنی بادشاہی کی تقویت کے لیے نہیں پیدا کیا یا زوال و نقصان سے خوف یا دُشمنوں کے خلاف مدد کے لیے یا وحشت و تنہائی میں اُن سے اُنس حاصل کرنے کے لیے نہیں پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد جبکہ ان کو فانی کرے گا تو اس کے لیے کوئی ملال کا باعث نہ ہوگا۔ کہ نہایت تدبیر و حکمت سے پیدا کیا تھا۔ یا ان کی بقا اُس پر گراں اور دشوار رہی ہو۔ اور اُن کو فنا کرنے کے بعد زندگی میں پھر واپس لانے گا بغیر اس کے کہ ان کی اس کو کچھ ضرورت و حاجت ہو یا اُن سے مدد و استعانت حاصل کرے۔

یہ خطبہ تمام چیزوں کے فنا ہونے میں صریح ہے۔ اس بنا پر اعادۂ معدوم کے جواز کے قول کا اقرار اور ان وہموں کا مجبوراً اقرار و اعتراف جو معاد کی تصحیح کے لیے معدُوم کے اعادہ کی رکاوٹ کے قول کے ساتھ کہا ہے کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اور سب سے زیادہ واضح و ظاہر معدوم کے اعادہ کا عقلاً و شرعاً جواز ہے جب وہ چیزوں کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لاسکتا ہے تو کیوں اُن کے عدم کے بعد ایجاد نہیں کرسکتا۔ حالانکہ امکان کی حد سے باہر نہیں گیا ہے۔ اگر کوئی شخص اُس کے جواز پر بداہت کا دعویٰ کرے جائز ہے لیکن لیکن فنائے مطلق کی حد تک نہیں پہنچی ہیں کہ فائدہ حاصل کرنا قطع کردیں۔ لہٰذا خبروں (حدیثوں) کو رد نہ کرنا چاہیئے۔ احتمال بلکہ ظن کے درجہ میں ڈال دینا چاہیئے۔

اور کلینی اور برقی نے محاسن میں روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ گناہ تین قسم کے ہیں ایک وہ جو بخشا جاتا ہے۔ ایک وہ جو بخشا نہیں جاتا۔ ایک وہ قسم ہے جس کے عمل کرنے والے کی بخشش کی ہم اُمید رکھتے ہیں اور اس کے لیے ڈرتے بھی ہیں (کہ شاید نہ بخشا جائے)

پہلا ۔ وُہ گناہ ہے جس کے لیے خدا نے دُنیا میں عذاب کیا ہوگا۔ لہٰذا خدا اُس سے زیادہ حکیم وکریم ہے کہ بندہ پر دوبارہ عذاب کرے۔

دوسرا ۔ وہ گناہ جو بعض بندوں کا بعض بندوں پر ظلم ہے۔ جب خُداوند عالم خلائق کے حساب کی جانب متوجہ ہوگا تو اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ کسی ظالم کا ظلم مجھ سے پوشیدہ نہیں رہتا۔ اگرچہ ہاتھ پہ ہاتھ مارے یا کسی کے ہاتھ کی ہتھیلی کو چھُولے یا کسی سینگ والے حیوان کا بے سینگ والے حیوان کو سینگ مارنا۔ لہٰذا اُس کا قصاص لے گا۔ اور بعض کے حقوق بعض سے دلائے گا۔ یہاں تک کہ کسی سے ظلم کا بدلہ لینا باقی نہ رہے گا۔ پھر ان کو حساب کے لیے لے جائیگا۔

تیسرا گناہ بندوں کا وہ ہے جس کو خدا نے چھُپا دیا ہوگا اور اُس کو توبہ کی توفیق دی ہوگی۔ اور وہ ڈرتا اور روتا ہوگا اور اپنے گناہوں کی بخشش کی خدا کی رحمت سے اُمید رکھتا ہوگا۔ اور ہم بھی اس کے لیے ایسے ہی ہیں جیسا وہ خود اپنے لیے ہے، اور اُس کے لیے رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اُس کے لیے عذاب سے ڈرتے بھی ہیں [۱]

بہت سی حدیثوں میں عامہ وخاصہ کے طریقہ سے منقول ہے کہ رسُول خداؐ نے فرمایا کہ قیامت میں چار اشخاص سوار ہوں گے۔ میں براق پر سوار ہوں گا میرے بھائی صالح خدا کے ناقہ پہ سوار ہوں گے جس کو اُن کی قوم نے پے کر دیا تھا اور میری بیٹی فاطمہؑ میرے ناقہ غضبا پر اور علی بن ابی طالبؑ بہشت کے ایک ناقہ پر سوار ہوں گے۔ بعض روایت میں ہے کہ میرے چچا حمزہ ناقہ غضبا پر سوار ہوں گے۔

ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ جناب رسُول خداؐ نے ایک ناقہ دیکھا جس کا پیر باندھ دیا گیا ہے اور اُس کی پشت پر بار ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے مالک سے کہہ دو کہ

---

[۱] مُولّف فرماتے ہیں کہ گویا گناہوں کی یہ تینوں قسمیں مومنین کے گناہوں کی ہیں کیونکہ کافروں کو دنیا و آخرت میں دونوں جگہ عذاب کیا جائے گا اور تیسرے قسم کے گناہگار کے بارے میں خوف اُس کی توبہ کی شرطوں میں خلل پڑنے کے احتمال کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ خدا پر اُس وعدہ کے سبب سے توبہ قبول کرنا واجب ہے جو اُس نے کیا ہے اور خبروں میں مانع الزکوٰۃ کے لئے وارد ہوا ہے کہ جو شخص چوپایوں کی زکوٰۃ نہ دے اور مر جائے اُس کو ایسے ایک صحرا میں محشور کریں گے جہاں ہر ڈنک والا جانور اُس کو ڈنک مارے گا اور ہر زہر رکھنے والا اُس کے اوپر چلے گا۔ ۱۲

وہ تیار رہے کیونکہ یہ ناقہ قیامت میں اُس سے دشمنی کرے گا۔ اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جس اونٹ پر تین حج اور دوسری روایت کے مُطابق سات حج کرو اُس کو بہشت کے چوپایوں میں سے قرار دیتے ہیں۔ اور جنابِ رسُولِ خداؐ سے منقول ہے کہ اپنی قربانیاں بہتر قرار دو کیونکہ وہ صراط پر تمھاری سواری ہونگی۔ نیز مروی ہے کہ دنیا میں مجاہدوں کے گھوڑے بہشت میں اُن کے گھوڑے ہوں گے۔ اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ بہشت میں بلعم باعور کے گدھے، ناقہ صالح، حضرت یُوسفؑ کے بھیڑیے اور اصحابِ کہف کے کتّے کے سوا اور چار پائے نہ ہوں گے۔ اور اس بارے میں خبریں بہت ہیں۔ لہٰذا خبروں آیتوں کے ظاہری معنی سے پتہ چلتا ہے کہ جانور محشور ہوں گے اور ان پر جو مظالم ہُوئے ہیں ان کا بدلہ لیا جائے گا اور بعض دوسرے حیوانات بعض مصلحتوں کی بنا پر زندہ کئے جائیں گے بعض ناقہ صالح کے مانند اور وہ جانور جن کا ذکر کیا گیا بہشت میں داخل ہوں گے اور وہ جو مکلفوں کے ثواب میں واپس آئیں گے اور تمام حیوانات کا محشور ہونا اور اُن کا انجام جو محشور ہوں گے اور فرشتوں کا بہشت میں داخل ہونا اور شیاطین کا جہنّم میں جانا سوائے اُن میں سے کسی ایک کے جو ایمان لائے ہوں گے چنانچہ بعض شاذ روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گنہگار جہنّم میں داخل ہوں گے اور مومنین جناتؑ ایمان و اعمالِ صالحہ کے سبب مثاب ہوں گے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے یا اعراف میں رہیں گے۔ اکثر کا اعتقاد یہ ہے کہ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کے درجے بنی آدم کے درجوں سے بہت پست ہوں گے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کا ثواب اعراف میں ہوگا۔ علی بن ابراہیم نے کہا ہے کہ قوم جن میں سے مومنین کے بارے میں ایک عالم سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا وہ بہشت میں داخل ہوں گے۔ فرمایا نہیں لیکن بہشت اور دوزخ کے درمیان بہت سی چہار دیواریاں ہیں جن میں مومنین جناتؑ اور شیعہ فاسقین ہوں گے اور صرف اس روایت سے یہ مُدّعا ثابت نہیں ہوتا۔ مجمل طور سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ خداوند تعالیٰ اپنے وعدہ کے اقتضا کے مُطابق عمل کرنے والوں کا ثواب بلا شبہ عطا فرمائے گا اور آیتوں کے ظاہری معنی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ثواب بھی بہشت میں ہوگا۔ خاص طور سے سُورۂ رحمان کی آیتیں جن کے ذریعے سے جن و انس پر بہشت کی نعمتوں کا احسان رکھا ہے۔ لیکن یہ روایت اس کے خلاف دلالت کرتی ہے اور مفسروں میں سے بعض نے حق تعالیٰ کے اس قول "لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان" یعنی اُن کو ان سے پہلے جنّوں و انسانوں میں سے کسی نے چھُوا تک نہیں) کی تفسیر میں کہا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا ثواب ہے اور حوروں میں سے عورتیں رکھتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو حُوریں خدا انسانوں کو دے گا کسی انسان

نے اُن سے مقاربت نہ کی ہوگی اور جو حوریں جنتوں کو دے گا اُن سے کسی جن نے مقاربت نہ کی ہوگی۔ اور یہ استدلال ضعیف ہے۔ اِس بارے میں توقف کرنا زیادہ بہتر ہے۔

نویں فصل

بچوں اور جنین اور ان کے ایسے کمزوروں کے حالات :

واضح ہو کہ ہمارے اصحاب کے درمیان اس میں اختلاف نہیں ہے کہ مومنین کے بچے اپنے باپوں کے ساتھ بہشت میں جائیں گے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنٰھم من عملھم من شیٔ۔ یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے ایمان کے سبب سے ان کی ذریت نے اُن کی پیروی کی ہم نے اُن کی ذریت کو اُن سے ملا دیا اور اِس سبب سے اُن کے باپ داداؤں کے اعمال کے ثوابات میں سے کچھ کم نہ کیا۔ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ یہ آیت مومنین کے اطفال کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ بہشت میں جائیں گے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ بالغ لوگ ہیں جن کا عمل اس سے قاصر ہے کہ وہ اپنے باپوں تک پہنچیں۔ حق تعالیٰ ان کو اُن کے باپوں کے ایمان کے سبب سے اُن کو اُن کے باپوں کے ساتھ ان کے درجہ میں ملحق فرمائے گا۔ اس حدیث کو ابن عباس سے روایت کی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ باپ بیٹے دونوں داخل ہیں۔ مگر پہلی تاویل زیادہ ظاہر و زیادہ مشہور ہے۔

عامہ نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ مومنین اور اُن کی اولاد بہشت میں ہوں گے۔ پھر حضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہمارے شیعوں کے اطفال کو جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا تربیت فرماتی ہیں اور قیامت میں اُن کے باپوں کو ان کے بچے ہدیہ میں دیں گی۔ اور کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ لڑکے اپنے باپوں کے ایسے عمل سے قاصر رہے ہوں گے لہٰذا خداوندِ عالم ان کے باپوں سے لڑکوں کو ملحق فرمائے گا۔ تاکہ اُن کی آنکھیں روشن ہوں۔ نوادر میں راوندی نے حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ ایسی خوبصورت عورت کو تزویج مت کرو جس سے اولاد پیدا نہ ہو کیونکہ (آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ) میں روزِ قیامت تمہاری کثرت پر دوسری اُمتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ شاید تم نہیں جانتے کہ اطفالِ رحمٰن کے زیرِ عرش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے باپ کے لیے استغفار کرتے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ ان کی حفاظت کرتے ہیں اور مشک و عنبر و زعفران کے پہاڑوں میں جنابِ سارہ اُن کی تربیت فرماتی ہیں۔ اور ابن بابویہ نے فقیہ میں بسندِ صحیح حضرت صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب مومنین میں سے کسی کا بچہ مرتا ہے تو ملکوت سماوات میں منادی ندا دیتا ہے کہ فلاں

مومنین کے اطفال کی جو بچپن میں مر جاتے ہیں جناب سارہ جناب ابراہیمؑ تربیت فرماتے ہیں

شخص کا بچہ مرگیا ہے اگر اُس کا کوئی مومن عزیز مرچکا ہو تو اس کو دے دیں کہ وہ اُس بچہ کو غذا دے ورنہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو دے دیا جاتا ہے کہ وہ مخدرہ اُس کو غذا دیں۔ یہاں تک کہ اُس کے باپ ماں اور گھر والوں میں سے کوئی مرتا ہے تو جناب فاطمہؑ اُس بچہ کو اُسے دے دیتی ہیں اور بسند صحیح انہی حضرت سے منقول ہے کہ خداوند تعالیٰ مومنین کے اطفال کو حضرت ابراہیمؑ و جناب سارہ کو دے دیتا ہے کہ وہ ان بچوں کو بہشت کے اُس قصر مرواریدی کے درخت سے غذا دیں جو گائے کے پستانوں کے مانند پستان رکھتا ہے۔ جب روز قیامت ہوگا ان کو عمدہ لباس پہنایا جائے گا اور خوشبو سے معطر کر کے اُن کے والدوں کو ہدیہ دیں گے تو وہ اپنے اپنے باپ کے ساتھ بہشت میں بادشاہ ہوں گے یہ معنی ہیں قول خداوند عالم کے پھر اُس آیت کی تلاوت فرمائی جو گذر چکی۔ ایضاً بعض کتب معتبرہ میں حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ جب حضرت رسولِ خداؐ شبِ معراج ساتویں آسمان پر پہنچے اور اس جگہ پیغمبروں سے ملاقات کی تو پوچھا ہے پدر حضرت ابراہیمؑ کہاں ہیں۔ حضرتؐ سے کہا گیا کہ وہ شیعیانِ علیؑ کے لڑکوں کے ساتھ ہیں جب آنحضرتؐ بہشت میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں جو گائے کے مانند پستان رکھتا ہے اور چند اطفال اُن سے دودھ پی رہے ہیں۔ جب کسی بچہ کے منہ سے پستان چھوٹ جاتا ہے تو حضرت ابراہیمؑ اُٹھ کر پستانوں کو اُن کے منہ سے لگا دیتے ہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے جناب رسولِ خداؐ کو سلام کیا اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حالات دریافت کئے۔ حضرتؐ نے فرمایا میں ان کو اپنی امت کے درمیان چھوڑ آیا ہوں حضرت ابراہیمؑ نے کہا بہتر خلیفہ آپ نے چھوڑا ہے۔ خداوندِ عالم نے اُن کی اطاعت فرشتوں پر واجب کی ہے اور یہ بچے اُن کے شیعوں کے ہیں۔ میں نے خدا سے سوال کیا کہ ان کو میرے سپرد فرمائے تاکہ میں ان کی تربیت کروں۔ یہ جو گھونٹ بھی پیتے ہیں، بہشت کے تمام میووں اور نہروں کی لذت اس میں پاتے ہیں [1]

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ بعض بچوں کو جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کو دیتے ہوں اور بعض کو ابراہیمؑ اور سارہ کو دیتے ہوں یا پہلے جناب فاطمہؑ کو دیتے ہوں اور وہ معظمہ ان حضرات کے سپرد فرماتی ہوں اور کافروں کے بچوں کے بارے میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ کفر میں اپنے اپنے باپ کے تابع ہیں اور ان کے ساتھ جہنم میں جائیں گے اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ بہشت میں جائیں گے اور بعضوں نے کہا ہے کہ خداوندِ عالم قیامت میں اُن کے ساتھ اپنے علم پر عمل کرے گا۔ اگر جانتے گا کہ اگر وہ دنیا میں رہتے تو اہل سعادت سے ہوتے تو اُن کو بہشت میں بھیجے گا اور اگر وہ جانے گا کہ وہ دنیا میں رہتے تو اہلِ شقاوت سے ہوتے تو اُن

(باقی برصفحہ آئندہ)

شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں زرارہ سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کے لیے سزاوار و لازم ہے کہ اہلِ خلاف کے بعض گمراہوں کو داخلِ بہشت کرے۔ زرارہ نے کہا آپ پر فدا ہوں یہ کیسے ہوگا فرمایا کہ امام ناطق مرتا ہے اور اُس کے بعد امام تقیہ کی صورت سے صامت ہوتا ہے اور بظاہر امامت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ لہٰذا جو شخص اس زمانہ میں مرتا ہے بہشت میں داخل ہوتا ہے اور "تاویل آیات باہرہ" کے مؤلف نے امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے خدائے تعالیٰ کے اس قول کی تاویل میں جو وُہ اہلِ بہشت کی مدح میں فرماتا ہے یطوف علیہم ولدان مخلدون یعنی اُن کے گرد کانوں میں گوشوارے پہنے ہوئے ہمیشہ سادہ رو اور مقبول صورت لڑکے چکر لگاتے ہوں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ اہلِ دُنیا کے لڑکے ہیں جو نیکیاں نہیں رکھتے جن کا ثواب پائیں اور کوئی گناہ بھی انھوں نے نہیں کیا ہے جس پر معذب ہوں ان کو اہلِ بہشت کے خدمتگاروں میں خدا نے قرار دیا ہے۔ جنابِ رسولِ خداؐ سے اطفال مشرکین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ اہلِ بہشت کے خدمتگاروں میں پیدا شدہ لڑکوں کی صورت میں (بالکل سادہ رو) ہونگے۔ اور شیخ طبرسی نے بھی ان دونوں حدیثوں کی اس آیت کی تاویل میں روایت کی ہے اور کلینی نے بسندِ صحیح زرارہ سے روایت کی ہے وُہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ آپ اُن اطفال کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو بالغ ہونے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ لوگوں نے اُن کے بارے میں جنابِ رسولِ خداؐ سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ خدا اس سے زیادہ عالم و دانا ہے جو وہ کریں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ یعنی اُن سے ہاتھ اُٹھالو، اور اُن کے بارے میں کچھ نہ کہو اور اُن کا علم خدا پر چھوڑ دو [۱]۔

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ اس بارے میں اصل یہ ہے کہ مجمل سمجھنا چاہیئے کہ عقلی و نقلی دلیلیں آیتوں اور حدیثوں سے متعلق وارد ہوئی ہیں کہ حق تعالیٰ عادل ہے اور ظلم نہیں کرتا اور اطفال اور مجنین اور اُس جماعت کے بارے میں جو معذور رہیں اور ان پر حجت تمام نہیں ہوئی ہے یا اُن کی عقل ناقص ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے۔ ان پر دوسری حجت کے بغیر جو ان پر تمام کرے عذاب نہ کرے گا۔ تو یا دوسری تکلیف اُن کو فرمائے گا۔ اور اُن کا ثواب و عذاب اُس پر مترتب ہوگا۔ جیسا کہ بہت سی معتبر خبروں میں وارد ہوا ہے۔ اُن میں سے بعض کا ہم نے ذکر کیا ہے اور محی الدین اعرابی اہلسنت کے صوفیہ میں سے اس کے قائل ہوئے ہیں چنانچہ مجھے یاد آتا ہے کہ میں نے کتاب فتوحات میں دیکھا ہے کہ ان کو خدا نزدِ عالم یا تو اعراف میں جگہ دے گا یا بہشت میں لے جائے گا۔ اور وہ بہشت میں پست درجہ پائیں گے۔ یا بعض اہلِ بہشت کے خدمتگار ہونگے۔
(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر دیکھیے)

دسویں فصل

میزان و حساب و سوال و ردِ مظالم کے بیان میں :
واضح ہو کہ مسلمانوں کے درمیان حقیقت میزان میں اختلاف نہیں ہے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر واقع ہوا ہے۔ سورۂ اعراف میں خدا فرماتا ہے۔ والوزن یومئذ الحق فمن ثقلت موازینہ فاولٰئک ھم المفلحون و من خفت موازینہ فاولٰئک الذین خسروا انفسھم بما کانوا یظلمون یعنی وزن اور اعمال کا تولا جانا روزِ قیامت حق ہے۔ تو جس کا نیکیوں کا وزن زیادہ ہوگا وُہ کامیاب ہوگا اور جس کا نیکیوں کا وزن کم ہوگا تو ایسے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اس سبب سے کہ وہ ہماری نشانیوں کا مضحکہ کرتے تھے۔ اور سورۂ مومنون میں بھی اسی مضمون کے قریب مضمون ارشاد فرمایا ہے۔ اور سورۂ کہف میں کافروں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم اُن کے لیے ترازو نہیں قائم کریں گے اور سورۂ انبیاء میں فرمایا ہے کہ ہم روزِ قیامت عدالت کے ترازو مقرر کریں گے پھر کسی نفس پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اگر اس کے اعمال میں رائی کے ایک دانہ کے برابر وزن ہوگا۔ ہم اُس کو بھی اُس کے میزان عمل میں لائیں گے اور ہم حساب کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اور سورۂ قارعہ میں بھی وزن کے ہلکا اور بھاری ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

الغرض اصل میزان میں کوئی شک نہیں اور اُس کا بالکل انکار کفر ہے۔ لیکن اُس کے معنی میں اختلاف ہے اکثر مفسرین و متکلمین عامہ و خاصہ نے اُس کے ظاہری معنی پر محمول کیا ہے۔ اور کہتے ہیں حق تعالیٰ قیامت کے روز ایک ترازو نصب فرمائے گا جس کی ایک ڈنڈی ہوگی اور دو عظیم پلڑے اور بندوں کے اعمال اُس میں تولیں گے نیکیاں ایک پلڑے میں رکھیں گے اور معصیت دُوسرے پلڑے میں۔ اس جماعت نے بھی وزن کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے کیونکہ اعمال عرضی چند ہیں جو وزن نہیں رکھتے اور اپنی ذات سے قائم نہیں ہوتے۔ پھر بعضوں نے کہا ہے کہ صحیفے اعمال کو کھینچتے ہیں اور عامہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسُولِ خداؐ سے لوگوں نے سوال کیا کہ قیامت کے روز کیا وزن کیا جائے گا۔ حضرتؐ نے فرمایا صحیفوں کو وزن کریں گے اس بنا پر چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ خود صحیفوں کا وزن قرار دے بعضوں نے کہا ہے کہ اعمالِ حسنہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یا بعض بہشت میں اور بعض اعراف میں ہوں گے۔ چنانچہ اس صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اُن کا علم خدا پر چھوڑ دینا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ عدالت کا مقتضا ہوگا۔ حق تعالیٰ ویسا ہی اُن سے سلوک کرے گا۔ اور ان پر ظلم و جور نہ کرے گا اور اتمام حجت کے بغیر اُن پر عذاب نہ کرے گا۔ اگر وہ اہلِ بہشت کی خدمت کریں گے تو اس طرح نہ ہوگا کہ اُن پر دشوار ہو بلکہ اُس سے متلذذ ہوں گے۔ جیسا کہ فرشتے رجوع شدہ خدمات سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ ۱۲

نورانی صورتوں میں متشکل و مصور ہوں گے اور بُرے اعمال تاریک و سیاہ شکلوں میں متشکل ہوں گے اور اُن کو ایک دوسرے سے وزن کریں گے اور بعض اعمال کے مجسم ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ خلقت کے اختلاف کے اعتبار سے حقائق کا انقلاب جائز ہے جیسا کہ علم دمعرفت خواب کی حالت میں پانی اور دودھ کی شکلوں میں مصور ہوتے ہیں۔ لیکن یہ صورت عقل کے نزدیک بہت دور ہے اور معاد کے موافق نہیں ہے جس کے اہل اسلام قائل ہیں کیونکہ وہ اسی بدن کے واپس آنے کے قائل ہیں اور اختلاف خلقت کے قائل نہیں ہیں۔ اس حال میں حقائق کے انقلاب کا قول قیاس باطل ہے اور قرین عقل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اُن اخلاق و افعال و اقوال کے مناسب جوہر کی طرح نیکی و بدی کی صورت کی چند چیز پیدا کرے تاکہ اُن کی اچھائی اور بُرائی مصور و متشکل ہو۔ ہاں اُس کے مذہب کے موافق ہے جو معاد کو جو عالم خیال و مثال اور مثالیہ جسموں میں معاد کے قائل ہیں۔ نیز میزان قائم کرنے کی صورت میں اُس کی حقیقت پر اختلاف ہے کہ کیا تمام لوگوں کے لیے ایک ترازو ہوگی۔ یا یہ کہ ہر شخص کے لیے ایک ترازو علیحدہ ہوگی۔ اور ہر شخص کے لیے جدا ہونے کی صورت میں ایک ترازو ہوگی۔ یا اس کے اخلاق و اعمال و عقائد کے اعتبار سے اور اُس کے طرح طرح کے اعتبار سے متعدد ترازو ہوں گے؟ چونکہ یہ شقوق خصوصیت سے معلوم نہیں ہیں لہٰذا اجمالی ایمان ان ابواب میں کافی ہے اور خاصہ و عامہ کی متکلمین کی ایک جماعت قائل ہوئی ہے کہ میزان عدل سے کنایہ ہے اور اعمال کے ثواب و عذاب کے مقدار کے درمیان عدالت کے ساتھ موازنہ ہے اور کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص خدا کی عدالت کا اقرار کرتا ہے تو وزن کرنے اور ترازو کی کیا ضرورت ہے اور اگر اعتقاد نہیں رکھتا تو یہ وزن کرنا کون صحیح مانے گا اور کہہ سکتا ہے کہ خود اے خدا تو چند جسموں کو لایا اور ان کو تولا اور یہ رجحان ظاہر کیا۔ میں کیا جانوں کہ عدالت کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اس وزن کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور جو کچھ احتجاج میں ہشام بن الحکم سے منقول ہے اس کی تائید میں ہے کہ حضرت صادقؑ سے میزان کے بارے میں ایک زندیق نے سوال کیا حضرت نے فرمایا اجسام کے اعمال نہیں ہیں کہ ہلکے اور بھاری ہوں گے اور وزن کرنے کا وہ شخص محتاج ہے جو چیزوں کی تعداد کو نہ جانتا ہو۔ اور نہ اُس کے ہلکے اور بھاری ہونے کو جانتا ہو اور خدا پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے تو اس نے پوچھا کہ پھر میزان کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ میزان سے مراد عدل ہے۔ اُس نے پوچھا کہ پھر اس کے کیا معنی ہیں جو خدا فرماتا ہے کہ جس کی نیکیوں کا وزن بھاری ہوگا تو فرمایا کہ جس کا عمل خیر راجح ہوگا۔ کلینی اور ابن بابویہ نے بسند معتبر ہشام بن سالم سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے خدا کے اس قول ونضع الموازین بالقسط لیوم القیٰمۃ کے متعلق دریافت کیا کہ موازین کون ہیں؟

میزان سے انبیاء اور اوصیاء

۵۵ حضرتؑ نے فرمایا کہ موازین انبیاء و اوصیاء ہیں اور شیخ مفید نے کہا ہے کہ میزان سے مراد اعمال میں عدالت کرنا ہے اور اُن کی جزا اور ہر جزا کو اُس کے مقام پر قرار دینا ہے اور ہر حق کو اُس کے مستحق کو پہنچانا ہے۔ اس کے وہ معنی نہیں ہیں جو حشویہ سمجھے ہیں کہ قیامت میں دُنیا کے ترازو کے مانند ترازو ہوں گے جن میں سے ہر ایک کے دو پلّے ہوں گے اور اعمال کو اُن میں ڈالیں گے۔ کیونکہ اعمال چند عرض ہیں اور عرضوں کو وزن نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہلکا اور بھاری ہونا بر سبیلِ مجاز ہے اور مراد یہ ہے کہ اعمال میں جو وزنی ہوگا یعنی زیادہ ہوگا وہ عظیم ثواب کا حق رکھتا ہوگا۔ اور جو کچھ ہلکا اور سُبک ہوگا یعنی اُس کی قدر و منزلت کم ہوگی تو اُس کا عامل بڑے ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔ اور یہ جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ اور آپ کی ذرّیت سے آئمہ اطہار علیہم السّلام موازین ہیں اس سے مُراد یہ ہے کہ اعمال اور حکم کے درمیان انصاف کے ساتھ مساوی قرار دیں گے اور محاورات میں کہتے ہیں کہ فلاں میرے نزدیک فلاں کے میزان میں ہے۔ اِس سے مُراد یہ ہوتی ہے کہ اُس کی نظیر ہے اور جو کچھ حق تعالیٰ اُس کے حساب اور خوف کے بارے میں فرماتا ہے اُس سے مُراد یہ ہے کہ اُس تم کو اُس کے اعمال پر روک دیں گے اور جس شخص کے ساتھ ایسا کریں گے وہ اس کے وبال سے چھٹکارا نہ پائے گا۔ اور جس شخص کو خدا معاف کر دے وہ کامیاب ہوگا اور نجات پائے گا۔ اور جس شخص کا موازین بھاری ہوگا اُس کے زیادہ ثواب کا وہ حقدار ہوگا۔ وہ لوگ کامیاب اور نجات یافتہ ہیں اور جس کا موازین ہلکا ہوگا اس لیے کہ اس کی عبادت کم ہوگی اور ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔ تو وہ اپنی ذات کے لیے نقصان پہنچانے والے ہوں گے اور ہمیشہ کے لیے جہنّم میں ہوں گے۔ قرآن مجید عربی زبان میں اور اُن حقیقت و مجاز کے ساتھ نازل ہُوا ہے جو اُن کی زبان میں مستعمل ہیں [۱]

حساب و سوال اور مظالم عباد کے بارے میں فیصلوں کا بیان

ان کے بارے میں آیتیں اور حدیثیں بہت ہیں اور ان پر مجملاً ایمان لانا واجب ہے۔ بہت سی روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ خدا سریع الحساب ہے اور اسرع الحاسبین ہے اور

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ ان عقلی وجوہ اور وہمی عقل سے دُور باتوں کی وجہ سے آیتوں کے ظاہری معنوں سے دستبردار ہونا مشکل ہے۔ لیکن چونکہ اس بارے میں روایتیں ایک دُوسرے کے خلاف ہیں۔ لہٰذا اصل میزان کا اعتقاد کرنا چاہیئے اور اُس کے معنی کو ان کے علم پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور دونوں رُخ کا یقین کرنا مشکل ہے۔ ۱۲

بعض کے بارے میں فرمایا ہے کہ اُن کے لیے حساب میں خرابی ہے اور شدّتِ حساب بھی فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کی بازگشت ہماری طرف ہے اور ان کا حساب میرے ذمّہ ہے اور فرمایا ہے کہ ہم ان رسُولوں سے سوال کریں گے جن کو ان کی طرف بھیجا ہے۔ اور ہم مرسلین سے سوال کریں گے۔ اور روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ خلائق کا حساب ایک چشم زدن میں کرلے گا۔ اور دوسری روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ گوسفند کا دُودھ دوہنے تک میں حساب کرلے گا۔ اور امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ کسی کا حساب دُوسرے کے حساب سے خدا کو مشغول نہیں کرتا جس طرح کسی کو روزی دینا دُوسرے کو روزی دینے سے مشغول نہیں کرتا۔

ابن بابویہ نے رسالہ عقائد میں کہا ہے کہ ہمارے عقائد حساب و میزان کے بارے میں یہ ہیں کہ وہ حق ہیں یعنی بعض کے حساب کی جانب خُدا خود متوجہ ہوگا اور بعض کا حساب اپنی حجتوں پر چھوڑ دے گا۔ یعنی انبیاءؑ و آئمہؑ کا حساب خود کرے گا اور ہر پیغمبرؑ اپنے اوصیا کا حساب کرے گا اور اولیاء اُن کے حساب کے متولی ہوں گے اور خداوند عالم انبیاء و مُرسلین پر گواہ اور وہ اوصیاء پر گواہ ہوں گے اور ائمۂ اطہارؑ عام لوگوں پر گواہ ہوں گے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے تاکہ رسُول تم پر گواہ ہوں اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ پھر فرمایا ہے کہ اُن کا حال اُس وقت کیا ہوگا جبکہ ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تم کو اے محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُن پر گواہ قرار دیں گے، اور فرمایا ہے ویتلوہ شاھد منہ۔ شاہد حضرت علی صلوات اللہ علیہ ہیں۔ اور جنابِ صادقؑ نے فرمایا کہ موازین انبیاء و اوصیاء ہیں اور خلق میں سے بعض لوگ بے حساب بہشت میں جائیں گے اور سوال تمام خلق سے ہوگا۔ کیونکہ فرمایا ہے فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین۔ دین کے بارے میں سوال کریں گے اور غیر دین کے بارے میں سوال نہیں کریں گے۔ مگر اُس سے جس کا حساب کریں گے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فیومئذ لایسئل عن ذنبہ انس ولاجان یعنی اُس روز کسی سے اُس کے گناہ کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا نہ انسانوں سے نہ بنی آدمؑ کے شیعہ جنّوں سے اور نہ آئمہ کے شیعوں سے اور نہ اُن کے علاوہ کسی سے پوچھا جائے گا۔ جیسا کہ تفسیر اہلبیتؑ میں وارد ہوا ہے اور جس کا حساب کریں گے وہ معذب ہوگا۔ اگرچہ موقف قیامت پر دیر تک روکے رکھنے سے ہو۔ اور جہنّم سے کوئی نجات نہ پائے گا اور بہشت میں نہ داخل ہوگا۔ لیکن خدا کی رحمت کے سبب سے۔ اور پروردگار عالم اپنے اوّلین و آخرین کے تمام بندوں کا حساب ایک خطاب کے ساتھ اور ایک دفعہ کرے گا تاکہ ہر ایک

اپنے عمل کا حساب سُن لے گا دُوسرے کا نہیں سُنے گا اور گمان کرے گا کہ خود وُہی مخاطب ہے
دوسرا نہیں اور مخاطبہ مشغول نہیں کرے گا اور اوّلین و آخرین کے حساب سے دُنیا کی ساعتوں
میں سے ایک ساعت میں فارغ ہو جائے گا اور ہر ایک کا نامۂ عمل نکال دے گا جس کو وُہ
کھُلا ہوا دیکھیں گے جس میں اُن کے تمام اعمال لکھے ہوں گے اور کوئی چھوٹا بڑا عمل نہ ہو گا۔ مگر
یہ کہ اُس میں داخل ہو گا۔ پھر اُس کو خود اس کی اپنی ذات کا حساب کرنے پر مقرر فرمائے گا اور
اس کو خود اپنا حاکم قرار دے گا۔ اور اُس سے کہے گا کہ اپنا نامۂ عمل خود پڑھ لے آج تو خود اپنا
حساب کرنے کے لیے کافی ہے اور ایک جماعت کے دہن پر خداوندِ عالم مُہر لگا دے گا اور
اُن کے پیر اور ہاتھ اور تمام اعضا گواہی دیں گے جو دُنیا میں وہ کرتے تھے اور وہ اپنی کھالوں
سے کہیں گے کہ کیوں تم نے ہمارے خلاف گواہی دی تو وہ کہیں گے کہ ہم کو خدا نے گویا کیا جو ہر
چیز میں کلام پیدا کر سکتا ہے اور اُسی نے تم کو پہلی بار خلق کیا اور تمھاری بازگشت اُسی کی طرف
ہے۔ کلام صدوق تمام ہُوا۔ اُنھوں نے خبروں کے درمیان اس طرح جمع کیا ہے۔ اور کلینی نے
حضرت علیؑ بن الحسینؑ سے روایت کی ہے کہ اہلِ شرک کے لیے ترازو نہیں نصب کیے جائیں گے
اور حساب کے دفتر نہیں کھولے جائیں گے بلکہ ان کو جوق در جوق بے حساب جہنّم میں لے جائیں
گے۔ ترازوؤں کا نصب کیا جانا اور دفتروں کا قائم ہونا اہلِ اسلام کے لیے ہو گا۔ علی بن ابراہیمؒ
ابنِ بابویہ، شیخ طوسی نے بسند ہائے معتبر حضرت امام محمّد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ بندہ اپنے
پروردگار کے سامنے سے دو قدم اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکے گا۔ جب تک کہ وہ چار خصلتوں
کے بارے میں اُس سے سوال نہ کر لے گا۔ (۱) اُس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں ختم کی (۲)
اور اُس کے بدن یا اُس کی جوانی کے متعلق کہ کس مشغلہ میں صرف کی (۳) اُس کے مال کے
بارے میں کہ کہاں سے کمایا اور کس کام میں خرچ کیا (۴) اور ہم اہلبیتؑ کی محبت کے بارے
میں۔ ابنِ بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن
دو بندۂ مومن کو حساب کے لیے کھڑا کریں گے جو دونوں اہلِ بہشت سے ہوں گے اُن میں سے
ایک فقیر ہو گا اور دوسرا غنی ہو گا۔ فقیر کہے گا کہ خداوندا کس لیے مجھ سے تُو نے مال روک رکھا
تھا۔ تیری عزت کی قسم کہ تو جانتا ہے کہ تو نے مجھ کو کوئی سلطنت اور حکومت نہیں دی تھی کہ
میں اس میں انصاف یا ظلم کرتا اور زیادہ مال بھی نہیں دیا تھا جس میں تیرا حق واجب ہوا ہوتا
اور میں ادا کرتا یا نہ ادا کرتا۔ تو نے ہر ایک روز مجھ کو اُسی قدر روزی دی جس قدر تو جانتا تھا کہ
میرے لیے کافی ہو سکتی تھی اسی قدر مُقدر کی تھی۔ اُس وقت خداوندِ جلیل فرمائے گا کہ میرا بندہ سچ
کہتا ہے اس کو چھوڑ دو تا کہ بہشت میں داخل ہو جائے اور وہ دوسرا شخص جو غنی تھا اس قدر

کھڑا رہے گا کہ پسینہ اُس کے جسم سے جاری ہو جائے گا اس قدر کہ اگر چالیس اُونٹ پئیں تو کافی ہو پھر وُہ داخلِ بہشت ہوگا۔ وُہ فقیر اُس سے کہے گا کس چیز نے تجھ کو اس قدر روکا۔ وہ کہے گا کہ حساب کا طول ہونا۔ برابر ایک کے بعد دوسری چیز میری تقصیرات میں سے ظاہر ہوتی تھی اور خدا مجھے بخشتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ دیا اور توبہ کرنے والوں کے ساتھ ملا دیا۔ تم کون ہو؟ تو اُس نے کہا میں وُہی فقیر ہوں جو تمھارے ساتھ محشر میں تھا۔ وہ کہے گا کہ بہشت کی نعمتیں تمھارے لیے آراستہ کی گئی ہیں۔ اس سبب سے میں نے تم کو نہیں پہچانا۔

اور کتاب زُہد میں حسین بن سعید نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت امام باقرؑ کی خدمت میں آیا اور کہا یا ابن رسول اللہؐ میں نے ایک گناہ کیا ہے جو میرے اور خدا کے درمیان ہے اور اُس پر کوئی مخلوق مطلع نہیں ہے مگر مجھ پر گراں ہے اور آپ کو اس سے بلند جانتا ہوں کہ وُہ آپ سے بیان کروں۔ حضرت نے فرمایا کہ روزِ قیامت جب خدا اپنے بندۂ مومن کا حساب کریگا اُس کو اُس کے ایک ایک گناہ سے مطلع فرمائے گا اور بخشتا جائے گا۔ اور اُن پر نہ کسی ملک مقرب اور نہ کسی پیغمبر مُرسل کو مطلع کرے گا، اور بعض گناہوں کو اُس سے پوشیدہ رکھے گا تاکہ اُس کی زیادہ ندامت و خجالت کا باعث نہ ہو۔ پھر اُس کے گناہوں سے فرمائے گا کہ تم سب نیکیاں ہوجاؤ۔ یہ ہے خدائے تعالیٰ کے قول کے معنی اولٰئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات و کان اللہ غفوراً رحیما۔ یعنی خدا ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور خداوندِ عالم بخشنے والا اور رحیم ہے۔

اور شیخ طوسیؒ کی دُوسری روایت کے مُطابق حضرتؑ نے فرمایا کہ روزِ قیامت ایک گنہگار مومن کو موقف حساب پر لاکر کھڑا کریں گے اور حق تعالیٰ خود اس کے حساب کی جانب متوجہ ہوگا اور اُس کے حساب پر انسانوں میں سے کسی کو مطلع نہ فرمائے گا۔ اُس کے گناہوں کو اُس سے بیان کرے گا۔ جب وہ تمام گناہوں کا اقرار کرلے گا تو خداوندِ عالم اُس کے کاتبانِ اعمال سے فرمائے گا کہ اُس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو۔ اور لوگوں کو اُس کی نیکیوں سے آگاہ کرو۔ جب لوگ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ بندہ ایک بھی گناہ نہیں رکھتا۔ پھر خداوند رحیم حکم دے گا کہ اس بندہ کو بہشت میں لے جائیں۔ حضرت نے فرمایا یہ ہے اس آیت کی تاویل جو ہمارے گنہگار شیعوں کے بارے میں ہے اور بس۔ اور کتاب عیون اخبار الرضا میں منقول ہے کہ جناب رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ تمام خلق کا حساب کرے گا سوائے اُس کے جس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہوگا۔ اور اُس کو بے حساب جہنّم میں بھیج دے گا۔ نیز بہت سی معتبر سندوں کے ساتھ منقول ہے کہ سب سے پہلے جس چیز کا سوال بندہ سے کیا جائے گا ہم اہلبیتؑ کی محبت

ہے۔ شیخ طوسی نے امالی میں اور دوسرے محدثین نے روایت کی ہے کہ اُس نامہ میں جو حضرت
امیرالمومنینؑ نے محمد بن ابی بکر کے ہاتھ اہلِ مصر کو بھیجا تھا لکھا تھا کہ جو شخص عمل خالص فقط خدا کے
لیے کرتا ہے خداوند کریم اُس کا اجر دنیا و آخرت دونوں میں اس کو عطا فرماتا ہے اور اُس کی
ضرورتیں دونوں جہان میں پوری کرتا ہے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! جو ایمان
لائے ہو اپنے پروردگار کے عذاب سے پرہیز کرو۔ اُن لوگوں کے لیے جن کے اعمال نیک ہیں،
اس دُنیا میں نیکیوں کی نعمت ہے اور خدا کی زمین وسیع ہے اور صبر کرنے والوں کو اُن کی اُجرت
بے حساب دی جاتی ہے۔ تو خدا نے جو کچھ مومنوں کو دُنیا میں دیا ہے اُس کا حساب آخرت
میں نہ کرے گا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے للذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ یعنی جن لوگوں نے
نیکی کی ہے اُن کے لیے نیک جزا ہے اور زیادہ اُن جزا پر بہشت ہے اور دنیا میں بھی زیادہ
ہے۔ اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ کوئی بندہ نہیں ہے مگر خدا کی اُس پر حجت ہے یا
گناہ پر جو اُس نے کیا ہے یا کسی نعمت پر جس میں اُس نے اس کے شکر میں کمی کی ہے۔ اور
حضرت امیرالمومنینؑ سے منقول ہے کہ قیامت میں بندہ کو خدائے تعالیٰ کے نزدیک روک
رکھیں گے۔ خدا فرمائے گا میری نعمتوں اور اس کے عمل کے مابین مقابلہ کرو تو خدا کی نعمتیں اُس
کے اعمال کو گھیر لیں گے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری نعمتیں اس کو بخش دو۔ اور اُس کے
خیر و شر کے درمیان مقابلہ کرو۔ اگر اُس کے عمل مساوی ہوں گے شر کو خیر سے برطرف کر دیگا
اور اس کو بہشت میں داخل کرے گا۔ اگر اُس کا خیر زیادہ ہوگا حق تعالیٰ اس کو اُس زیادتی کے
سبب سے کافی ثواب عطا فرمائے گا اور اگر اُس کے اعمال شر زیادہ ہوں گے اور شرک سے
اُس نے پرہیز کیا ہے یعنی شیعہ ہے اور اُس کے عقائد دُرست ہیں تو خدا اُس کو اپنی رحمت
سے اگر چاہے گا بخش دے گا اور اپنے عفو و کرم سے تفضل فرمائے گا۔ اور شیخ طوسی نے
حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ روزِ قیامت خدا ہم کو ہمارے شیعوں کے حساب پر
موکل فرمائے گا تو جو کچھ خدا کے بارے میں ہوگا ہم خدا سے سوال کریں گے کہ ہمارے لیے بخش
دے۔ اُس کے بعد اس کے بارے میں ہے جو ہمارا حق ہے ہم اُن کو بخش دیں گے۔ پھر حضرتؑ نے
یہ آیت پڑھی ان الینا ایابھم ثم ان علینا حسابھم۔ اور بصائر میں حضرت صادق علیہ السلام
سے منقول ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میں پہلا وہ شخص ہوں گا جو خدا کے پاس روزِ قیامت آؤں
گا پھر میرے پاس کتابِ خدا آئے گی پھر میرے اہلِ بیتؑ آئیں گے اُن کے بعد میری اُمت آئے
گی اُس وقت خدا میری اُمت سے سوال کرے گا کہ میری کتاب کے اور میرے پیغمبرؐ کے اہلبیتؑ
کے ساتھ کیا کیا۔ اور عیاشی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا

کاش یہ قصر اُس کو مل جاتا۔ پھر خدا کی جانب سے مُنادی ندا دے گا کہ یہ قصر اُس کے لیے ہے جس نے کسی مومن کا مظلمہ مُعاف کر دیا ہو گا۔ یہ سُن کر اُن میں سے اکثر مُعاف کر دیں گے اور عقبہ سے خلاصی پائیں گے۔ تھوڑے افراد رہ جائیں گے جو مُعاف نہ کریں گے۔ اُس وقت خُدائے تعالیٰ فرمائے گا کہ میری بہشت میں وہ شخص داخل نہ ہو گا جس کے ذمّہ مُسلمانوں کا کوئی حق ہو گا یہاں تک کہ اُس سے وقت حساب وہ حق حاصل کیا جائے گا۔ اے گروہ خلائق تیار ہو جاؤ۔ اُس کے بعد ان کے لیے راستہ کھول دیا جائے گا۔ تو وہ عرصۂ محشر میں عرشِ الٰہی کے قریب پہنچیں گے اور حساب کے دفتر کھولے جائیں گے میزان برپا ہو گی اور پیغمبر اور ائمہ علیہم السّلام جو خلق پر گواہ ہیں اُن میں سے ہر امام اپنے زمانہ کے اہل عالم پر گواہی دے گا جن کے درمیان حکمِ خدا سے قیام کیا ہو گا اور اُن کو خدا کی جانب دعوت دی ہو گی۔ یہ سُن کر ایک قریشی نے کہا یا ابن رسُول اللہ جبکہ کسی مومن کا کوئی حق کافر پر ہو گا تو کافر سے وہاں کیا لیا جائے گا۔ حالانکہ وہ اہلِ جہنّم سے ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ مُسلمان کے گناہوں میں سے اُس کافر پر جس قدر حق ہو گا اُس کے کفر کے علاوہ اُس پر عذاب ہو گا۔ پھر اُس شخص نے پوچھا کہ اگر کسی مسلمان کا کسی مسلمان پر کوئی حق ہو گا تو مسلمانوں سے کیونکر لیا جائے گا۔ فرمایا ظالم کی نیکیاں مظلوم کے حق کے برابر لیں گے اور مظلوم کی نیکیوں میں اس کا اضافہ کر دیں گے۔ اُس شخص نے پوچھا کہ اگر ظالم کی نیکیاں نہ ہوں گی تو کیا کریں گے۔ فرمایا مظلوم کے گناہ اُسی حق کے مُطابق ظالم کے گناہوں میں اضافہ کر دیں گے۔

علل الشرائع میں منقول ہے کہ قیامت کے روز قرضخواہ اپنے قرض کی شکایت کریں گے تو اگر قرضدار کی نیکیاں ہوں گی تو قرضدار کے لیے لے لی جائیں گی اور اگر قرضدار کی نیکیاں نہ ہوں گی تو قرضخواہ کے گناہ اُس کے قرضدار پر بار کر دیئے جائیں گے۔[۱]

---

[۱] مُؤلّف فرماتے ہیں کہ حدیثوں اور آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں اصل حساب و سوال کا حق ہونا معلوم ہے اور اُس کے خصوصیات کہ کس سے حساب و سوال کیا جائے گا اور کس کو بے حساب بہشت یا جہنّم میں بھیجا جائے گا معلوم نہیں نیز یہ بھی معلوم نہیں کہ کس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور حساب لیا جائے گا۔ کچھ لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ دُنیا کے تمام مال اور نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ جیسا کہ عامہ و خاصہ کی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ دُنیا کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب ہے اور سابقہ حدیثوں میں گذرا کہ مومن سے دُنیا کی نعمتوں پر کوئی حساب نہ لیا جائے گا۔
اور بعض حدیثوں میں گذر چکا کہ کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں حساب نہیں ہو گا اور زیادہ زیادہ ثوابات اعمال کے وارد ہوئے ہیں کہ ہوں گے اور ان کے عمل کرنے والوں کو بے حساب بہشت میں داخل

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

گیارھویں فصل

رسُولوں سے سوال کرنے، شہداء کی شہادت اور نامۂ اعمال داہنے اور بائیں ہاتھوں میں دینے کا بیان۔ اور روزِ قیامت اور احوال روزِ قیامت کے بعض حالات کا تذکرہ۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے، جس روز خدا رسُولوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ ان کا کیا حال ہُوا جنھوں نے تمھاری اُمّتوں میں سے تمھاری دعوت قبُول کی تھی۔ وہ کہیں گے پالنے والے ہم کو علم نہیں۔ اور تو غیب کا زیادہ جاننے والا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ہم یقیناً اُن سے سوال کریں گے جو انبیاء اُن کی طرف بھیجے گئے تھے، اور ہم یقیناً اُن بھیجے جانے والوں سے سوال کریں گے اور ہم اُن کو اپنے علم سے خبر دیں گے اور ہم اُن سے غائب نہیں تھے اور اُن کے اعمال سے بے خبر نہیں تھے۔ اور فرمایا ہے کہ اس وقت اُمّتوں کا کیا حال ہوگا۔ جبکہ ہم ہر اُمّت کا ایک گواہ لائیں گے جو انہی میں سے ہوگا اور اے رسُولؐ ہم ان سب پر تم کو گواہ قرار دیں گے اور فرمایا ہے کہ جس روز ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ ان کے لیے انہی میں سے اُٹھائیں گے اور اے رسُولؐ ہم اُن سب پر تم کو گواہ قرار دیں گے، اور فرمایا ہے کہ جس روز ہم ہر اُمّت میں سے ایک گواہ اُن کے لیے انہی میں سے اُٹھائیں گے اور اے رسُولؐ ہم اُن سب پر تم کو گواہی کے لیے لائیں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کر دیا جائے گا اور جو کچھ ایک جماعت کے لیے بے حساب بہشت میں داخل ہونے کے بارے میں وارد ہوا ہے عموموں کی تخصیص ہوگی اور حساب اُن کی نسبت کے بغیر عمل میں آئے گا۔ اور دوسری حدیثوں میں دو وجہوں کے ساتھ جمع کیا جا سکتا ہے۔

پہلی وجہ: یہ کہ دُنیا کی نعمتوں کا حساب نہ کرنا مومنوں سے منسُوب ہوگا اور حساب کرنا دوسروں سے منسُوب ہوگا۔

دوسری وجہ: یہ کہ ضروری امُور میں حساب نہ کرنا ہوگا جیسے کہ وہ تین چیزیں جو مذکور ہُوئیں اور حساب کرنا ان امُور میں جو غیر ضروری ہیں جیسے اسراف و تبذیر (فضول خرچی) اور حرام چیزوں میں صرف کرنا اور غیر شرعی طور سے کمانا یا ضرورت سے زیادہ جمع کرنا اور اُسی کی تحصیل میں عمر کو صرف کرنا۔ اور جاننا چاہیئے کہ برہنہ اور کفن پہنے ہُوئے محشور ہونے کی حدیثیں مختلف ہیں بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ لوگ برہنہ محشور ہوں گے جیساکہ حضرت فاطمہ بنت اسد مادر امیرالمومنین علیہ السّلام کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے اور معتبر حدیثوں میں منقول ہے کہ اپنے مُردوں کو عمدہ کفن دو۔ کیونکہ انہی کے ساتھ محشور ہوں گے۔ ممکن ہے کہ اوّل غیر مومنین کے بارے میں یا غیر مومنین کامل کے بارے میں ہوگا۔ اور ثانی مومنین کے بارے میں یا اُن کے کاملین کے بارے میں ہوگا اور فاطمہ بنت اسد کے بارے میں جناب رسولِ خداؐ کا قبر میں لیٹنا مزید اطمینان کے لیے ہوگا۔ ۱۲ ؁

کہ ہاں اے میرے پروردگار میں نے ان کے درمیان اپنے بھائی، وصی اور وزیر علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کو خلیفہ کیا جو میری اُمت میں سب سے بہتر تھے اور اُن کو اپنی زندگی میں اُن پر مقرر کیا تاکہ وُہ ان کے لیے راہِ ہدایت کا نشان ہوں اور اُمت ان کی پیروی کرے۔ پھر علی بن ابی طالب علیہ السّلام کو طلب کریں گے اور اُن سے پُوچھا جائے گا کہ کیا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے تم کو وصیت کی اور اپنی اُمت میں خلیفہ بنایا اور تم کو اپنی حیات میں مقرر کیا تاکہ تم اُن کی راہِ ہدایت کے نشان ہو، اور کیا تم ان کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے۔ حضرت عرض کریں گے کہ ہاں اے میرے پروردگار محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے مجھ کو وصیت کی اور اپنی امت میں مجھ کو خلیفہ بنایا۔ لیکن جب تُو نے محمدؐ (صلعم) کو اپنی طرف بُلا لیا تو ان کی اُمت نے میرا انکار کیا اور میرے ساتھ مکر کیا اور مجھ کو کمزور وضعیف کر دیا تھا کہ قتل کر دیں اور مجھ پر اُس شخص کو مقدم کیا جس کو تُو نے مؤخر قرار دیا تھا اور مؤخر اُس شخص کو کیا جس کو تُو نے مقدم کیا تھا اور اُن لوگوں نے میری باتیں نہ سُنیں اور میری اطاعت نہ کی۔ آخر میں نے اُن سے تیرے حکم کے بموجب جنگ کی یہاں تک کہ اُنھوں نے مجھے قتل کر دیا۔ اُس وقت خدائے بزرگ و برتر علی علیہ السّلام سے فرمائے گا کہ کیا تم نے اپنے بعد اُمت محمدؐ میں کوئی حجت اور کوئی خلیفہ زمین پر چھوڑا جو میرے بندوں کو میرے دین کی جانب اور میری خوشنودی کے راستہ پر بلاتا۔ علیؑ کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میں نے ان میں اپنے اور تیرے پیغمبرؐ کی دُختر کے فرزند حسنؑ کو چھوڑا تھا پھر امام حسن علیہ السّلام کو طلب کریں گے اور وُہی سوال جو علی بن ابی طالب علیہ السّلام سے کیا تھا۔ اُن سے بھی کیا جائے گا۔ اسی طرح ہر امام کو ایک امام کے بعد طلب کریں گے اور ہر ایک اپنے زمانہ والوں پر حجت تمام کرے گا تو حق تعالیٰ اُن کے عذر کو قبول فرمائے گا اور اُن کی حجت کو جائز قرار دے گا۔ پھر حق تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وُہ دن ہے جو سچوں کو اُن کی سچائی کے سبب سے نفع بخشے گا۔

کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب روزِ قیامت ہو گا خداوندِ عالم تمام خلائق کو جمع کرے گا سب سے پہلے جس کو طلب کرے گا حضرت نوح علیہ السّلام ہوں گے۔ اُن سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے تبلیغ رسالت کی وہ عرض کریں گے ہاں کی۔ تو ان سے کہا جائیگا کہ تمھاری گواہی کون دے گا وہ کہیں گے محمدؐ بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ) اور جناب نوحؑ لوگوں کے سروں پر پیر رکھتے ہوئے جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس پہنچیں گے اور وہ مُشک کے ایک ٹیلہ پر ہوں گے۔ علیؑ اُن کے ساتھ ہوں گے۔ یہ ہے خدا کے اس قول کے معنی فلما راوہ زلفۃ سیئت وجوہ الذین کفروا۔ یعنی جب اُن کو حق تعالیٰ کے نزدیک صاحب قرب و منزلت دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے متغیر ہو جائیں گے۔

نوحؑ حضرت رسالت مآبؐ سے کہیں گے کہ حق تعالیٰ مجھ سے تبلیغ رسالت پر گواہ طلب فرماتا ہے حضرتؐ فرمائیں گے کہ اے جعفر اور اے حمزہ جاؤ اور نوحؑ کے لیے گواہی دو کہ انھوں نے تبلیغ رسالت کی حضرت صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُس وقت حضرت حمزہ عم جناب رسول خداؐ اور حضرت جعفر طیار پیغمبروں کے اُن کی تبلیغِ رسالت پر گواہ ہوں گے۔ راوی نے کہا میں آپ پر فدا ہوں علیؑ اُس وقت کہاں ہوں گے حضرتؑ نے فرمایا کہ علیؑ کی شان و منزلت اُس سے بلند ہے کہ اُن کو گواہی کے لیے بھیجیں ۔[۱]

عیاشی سے منقول ہے کہ جناب امام زین العابدینؑ سے منقول ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ قیامت کے روز ترازو نصب کیے جائیں گے اور پیغمبروں اور شہیدوں کو حاضر کیا جائے گا اور شہدا ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں اور ہر امام اپنے زمانہ کے لوگوں کے بارے میں گواہی دیں گے جن کے درمیان خدا کے حکم سے قیام فرما رہے ہوں گے اور اُن کو راہِ خدا کی جانب دعوت دی ہوگی اور کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قولِ خدا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید کی تفسیر میں حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ آیت آنحضرتؐ کی امت کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور بس۔ اور ہر زمانہ میں اس امت کا امام ہم میں سے ہے جو اُس زمانہ کے لوگوں پر گواہ ہے اور آنحضرتؐ ہم پر گواہ ہوں گے۔ اس مضمون پر حدیثیں بہت ہیں کہ ہر امام اپنے زمانہ کے لوگوں کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اور جس کے ایمان کی گواہی اُس وقت کے امام دیں گے وُہ نجات پائے گا اور اُن کے منکروں اور مخالفوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

شیخ طوسی نے مجالس میں بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے قول حق تعالےٰ قل للہ الحجۃ البالغۃ یعنی کہہ دو کہ خلق پر خدا کی حجت کاملہ و بالغہ ہے۔ حق تعالیٰ اپنے بندہ سے روزِ قیامت فرمائے گا کیا تم عالم تھے۔ اگر وہ کہے گا کہ ہاں تو خدا فرمائے گا کہ کیوں تم نے عمل نہیں کیا۔ اگر وہ کہے گا کہ میں جاہل تھا تو فرمائے گا کہ کیوں تم نے علم حاصل نہ کیا تا کہ عمل کرتے۔ الغرض اُس پر حجت تمام ہو جائے گی۔ یہ ہے حجت بالغہ خلق پر۔

کلینی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ تم میں ایک مرد یعنی صالح یا شیعوں کے عالموں میں سے کسی محلہ میں ہوتا ہے تو خدا اُس کو اُس کے ہمسایوں پر حجت قرار دیتا ہے تو روزِ قیامت اُن محلّہ والوں سے فرمائے گا کہ کیا فلاں مرد تمھارے درمیان نہ تھا کیا تم اُس کی

---

[۱] مُؤلف فرماتے ہیں کہ جناب رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے اوصیاء کے بعد جنابِ نوحؑ کا طلب کیا جانا شاید تمام پیغمبروں سے پہلے ہوگا۔ ۱۲

ملے گا کہ ہم کو اُس نے گویا کیا جس نے ہر چیز کو گویا کیا ہے۔ پھر اُس مقام پر جمع ہوں گے جہاں تمام
خلائق کو بولنے کی طاقت ہو گی۔ لیکن وہاں کوئی ایک نہ بول سکے گا۔ سوائے اُس کے جس کو خداوند
رحمٰن بولنے کی اجازت دے گا اور وہ حق اور درست بات کہے گا۔ پھر رسُولوں کو کھڑا کریں گے
اور اُن سے سوال کیا جائے گا جیسا کہ فرمایا ہے فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید
وجئنا بك علی ھؤلاء شہیدا۔ جناب رسُول شہدا پر گواہ ہوں گے اور شہدا انبیا ہیں۔
پھر دُوسرے مقام پر جمع ہوں گے اور اُس جگہ ایک دُوسرے سے نزاع اور جھگڑا کریں گے اور
مظلوم کا حق ظالم سے لیا جائے گا۔ یہ مقام خدا کی عدالت کا دیوان ہے اور یہ تمام مقامات حسنا
سے پہلے ہوں گے۔ پھر جب حساب شروع کرے گا تو ہر شخص اپنے حساب میں مشغول ہو گا اور کسی
دُوسرے کی جانب متوجہ نہ ہو گا۔ میں خدا سے اُس روز کی برکت کا سوال کرتا ہوں اور علل الشرائع
میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے پوچھا کہ انسان اپنے نوافل ایک مقام پر
ادا کرے یا متعدد مقام پر حضرت نے فرمایا متفرق مقام پر ادا کرے کیونکہ یہ مقامات اُس کے لیے
روزِ قیامت گواہی دیں گے۔

کلینی نے بسند صحیح انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ جب کوئی بندہ توبۂ نصوح کرتا ہے
تو حق تعالیٰ اُس کو دوست رکھتا ہے اور اُس کے گناہوں کو دنیا و آخرت میں پوشیدہ کر دیتا ہے
راوی نے پوچھا کس طرح چھپا دیتا ہے۔ فرمایا کہ اُس کے دل سے بھلا دیتا ہے اور دونوں فرشتوں
کے نامہ جو اس پر موکل ہیں اور کس میں جو اُس کے گناہ لکھے ہیں اور اُس کے اعضا و جوارح کی طرف
وحی کرتا ہے کہ اُس کے گناہوں کو پوشیدہ کر دیں اور ان زمین کے خطوں کو وحی کرتا ہے کہ جو گناہ
تم پر اُس نے کئے ہیں اُن کو پوشیدہ کرو۔ پھر جب وہ مقامِ حساب پر آتا ہے تو کچھ باقی نہیں
ہوتا جو اُس کے خلاف گواہی دے۔

اور بہت سی حدیثیں ہیں جن میں موجود ہے کہ قرآن مجید روزِ قیامت گواہی دے گا اور شفاعت
کرے گا اُس کی جس نے اُس کی تلاوت کی ہو گی اور اُس پر عمل کیا ہو گا۔ یہاں تک کہ اُس کو بہشت
کے بلند درجوں میں پہنچائے۔ ابن بابویہ نے انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ ہم شیعوں کے گواہ
ہیں اور ہمارے شیعہ لوگوں کے گواہ ہیں اور ہمارے شیعوں کی گواہی کے سبب سے جزا دی جائے
گی اور عذاب کیا جائے گا اور بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جو دن آتا ہے آدمی کو ندا دیتا
ہے کہ اے فرزندِ آدم میں دن تازہ دن ہوں اور تیرے اعمال کا گواہ ہوں لہٰذا میری موجودگی میں نیک
کلام کر اور نیک عمل کر تاکہ روزِ قیامت میں تیرے اعمال کی گواہی دوں۔ کیونکہ اس کے بعد پھر تو
مجھ کو نہ پائے گا اور رات بھی یہی ندا دیتی ہے۔ نیز انہی حضرت سے منقول ہے کہ مومن کو اُس کا

توبہ کرنے سے گناہ کو فراموش کر دیتا ہے

قرآن مجید پڑھنے (تلاوت کرنے والوں) کی شفاعت کرے گا

نامۂ اعمال کھُلا ہوا دیا جائے گا۔ جس میں لکھا ہوگا کہ یہ خدائے عزیز و حکیم کی کتاب ہے فلاں شخص کو بہشت میں داخل کرو۔ اور امام حسن عسکریؑ کی تفسیر میں مذکور ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ جیسا کہ خداوندِ عزّ و جل نے تم کو حکم دیا ہے کہ اپنی جانوں اور دین اور مالوں کے بارے میں احتیاط کرو تاکہ ان کو اپنا گواہان عادل قرار دو۔ اسی طرح خدا نے بندوں کے بارے میں احتیاط فرمائی ہے کہ اُن کے لیے جن گواہوں کو اختیار کیا ہے وہ چند فرشتے ہیں جن کو گواہ اور موکل کیا ہے جو اُس کے اعمال و اقوال کو جو اس سے صادر ہوتے ہیں اور چیزوں پر اُس کے نگاہ کرنے کو تحریر اور محفوظ کرتے ہیں۔ اسی طرح زمین کے خطّے جن پر عبادت یا معصیت کی ہے اُس کے گواہ ہیں اور اُس پر رات دن اور مہینے گواہ ہیں اور خدا کے تمام مومن بندے اُس کے گواہ ہیں اور اس کے کاتبانِ اعمال گواہ ہیں۔ کتنے لوگ ہوں گے جو روزِ قیامت ان کی گواہی سے سعادت مند ہوں گے اور کتنے لوگ ہوں گے جو روزِ قیامت ان کی گواہیوں سے شقی اور معذب ہوں گے۔ بیشک خداوندِ عالم روزِ قیامت اپنے بندوں اور کنیزوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا جہاں آنکھ سب کو دیکھے گی اور پکارنے والے کی آواز سب سُنیں گے اور راتوں، دنوں، مہینوں، سالوں، گھڑیوں اور زمین کے قطعات کو جمع کرے گا۔ تو جس شخص نے نیک عمل کیا ہوگا تو اس کے اعضا و جوارح اور زمین کے قطعات، مہینے، سال، گھڑیاں، راتیں، دن اور جمعہ کی راتیں اور اُس کی ساعتیں اُس کی گواہی دیں گی اور اُس کے لیے سعادتِ ابدی میسّر آئے گی اور جس نے بُرے عمل کیے ہوں گے یہ سب اُس کی گواہی دیں گے اور شقاوتِ ابدی میں بدبخت ہوگا۔ لہٰذا روزِ قیامت کے لیے عمل کرو اور اُس روز کے لیے توشہ تیار کرو۔ اس کے بعد حضرتؑ نے ماہ رجب و شعبان و رمضان اور اُن کے روزوں اور اُن مہینوں میں اعمال کی فضیلت، اور اُن کا گواہی دینا اُس کے لیے بیان فرمایا۔

حسن بن سعید نے کتابِ زُہد میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالےٰ چاہے گا کہ مومن کا حساب کرے تو نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں دے گا اور اُس کا حساب اپنے اور اُس کے درمیان کرے گا تاکہ کسی کو اُس کی خبر نہ ہو اور فرمائے گا اے میرے بندے تُو نے فلاں کام اور فلاں کام کیا وہ کہے گا ہاں اے میرے پالنے والے میں نے کیا ہے۔ خداوندِ عالم فرمائے گا کہ میں نے اُن کو بخش دیا اور اُس سے نیکیاں تیرے لیے بدل دیں۔ اُس وقت لوگ کہیں گے کہ سبحان اللہ یہ بندہ ایک گناہ بھی نہیں رکھتا!! یہ ہے خدائے بزرگ کے قول کے معنی کہ جس کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس کے بعد اُس کا آسان حساب کیا جائے گا تو وہ اپنے اہل کی جانب مسرور خوش و خرم واپس ہوگا۔ راوی نے پوچھا کہ وہ اہل کون ہے؟ فرمایا کہ جو اہل وہ دنیا میں رکھتا ہوگا وہی اُس کے اہل بہشت میں ہوں گے۔ اگر وہ اہل بھی مومن

انسان کے اعمال کی گواہی اس کے اعضا، رات، دن اور زمین کے قطعات دیں گے

ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اگر خدا کا ارادہ بندہ (کے گناہوں کے سبب سے) بدی کا ہوگا تو اُس کا علانیہ خلائق کے سامنے حساب کرے گا اور اُس پر حجت تمام کرے گا اور اُس کا نامۂ اعمال اُس کے بائیں ہاتھ میں دے گا۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس کا نامہ اُس کے پشت سر سے دیں گے تو وا ثبورا (ہائے موت) کہے گا اور جہنم کی آگ کا بھڑکانے والا ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنے اہل میں ممتاز تھا یعنی دنیا میں گمان کرتا تھا کہ آخرت میں واپس نہ جائے گا۔ اور یہ اشارہ ہے اس طرف کہ کافروں اور منافقوں کے ہاتھ اُن کی گردنوں میں باندھ دیں گے اور اُن کے نامۂ اعمال ان کے پُشت سر سے اُن کے بائیں ہاتھ میں دیں گے۔ ان دونوں حالتوں کا وضو میں ہاتھ دھونے کے وقت دُعاؤں میں اشارہ ہوا ہے کہ خداوندا میرا نامۂ عمل میرے داہنے ہاتھ میں دینا اور بہشت میں ہمیشہ رہنے کا پروانہ میرے بائیں ہاتھ میں دینا اور میرا حساب آسان حساب کرنا اور اے خدا میرا نامۂ عمل میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ میرے پشت سر سے میرا نامۂ عمل دینا اور نہ میرا ہاتھ میری گردن سے باندھنا۔

واضح ہو کہ انسان کے اعضا کے گواہی دینے کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا معنی رکھتا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے حق تعالیٰ اُن کو صُورت میں حادث کرے گا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اُن کو شعور اور قوّتِ کلام بخشے گا اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان میں وُہ صفت پیدا کرے گا جو اُن سے گناہوں کے صادر ہونے پر دلالت کرے گی اور اُن کا بات کرنا مجاز ہے۔ اسی طرح زمانوں اور زمین کے قطعات اور آسمان کے دروازوں کے بارے میں جن سے مومنوں کے اعمال اوپر جاتے ہیں اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے مُراد فرشتوں کا گواہی دینا ہے جو ان پر موکل ہیں اور ان میں ساکن ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ان جمادات کو کمزور شعور ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ خُداوندِ عالم ان کو قیامت میں عقل و شعور اور آلۂ نطق عطا فرمائے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے مثل خلق فرمائے گا۔ لیکن اولیٰ اور احوط یہ ہے کہ ان اُمور پر مجملاً ایمان رکھیں اور اُن کی حقیقت اور کیفیت میں غور و فکر نہ کریں۔ کیونکہ اگر ضروری ہوتا تو امام بیان فرماتے اور عقلِ ناقص پر نہ چھوڑتے واللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل (اور اللہ حق کو ثابت کرتا ہے اور وُہی سچے راستہ کی ہدایت کرتا ہے)۔

بارھویں فصل

قیامت میں وسیلہ، لوا، حوض، شفاعت اور حضرت رسالت مآبؐ اور آپ کے اہلبیتؑ کے تمام منازل کا تذکرہ۔

واضح ہو کہ ان تمام اُمور کے بارے میں عامہ و خاصہ کی حدیثیں متواتر ہیں بلکہ ضروریاتِ دین میں سے ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے خاص طور سے حوضِ کوثر اور شفاعتِ اکبر پہ۔ ہم

اس کتاب میں تھوڑی سی حدیثیں لکھتے ہیں۔ ان میں سے اکثر حیات القلوب میں ذکر کی جا چکی ہیں۔
کلینی، ابن بابویہ، علی بن ابراہیم اور تمام محدثین نے بہت سی صحیح و معتبر سندوں کے ساتھ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا سے جب دُعا کرو تو میرے وسیلہ کا سوال بھی کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ وسیلہ کیا ہے فرمایا کہ وہ بہشت میں میرا درجہ ہے اُس کے ہزار پائے ہیں ایک پائے سے دُوسرے پائے تک عربی نجیب گھوڑے کے دوڑنے کی ایک مہینہ کی راہ ہے۔ ان میں سے بعض پائے زبرجد کے ہیں بعض مروارید کے اور بعض تمام جواہرات کے ہیں بعض سونے اور بعض چاندی کے اور بعض عود کے اور بعض عنبر کے اور بعض نور کے ہیں۔ اُس کو قیامت کے دن لا کر تمام پیغمبروں کے درجہ کے ساتھ نصب کریں گے اور وہ اُن کے درمیان ممتاز ہوگا۔ جیسے تمام ستاروں کے درمیان چاند ممتاز ہوتا ہے۔ اُس روز کوئی پیغمبر کوئی شہید اور کوئی صدیق ایسا نہ ہوگا جو یہ نہ کہے کہ کیا کہنا ہے۔ اُس کا جس کا یہ درجہ ہے۔ پھر منادی آواز دے گا جس کو تمام پیغمبر، شہداء اور صدیق اور مومنین سُنیں گے کہ یہ محمدؐ کا درجہ ہے۔ پھر جناب رسُول خداؐ نے فرمایا کہ میں اُس روز لباس نور پہنے ہُوئے اور کرامت اور بادشاہی کا تاج سر پر رکھے ہُوئے آؤں گا اور علی بن ابی طالبؑ میرے آگے چلیں گے اور لوا اور میرا علم اُن کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور اُس لوا پر لکھا ہوگا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ المفلحون الفائزون باللہ۔ جب میں پیغمبروں کے پاس سے گزروں گا تو وہ کہیں گے کہ یہ دونوں بزرگوار پیغمبر مُرسل ہیں۔ یہاں تک کہ میں منبر پر جاؤں گا اور علیؑ میرے پیچھے آئیں گے۔ جب میں منبر کے سب سے بلند درجہ پر پہنچوں گا۔ تو علیؑ مجھ سے ایک زینہ نیچے کھڑے ہوں گے اور میرا علم اُن کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس وقت تمام پیغمبر اور مومنین سر بلند کریں گے اور ہماری طرف دیکھیں گے اور کہیں گے کہ خوشا حال ان دونوں بندوں کا اپنے پروردگار کے نزدیک کس قدر گرامی اور مکرم ہیں۔ اُس وقت مُنادی خدا تعالیٰ کی جانب سے ندا کرے گا جس کو تمام پیغمبر اور کُل خلائق سُنے گی کہ یہ میرے حبیب محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور یہ میرے ولی علی بن ابی طالب (علیہ السلام) ہیں۔ کیا کہنا ہے اُس کا جو اُن کو دوست رکھتا ہے اور وائے ہو اُس پر جو اُن کو دشمن رکھتا ہے اور اُن پر جھوٹ باندھتا ہے۔ جناب رسُول خداؐ نے فرمایا کہ میدانِ قیامت میں اُس روز کوئی نہ ہوگا جو تم کو دوست رکھتا ہے مگر یہ کہ وہ اس آواز کو سُن کر راحت پائے گا اور اُس کا چہرہ سفید (نورانی) فرحناک ہو جائے گا اور اُن میں کوئی نہ ہوگا جو تم سے دشمنی رکھتا تھا یا تم سے جنگ کی ہوگی یا تمھاری امامت سے انکار کیا ہوگا۔ مگر یہ کہ اُس کا چہرہ سیاہ ہوگا اور اُس کے پاؤں کانپنے لگیں گے۔ اِس حال میں خدا کی جانب سے میرے پاس

علیؑ روز قیامت جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہوں گے

دو فرشتے آئیں گے ایک رضوان خازنِ بہشت اور دُوسرے مالک خازن دوزخ۔ رضوان میرے پاس آئیں گے اور سلام کریں گے اور کہیں گے السّلام علیکَ یَا رَسُولَ اللہ میں اُن کے سلام کا جواب دُوں گا اور کہوں گا اے خوش رو اور خوشبُودار اور اپنے پروردگار کے نزدیک گرامی فرشتے تُو کون ہے، تو وہ کہیں گے کہ میں رضوان خازن بہشت ہُوں میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ بہشت کی کُنجیاں آپ کے پاس حاضر کروں۔ اے محمّد صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ان کو لیجیے۔ میں کہوں گا کہ میں نے اپنے پروردگار کی طرف سے قبُول کیا اور جو کچھ اس نے انعام فرمایا ہے اُس پر اُس کی حمد کرتا ہوں، میرے بھائی علیؑ بن ابی طالب کو یہ کُنجیاں دے دو۔ رضوان کُنجیاں امیرالمومنینؑ کو دے کر واپس جائیں گے۔ اس کے بعد مالک خازن جہنّم میرے پاس آئے گا۔ اور کہے گا السّلام علیکَ یَا حبیبَ اللہ میں کہوں گا وعلیکَ یامالکؑ کس قدر تیرا چہرہ خوفناک اور قبیح ہے۔ تُو کون ہے تو وہ کہے گا کہ میں مالک خازن جہنّم ہوں۔ مجھے میرے پروردگار نے حکم دیا ہے کہ جہنّم کی کُنجیاں آپ کو دے دُوں۔ یہ سُن کر میں کہوں گا کہ میں نے اُس کی جانب سے قبُول کیا اور اِس انعام پر جو اُس نے مجھ پر کیا ہے اور مجھ کو دُوسروں پر ترجیح دی ہے۔ اس کے واسطے حمد اور تعریف ہے۔ یہ کُنجیاں میرے بھائی علی بن ابی طالبؑ کو دے دو۔ یہ سُن کر مالک کُنجیاں علیؑ کو دے دے گا اور واپس جائے گا۔ پھر علیؑ بہشت و دوزخ کی کنجیاں لیے ہوئے آئیں گے۔ یہاں تک کہ آخری کنارۂ جہنّم پر بیٹھیں گے اور اُس کی رسّی اپنے ہاتھ میں پکڑ لیں گے جس وقت اُس کے شعلوں کی آواز بلند ہوئی ہوگی اور اُس کی گرمی بے اِنتہا بڑھی ہُوئی ہوگی اور اُس کے شرارے بہت زیادہ ہوگئے ہوں گے۔ اُس وقت جہنّم آواز دے گی کہ اے علیؑ مجھ پر سے گذر جائیے تاکہ شعلے بجھ جائیں۔ حضرت علیؑ فرمائیں گے کہ ٹھہر کیونکہ آج تجھ کو میری اطاعت کرنا ہوگی۔ پھر لوگ جوق در جوق آئیں گے اور حضرتؑ فرمائیں گے کہ اِس کو چھوڑ دے کیونکہ یہ میرا دوست ہے اور اِس کو پکڑ لے کیونکہ یہ میرا دشمن ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اُس روز اُس کی اطاعت علیؑ کے لیے تمھارے غلاموں کی اطاعت سے بہتر ہوگی۔ اگر علیؑ چاہیں گے تو جہنّم کو داہنی جانب لے جائیں گے اور اگر چاہیں گے تو بائیں جانب لے جائیں گے۔ کیونکہ وہ اُس روز جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔

نیز علی بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ قیامت کے روز حضرت محمّد مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بُلائیں گے اور گلاب کے پھُول کے رنگ کا حُلّہ پہنائیں گے اور اُن کو عرشِ الٰہی کی جانب ٹھہرائیں گے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو طلب کریں گے اور ان کو ایک سفید حُلّہ پہنا کر عرش کی بائیں جانب ٹھہرائیں گے۔ پھر حضرت امیرالمومنینؑ کو طلب کریں گے اور ان کو بھی ایک گلرنگ

حلّہ پہنا کر آنحضرتؐ کی داہنی جانب ٹھہرائیں گے پھر حضرت اسمٰعیلؑ کو طلب کریں گے اور اُن کو ایک سفید حلّہ پہنا کر حضرت ابراہیمؑ کی بائیں جانب ٹھہرائیں گے پھر حضرت امام حسنؑ کو طلب کریں گے اور ایک گل رنگ حلّہ پہنائیں گے۔ اور امیرالمومنینؑ کے داہنی طرف ٹھہرائیں گے۔ پھر امام حسینؑ کو طلب کریں گے اور ایک گل رنگ حلّہ پہنا کر امام حسنؑ کی داہنی جانب ٹھہرائیں گے۔ اسی طرح تمام ائمہ کو طلب کریں گے اور گل رنگ حلّے پہنائیں گے۔ اور ہر ایک کو دوسرے کی داہنی جانب ٹھہرائیں گے۔ پھر ان کے شیعوں کو طلب کریں گے اور اُن کے برابر ٹھہرائیں گے۔ پھر حضرت فاطمہ علیہا السّلام اور اُن کے فرزندوں کی عورتوں اور شیعوں کو بے حساب داخلِ بہشت کریں گے۔ اُس وقت خدا کی طرف سے عرش اور افقِ اعلیٰ کی جانب سے مُنادی ندا دے گا کہ اے محمدؐ کیا اچھے تمہارے باپ ابراہیمؑ ہیں اور کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے علیؑ علیہ السّلام۔ اور کتنے اچھے تمہارے دو سبط حسنؑ و حسینؑ ہیں اور کتنا اچھا ہے تمہارا جنین محسنؑ جو فاطمہؑ کے شکم میں شہید ہوا ہے اور کس قدر اچھے تمہارے ہدایت کرنے والے تمہاری ذرّیت سے ائمہ طاہرینؑ (علیہم السلام) ہیں جو فلاں اور فلاں ہیں اور حضرت قائمؑ تک تمام اماموں کے نام لے گا۔ اور تمہارے شیعہ اور تمہارے بعد کے امام کتنے اچھے ہیں۔ بیشک محمدؐ اور ان کے وصی اور اُن کے دو سبط اور اُن کی ذرّیت سے آئمہؑ ہیں اور وہ سب فائز اور کامیاب ہیں۔ پھر حکم دے گا کہ سب کو بہشت میں لے جائیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا فرمودہ ہے کہ جو لوگ آتشِ جہنم سے دُور کیے ہوئے ہوں گے۔ اور بہشت میں داخل کیے جائیں گے۔ وُہ سعادتِ ابدی پر فائز ہوں گے۔

بصائرالدرجات میں حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ جب روزِ قیامت آئے گا ایک منبر رکھا جائے گا جس کو تمام خلائق دیکھے گی اور حضرت امیرؑ اُس منبر پر تشریف لے جائیں گے۔ اُن کی داہنی جانب ایک فرشتہ ہوگا جو ندا دے گا کہ اے گروہ خلائق یہ علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ جس کو چاہیں گے بہشت میں داخل کریں گے۔ اُن کی بائیں جانب بھی ایک فرشتہ ہوگا جو ندا دے گا کہ اے گروہ خلائق یہ علی بن ابی طالبؑ ہیں جس کو چاہیں گے دوزخ میں داخل کریں گے، اور عیاشی سے مروی ہے کہ روزِ قیامت عرش کی داہنی جانب ایک منبر نصب کیا جائے گا جس کے چوبیس پائے ہوں گے اور علی علیہ السّلام آئیں گے اُن کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا وہ اس منبر پر تشریف لے جائیں گے اور خلائق پر اُن کو پیش کیا جائے گا۔ وُہ جس کو پہچانیں گے کہ اُن کا شیعہ ہے اس کو بہشت میں داخل کریں گے اور وہ جس کو اپنا شیعہ نہ سمجھیں گے اُس کو جہنم میں داخل کریں گے۔ اس کی تفسیر کتابِ خدا میں ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ "کہہ دو اے رسولؐ کہ عمل کرو۔ عنقریب تمہارے اعمال خدا اور اس کے رسولؐ اور مومنین اور اُن کی ذرّیت سے ائمہ

طاہرینؑ دیکھیں گے اور بہت سی حدیثیں عامہ و خاصہ کے طریقوں سے مروی ہیں جو تفسیر قول حق تعالےٰ
القیا فی جہنم کل کفار عنید خطاب حضرت رسولِ خدا اور علی علیہ السلام سے ہے یعنی ہر بہت
کفر کرنے والے دشمن کو جہنم میں ڈالو اور اعمش اور حسن بن صالح اور دوسروں سے روایت کی ہے
کہ آیت اس طرح نازل ہوئی ہے کہ یا محمّد (صلعم) و یا علی (علیہ السّلام) القیافی
جہنم کل کفار عنید اور تفسیر فرات بن ابراہیم میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ
جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ عسیٰ ان
یبعثک ربک مقاماً محمودا ۰ یعنی ممکن ہے کہ تمہارا پروردگار تم کو اس مقام پر مبعوث
فرمائے جس کی ہر شخص تعریف کرے اور پورا کرے گا۔ وہ وعدہ جو اس نے مجھ سے کیا ہے روز
قیامت میرے واسطے ایک منبر نصب کرے گا جس کے ہزار درجے ہوں گے اور میں اس منبر پر
جاؤں گا۔ پھر جبرئیلؑ لوائے حمد لائیں گے۔ اور میرے ہاتھ میں دیں گے اور کہیں گے یہ وہ مقام
محمود ہے جس کا خدا نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اُس وقت میں علیؑ کو منبر پر بلاؤں گا وہ مجھ
سے ایک درجہ نیچے کھڑے ہوں گے۔ میں لوائے حمد ان کے ہاتھ میں دوں گا۔ پھر رضوان بہشت
کی کنجیاں لائیں گے اور مجھے دے کر کہیں گے کہ یہ وہ مقام محمود ہے جس کا خدا نے آپ سے
وعدہ کیا ہے۔ میں کنجیاں علیؑ کے سپرد کر دوں گا۔ پھر مالک خازن جہنم آئے گا اور دوزخ کی
کنجیاں مجھے دے گا اور کہے گا کہ یہ وہ مقام محمود ہے جس کا وعدہ خدا نے آپ سے کیا ہے
آپ اپنے اور اپنی ذریت کے دشمنوں اور اپنی اُمت کے دشمنوں کو جہنم میں داخل کیجئے۔
میں ان کنجیوں کو بھی علیؑ کے سپرد کر دوں گا۔ الغرض جہنم و بہشت جس قدر میری اور علیؑ کی اطاعت
کرے گی وہ عورت کی اپنے شوہر کی اطاعت سے بہت زیادہ ہوگی۔ یہ ہے قولِ خدائے
دو عالم کے معنی القیا فی جہنم کل کفار عنید یعنی اے محمد صلعم اور علیؑ اپنے دشمنوں
کو جہنم میں داخل کرو، پھر میں اُٹھوں گا اور خدا کی حمد و ثنا کروں گا ایسی ثنا کہ مجھ سے پہلے کسی
نے نہ کی ہوگی۔ پھر میں ملائکہ مقربین کی ثنا کروں گا۔ پھر انبیاء و مرسلین کی، پھر اُمت کے صالحین
کی مدح کروں گا اور بیٹھ جاؤں گا۔ پھر خداوند کریم میری ثنا کرے گا۔ پھر ملائکہ کریں گے۔ پھر
اُس کے پیغمبر اور مرسلین کریں گے۔ پھر شائستہ اور نیک اُمتیں میری مدح کریں گی۔ اُس کے
بعد عرش کے درمیان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ اے گروہ خلائق اپنی اپنی آنکھیں بند کر
لو تاکہ فاطمہؑ دختر حبیبؐ خدا اپنے قصر کی جانب جائیں۔ پھر میری دختر فاطمہؑ گزرے گی۔ وہ دو
حلے پہنے ہوگی، اور ستر ہزار حوریں اُس کے گرد چلیں گی۔ جب وہ قصر کے دروازے پر پہنچے گی،
وہاں امام حسنؑ کھڑے ہوں گے اور امام حسینؑ بے سر ایستادہ ہوں گے وہ امام حسنؑ سے پوچھے

روز قیامت جناب رسولِ خدا اور امیر المومنینؑ اپنے دشمنوں کو جہنم میں اور اپنے دوستوں کو بہشت میں داخل کریں گے

گی کہ یہ کون ہے وہ کہیں گے کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ کے پدر بزرگوار کی اُمت نے اُن کو شہید کیا اور اُن کے سر کو جُدا کر دیا۔ اُس وقت حق تعالیٰ کی جانب سے ندا آئے گی کہ اے میرے حبیب کی بیٹی جو کچھ تمہارے پدر کی اُمت نے تمہارے جگر گوشہ کے ساتھ ظلم کیا اور میں نے ذخیرہ کیا ہے تم کو اس لیے دکھایا ہے تاکہ بندوں کے حساب کی جانب نظر نہ کروں جب تک تم اور تمہارے فرزند اور تمہارے شیعہ اور تمہارے فرزند کے شیعوں کے علاوہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ نیکی کی ہے ان سب کو داخلِ بہشت نہ کرلوں قبل اس کے کہ بندوں کے محاسبہ میں مشغول ہوں۔ یہ ہے قول خدائے تعالیٰ کے معنی جو اُس نے اُن کے حق میں فرمایا ہے لایحزنہم فزع الاکبر وھم فیہا اشتہت انفسہم خالدون یعنی قیامت کا سب سے بڑا خوف ان کو محزون و مغموم نہ کرے گا ان باتوں میں جن کی ان کا نفس خواہش رکھتا ہے وہ ہمیشہ جنّت میں رہیں گے۔

ابن بابویہ نے عیون اخبار الرضا میں اُنہی حضرتؑ سے اُن کے آبائے طاہرینؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ تم پہلے شخص ہو گے کہ بہشت میں داخل ہو گے اور میرا علم تمہارے ہاتھ میں ہوگا اور وہ لوائے حمد ہے اور وہ ستّر پھریروں کا ہوگا کہ ہر پھریرا آفتاب و ماہتاب سے بڑا ہوگا۔ اور علل میں حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ تم پہلے وہ شخص ہو گے جو بہشت میں داخل ہو گے۔ جناب امیرؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں آپ سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گا؟ فرمایا ہاں اِس لیے کہ تم آخرت میں میرے علمدار ہو گے جس طرح دُنیا میں میرے علمدار ہو۔ اور علمدار مقدم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یا علیؑ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہشت میں داخل ہو رہے ہو اور میرا علم تمہارے ہاتھ میں ہے اور وہ لوائے حمد ہے۔ اور جناب آدمؑ اور اُن کے بعد جو پیغمبر اور اوصیاء ہیں سب اُس عَلَم کے نیچے ہوں گے۔ اور امالی اور خصال میں کئی سندوں سے ابن عباس سے منقول ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ جبریلؑ شاد و خرّم میرے پاس آئے اور کہا اے رسولِ خداؐ علیِ اعلیٰ آپؐ کو اور علیؑ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ محمدؐ میرے پیغمبر رحمت ہیں اور علیؑ میری حجت قائم رکھنے والے ہیں۔ میں اُس شخص پر عذاب نہ کروں گا جو علیؑ سے محبت و دوستی رکھتا ہے اگرچہ اس نے میری معصیت کی ہو۔ اور اُس شخص پر رحم نہ کروں گا جس نے اُس سے دُشمنی کی ہو گی اگرچہ میری اطاعت کی ہو۔ پھر جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جبرئیل روزِ قیامت میرے پاس لوائے حمد لے کر آئیں گے اور اُس کے ستّر پھریرے ہوں گے ہر ایک آفتاب و ماہتاب سے زیادہ وسیع ہوگا اور میں خدا کی خوشنودی اور رضامندی

عائشہ اور ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ کوثر بہشت میں ایک نہر ہے اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوا، رسولِ خداؐ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو سنا دیا جب منبر سے اترے تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ خدا نے جو کوثر آپ کو عطا کیا ہے وہ کیا ہے۔ فرمایا کہ بہشت میں ایک نہر ہے جو دودھ سے زیادہ سفید اور تیر سے زیادہ سیدھی اور اُس کے کنارے موتیوں اور یاقوت زرد کے قبّے ہیں۔ اُس پر چند سبز طیور وارد ہوتے ہیں جن کی گردنیں خراسانی اونٹوں کے مانند ہوتی ہیں۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ وہ طیور کس قدر زیادہ بہتر ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کیا چاہتے ہو کہ میں اُن سے بھی بہتر خوب تر کو بیان کروں؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہؐ! فرمایا کہ جو شخص اُس طائر کا گوشت کھائے گا اور کوثر کا پانی پیئے گا۔ خداوند کریم کی خوشنودی سے فائز ہوگا۔ اور حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ وہ بہشت میں ایک نہر ہے جسے حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو اُن کے پسر ابراہیمؑ کے عوض میں عطا کی ہے اور انس سے مروی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ بہشت میں ایک نہر ہے جس کے ذریعہ سے خدا نے مجھ سے بے انتہا بہتری کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ میرا حوض ہے۔ روز قیامت اُس پر میری اُمت کے لوگ وارد ہوں گے۔ اُس پر آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ظروف ہوں گے۔ ایک جماعت اُن میں سے میرے پاس آئے گی۔ میں کہوں گا پروردگارا یہ میری امت[1] میں سے ہیں۔ خداوند عالم فرمائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد ان لوگوں نے کس قدر بدعتیں کی ہیں۔ اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور مجالس میں شیخ مفید نے اور تفسیر علی بن ابراہیم اور بشارۃ المصطفےٰ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ روزِ قیامت حق تعالیٰ اوّلین و آخرین کے تمام لوگوں کو ایک میدان میں برہنہ جمع کرے گا۔ اُن کو راہِ محشر میں روک رکھا جائے گا۔ یہاں تک کہ بے انتہا پسینہ سے شرابور ہوں گے اور اُن کی جانیں نہایت اذیت میں ہوں گی۔ مدتوں اسی حال پر رہیں گے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے اور خداوند رحمٰن کے حضور اُن کی آوازیں نہایت خوفزدہ آہستہ ہوں گی۔ تم نہ سنو گے۔ مگر بہت آہستہ آوازیں۔ پھر عرش کے پاس سے منادی ندا کرے گا کہ پیغمبر اُمّی کہاں ہیں تو لوگ کہیں گے کہ اُن کا نام لو۔ اُس وقت ندا آئے گی کہ محمدؐ بن عبداللہ پیغمبر رحمت کہاں ہیں۔ یہ

حوضِ کوثر کے اوصاف

---

[1] اس حدیث کو امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں کئی صحابیوں سے روایت کی ہے۔ ملاحظہ ہو ترجمہ بخاری شریف اُردو ترجمہ مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی پ ۲۷ صفحہ ۱۳۰ پر ابن عباس سے حدیث ۱۵۲۷ اور ص ۱۳۴ پر عبداللہ بن مسعود سے حدیث ۱۵۷۱ اور انس بن مالک سے ص ۱۳۵ پر حدیث ۱۵۷۶ درج ہے۔ ان سب حدیثوں میں اُمت کے بجائے صحابہ تحریر ہے۔ مترجم ۱۲

سُن کر جناب رسولِ خداؐ اٹھیں گے اور لوگوں کے آگے آگے روانہ ہوں گے یہاں تک کہ ایک حوض کے پاس پہنچیں گے جس کا طول ایلہ بصرہ اور صنعائے یمن کے درمیان کے فاصلہ کے برابر ہوگا۔ پھر حضرت امیرالمومنینؑ کو طلب کریں گے۔ وہ آنحضرتؐ کے پہلو میں کھڑے ہوں گے۔ پھر لوگوں کو اجازت دی جائے گی کہ گذریں۔ بعض کو چھوڑ دیں گے کہ پانی پی لیں اور بعض کو منع کریں گے۔ جب رسولِ خداؐ دیکھیں گے کہ ہم اہلبیتؑ کے دوستوں میں سے بعض کو ان کے گناہوں کے سبب سے حوض سے دُور کرتے ہیں تو حضرت روئیں گے اور بار بار فرمائیں گے کہ پروردگارا یہ شیعیانِ علیؑ ہیں۔ پھر خداوند تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجے گا۔ وہ سوال کرے گا کہ یا محمد صلعم آپ کے رونے کا کیا سبب ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ کیونکر گریہ نہ کروں کہ میرے بھائی علیؑ کے شیعوں کی ایک جماعت کو دیکھ رہا ہوں کہ اُن کو اہلِ جہنم کی جانب لے جارہے ہیں اور اُن کو میرے پاس حوضِ کوثر پر آنے سے روکتے ہیں۔ اُس وقت حق تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے انھیں تم کو بخشا اور اُن کے گناہوں سے درگزرا اور تمھاری ذریّت کے دوستوں سے اُن کو ملحق کیا اور اُن کو تمھارے گروہ سے قرار دیا۔ اور تمھارے پاس حوضِ کوثر پر وارد کیا اور اُن کے حق میں تمھاری شفاعت قبول کی اور اس سبب سے تم کو گرامی کیا۔ پھر حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ کتنے مرد اور کتنی عورتیں اُس روز گریاں ہوں گے۔ اور یا محمدؐ کی ندا بلند کریں گے۔ لہٰذا اُس روز جو شخص ہماری امامت کا اعتقاد رکھتا ہوگا اور ہمارے دوستوں سے ہوگا۔ ہمارے گروہ میں داخل ہوگا اور ہمارے ساتھ حوض پر وارد ہوگا۔ اور اُن تمام مشائخ نے اپنی سندوں سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے جنابِ رسولِ خداؐ سے حوضِ کوثر کے بارے میں سوال کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جو زیرِ عرش سے نکلتی ہے۔ اُس کا پانی دُودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیریں ہے اور مسکہ سے زیادہ نرم۔ اُس میں زبرجد، یاقوت اور مرجان کے سنگریزے ہیں۔ اُس کی گھاس زعفران ہے۔ اُس کی خاک مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور اس کی بنیادیں عرشِ الٰہی کے نیچے سے ہیں۔ پھر حضرتؐ نے جنابِ امیر علیہ السّلام کے پہلو پر ہاتھ مارا اور کہا اے علیؑ وہ نہر میری اور تمھاری ہے اور میرے بعد تمھارے دوستوں کی ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے میرے واسطے آسمان میں ایک نہر خلق فرمائی ہے جس کا منبع عرش کے نیچے ہے اور اُس پر لاکھ قصر ہیں جن کی اینٹیں سونے اور چاندی کی ہیں۔ اُس کی گھاس زعفران ہے۔ اُس کے سنگریزے مروارید ہیں۔ اُس کی زمین مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے اور یہ میرے لیے اور میری اُمّت کے لیے تمام چیزوں سے بہتر ہے اور قولِ خدا اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ میں اُس کی طرف اشارہ ہے۔ اور ابنِ بابویہ نے امالی اور عیون میں حضرت امام رضا علیہ السّلام سے

حوضِ کوثر کی صفتیں

وقت فرحناک ہوتا ہے ایسی فرحت اُس کو حاصل ہوتی ہے جو کبھی اُس کے دل سے نہیں نکلتی ، یہاں تک کہ ہمارے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہو اور کوثر ہمارے دوست کے سبب سے فرحناک ہوتا ہے ۔ جب وہ اُس پر وارد ہوتا ہے یہاں تک کہ اُس کو طرح طرح کے کھانے چکھاتے ہیں اس لیے وہ نہیں چاہتا کہ وہاں سے دوسری جگہ جائے ۔ اے مسمع جو شخص اُس کا پانی ایک گھونٹ پئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا ۔ اُس کے بعد کچھ تکلیف اُس کو کبھی نہ ہوگی ۔ وہ سردی میں کافور اور مشک کی خوشبو ہے اور زنجبیل کی اُس میں لذت ہے ۔ شہد سے زیادہ شیریں اور مسکہ سے زیادہ نرم اور آنکھوں کے پانی سے زیادہ صاف ہے اور عنبر سے زیادہ خوشبودار ہے اور وہ بہشت کے چشمۂ تسنیم سے نکلتا ہے اور وہ تمام نہرہائے بہشت سے گذرتا ہے اور مروارید اور یاقوت کے سنگریزوں پر جاری ہوتا ہے اور اُس کے چاروں طرف پیالے آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں ۔ اُس کی خوشبو ہزار سالہ راہ سے احساس کی جاتی ہے ۔ وہ پیالے سونے چاندی اور طرح طرح کے جواہرات کے ہیں جو شخص اُس کا پانی پیتا ہے اُس کے منہ سے ہر قسم کی خوشبو نکلتی ہے ۔ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے کہ اگر مجھ کو اسی مقام پر چھوڑ دیں تو میں اس کے عوض دوسری چیز نہ چاہوں ۔ اے کردین تو انہی میں سے ہوگا جو اُس حوض سے سیراب ہوں گے ۔

حوضِ کوثر کی صفتیں

اور جو آنکھ ہماری مصیبت پر روتی ہے وہ یقیناً کوثر پر نگاہ کرنے سے خوش و مسرور ہوگی اور اُس کا پانی ہمارے تمام دوستوں کو ہماری محبت و پیروی کے بقدر پلائیں گے جس سے اُن کو لذّت حاصل ہوگی اور جس کی محبت ہم سے زیادہ ہوگی اُس کو زیادہ لذّت حاصل ہوگی ۔ کوثر پر جناب امیرؑ موکل ہیں اُن کے ہاتھ میں درخت عوسج کی لکڑی کا ایک عصا ہوگا اور دوسری روایت کے مطابق درخت طوبیٰ کا ہوگا ۔ وہ اسی عصا سے ہمارے دشمنوں کو وہاں سے بھگائیں گے ۔ اُس وقت اُن میں ایک شخص کہے گا میں شہادتین کا اقرار کرتا تھا ۔ حضرت فرمائیں گے کہ جاؤ خلفائے ثلاثہ کی امامت کی جانب اور اُن سے سوال کرو ، وہ تمہاری شفاعت کریں گے ۔ وہ کہے گا کہ اُس امام کے پاس جاؤں جس نے مجھ سے بیزاری اختیار کی ہے ۔ حضرت فرمائیں گے کہ اُس کے پاس جا جس کو تو امام سمجھتا تھا اور اُس کو تمام خلق پر ترجیح دیتا تھا اور اُس سے سوال کر کہ تیری شفاعت کرے ۔ جب وہ تیرے نزدیک بہترین خلق تھا اور بہترین خلق کی شفاعت رد نہیں ہوتی ۔ وہ کہے گا کہ تشنگی سے ہلاک ہوا جاتا ہوں ۔ حضرت فرمائیں گے کہ خدا تیری پیاس اور زیادہ کرے ۔ مسمع نے کہا آپ پر فدا ہوں ، اُس کو نزدیک آنے کی جرأت و قدرت کیسے ہوگی حالانکہ دوسرے حوضِ کوثر کے نزدیک نہیں جا سکتے ۔ حضرت نے فرمایا اس لیے کہ اُس نے بہت سے اعمال قبیحہ سے پرہیز کیا ہوگا ۔ جب ہم اہلبیتؑ کا تذکرہ اُس کے سامنے ہوتا تھا تو وہ ناسزا الفاظ نہیں کہتا تھا اور وہ

امیرالمومنینؑ کا اپنے دشمنوں کو حوضِ کوثر سے پیاسا دور کرنا

چند باتیں ترک کرتا تھا کہ اُس کے علاوہ دُوسرے جن کی جرأت کرتے تھے۔ ہماری شان میں اس قسم کی گستاخی سے باز رہنا ہماری محبت کی وجہ سے نہیں تھا اور نہ ہماری طرف کوئی رغبت رکھتا تھا بلکہ اپنی باطل عبادت اور دینداری میں زیادہ کوشش کے لیے اور اپنے نفس کو لوگوں کو دکھانے کے لیے مشغول رکھتا تھا لیکن اُس کا دل منافق ہے اور اُس کا دین عداوت اہلبیتؑ کے لیے لازم تھا اور ان کے دُشمنوں کی متابعت اور خلفائے جور کو تمام لوگوں پر مقدم رکھتا تھا۔ ان اسباب سے حوض کے قریب آسکے گا اور محروم واپس جائے گا اور اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں ہم اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

شفاعت واضح ہو کہ شفاعت میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس کا اعتقاد دینِ اسلام کی ضروریات میں سے ہے کہ جناب رسُولِ خداؐ کی شفاعت روزِ قیامت نہ صرف اپنی اُمت کے لیے بلکہ تمام اُمتوں کے لیے ہوگی، اور اختلاف جو ہے اس میں ہے کہ کیا شفاعت اُن مومنوں کے لیے زیادہ فائدہ طلب کرنے کی ہوگی جو مستحق ثواب ہوں گے اور بس یا اُمت کے گنہگاروں سے عذاب ساقط کرنے کے لیے بھی ہوگی، عامہ میں سے اکثر کا اعتقاد یہ ہے کہ شفاعت دونوں میں ہوگی۔ اور خوارج اور عیدیہ معتزلہ کا اعتقاد یہ ہے کہ شفاعت قسم اوّل کے لیے مخصوص ہے یعنی ثواب کی زیادتی کے لیے۔ عذاب ساقط کرنے میں نہ ہوگی اور کہتے ہیں کہ جس طرح خدا پر واجب ہے کہ وعدۂ ثواب کو پُورا کرے۔ اسی طرح واجب ہے کہ وعدۂ عذاب کو پُورا کرے اور شفاعت اُس کے ساقط کرنے میں فائدہ نہیں دے گی۔ اور علمائے امامیہ کے درمیان اس میں اختلاف نہیں ہے کہ شفاعت فاسق شیعوں سے عذاب دفع کرنے میں ہوگی۔ اگرچہ وہ اصحاب کبائر میں سے ہوں۔ اور شفاعت صرف جناب رسُولِ خداؐ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ فاطمہ زہراؑ اور ائمہ ہدیٰ علیہم السّلام آنحضرتؐ کی اجازت سے اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے اور بہت سی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعوں کے علمار اور صالح لوگ بھی شفاعت کریں گے اور عامہ و خاصہ نے جناب رسُولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنی شفاعت اپنی اُمّت کے اہلِ کبائر[1] کے لیے ذخیرہ کیا ہے۔ اور خصال میں عامہ کے طریق سے انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر پیغمبر نے ایک دُعا کی اور وہ مستجاب ہوئی اور میں نے اپنی دُعا پوشیدہ رکھی ہے کہ جس کے ذریعہ سے روزِ قیامت اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا۔ نیز حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ تین شخص خدا کے نزدیک شفاعت کریں گے اور اُن کی شفاعت مقبُول ہوگی پیغمبروں کی شفاعت۔ اُن کے بعد علمار کی۔ ان کے بعد شہدار کی اور

[1] کبیرہ گُناہوں میں مُبتلا لوگوں کے لیے

حضرت امام زین العابدینؑ اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسُولِ خداؐ نے فرمایا
کہ جو شخص میری شفاعت پر ایمان نہ لائے گا، خُدا اُس کو میری شفاعت نصیب نہ کرے گا پھر
فرمایا میری شفاعت نہیں ہے مگر میری اُمت کے اہل کبائر کے لیے لیکن نیک لوگوں کے لیے
ایسی صُورت نہ ہوگی کہ وہ شفاعت کے محتاج ہوں۔ راوی نے امام رضا علیہ السلام سے
کہا کہ پھر خدا کا یہ قول ولا یشفعون الا لمن ارتضی فرمایا یعنی شفاعت نہیں کریں گے
مگر اُس کے لیے جس کے دین کو خدا نے پسند کیا ہوگا۔ اور مجمع البیان میں کہا ہے کہ شفاعت
ہمارے نزدیک رسُولِ خداؐ اور آپ کے برگزیدہ اصحاب کی ثابت ہے جو اُن حضرتؐ
کے طریقہ پر ہوں گے اور ائمہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام اور صالحین اور مومنین کی۔ اور
خداوندِ عالم بہت سے گنہگاروں کو ان کی شفاعت سے نجات دے گا۔ اور اس کی مؤید
وہ ہے جو ہمارے اصحاب کی روائتوں میں حضرت رسُولِ خداؐ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرتؐ
نے فرمایا کہ میں روزِ قیامت شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول ہوگی اور علیؑ شفاعت
کریں گے اور مقبول ہوگی اور مومنوں میں سے کوئی اپنے چالیس بھائیوں کی شفاعت کرے گا
جو سب عذاب کے مستحق ہوں گے اور وہ آئتیں جو عدمِ شفاعت پر دلالت کرتی ہیں کفار سے
اور اُن کے بُتوں سے، اور مخالفین اور اُن کے خلفاء سے مخصوص ہیں۔ اور سُورۂ مریم میں خدا
نے فرمایا ہے کہ مالکِ شفاعت نہیں ہے مگر وہ جس نے خدا سے عہد لیا ہو۔ اکثر مفسرین نے
کہا ہے کہ عہد سے مُراد ایمان ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ شفاعت نہیں کرے گا۔ مگر وہ
جس کو خُدا نے شفاعت کی اجازت دی ہو۔ اور وُہ انبیاء ہیں اور اوصیاء اور صلحاء و شہداء
و علماء اور مومنین ہیں۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ وہ وصیت مراد ہے کہ مرنے
کے وقت اپنے عقائدِ حقہ کا اِس طرح اظہار کرے۔ جس طرح حلیۃ المتقین میں میں نے ذکر
کیا ہے۔ اور متعدد آیتوں میں وارد ہوا ہے کہ کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔ مگر خدا کی اجازت
سے بُت پرستوں کے قول کی رد میں ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم بُتوں کی عبادت اس لیے
کرتے ہیں تاکہ خدا کے سامنے وہ ہمارے شفیع ہوں۔ اور ابن بابویہ نے حضرت امیر المومنینؑ سے
روایت کی ہے کہ جنابِ فاطمہؑ نے حضرت سرورِ کائناتؐ سے عرض کی کہ اے پدرِ بزرگوار!
میں آپ سے روزِ موقف اعظم و فزعِ اکبر کہاں مُلاقات کروں۔ حضرتؐ نے فرمایا بہشت
کے دروازے کے پاس جبکہ لوائے حمد میرے ساتھ ہو اور میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں۔
عرض کی اے پدرِ بزرگوار! اگر میں وہاں آپ کو نہ پاؤں تو کہاں تلاش کروں۔ فرمایا حوضِ
کوثر پر جبکہ میں اپنی اُمت کو پانی پلاؤں گا۔ عرض کی اگر وہاں بھی آپ کو نہ پاؤں تو آپؐ نے

فرمایا میں صراط کے نزدیک کھڑا ہوا کہوں گا کہ پروردگارا میری اُمّت کو سلامتی سے گذار دے۔ عرض کی کہ اگر وہاں بھی آپ سے مُلاقات نہ ہو تو فرمایا کہ میزان کے قریب جہاں اپنی اُمّت کے لیے دُعا کروں گا۔ عرض کی اگر وہاں بھی آپ کو نہ پاؤں تو فرمایا کہ جہنّم کے کنارے مجھے تلاش کرنا۔ جبکہ میں اُس کے شراروں اور شعلوں کو اپنی اُمّت سے روکوں گا۔ یہ سُن کر جناب فاطمہؑ خوش ہوگئیں۔

اور علی بن ابراہیم نے بسند معتبر سماعہ سے روایت کی ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے جناب رسُولِ خداؐ سے روز قیامت آپؐ کی شفاعت کے بارے میں سوال کیا حضرتؑ نے فرمایا کہ روزِ قیامت پسینہ لوگوں کے لیے لگام بن جائے گا یعنی اُن کے بدنوں کا عرق (پسینہ) اُن کے دہنوں تک پہنچے گا۔ اور اُن کو بے حد اضطراب واذیّت ہوگی۔ تو سب آپس میں کہیں گے کہ آؤ حضرت آدمؑ کے پاس چلیں تاکہ وہ ہماری شفاعت کریں اور سب حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کیجئے تو وہ کہیں گے مجھ سے ایک غلطی ہوگئی تھی یعنی ترک اولیٰ لہٰذا شفاعت کی جرأت نہیں کرسکتا۔ حضرت نوحؑ کے پاس جاؤ۔ جب وُہ حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے تو وہ اپنے بعد کے پیغمبر کے پاس بھیجیں گے۔ اسی طرح ہر پیغمبر اپنے بعد کے پیغمبر کے حوالہ کرے گا۔ یہاں تک کہ جناب عیسیٰؑ تک نوبت پہنچے گی۔ وہ کہیں گے کہ میرے ساتھ آؤ اور اُن کو جناب رسُولِ خُدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس لے جائیں گے۔ جب آنحضرتؐ کے پاس پہنچیں گے تو حضرت فرمائیں گے کہ میرے ساتھ آؤ یہاں تک کہ اُن کو بہشت کے دروازہ کی طرف لے جائیں گے اور اپنا سر درگاہ رحمت میں سجدہ میں جُھکا دیں گے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کی جانب سے اُن کو ندا آئے گی کہ سر اُٹھاؤ اور شفاعت کرو تاکہ میں قبول کروں، اور جو چاہو طلب کرو تاکہ میں عطا کروں۔ یہ ہے اُس کے معنی جو خدا نے فرمایا ہے کہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ اور امالی اور بشارۃ المصطفیٰ میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جب روز قیامت ہوگا حق تعالیٰ اوّلین و آخرین کو ایک میدان میں جمع کرے گا۔ وہاں تاریکی اور انتہائی اندھیرا اُن کو گھیرے گا کہ سب کے سب نالہ و فریاد کرنے لگیں گے اور کہیں گے پالنے والے اس تاریکی کو ہم سے برطرف کردے۔ پھر وُہ گروہ محشر کا رُخ کریگا۔ وہاں چند ہستیوں کو دیکھے گا جنکے چہروں کا نور زمین قیامت کو روشن کردے گا۔ اُس وقت اہل محشر کہیں گے کہ یہ سب پیغمبرانِ خدا ہیں۔ خدائے تعالےٰ کی جانب سے ندا آئے گی کہ یہ لوگ پیغمبر نہیں ہیں۔ پھر وُہ پوچھیں گے کہ پھر وہ ملائکہ مقربین ہوں گے اُس وقت جلال حضرت الٰہی کے مصدر سے ندا آئے گی کہ یہ مقرب فرشتے بھی نہیں ہیں۔ پھر

وہ کہیں گے کہ یہ خدائے تبارک وتعالیٰ کی راہ کے شہدا رہوں گے۔ پھر حضرت ربّ العزت کی جانب سے ندا آئے گی کہ یہ شہدا بھی نہیں ہیں۔ اُس وقت وہ لوگ پوچھیں گے یہ کون لوگ ہیں؟ تو ندا آئے گی کہ اے اہلِ محشر ان سے پوچھو کہ تم کون لوگ ہو۔ جب وہ لوگ پوچھیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم ذریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ہم اولاد علیؑ ولی اللہ ہیں ہم کرامت خدا سے مخصوص ہیں اور ہم ایمن اور مطمئن لوگ ہیں۔ اُس وقت حق عزّوجل کی جانب سے اُن کو ندا پہنچے گی کہ تم لوگ اپنے محبتوں اور اہلِ مودّت کی شفاعت کرو تو وہ لوگ شفاعت کریں گے اور اُن کی شفاعت مقبول ہوگی اور علل الشرائع میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہمارے شیعہ خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی کی طرف واپس ہوں گے خدا کی قسم تم روزِ قیامت ہم سے ملحق ہوگے اور ہم تمہاری شفاعت کریں گے اور وہ قبول ہوگی اور خدا کی قسم تم شفاعت کرو گے اور قبول ہوگی اور تم میں سے کوئی نہیں ہے۔ مگر یہ کہ اُس کی بائیں جانب سے ایک آگ اُس کے لیے ظاہر ہوگی اور ایک بہشت اُس کی داہنی جانب ہوگی۔ تو خدا اپنے دوستوں کو بہشت میں داخل کرے گا اور اپنے دشمنوں کو داخلِ جہنم کرے گا۔ اور خصال میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص تین چیزوں سے انکار کرے وہ ہمارے شیعوں میں نہیں ہے۔ معراج اور قبر میں سوال اور شفاعت سے۔

علی بن ابراہیم نے بسند صحیح انہی حضرتؑ اور اُن کے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم ہم بہت شفاعت کریں گے اور وہ قبول ہوگی۔ یہاں تک کہ جب ہمارے دشمن یہ حالت مشاہدہ کریں گے تو کہیں گے کہ جو کچھ خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ہمارے شفاعت کرنے والے اور مہربان دوست نہیں ہیں۔ کاش ہم کو دنیا میں واپس ہونا میسر ہوتا تو ہم مومنین میں سے ہوتے۔ نیز بسند معتبر ابوایمن سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت امام محمد باقرؑ کی خدمت میں آیا اور کہا اے ابوجعفر تم لوگوں کو فریب دیتے ہو اور مغرور کرتے ہو، یہ کہہ کہہ کر کہ شفاعت محمدؐ، شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ سُن کر حضرت اس قدر غضبناک ہوئے کہ آپ کا رنگ مبارک متغیر ہوگیا اور فرمایا اے ابوایمن تجھ پر وائے ہو کیا تجھ کو مغرور کر دیا ہے۔ اِس امر نے کہ تو نے اپنا شکم اور اپنی شرم گاہ حرام سے باز رکھی ہے۔ اگر قیامت کے دن کی شدّت و اذیت دیکھے گا تو شفاعت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا محتاج ہوگا۔ تجھ پر وائے ہو کیا شفاعت اُس کی ہوگی جو جہنم کا مستحق ہوگا؟ اس کے بعد فرمایا کہ اولین وآخرین میں سے کوئی نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ شفاعت محمدؐ کا محتاج ہوگا۔ پھر فرمایا کہ جناب رسولِ خداؐ کی شفاعت آپ کی اُمت کے حق میں ہوگی اور ہماری شفاعت ہمارے شیعوں کے حق میں ہوگی اور ہمارے شیعوں

کی شفاعت اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں اور مومنوں کے حق میں ہو گی کہ قبیلہ ربیعہ و مضر کے لوگوں کے برابر شفاعت کریں گے جو عرب کے سب سے بڑے قبیلے ہیں اور مومنین شفاعت کریں گے۔ یہاں تک کہ اپنے خادموں کی بھی شفاعت کریں گے۔ وہ کہیں گے کہ میرے خادم کا مجھ پر حق ہے خداوندا اُس نے مجھ کو گرمی و سردی سے بچایا ہے اور ابنِ بابویہ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے پیغمبر اور صدیق داخل ہوں گے۔ ایک دروازہ سے شہداء و صالحین داخل ہوں گے۔ اور پانچ دروازوں سے ہمارے شیعہ اور مومنین داخل ہوں گے۔ میں ہر وقت صراط کے کنارے کھڑا رہوں گا اور دُعا کروں گا اور کہوں گا پروردگارا ہمارے شیعوں، دوستوں اور یاروں کو اور جو شخص ہماری محبت و ولایت رکھتا ہو سلامتی کے ساتھ رکھ اور سلامتی کے ساتھ گذار۔ ناگاہ عرش کے درمیان سے آواز آئے گی کہ تمھاری دُعا میں نے قبول کی اور شیعوں کے حق میں تمھاری شفاعت منظور کی۔ اور ہمارے شیعوں میں سے ہر مرد اور جو ہماری محبت رکھتا ہو گا اور جس نے ہماری مدد کی ہو گی اور ہمارے دُشمنوں کے ساتھ اپنے کردار و گفتار سے جنگ کی ہو گی۔ وہ اپنے ہمسایوں اور عزیزوں میں سے ستر ہزار اشخاص کی شفاعت کرے گا۔ بہشت کے باقی ایک دروازہ سے دوسرے وہ تمام مسلمان داخل ہوں گے جنھوں نے وحدانیت اور رسالت کی گواہی دی ہو گی اور جن کے دلوں میں ہم اہلبیتؑ سے ذرّہ برابر بغض نہ رہا ہو گا۔

ثواب الاعمال میں روایت کی ہے کہ ایک مومن ایک شخص کو دیکھے گا جس سے دُنیا میں دوستی رکھتا تھا اور اُس کو جہنم میں لے جانے کا حکم ہوا ہو گا۔ جب وُہ اس کے پاس سے گزرے گا تو وہ کہے گا کہ اے فلاں شخص میں دنیا میں تمھارے ساتھ نیکی کرتا تھا اور تمھاری حاجتیں پوری کرتا تھا۔ آج اُس کا بدلہ میرے حق میں تمھارے ذمہ ہے، تو مومن اُس فرشتہ سے کہے گا جو اُس پر موکل ہو گا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اُس وقت خدا اُس فرشتہ کو حکم دے گا کہ اس مومن کی امان دہی کو عمل میں لائے اور اُس کو رہا کرے۔ نیز بسند معتبر انہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ مومن اپنے دوست اور اپنے عزیزوں کی شفاعت کرے گا سوائے اُس کے جو ناصبی ہو گا کیونکہ اگر تمام پیغمبرانِ مُرسلین اور ملائکہ مقربین شفاعت کریں گے تو ناصبی کے حق میں مقبول نہ ہو گی۔ اور علل الشرائع میں انہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ روزِ قیامت ایک عالم اور ایک عابد کو لائیں گے اور خدا کے سامنے کھڑا کریں گے۔ عابد سے تو کہیں گے کہ بہشت میں جاؤ اور عالم کو کھڑا رکھیں گے اور کہیں گے کہ لوگوں کی شفاعت کرو اُس کے عوض جو تم نے ان کو نیکی کی تلقین و تادیب کی تھی اور دوسری روایت کے مطابق عابد سے کہیں گے کہ تم نیک مرد تھے لیکن تمھاری کوشش و ہمت

صرف اپنی ذات تک محدود تھی بہشت میں چلے جاؤ۔ اور عالم سے کہیں گے کہ تمھاری ہمت و کوشش بندگانِ خدا کی ہدایت پر رہی ہے لہٰذا کھڑے رہو۔ اور جو شخص تمھارے علم سے منتفع ہوا ہے اُس کی شفاعت کرو اور اس کو بہشت میں لے جاؤ۔ اور فرات بن ابراہیم نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جابر نے میرے پدر حضرت امام محمد باقرؑ سے کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں کوئی حدیث اپنی جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی فضیلت میں مجھ سے بیان فرمایئے کہ جب میں شیعوں سے بیان کروں تو وہ خوش ہو جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے میرے جد سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ روزِ قیامت انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے لیے نور کے منبر نصب کیے جائیں گے اور میرا منبر تمام منبروں سے زیادہ بلند ہوگا۔ اُس وقت حق تعالےٰ فرمائے گا کہ ایک خطبہ پڑھو۔ میں ایسا خطبہ پڑھوں گا کہ اُس کے مثل انبیاؑ و مرسلین نے نہ سُنا ہوگا پھر اوصیاء کے لیے نور کے منبر نصب کیے جائیں گے اور میرے وصی علی بن ابی طالبؑ کے واسطے نور کا ایک منبر رکھیں گے جو سارے منبروں سے بلند تر ہوگا۔ اُس وقت حق تعالیٰ اُن حضرتؑ کو حکم دے گا کہ خطبہ پڑھو۔ تو وہ حضرتؑ ایسا خطبہ پڑھیں گے کہ کسی ایک وصی نے بھی اُس کے مثل نہ سُنا ہوگا۔ پھر اولادِ انبیاء و مرسلین کے لیے نور کے منبر نصب کیے جائیں گے۔ پھر میرے دونوں پسر یعنی میری لڑکی کے دونوں فرزند اور میری حیات میں میرے باغ کے دونوں پھولوں کے لیے ایک نور کا منبر نصب کریں گے اور اُن سے کہیں گے کہ خطبہ پڑھو، تو وہ دو خطبے پڑھیں گے جن کے مثل انبیاء و مرسلین میں سے کسی نے نہ سُنا ہوگا۔ پھر جبریلؑ ندا دیں گے کہ فاطمہؑ دختر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہاں ہیں۔ خویلد کی بیٹی خدیجہؓ کہاں ہیں۔ مریمؑ دختر عمران کہاں ہیں آسیہؑ دختر مزاحم کہاں ہیں۔ اُمِّ کلثومؑ مادرِ یحییٰؑ کہاں ہیں۔ یہ سُن کر وہ تمام بیبیاں اُٹھیں گی۔ اُس وقت خداوندِ عالم فرمائے گا کہ اے اہلِ محشر آج بڑائی کس کی ہے تو جناب محمد مصطفےٰؐ، علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسین علیہم السلام کہیں گے آج عظمت و بڑائی خدائے یگانہ و قہار کے لیے ہے تو خداوندِ عالم فرمائے گا کہ اے اہلِ محشر میں نے عظمت و بزرگی کو برائے محمدؐ و علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام قرار دی۔ اے اہلِ محشر اپنے اپنے سر جھکا لو اور اپنی اپنی آنکھیں بند کر لو کہ فاطمہؑ بہشت کی طرف جا رہی ہیں۔ پھر جبریلؑ بہشت کے ناقوں میں سے ایک ناقہ لائیں گے جس کو دیبا کا کپڑا پہنایا گیا ہوگا۔ اور اُس کی مہار مروارید تر کی ہوگی اور اُس کا کجاوہ مرجان کا ہوگا۔ پھر اُس کو اُن مخدرہ کے قریب بٹھائیں گے وہ اس پر سوار ہوں گی۔ حق تعالیٰ ایک لاکھ فرشتوں کو بھیجے گا وہ اُن کی داہنی جانب چلیں گے اور ایک لاکھ فرشتوں کو بھیجے گا جو ان کی بائیں جانب چلیں گے اور ایک لاکھ فرشتے ان کو اپنے بازوؤں پر اُٹھا کر لے جائیں گے اور بہشت تک پہنچائیں گے جب

جنابِ فاطمہؑ بہشت کے دروازہ پر پہنچیں گی تو اپنے پیچھے مڑ کر دیکھیں گی۔ خدا بر تر فرمائے گا کہ اے میرے حبیب کی دختر تمھارے اِس التفات کا کیا سبب ہے۔ وہ عرض کریں گی پروردگار میں چاہتی ہوں کہ آج میری قدر و منزلت واضح ہو۔ اُس وقت حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے حبیب کی دختر واپس جاؤ اور اہلِ محشر پر نگاہ ڈالو جس کے دل میں تمھاری محبت یا تمھاری ذریت کی محبت ہو اس کا ہاتھ پکڑ کر داخلِ بہشت کرو۔ اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اے جابر جنابِ فاطمہؑ اُس روز میدانِ محشر سے اپنے شیعوں اور دوستوں کو اس طرح چُن لیں گی جس طرح خراب دانوں میں سے اچھے دانے طائر چُن لیتے ہیں۔ پھر جب اُن معظمہؑ کے شیعہ بہشت کے دروازہ پر پہنچیں گے تو خداوند تعالیٰ اُن کے دلوں میں ڈالے گا کہ اپنے پیچھے رُخ کریں جب وہ اپنے پیچھے مُڑ کر دیکھیں گے تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اے دوستو تمھارے پیچھے ملتفت ہونے کا کیا سبب ہے۔ حالانکہ میں نے اپنے حبیب کی دختر فاطمہؑ کو تمھارا شفیع قرار دیا۔ اُس وقت وہ لوگ بھی کہیں گے کہ پروردگارا ہم چاہتے ہیں کہ آج تیرے نزدیک جو ہماری عزت و منزلت ہے۔ ظاہر ہو اُس وقت ندا آئے گی کہ اے میرے دوستو! واپس جاؤ اور دیکھو جو شخص تم کو محبتِ فاطمہؑ کے سبب سے دوست رکھتا ہے، یا محبتِ فاطمہؑ کے سبب سے جس نے تم کو پانی پلایا ہو یا جس نے محبتِ فاطمہؑ کے سبب سے کسی غیبت کرنے والے کو تمھاری غیبت سے روکا ہو۔ اُس کا ہاتھ پکڑو اور بہشت میں داخل کرو۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ واللہ محشر میں کوئی باقی نہ رہے گا سوائے شک کرنے والوں کے یا کافروں اور منافقوں کے۔ پھر جب جہنم کے طبقوں میں داخل کر دیئے جائیں گے تو ندا دیں گے جیسا کہ خداوندِ عالم نے فرمایا ہے فما لنا من شافعین ولا صدیق حمیم اُس وقت وہ کہیں گے کاش ہم دنیا میں واپس ہوتے اور مومنین میں سے ہوتے۔ حضرتؑ نے فرمایا افسوس یہ جو وہ چاہیں گے تو ہرگز نہ ہوگا اور جھوٹ کہیں گے اگر وہ دُنیا میں واپس ہوں تو انہی اعمال کو بجا لائیں گے جن سے ان کو منع کیا گیا ہے۔

کلینی نے بسندِ معتبر عبد الحمید والبشی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں عرض کی کہ میرا ایک ہمسایہ ہے جو تمام محرمات کو عمل میں لاتا ہے۔ یہاں تک کہ دُوسرے کاموں سے زیادہ نماز بھی ترک کرتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا سُبحان اللہ اور اس کو بہت عظیم سمجھا۔ پھر فرمایا کہ میں تم کو اس شخص کی خبر دُوں جو اس سے بدتر ہے میں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا جو شخص ہماری عداوت رکھتا ہے وہ اُس سے بدتر ہے اور جس شخص کے سامنے اہلبیتِ رسولؐ کا ذکر کیا جائے اور اُس کا دل اُن کے ذکر کے لیے نرم ہو تو فرشتے اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور اُس کے تمام گناہ بخشے جاتے ہیں سوائے اِس کے کہ کوئی ایسا گناہ کرے جس سے ایمان سے

کو روکے گی اور اگر اُس جگہ سے بھی نجات پائی تو تیسرے درجہ میں عدالتِ الٰہی لوگوں پر ظلم کے سبب سے اُن کو روکے گی جو اس کی طرف اشارہ ہے جو خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ ان ربک لبالمرصاد یعنی بیشک تمھارا پروردگار تمھاری تاک میں ہے یا تمھارے راستہ پر ہے لوگ صراط پر گذریں گے بعض اُس سے چپساں ہوں گے بعض ایک پیر سے اپنے تئیں روکیں گے اُن کا ایک پیر کانپتا ہوگا اور فرشتے اُن کے گرد کھڑے ہوئے دُعا اور ندا کرتے ہوں گے کہ اے خداوند حلیم و بردبار بخش دے اور اپنے فضل سے رحم کر اُن کو سلامت رکھ اور سلامتی سے گذار دے اور لوگ پتنگا ڈر کی طرح آگ میں گریں گے اور جو شخص خدا کی رحمت سے نجات پائے گا اور گذر جائے گا تو کہے گا الحمد للہ اور خدا کی نعمت سے اعمالِ صالحہ تمام ہوئے اور حساب درست ہوئے اور میں اُس خدائے غفور کی حمد کرتا ہوں جس نے اپنے احسان و فضل و کرم سے تجھ سے (جہنم سے) مجھ کو نجات دی جبکہ میں نا اُمید ہو چکا تھا بیشک ہمارا پروردگار بخشنے والا اور اپنے بندوں کے اعمال کی اچھی جزا دینے والا ہے [1]

معانی الاخبار میں منقول ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے لوگوں نے صراط کے بارے میں پوچھا حضرتؑ نے فرمایا کہ مراد اس سے معرفتِ خُدا کا راستہ ہے۔ دو صراط ہونگی صراط دنیا اور صراط آخرت۔ صراط دُنیا وہ امام ہے جس کی اطاعت فرض و واجب ہے جس شخص نے اُن کو دُنیا میں پہچانا اور اُن کی پیروی کی صراط آخرت سے جو جہنم کے اوپر پُل ہوگا گذر جائیں گے اور جس نے دنیا میں اُن کو نہیں پہچانا صراط آخرت پر اُن کے قدم کانپیں گے اور وہ جہنم میں گریگا۔ اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں صراطِ مستقیم کی تفسیر میں وارد ہوا ہے کہ دُنیا میں صراطِ مستقیم یہ ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام کے حق میں غلو نہ کرے اور نہ اُن کے حقِ امامت میں کمی کرے اور دینِ حق پر ثابت قدم رہے اور باطل کی طرف مائل نہ ہو۔ اور صراطِ آخرت میں بہشت کی جانب مومنوں کا راستہ ہے جو جہنم کی جانب رُخ نہ کریں گے۔ وغیرہ۔ نیز معانی الاخبار میں اُنہی حضرت سے مرصاد کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ وہ صراط پر ایک قنطرہ (پُل) ہے جس پر سے کوئی شخص

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ امانت اموال میں ہو، اور خدا کی عدالت دوسرے مظالم میں ہو یا پہلے حق اللہ میں ہو۔ پھر حق الناس میں ہو اور بعید نہیں کہ صلۂ رحم سے مراد رعایتِ رحم آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو اور امانت سے مُراد اُن کے عہد و بیعت میں ہو جو نماز سے مقدم ہے اور درجۂ ولایت جو تمام درجوں سے بڑا ہے اس جگہ مذکور نہیں ہوا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ تمام باتیں مومنین کے لیے ہیں۔ اور کفار و مشرکین اور مخالفین پہلے ہی صراط میں یا اُس پر وارد ہونے سے پہلے جہنم میں جائیں گے۔ ۱۲ ش

نہیں گذر سکے گا جس نے کسی پر ظلم کیا ہوگا اور مناقب میں عامہ کے طریقہ سے انس سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ نے خدا کے اس قول کی تفسیر میں فرمایا فلا اقتحم العقبہ یعنی صراط کے اوپر ایک عقبہ ہے۔ بہت سخت جس کا طول تین ہزار سال کی مسافت کے برابر ہے جس میں سے ہزار سال کی راہ نیچے جاتی ہے اور ہزار سال کی راہ کوڑے کرکٹ کانٹے اور سانپ بچھوؤں کے درمیان سے جاتی ہے اور ہزار سال کی راہ اوپر سے جاتی ہے اور میں پہلا شخص ہوں گا کہ اس عقبہ کو طے کروں گا۔ اور دوسرے علی بن ابی طالبؑ ہوں گے۔ اور کوئی شخص بغیر زحمت و مشقت کے اُس عقبہ کو طے نہ کرے گا۔ سوائے محمدؐ و علیؑ اور اُن کے اہلبیت علیہم السلام کے نیز تفسیر مقاتل میں ابن عباس سے اُس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یوم لا یخزی اللہ النبی یعنی خدا محمدؐ پر عذاب نہ کرے گا۔ والذین اٰمنوا معہ یعنی نہ اُن لوگوں پر جو اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں یعنی علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام اور حمزہ و جعفر رضی اللہ عنہما۔ یسعی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم یعنی علی و فاطمہ علیہما السلام کے لیے ستر مرتبہ دُنیا کے مثل روشنی دے گا پھر اُن کا نور اُن کے سامنے اور داہنی جانب اور اُن کے پیچھے چلے گا۔ غرضکہ محمدؐ و آلِ محمدؐ ایک دستہ اور ایک گروہ ہیں جو صراط پر سے مثل بجلی کے گزر جائیں گے۔ پھر دوسرا گروہ ہوا کے مانند گذریگا اور ان کے بعد دوسرا گروہ گھوڑے کے دوڑنے کے مانند دوڑتا ہوا گزر جائے گا پھر دوسرا گروہ پیادہ چلنے والوں کی رفتار کے مانند گزرے گا۔ اور دوسرا گروہ چاروں ہاتھ پیر سے اور دوسرا گروہ اطفال کی طرح زمین پر اپنے کو کھینچتا ہوا گزرے گا۔ اور خداوند عالم صراط کو مومنین کے لیے چوڑا اور گنہگاروں کے لیے باریک کر دے گا۔ یقولون ربنا اتمم لنا نورنا یعنی کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے نور کو ہمارے واسطے پورا کر دے تاکہ صراط پر سے گزر جائیں۔ پھر حضرت امیرالمومنینؑ سبز زمرد کے ایک ہودج میں گزریں گے اور جناب فاطمہؑ یاقوت سُرخ کے ایک اونٹ پر ان کے ساتھ ہوں گی۔ جن کے گرد ستر ہزار حوریں ہوں گی اور تیز بجلی کے مانند گزر جائیں گی۔ اور شیخ نے مجالس میں عامہ کے طریقہ سے انس سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جب روزِ قیامت صراط کو جہنم پر نصب کریں گے اُس پر سے کوئی نہ گزرے گا سوائے اُن کے جن کے پاس اجازت نامہ ہوگا جس میں ولایت علیؑ ہوگی اور اُس پر خدا کے اس قول میں اشارہ ہے۔ وقفوھم انھم مسئولون۔ یعنی ان کو ٹھہراؤ کہ اُن سے سوال کیا جائے گا یعنی ولایت علیؑ کے بارے میں۔

اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں جناب رسولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالےٰ تمام خلائق کو مبعوث کرے گا تو اس کا منادی زیرِ عرش سے ندا کرے گا کہ اے گروہ خلائق اپنی آنکھیں بند کر لو تاکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی بہترین زنان عالمین فاطمہ (صلوات اللہ علیہا) صراط

سے گذریں۔ یہ سُن کر تمام خلائق اپنی آنکھیں بند کرلے گی سوائے محمدؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور اُن کی اولاد
طاہرینؑ کے جو اُن معظمہؑ کے محرم ہیں۔ جب وہ داخلِ بہشت ہوں گی تو صراط پر پردہ کھنچا ہوگا۔
ایک سرا اُس کا بہشت میں اُن معظمہؑ کے ہاتھ میں ہوگا اور دُوسرا سرا میدانِ قیامت میں ہوگا۔
اُس وقت ہمارے پروردگار کی جانب سے مُنادی ندا کرے گا کہ اے دوستانِ فاطمہؑ سیدۂ زنانِ
عالمین کے کپڑے کے تاروں کو پکڑلو۔ یہ سُن کر دوستانِ فاطمہؑ میں سے کوئی نہ بچے گا۔ مگر یہ کہ اُس کے
کسی تار سے لپٹ جائے گا۔ اور تین ہزار سے زیادہ گروہ اس کو پکڑیں گے اور ہر گروہ میں ہزار
ہزار افراد لپٹیں گے اور سب اُن مخدرہ کی برکت سے جہنم کی آگ سے نجات پائیں گے۔ کلینی نے بسندِ معتبر روایت کی ہے
کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ اپنے نفسوں کا خود حساب کرو۔ قبل اس کے کہ تمہارا حساب کریں
کیونکہ قیامت میں پچاس موقف ہوں گے اور ہر موقف کا فاصلہ دُنیا کے ہزار سال کی مسافت
کے برابر ہوگا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔
اور ابنِ بابویہ نے کتاب عقائد میں کہا ہے کہ ہمارا اعتقاد اُن عقبات کے بارے میں جو راہِ
محشر میں ہیں یہ ہے کہ ہر عقبہ میں خُدا کے اوامر و نواہی کے واجبی اور فرضی نام ہیں۔ تو اُس عقبہ
میں جو اسم واجب سے مسمّٰی ہے لوگ پہنچیں گے۔ اگر اُس واجب میں کمی کی ہوگی تو اُس عقبہ میں
ہزار سال روکے جائیں گے۔ اور اُس واجب میں خُدا کا حق طلب کیا جائے گا۔ اگر اُس کے عہدہ سے
عملِ صالح کے سبب سے کوئی باہر ہوا جو اُس نے پہلے بھیج دیا ہوگا یا خُدائے تعالیٰ کی رحمت سے جو
اُس کو گھیرلے گی نجات پائے گا۔ تو اُس کے بعد دوسرے عقبہ میں پہنچے گا اور برابر ایک عقبہ سے
دوسرے عقبہ میں اُس کو لے جائیں گے اور ہر عقبہ میں اُس سے سوال کریں گے جو کچھ اس عقبہ کے
صاحب اسم کے بارے میں کمی کی ہوگی۔ پھر اگر تمام عقبہ سے سلامتی کے ساتھ باہر نکلا تو وہ دارالبقا
میں پہنچ جائے گا اور ایسی حیات پائے گا کہ پھر کبھی موت نہ آئے گی اور ایسی سعادت پائے گا
کہ پھر ایسی شقاوت و اذیت و زحمت و تکلیف اس کو نہ ہوگی اور خُدا کی ہمسائیگی میں پیغمبروں،
وصیتوں، صدیقوں، شہیدوں، اور خُدا کے صالح بندوں کے ساتھ ساکن ہوگا۔ اگر اس کو کسی عقبہ
میں روک دیں گے اور اُس سے وہ حق طلب کریں گے جس میں اُس نے کمی کی ہوگی تو پھر اُس کو کوئی
عملِ صالح جو پہلے سے بھیجا ہوگا نجات نہ دلوائے گا اور اُس کو خدا کی جانب سے کچھ رحمت حاصل
نہ ہوگی۔ اور اُس عقبہ میں اُس کے قدم کو لرزہ ہوگا اور وہ جہنم میں گر پڑے گا۔ ہم اُس سے خدا کی پناہ
چاہتے ہیں اور یہ سب عقبہ صراط پر ہیں۔ اُن میں سے ایک عقبہ کا نام ولایت ہے کہ تمام خلائق کو
اُس کے پاس روکیں گے اور جناب امیرؑ اور آپ کے بعد ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ولایت کے
بارے میں سوال کریں گے اگر اُس کو انجام دیا ہوگا تو نجات پائے گا اور گزر جائے گا اور اگر انجام

جنابِ سیدہؑ کی چادر کے ہر تار سے ہزاروں شخص لپٹ کر راہِ صراط سے گزر جائیں گے

نہیں دیا ہے تو نیچے جہنّم میں گرے گا۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ وقفوھم انھم مسئولون۔ اور عقبات میں سب سے اہم عقبہ مرصاد ہے۔ وان ربک لبالمرصاد حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے عزّت و جلال کی قسم کھاتا ہوں کہ کسی ظالم کا ظلم مجھ سے نہیں بچ سکتا۔ ایک عقبہ کا نام رحم ہے۔ دُوسرے کا نام امامت تیسرے کا نام نماز۔ اسی طرح ہر عقبہ کا نام کسی امر یا نہی کا ہے اور بندہ کو اُس عقبہ کے نزدیک روکیں گے اور اُس فرض کا سوال کریں گے۔

چودھویں فصل

بہشت اور دوزخ کی حقیقت اور حقیقت کا بیان :

جاننا چاہیئے کہ جسمانی بہشت و دوزخ پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ صریح آیتوں اور خبروں میں وارد ہوا ہے اور دین اسلام کی ضروریات سے ہے اور جو شخص مطلق بہشت اور دوزخ کا انکار کرے ملاحدہ کے مانند ہے یا فلسفیوں کی طرح اُس کی تاویل کرے تو بیشک کافر ہے۔ اس بارے میں فلسفیوں کے دو گروہ ہیں :

اوّل ۔ اشراقیات ہیں جو عالم مثال کے قائل ہیں۔ اور وہ بظاہر بہشت و دوزخ کے قائل ہیں اور جو کچھ اس کی تفصیل شروع میں وارد ہوئی ہے لیکن نہ اس جسمانی بدن میں اور نہ یہ کہ وہ بہشت و دوزخ اس دُنیا کے جسموں کی طرح چند جسم ہیں۔ بلکہ عالم جسمانیات و عالم مجردات کے درمیان ایک متوسط عالم ہے جیسے خواب کا عالم اور ظاہری جو پانی اور آئینہ میں دیکھا جاتا ہے لہٰذا ثواب و عذاب اچھے اور پریشان خوابوں کے مانند ہوں گے اور یہ عقیدہ صریح آیتوں اور بیشمار حدیثوں کے مخالف ہے اور دین مبین کا مذاق اُڑانا ہے۔ اور اگر کہیں کہ بہت سے مسلمان عالم برزخ میں جسم مثالی کے قائل ہوئے ہیں تو ہم جواب میں کہیں گے کہ دو فرق ہے۔ (اوّل) یہ کہ جو کچھ وُہ قائل ہوئے ہیں۔ ان سے بدنوں کے محشر میں عود کرنے کا انکار لازم نہیں آتا۔ اور نہ جسمانی حشر کی آیتوں اور حدیثوں کی رد لازم آتی ہے۔ (دوسرے) یہ کہ جس عالم مثالی کے وُہ قائل ہیں اس مثال کے علاوہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بدن مثالی جسم لطیف ہے جیسے فرشتوں کا اور جنّوں کا جسم اور روح عالم برزخ میں اُس جسم سے تعلق اختیار کرتی ہے اور عالم خواب و خیال سے تاویل نہیں کرتے۔

دُوسرے ۔ مشائی ہیں کہ اُن کے اکثر فلاسفہ اُن تمام اُمور سے جو شروع میں وارد ہوئے ہیں۔ جیسے بہشت، حور و قصور وہ ان کی تاویل اُن لذتوں کے ساتھ کرتے ہیں جو رُوح کو بدن سے جُدا ہونے کے بعد اپنے کمالات اور معلومات کے مُطابق حاصل ہوتی ہیں جن کو اس دُنیا میں اُس نے حاصل کیا ہے اور اُس کی سعادت و ثواب اور بہشت یہی ہے اور جو لوگ جاہل ہیں اور انھوں نے ان علوم و کمالات کو حاصل نہیں کیا ہے، وُہ اُن علوم کے نہ ہونے سے رنج و تکلیف میں ہوں گے اور

حالت میں اُن کے وُجود پر دلالت کرتی ہیں جیسے اعدّت للمتقین، اعدت للذین اٰمنوا (جنت کے بارہ میں) کہ متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔ ایمان والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اعدت للکافرین (دوزخ کے بارے میں کہ) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ عندھا جنت الماویٰ وغیرہ اور معراج کی اکثر حدیثیں اس پر مشتمل ہیں کہ جناب رسُولِ خداؐ بہشت میں داخل ہوئے اور آنحضرتؐ کو جہنّم دکھائی گئی اور اکثر مفسرین و محدثین بہشت آدمؑ کو بہشت خلد جانتے ہیں اور ابن بابویہ نے بسند معتبر ابوالصلت ہروی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السّلام سے پوچھا کہ یا ابن رسُول اللہ مجھے بہشت کے بارے میں آگاہ فرمائیے اور جہنّم سے بھی مطلع کیجئے کہ کیا آج مخلوق شدہ ہیں حضرت نے فرمایا ہاں۔ جناب رسُول خداؐ بہشت میں داخل ہُوئے اور آپ نے جہنّم کو دیکھا جس رات آنحضرتؐ کو آسمان پر لے گئے۔ میں نے عرض کی ایک جماعت کہتی ہے کہ آج تو مقدر ہو چکی ہیں لیکن ابھی مخلوق نہیں ہوئی ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ لوگ ہم سے نہیں ہیں اور نہ ہم اُن سے ہیں۔ جو شخص بہشت و دوزخ کا انکار کرے۔ اُس نے جناب رسولِ خداؐ کی تکذیب کی ہے اور ہماری تکذیب کی ہے اور ہماری ولایت سے ناواقف ہے اور وہ ہمیشہ جہنّم میں رہے گا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ھٰذہٖ جھنّم التی یکذب بھا المجرمون یطوفون بینھا و بین حمیم اٰنٍ یعنی یہی وہ جہنّم ہے جس کی گناہگار لوگ تکذیب کرتے ہیں اُس میں وہ تکذیب کرنے والے آگ اور کھولتے ہُوئے پانی کے درمیان گھومتے ہیں۔ کبھی وہ آگ میں جلتے ہیں اور کبھی اُن کے حلق میں گرم پانی ڈالا جاتا ہے۔ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ جب مجھ کو آسمان پر لے گئے، جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور بہشت میں داخل کیا اور بہشت کا رطب مجھے دیا۔ میں نے اُس کو کھایا۔ وہ میری صلب میں نطفہ بنا۔ جب میں زمین پر آیا خدیجہؓ سے مقاربت کی تو وہ فاطمہؑ سے حاملہ ہوئیں جو حسن و خلق و نیکی اور بہتر صفتوں میں ایک حوریہ ہے۔ اگرچہ بظاہر انسان ہے۔ جب میں بوئے بہشت کا مشتاق ہوتا ہوں تو اپنی بیٹی فاطمہؑ کو سُونگھتا ہُوں۔ اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ بہشت و دوزخ کے مخلوق ہونے پر یہ دلیل ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے عندھا جنت الماویٰ یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک ایک جنت ہے جو مومنوں کا ملجا و ماویٰ ہے۔ اور سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ہے لہٰذا بہشت بھی وہیں ہے اور بہشتوں کے آسمان پر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے کفار کے حق میں فرمایا ہے کہ اُن کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وُہ بہشت میں داخل نہ ہوں گے اور اُس کی دلیل کہ جہنّم زمین میں ہے یہ ہے کہ فرمایا ہے کہ تمھارے پروردگار کی قسم یقیناً میں اُن کا اور شیاطین کا حشر جہنّم کے گرد کروں گا وُہ وہاں دو زانو ہوں گے۔ اور جہنّم کے گرد وُہ دریا ہے جو دُنیا کو گھیرے ہُوئے ہے۔

بہشت و دوزخ کے مخلوق و موجود ہونے کا قرآن سے ثبوت

وہ سب آگ ہو جائیں گی جیسا کہ فرمایا ہے واذا البحار سجرت اور فرمایا ہے کہ ونذر الظالمین فیھا جثیاً یعنی ہم ظالموں کو زمین میں رکھیں گے جبکہ وہ آگ ہو جائے گی۔

اور خصال میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ دو یہودی آئے اور جناب امیرؑ سے انھوں نے چند سوالات کئے منجملہ اُن کے یہ تھا کہ پوچھا کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کہاں ہے۔ فرمایا بہشت آسمان میں ہے اور دوزخ زمین میں ہے پوچھا کہ سبعہ کیا ہے۔ فرمایا کہ جہنم کے سات دروازے ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں۔ پوچھا کہ ثمانیہ کون چیز ہے۔ فرمایا کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں اور رجال کشی میں بسند معتبر عیسیٰ بن قمی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السّلام سے عرض کی کہ یونس کہتا ہے کہ بہشت ابھی مخلوق نہیں ہوئی ہے۔ فرمایا جھوٹ کہتا ہے۔ اگر اُس کا قول سچ ہے تو آدمؑ کی بہشت کہاں تھی۔ پھر اسی مضمون کی دوسری سند سے انہی حضرت سے روایت کی ہے۔

بہشت و دوزخ کے موجود ہونے کے ثبوت میں حدیثیں

ابن بابویہ نے کتاب صفات الشیعہ میں حضرت صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے جو چار چیزوں کا انکار کرے۔ معراج رسول اللہؐ۔ سوال قبر۔ بہشت و دوزخ کا مخلوق ہونا اور شفاعتؐ۔ اور حضرت امام رضا علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جو شخص رجعت، متعہ اور حج تمتع کا اقرار کرے اور معراج، سوال قبر، حوض کوثر، شفاعت، بہشت و دوزخ کے مخلوق ہونے پر۔ صراط، میزان، روز قیامت۔ مُردوں کے قبروں سے اُٹھنے پر، نشور جزا اور حساب پر ایمان لاتا ہے خدا کی قسم وہ مومن ہے اور ہم اہلبیتؑ کے شیعوں میں سے ہے اور ابن بابویہ نے کہا ہے کہ ہمارا اعتقاد بہشت و دوزخ پر یہ ہے کہ وہ مخلوق ہو چکے ہیں اور رسول خداؐ شب معراج بہشت میں داخل ہوئے اور جہنم کو آپ نے دیکھا اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی شخص دنیا سے نہیں جاتا جب تک دنیا میں اپنا مکان بہشت یا جہنم میں نہیں دیکھ لیتا اور مومن دنیا سے نہیں جاتا یہاں تک کہ دنیا کو اس کی نظر میں نہایت آراستہ و پیراستہ کر کے لاتے ہیں اس سے بہتر کہ اُس نے دیکھا تھا اور آخرت میں اُس کا مکان دکھاتے ہیں اور اُس کو اختیار دیتے ہیں کہ دنیا کو پسند کرے یا آخرت کو اختیار کرے اور وہ آخرت کو اختیار کرتا ہے تو اُس کی روح قبض کی جاتی ہے۔ اور آدمؑ کی جنت تو وہ دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ ہے جس میں آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے وہ ہمیشہ کی جنت یعنی جنت خلد نہیں۔ اگر وہ جنت خلد ہوتی تو ہرگز اُس سے باہر نہ آتے اور مکان بہشت کے بارے میں جاننا چاہیئے کہ وہ آسمان پر ہے اور مشہور یہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور آیۂ کریمہ میں وارد ہوا ہے کہ بہشت کا عرض آسمان و زمین کے عرض کے برابر ہے۔ اور اس کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اگر آسمان و زمین

کو ایک دُوسرے کے پہلو میں قائم کریں تو بہشت کی وُسعت اُن سب کی وُسعت کے برابر ہوگی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کے طبقوں کو پہلو بہ پہلو قرار دیں اور ہر ایک کی ایک سطح ہو تو بیشک بہشت کے عرض کے برابر ہوگی۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ہر بہشتی کے لیے اس قدر وُسعت ہوگی۔ بہرصورت لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ جب اُس کا عرض آسمان و زمین کے عرض کے مانند ہوگا تو آسمان میں کیونکر سمائے گی۔ اور جواب دیا گیا ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ وہ ساتوں آسمان کے اُوپر ہے تو ہوسکتا ہے کہ آسمان سے زیادہ بڑی ہو۔ چنانچہ احادیث میں بہشت کی صفت میں وارد ہوا ہے کہ اُس کی چھت عرشِ رحمٰن ہے اور روایت کی ہے کہ ہرقل بادشاہ روم کے قاصد نے جناب رسُولِ خدا سے پُوچھا کہ کیا آپ اُس بہشت کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے تو جہنم کہاں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ دن جب آتا ہے تو رات کہاں رہتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے معنی میں بیان کیا ہے کہ جس طرح شب و روز ایک دُوسرے کے مقابل ہیں اور جس طرح روز اعلیٰ کی طرف ہوتا ہے اور رات اسفل کی طرف اُسی طرح بہشت آسمانوں کے اُوپر ہے اور دوزخ زمینوں کے نیچے ہے۔ اور عامہ نے روایت کی ہے کہ انس بن مالک سے لوگوں نے پوچھا کہ بہشت زمین میں ہے یا آسمان میں تو جواب دیا کہ کون سا آسمان اور کون سی زمین بہشت کی گنجائش رکھتی ہے تو پوچھا کہ پھر کہاں ہے؟ کہا ساتوں آسمان کے اوپر عرش کے نیچے۔ اگر کہیں کہ بہشت آسمانوں کے اُوپر ہے اور دوزخ سات طبقۂ زمین کے نیچے ہے تو صراط کو جہنم کے اُوپر کیونکر رکھیں گے اور اُس پر سے لوگ کیسے بہشت کو جائیں گے۔ ہم کہیں گے کہ اِس میں غور و فکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اجازت غور و فکر نہیں ہے، لہٰذا اجمالی ایمان اُس پر لانا چاہیئے جو انبیاء نے خبر دی ہے اور اُن کی تفصیلوں میں جو شیطانی شبہات کا باعث ہے غور و فکر نہ کرنا چاہیئے اور جو شخص حکماء کے اصُولِ فاسد سے دست بردار ہوتا ہے اور آیتوں اور حدیثوں کا اعتراف کرتا ہے تو سب ایک دُوسرے سے منطبق ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جبکہ ستارے ڈُوب جائیں گے اور تمام آسمان لپیٹ لیے جائیں گے اور عرش نیچے آ جائے گا تو بہشت بھی نیچے آئے گی اور عرش اُس کی چھت ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ اُزلفت الجنۃ للمتقین سے اشارہ اسی طرف ہو اور جہنم کو بلند کردیں گے اور ظاہر کریں گے جیسا کہ فرمایا ہے کہ وبرزت الجحیم للغوین چنانچہ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ دریا ہائے زمین سب آگ ہو جائیں گے اور جہنم میں اضافہ کریں گے اور صراط اُس کے اُوپر نصب کی جائے گی اور بہشت کی طرف سیدھا راستہ ہو جائے گا۔ اور جب اُس سے گذر جائیں گے تو بہشت تک وہ راستہ پہنچے گا اور عرشِ الٰہی جو اُس کی چھت ہے اور عرش سے اُس

کا کچھ حصہ محشر سے متصل ہوگا جو انبیاء اور مومنین کے حاضر ہونے کا مقام ہوگا اور انبیاء و اوصیائے کے منبر اُس جگہ رکھیں گے اور عرش کو اُس طرح جیسا کہ حکماء نے کہا ہے ایک آسمان نہ قرار دینا چاہیئے بلکہ تمام جسموں سے بہت بڑا جسم ہے اور مربع ہے اور پائے رکھتا ہے اور صراط کا طول کئی ہزار سال کی راہ ہے اس کے ساتھ موافق ہے۔ اور مکان ایک امر موہوم ہے اور متمکن کے تابع ہے جیسا کہ خلق کے پہلے کوئی مکان نہ تھا۔ خلق کے بعد اجسام پیدا ہوئے اسی طرح عرش اور بہشت کی حرکت سے اُن کے مکان پیدا ہوئے اور وہ مکانات برطرف ہو جائیں گے اور اجسام کے اوپر کا حکم پیدا ہوگا اور خلاء کے اس قسم کا استحالہ معلوم نہیں ہے اور جس صورت میں کہ محال ہوگا تو ممکن ہے کہ خُدائے تعالیٰ اُس جگہ دوسرا جسم خلق کرے اور بالجملہ جو شخص حکماء کے قواعد و اصول فاسدہ سے دست بردار ہوتا ہے جو سب ان سے ایک دوسرے کے ساتھ موافق ہوتے ہیں ان کے بارے میں غور و فکر جیسا کہ ہم نے کہا ضروری نہیں ہے اجمالی اعتراف کافی ہے۔ واللہ الموفق للخیر والصواب والیہ المرجع والمآب۔

پندرھویں فصل

بہشت کے بارے میں چند صفتوں کا بیان جو آیتوں اور حدیثوں میں وارد ہوئی ہیں اور اُس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔

جاننا چاہیے کہ بہشت دار البقاء و سلامتی ہے اور اس میں باجماع اُمت موت نہ ہوگی سوائے (الا الموتتنا الاولی) پہلی موت کے اگر اہلِ دوزخ کے کلام کی نقل نہ ہو تو استثنا منقطع ہوگا اور دنیا کی موت مراد ہوگی نہ کہ بہشت میں موت۔ جیسا کہ بعضوں نے عمر سابق میں وہم کیا ہے اور کچھ لوگ اُن کی تکفیر اس سبب سے کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ اُس میں سوائے پہلی موت کے پھر موت کا مزہ نہیں چکھیں گے جس سے مُراد دُنیا کی موت ہے۔ نیز بہشت میں بڑھاپا، اندھاپن، بہراپن، درد، بیماری، آفت، رنج و تکلیف وغیرہ نہیں ہے اور نہ اُس میں فقر و محتاجی اور بے کسی بے بسی وغیرہ ہے اور جو کچھ نفس کی خواہش ہوگی اور آنکھ کو لذت حاصل ہوگی۔ آدمی کے لیے وہ سب کچھ حاصل ہوگا۔ وہ ہمیشہ کا گھر ہے ہرگز اُس میں سے باہر نہیں جائیں گے وہ پاک اور نیک لوگوں کا مکان ہے۔ وہاں بغض و حسد و عداوت و نزاع اور لڑائی جھگڑا نہ ہوگا وہاں ہر شخص اُس پر راضی رہے گا جو کچھ اُس کو خدائے تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے وہاں کوئی کسی دوسرے کے مرتبہ کی خواہش نہیں کرے گا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اعلیٰ مرتبہ کے لوگ ادنیٰ مرتبہ کے لوگوں سے ملنے آئیں گے۔ لیکن وہ لوگ اعلیٰ مرتبہ تک نہ جائیں گے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اپنا مرتبہ ان کی اپنی نظر میں پست ہو جائے اور اُن کی زندگی غمناک ہو جائے اور یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ خدا اُن کو ان کے مرتبہ پر راضی رکھے کہ دوسرے کے مرتبہ کی آرزو اور خواہش نہ کریں گے جیسا کہ دُنیا

کو ہمارا نور بے نیاز کر دے اور کتاب ثواب اعمال میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی ہے مگر یہ کہ اُس کے لیے بہشت میں ایک مکان یا دوزخ میں ایک مکان مقرر کیا ہے۔ جب بہشت والے بہشت میں اور دوزخ والے دوزخ میں ساکن ہوں گے منادی ندا دے گا کہ اے اہلِ بہشت دیکھو! تو وہ اہلِ جہنّم کو دیکھیں گے پھر اُن کی منزلیں جو جہنّم میں مقرر ہیں بلند کی جائیں گی اور اُن سے کہا جائے گا کہ اگر خدا کی نافرمانی کرتے تو تم اس منزل میں داخل ہوتے اگر کوئی شادی و مسرت کے سبب ہلاک ہوتا تو اہلِ بہشت اُس روز خوشی و سرور میں ہلاک ہو جاتے کہ وہ عذاب اُن سے رفع کر دیا گیا ہے۔ پھر ندا کی جائے گی کہ اہلِ جہنّم سر اُٹھاؤ اور بہشت میں ان نعمتوں اور باغوں کو دیکھو جو تمھارے لیے مقرر کیے گئے تھے کہ اگر تم خدا کی اطاعت کرتے تو ان منزلوں میں داخل ہوتے جو تمھارے واسطے مقرر کی گئی تھیں، تو اہلِ جہنّم اپنے اپنے سر بلند کریں گے تو اُن کو وہ نعمتیں اور وہ منزلیں دکھائی جائیں گی۔ اگر کوئی رنج و اندوہ کے سبب مرتا تو چاہیئے کہ اُس روز اہلِ جہنّم غم و ملال سے مر جائیں پھر بہشت میں اہلِ جہنّم کی منزلیں اہلِ بہشت کو میراث میں دی جائیں گی۔ اور جہنّم میں اہلِ بہشت کی منزلیں اہلِ جہنّم کو میراث میں دی جائیں گی۔ یہ ہیں خدا کے اس قول کے معنی اولٰئك هم الوارثون الذين يرثون الفردوس هم فيها خالدون یعنی یہی لوگ وارث ہیں جو فردوس کی میراث حاصل کریں گے اور اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

علی بن ابراہیم نے مثل صحیح سند کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ کوئی نیکی نہیں ہے مگر یہ کہ خدا نے اُس کا ثواب بیان فرمایا ہے سوائے نمازِ شب کے کہ جس کا ثواب عظیم ہے بیان نہیں فرمایا ہے اور کہا ہے کہ کوئی ذات نہیں جانتی جو کچھ خدا نے اُن کے لیے پوشیدہ کر رکھا ہے اُن چیزوں میں سے جو اُن کی آنکھوں کی روشنی کا باعث ہیں اُن اعمال کی جزا میں جو وہ کرتے تھے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ خدا کی کرامتیں ہر روز جمعہ اُس کے مومن بندوں کے حق میں ہیں۔ روزِ جمعہ کو خدا مومن کی طرف ایک فرشتہ کو ایک خلعت حلہ کے ساتھ بھیجے گا جب فرشتہ بہشت کے دروازہ پر پہنچے گا تو کہے گا میرے لیے اجازت طلب کرو کہ میں داخلِ بہشت ہوں اور فلاں مومن سے ملاقات کروں۔ یہ سن کر دربان مومن کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ تمھارے پروردگار کا پیغامبر دروازے پر کھڑا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے کہ داخل ہو، مومن اپنی عورتوں سے مشورہ کرے گا۔ وہ کہیں گی کہ اے ہمارے آقا اُس خدا کی قسم جس نے بہشت آپ کے لیے مباح کی ہے آپ کے لیے کوئی چیز اس سے بہتر ہم کو نہیں معلوم کہ آپ کے پروردگار نے آپ کے لیے خلعت بھیجا ہے۔ پھر ایک حلہ کو وہ کمر میں باندھے گا

شب و روز جمعہ کی فضیلت

اور دوسرے کو دوش پر رکھے گا اور جس کے پاس سے گزرے گا وہ اُس حلّہ کے نُور سے روشن ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ خدا کے وعدہ گاہ تک پہنچے۔ جب وہاں وہ لوگ جمع ہوں گے خُدا کے انوار میں سے ایک نُور ان پر جلوہ افروز ہوگا تو وہ مومنین سجدہ میں گر جائیں گے۔ حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اے میرے بندو! آج سجدہ اور عبادت کی ضرورت نہیں اپنے سروں کو اُٹھاؤ۔ میں نے تم سے تمام تکلیفیں اُٹھالی ہیں۔ وہ کہیں گے کہ کون سی چیز اس سے بہتر ہوسکتی ہے جو تونے ہم کو عطا کی ہے۔ پھر خدا کی جانب سے اُن کو آواز آئے گی کہ میں نے اُس میں اور ستّر گنا اضافہ کیا۔ جو کچھ تم کو دیا تھا۔ لہٰذا ہر روز جمعہ اُن کی نعمتیں سابقہ کے ستّر گنے کے برابر اضافہ ہوتی ہیں۔ یہ ہے خُدائے تعالیٰ کے قول کے معنی ولدینا مزید۔ بیشک شب جمعہ وُہ نورانی و روشن رات ہے اور روز جمعہ روشن روز ہے لہٰذا اُس روز و شب میں بہت تسبیح و تہلیل اور حمد و ثنائے الٰہی کرو اور محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود زیادہ بھیجو۔ پھر مومن جس چیز کے پاس سے گذرتا ہے وہ اُس کے نُور سے روشن ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اپنی عورتوں کے پاس پہنچتا ہے۔ تو وہ کہتی ہیں کہ اُسی خُدائے یگانہ کی قسم جس نے ہمارے لیے بہشت کو مُباح کیا ہے کہ ہم نے تم کو اس وقت سے بہتر و خوب تر نہیں دیکھا ہے تو وہ کہے گا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ میں نے اپنے پروردگار کے نُور پر نگاہ کی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کی عورتیں ایک دوسرے پر حسد نہیں کرتیں اور وہ حائض نہیں ہوتیں۔ غرور و خودستائی نہیں کرتیں۔ راوی نے کہا آپ پر فدا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپ سے چند چیزوں کا سوال کروں لیکن شرم آتی ہے۔ فرمایا پوچھو۔ عرض کی کیا بہشت میں گانا بجانا بھی ہوگا۔ فرمایا کہ بہشت میں ایک درخت ہے۔ خدا بہشت کی ہواؤں کو حکم دے گا کہ چلیں اُس کے بعد اُس درخت سے چند آوازیں ظاہر ہوں گی جس سے بہتر خلائق نے کوئی ساز یا کوئی نغمہ نہ سُنا ہوگا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ عوض ہے اُس کے لیے جس نے خُدا کے خوف سے دُنیا میں گانا سُننا ترک کیا ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ اور زیادہ فرمائیے تو فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ایک بہشت اپنے دستِ قدرت سے خلق فرمائی ہے جس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کوئی مخلوق اُس پر مطلع نہیں ہوئی ہے۔ خداوندِ عالم اُس کو ہر صبح کھولے گا اور فرمائے گا کہ نسیم کو زیادہ کرو اور شمیم کو زیادہ کرو۔ یہی ہے جس کے بارے میں خدا فرماتا ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ اور کلینی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خداؐ سے خدا کے اس قول کی تفسیر لوگوں نے دریافت کی یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفداً یعنی جس روز کہ ہم متقین اور پرہیزگاروں کو ایک گروہ کی صورت میں خداوندِ رحمٰن کی جانب محشور کریں گے حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ یہ کوئی گروہ نہیں ہے لیکن سوار

کو پہنچا ہوا ہے۔ پھر خداوند کریم ہزار فرشتے مومن کو تہنیت کے لیے اور حوریہ کو اُس کے ساتھ تزویج کرنے کے لیے بھیجے گا جب وہ بہشت کے دروازوں میں سے پہلے دروازہ پر پہنچیں گے تو اُس ملک سے جو اُس دروازہ پر موکل ہے کہیں گے کہ ولیِ خدا سے ہمارے لیے اجازت طلب کرو خداوند رحیم نے ہم کو اُس کی تہنیت اور مبارکباد کے لیے بھیجا ہے۔ ملک کہے گا کہ ٹھہرو کہ میں حاجب سے کہوں تاکہ ولیِ خدا کو اطلاع کرے اور ملک اور حاجب کے درمیان تین بڑے باغوں کا فاصلہ ہوگا تو اُس کو اطلاع دی جائے گی کہ پروردگارِ عالمین نے ہزار فرشتوں کو تہنیت کے لیے بھیجا ہے وہ فرشتے اُس سے اجازت چاہتے ہیں۔ حاجب کہے گا کہ میرے لیے اُس سے اجازت طلب کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ اپنی زوجہ کے ساتھ خلوت میں ہے اور حاجب اور ولیِ خدا کے درمیان دو باغوں کا فاصلہ ہے۔ پھر حاجب قیّم (منتظم امور) کے پاس جائے گا اور اُس کو آگاہ کرے گا اور قیم مخصوص خدمتگاروں کے پاس جائے گا اور ان کو آگاہ کرے گا کہ خداوند جبار کے رسولؐ دروازہ پر کھڑے ہیں اور وہ ہزار فرشتے ہیں جو ولیِ خدا کو مبارکباد دینے آئے ہیں۔ ولیِ خدا کو مطلع کرو کہ وہ دروازہ پر کھڑے ہیں اور اجازت کا انتظار کر رہے ہیں۔ جب خدمتگار ولی خدا کو آگاہ کریں گے تو وہ اجازت دے گا۔ بالاخانے میں ہزار دروازے ہوں گے ہر دروازہ پر ایک فرشتہ موکل ہوگا۔ الغرض دربان دروازے کھولیں گے اور ہر دروازہ سے ایک فرشتہ داخل ہوگا اور ہر ایک خدائے جبار کا پیغام پہنچائے گا یہ ہے اللہ تعالیٰ کے قول کے معنی جو اُس نے فرمایا ہے کہ والملائکۃ یدخلون علیھم من کل باب یعنی فرشتے بالاخانے کے ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور کہیں گے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار یعنی تم پر خدا کا سلام ہو تمام بلاؤں سے تمھارے لیے سلامتی ہے اس سبب سے کہ دُنیا میں تم نے ان بلاؤں پر صبر کیا تو تمھارے لیے آخرت کا گھر کس قدر اچھا گھر ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کی طرف خدا نے اس قول سے اشارہ کیا ہے واذا رأیت ثم رأیت نعیما وملکا کبیرا یعنی اگر تم دیکھو گے تو وہاں بے انتہا نعمتیں اور بڑی سلطنت دیکھو گے۔ فرمایا کہ یہ آیت اشارہ کرتی ہے اُن کرامتوں، نعمتوں اور عظیم بادشاہی کی طرف جو ولی خدا کو حاصل ہوں گی کہ خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے اُس سے اجازت طلب کریں گے اور بغیر اجازت اُس کی بہشت اور اُس کے بالاخانہ میں داخل نہ ہوں گے اور فرمایا کہ نہریں اُن کے قصروں اور محلوں کے نیچے جاری ہونگی اور ہر قسم کے پھل اور میوے اُن کے قریب ہوں گے۔ خداوند عالم فرماتا ہے ودانیۃ علیھم ظلالھا وذللت قطوفھا تذلیلا یعنی اُن کے نزدیک اُن بہشتوں کا سایہ ہوگا۔ اور اُن درختوں کے پھل خدا اُن پر توڑنا اور حاصل کرنا آسان کر دے گا جیسا کہ آسان کرنے کا حق ہے جیسا کہ

فرمایا ہے کہ اگر وہ کھڑا ہوگا تو درخت اُس کے قد کے برابر بلند ہو جائیں گے اور اگر بیٹھے گا تو شاخیں جھک جائیں گی تاکہ اُس کا ہاتھ اُن کے پھلوں تک پہنچے اور اگر وہ لیٹے گا تو شاخیں اُس کے قریب نیچے ہو جائیں گی۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ اُن کے لیے پھلوں کا توڑنا آسان تر اور وہ نزدیک تر ہوں گے۔ مومن جس طرح کا پھل اور میوہ چاہے گا جبکہ وہ لیٹا ہوگا یا تکیہ کیے ہوگا اُس کے منہ میں پہنچ جائے گا، اور طرح طرح کے میوے اور پھل اُس سے خطاب کریں گے کہ اے ولی خدا مجھ کو کھا قبل اس کے اُس دُوسرے کو کھائے اور فرمایا کہ کوئی مومن نہیں مگر یہ کہ اُس کے لیے بہت سے باغات ہوں گے بعض کو چوب بندی کیا ہوگا بعض کو نہ کیا ہوگا۔ ان میں نہریں پانی، شراب، دُودھ اور شہد کی ہوں گی۔ جب ولی خدا ناشتہ طلب کرے گا جو اُس کی خواہش ہوگی وہی چیزیں ناشتہ میں حاضر کی جائیں گی بغیر اس کے وہ اپنی خواہش کا ذکر کرے۔ پھر اپنے بھائیوں کے ساتھ خلوت اختیار کرے گا وہ ایک دُوسرے کو دیکھنے کے لیے جائیں گے۔ اور فخر کریں گے وظل ممدود (یعنی اُن ہواؤں میں ہوں گے جو طلوُع آفتاب سے پہلے ہوتی ہے بلکہ اُس سے بہتر اور خوب تر ہوگی اور ہر مومن کی کم سے کم زوجہ ستر حوریں ہوں گی اور چار عورتیں انسانی۔ مومن ایک گھڑی حُوریہ کے ساتھ رہے گا اور ایک گھڑی انسانی عورت کے ساتھ اپنے تخت پر تکیہ کیے ہوُئے خلوت کرے گا اور ایک دُوسرے کو دیکھیں گے اور جب وہ اپنے تخت پر تکیہ کیے ہوگا تو نوُر کی ایک شُعاع اُس کو ڈھانپ لے گی۔ تو وہ اپنے خدمتگاروں سے کہے گا کہ یہ کیسی شُعاع تھی جس نے مجھے گھیر لیا تھا۔ شاید جناب مقدس الٰہی، میری جانب متوجہ ہوا ہے اور یہ شُعاع اُس کے انوارِ جلال کی ہوگی۔ خدمتگار کہیں گے کہ جناب حق تعالیٰ اس سے زیادہ مقدس اور پاک ہے کہ یہ انوار اُس کے انوار کی شبیہ ہوں۔ بلکہ یہ نور آپ کی زوجہ میں سے اُس حوریہ کا ہے جو ابھی تک آپ کے پاس نہیں آئی ہے۔ وہ آپ کی طرف اشتیاق میں اپنے خیمہ سے متوجہ ہوُئی ہے اور آپ کی ملاقات کا شوق اُس پر غالب ہوا جبکہ اُس نے دیکھا کہ آپ نے اپنے تخت پر تکیہ کیا ہے اور شوق میں مُسکرائی ہے تو وہ شعاع جو آپ نے دیکھی اور وُہ نور جس نے آپ کو گھیر لیا وہ اُس کے دانتوں کی سفیدی اور چمک کا تھا۔ اُس وقت ولیِ خدا کہے گا کہ اُس کو اجازت دو کہ میرے پاس آئے یہ سُن کر اُس کی طرف ہزار ہزار غلام تیزی سے دوانہ ہوں گے اور ہزار کنیزیں تاکہ اُس کو خوشخبری دیں کہ ولی خدا تجھ کو طلب کرتا ہے تو وہ اپنے خیمہ سے نیچے آئے گی اور ستر حلّے پہنے ہوگی جو سونے اور چاندی کے تاروں سے بنے ہوُئے مختلف رنگ کے ہوں گے اور موتیوں، یاقوت اور زبرجد سے مکلّل ہوں گے اور مُشک سے معطر ہوں گے۔ اُس کی پنڈلی ستر حلوں کے نیچے سے نمایاں ہوگی۔ جب وہ ولیِ خدا کے نزدیک پہنچے گی تو اُس

کے خدمتگار چاندی سونے کے طبقوں کو لیے ہوئے جو مروارید و یاقوت و زبرجد سے بھرے ہوئے ہوں گے اُس کا استقبال کریں گے اور وہ جواہرات نثار کریں گے۔ پھر ولی خدا اور وہ حور یہ برسوں ایک دوسرے سے بغلگیر رہیں گے کہ اُن میں سے کسی کو تکان و زحمت نہ ہوگی پھر حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جن بہشتوں کا قرآن میں ذکر ہے وہ جنت عدن اور جنت الفردوس اور جنت نعیم اور جنت الماویٰ ہیں اور خدا کی دوسری بہشتیں بھی ہیں جو ان بہشتوں سے گھری ہوئی ہیں۔ اُن بہشتوں میں سے مومن کے لیے وہ ہوگی جو اُسے پسند کرے گا اور اُس میں نعمتیں حاصل کریگا جیسی جیسی چاہے گا۔ جب مومن کسی چیز کا ارادہ کرے گا تو اُس کا طلب کرنا اس طرح ہوگا کہ کہے گا سُبحانك اللّٰھُمَّ جب یہ کہے گا تو اُس کی طرف وہ چیزیں متوجہ ہوں گی جن کی خواہش کرے گا بغیر اس کے کہ اُن سے طلب کرے یا اُن کا حکم دے اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو خدا نے فرمایا ہے دعوٰھم فیھا سُبحانك اللّٰھم وتحیتھم فیھا سلام یعنی خدمتگاروں کی تحیت ان کے لیے سلام ہے واٰخر دعوٰھم ان الحمد للّٰہ رب العلمین جب وہ کھانے پینے اور جماع کرنے کی لذت اندوزی سے فارغ ہوں گے تو خدا کا شکر کریں گے اور کہیں گے الحمدُ للّٰہ ربِّ العلمین لیکن خدا کا یہ قول اولٰئك لھم رزق معلوم یعنی خدمتگا جانتے ہیں جو کچھ وہ چاہتے ہیں اور دوستانِ خدا کے لیے لاتے ہیں قبل اس کے وہ سوال کریں۔ فواکہ وھم مکرمون یعنی بہشت میں کسی چیز کی خواہش نہیں کریں گے۔ مگر یہ کہ اُن کا اکرام و تواضع اُس چیز سے کیا جائے گا۔

ابن بابویہ نے خصال میں بطریق مخالفین جابر سے روایت کی ہے کہ رسُول خداؐ نے فرمایا کہ بہشت کے دروازہ پر لکھا ہے دو ہزار سال قبل اس کے کہ خدا آسمانوں اور زمین کو خلق کرے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہِ علی اخو رسُول اللّٰہ۔ نیز حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسُول خداؐ نے فرمایا کہ جب خدائے تعالیٰ نے بہشت کو خلق کیا ایک اینٹ اُس میں سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی قرار دی اور اُس کی دیواریں یاقوت کی بنائیں اور اُس کی چھت زبرجد کی اور اُس کے سنگریزے مروارید کے اور اُس کی خاک زعفران و مشک ناب کی قرار دیں پھر اُس سے کہا کہ بات کر۔ تو اُس نے کہا کوئی خدا تیرے سوا نہیں ہے اور ہمیشہ زندہ ہے اور موت نہیں ہے اور وہ قیوّم ہے کہ تمام چیزیں تجھ سے قائم ہیں اور تو کسی چیز سے قائم نہیں ہے۔ سعادت مند ہے وہ شخص جو مجھ میں داخل ہوگا۔ اُس وقت پروردگار عالم نے فرمایا کہ اپنے عزت و جلال کی قسم اور عظمت و منزلت کی قسم کہ تجھ میں داخل نہیں ہوگا۔ وہ شخص جو ہمیشہ شراب پینے میں مشغول اور ہمیشہ مست رہے گا اور ہر نشہ آور جو شراب کے علاوہ ہو اور نہ سخن چین داخل

ہوگا نہ ظالموں کا جلوادار اور نہ مخنّث نہ کفن چور نہ قطع رحم کرنے والا اور نہ وہ شخص جو خدا کے قضا و قدر سے انکار کرتا ہے یا وہ شخص جو جبر کا قائل ہو اور بندوں کے افعال کو خدا کے افعال جانے۔
نیز امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم کہ بہشت مومنین کی ارواح سے خالی نہیں رہی ہے جس روز سے اُس کو خدا نے خلق کیا ہے اور نہ جہنّم خالی رہی ہے کافروں کی رُوحوں سے جس روز سے کہ خدا نے اُن کو خلق کیا ہے[۱] اور خُداوندِ عالم فرماتا ہے کہ جس روز ہم جہنّم سے کہیں گے کہ بھر گئی؟ کہے گی کہ کیا کچھ اور جگہ ہے؟ اور علی بن ابراہیم اور حسین بن سعید سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے جہنّم سے وعدہ کیا ہے کہ اُس کو بھرے گا جب وہ روزِ قیامت کافروں اور گنہگاروں سے بھر جائے گی تو خداوندِ عالم اُس سے اقرار لینے کے لیے فرمائے گا کہ کیا تو بھر گئی تو وہ اعتراف کی حیثیت سے کہے گی کہ کیا کچھ اور جگہ ہے یعنی میں بھر گئی۔ اُس وقت بہشت کہے گا کہ پروردگارا تو نے جہنّم سے اُس کو بھر دینے کا وعدہ فرمایا تھا اور مجھ سے بھی وعدہ فرمایا تھا کہ تو بھر دے گا۔ تو نے جہنّم کو بھر دیا مجھ کو کیوں نہیں بھرتا۔ تو خداوندِ عالم اُس روز ایک خلق پیدا کرے گا جن سے بہشت کو پُر کر دے گا پھر حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ کیا کہنا ہے اُن لوگوں کا جنھوں نے دُنیا کی رنج و مصیبتیں نہیں برداشت کیں نیز علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ تم کو قرآن پڑھنے کی سعادت نصیب ہو۔ کیونکہ خدا نے بہشت کو اپنے دستِ قدرت سے خلق کیا۔ اُس میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی اور اُس کے گارے میں مٹّی کے بجائے اینٹوں کے درمیان کو مُشک سے پُر کیا اُس کی خاک زعفران ہے اُس کی ریت موتیاں ہیں اور اُس کے درجے آیات قرآنی کی تعداد کے مطابق قرار دیئے تو جو شخص قرآن پڑھتا ہے اُس سے کہتے ہیں کہ پڑھ اور اوپر جا لہٰذا اُس کا درجہ تمام اشخاص سے سوائے پیغمبروں اور صدیقوں کے زیادہ بلند ہوگا، اور احتجاج میں ہشام بن الحکیم سے روایت کی ہے کہ ایک زندیق (کافر) نے جو حضرت صادقؑ کی برکت سے مُسلمان ہوا تھا اُنہی حضرت سے پوچھا کہ کہا جاتا ہے کہ اہلِ بہشت میں سے کوئی شخص درخت سے پھل توڑ کر کھاتا ہے تو بجنسہٖ وُہی پھل درخت میں واپس آجاتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا ایسا ہی ہے

---

[۱] مُولّفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اُن حدیثوں کے خلاف نہیں ہے جن میں ہے کہ مومنین کی رُوحیں عالم برزخ کی مُدّت میں دنیا کی بہشت میں رہیں گی اور کافروں کی روحیں دُنیا کی آگ میں معذّب ہوتی رہیں گی۔ کیونکہ یہ حدیث مومنین و کافرین بنی آدمؑ وغیر بنی آدمؑ میں جو آدمؑ کی خلقت سے پہلے زمین میں رہے ہیں عام ہے (کسی سے مخصوص نہیں) جیسا کہ اس کے بعد ذکر کیا جائے گا۔ نیز ممکن ہے کہ دُنیا کی جنّت و دوزخ مراد ہو۔

اُس کی مثال دُنیا میں چراغ ہے کہ اگر ایک لاکھ چراغ اُس سے روشن کریں تو اُس میں سے کچھ کم نہیں ہوتا اُس نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ اہلِ بہشت کھاتے ہیں اور پیتے ہیں اور قضائے حاجت کے محتاج نہیں ہوتے۔ فرمایا ہاں اس لیے کہ ان کی غذا رقیق و لطیف ہو گی اُن میں وزن نہیں ہو گا بلکہ اُن کے بدن سے خوشبودار پسینہ ہو کر دفع ہو جائے گا۔ اُس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی عورہر چند اُس کا شوہر اُس کے پاس جائے گا اُس کو باکرہ ہی پائے گا۔ فرمایا کہ وہ پاک طینت سے خلق ہوئی ہیں اُن کو کوئی خرابی عارض نہیں ہوتی اور کوئی آفت اُن کے جسم سے نہیں مخلوط ہوتی اور ان کے سُوراخ میں شوہر کے عضو کے سوا کوئی چیز داخل نہیں ہو گی۔ اور وہ حیض اور اُس کے مثل نجاستوں سے آلودہ نہیں ہوتیں۔ لہٰذا رحم باہم پیوست اور چسپاں ہوتا ہے۔ کیونکہ شوہر کے عضو کے سوا کچھ اس میں نہ داخل ہوتا ہے اور نہ باہر آتا ہے۔ اُس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ستّر حلے پہنے ہوں گی اور اُن کے شوہر ان حلّوں کے اندر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز پوست، گوشت اور ہڈیاں دیکھ لیں گے۔ فرمایا ہاں جس طرح تم میں سے کوئی ایک درہم کو صاف پانی کی تہ میں دیکھ لیتا ہے۔ اگرچہ اُس کی گہرائی ایک نیزہ کے برابر ہو۔ کہا کس طرح اہلِ بہشت خوشی و مسرت سے اُس حال میں ہوں گے جبکہ اپنے بیٹے یا باپ یا کسی عزیز و رشتہ دار یا دوست کو بہشت میں نہ دیکھیں گے اور جب بہشت میں نہ دیکھیں گے تو کیا ان کو تشویش نہ ہو گا کہ وہ جہنم میں ہیں لہٰذا اسطرح بہشت کی نعمتیں اُس شخص کو گوارا ہوں گی جس کے دوست وغیرہ جہنم میں معذب ہوں گے حضرت نے فرمایا اہلِ علم نے کہا ہے کہ خدا ان لوگوں کو اُن کے دلوں سے بھلا دے گا اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے آنے کا انتظار کریں گے اور اُمید رکھیں گے کہ وہ اعراف میں ہیں [1]

---

[1] مؤلّف فرماتے ہیں کہ جواب میں حضرت کا تردد شاید سائل کی عقل کی کمی کے سبب سے ہو۔ اور روایت سے قطع نظر ہو سکتا ہے کہ اُس عالم میں دُنیوی اغراضِ فاسدہ برطرف ہو جائیں اور اُن کی محبت محبوبِ حقیقی کے لیے خالص ہو اور دشمنانِ خدا سے علیحدگی اختیار کریں اور اُن سے دشمنی ہو جائے اور اُن پر عذاب ہونے سے ان کو لطف آئے جیسا کہ دُنیا میں خدا کے دوست خدا کے دشمنوں سے قطع محبت کرتے تھے اور اُن سے جنگ اور مقابلہ کرتے اور اپنے ہاتھ سے اُن کو قتل کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ اور خداوند عالم نے فرمایا ہے لاتجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادّون من حادّ اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم و ابناءھم و اخوانھم و عشیرتھم یعنی تم اُن لوگوں کو جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لائے ہیں نہ پاؤ گے کہ دوستی اور محبت کریں ان لوگوں سے جو خدا و رسُول کے دشمن ہیں اگرچہ وہ ان کے باپ دادا یا اولاد یا بھائی یا رشتہ دار کنبہ والے ہوں اور آیۂ کریمہ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ (یعنی

(اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور علی بن ابراہیم نے جناب رسُولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میں بہشت میں داخل ہوا درختِ طوبیٰ کو دیکھا کہ وہ علیؑ کے خانۂ اقدس میں تھا اور بہشت میں کوئی قصر اور کوئی منزل نہیں ہے مگر یہ کہ اُس کی شاخوں میں ایک شاخ اس میں ہے اور اُس پر زنبیلیں ہیں جو حلہائے بہشت سے بھری ہوئی ہیں جو سندس و استبرق کی ہیں۔ اُن میں سے ہر مومن کے لیے ہزار ہزار زنبیلیں ہیں کہ ہر زنبیل میں لاکھ حلے ہوں گے جن میں سے کوئی حلہ دوسرے حلے کے مثل نہ ہوگا۔ مختلف رنگوں کے ہوں گے اور یہ سب اہلِ بہشت کے لباس ہیں۔ اُس درخت کے نیچ میں بہشت کی چوڑائی کے برابر سایہ کھنچا ہوا ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کے عرض کے برابر پھیلا ہے یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو خدا اور اس کے رسُولوں پر ایمان لائے ہیں اور ایک تیز رو سوار اس کے سایہ میں سَو سال تک دوڑتا رہے تاہم اُس کو طے نہیں کر سکتا۔ یہ ہے جو خدا نے فرمایا ہے وظلٍ ممدود، اُس سایہ میں بہشت کے میوے اور پھل ہیں اور اُن کے لیے کھانے ہیں جو اُن کے گھروں میں لٹکے ہوئے ہیں۔ ہر شاخ میں جن میں سَو رنگ اور سَو قسم کے پھل ہوں گے جن میں کچھ وہ ہوں گے جن کو دُنیا میں دیکھا ہے اور کچھ ایسے ہوں گے جن کو نہیں دیکھا ہے۔ جن میں سے کچھ کو سُنا ہوگا اور کچھ کو نہ سُنا ہوگا اور جس پھل کو توڑیں گے اُس کی جگہ اُس کے مانند دوسرا پھل پیدا ہو جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا ہے لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ اور اُس درخت کے نیچے ایک نہر جاری ہوگی جس کے چاروں طرف نہریں نکلی ہوں گی ایک پانی کی جو متغیر نہ ہوگی اور دُودھ کی نہریں جن کا مزہ نہ بدلا ہوگا اور شراب کی نہریں لذۃ للشاربین (پینے والوں کے لیے جن میں لذت ہوگی) اور موم سے صاف کیے ہُوئے شہد کی نہریں۔ اور بہت سی روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ جناب فاطمہؑ کے زفاف میں جبرئیلؑ و میکائیلؑ اسّی ہزار فرشتوں کے ساتھ بہشت میں حاضر ہُوئے اور خدائے برتر نے طوبیٰ کو حکم دیا تو اُس نے اُن کے لیے حلّے، سندس، استبرق، زمرد، مروارید، یاقوت اور عطرِ بہشت لٹائے اور خُدا نے حضرت فاطمہؑ کے مہر میں درختِ طوبیٰ کو عطا فرمایا اور اُس کو خانۂ علیؑ میں قرار دیا۔

عیاشی نے بسندِ معتبر ابو ولاد سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ سے میں نے عرض کی کہ آپ پر فدا ہُوں۔ ہمارے دوستوں میں ایک شخص متقی پرہیزگار اور اہلبیت علیہم السّلام کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جس روز مرد اپنے بھائی، ماں، باپ اور بیوی بچوں سے بھاگے گا) اُس مدّعا پر گواہی دیتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اصل وجہ یہی ہو اور حضرتؑ نے سائل کے فہم کی کمی کے سبب سے ذکر نہیں کیا اور کہ یہی دونوں وجہیں جو اُس کے فہم کے مُطابق تھیں۔ دُوسروں کی طرف سے نقل فرما دیں واللہ یعلم ۱۲

مطیع و فرمانبردار ہے۔ نمازیں بہت پڑھتا ہے لیکن لہو و لعب گانے بجانے کا شائق ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا یہ بالِ مشغلے فضیلت کے اوقات میں نمازیں پڑھنے، روزہ رکھنے۔ بیماروں کی عیادت کرنے، مومنوں کے جنازہ میں حاضر ہونے اور برادرانِ مومن سے ملاقات کرنے میں مانع نہیں ہوتے؟ کہا نہیں وہ مشاغل اُس کی خیر و نیکی سے مانع نہیں ہوتے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ شیطانی وسوسے ہیں۔ انشاء اللہ وہ بخشا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ فرشتوں کے ایک گروہ نے اولادِ آدمؑ پر لذتوں اور حلال و حرام میں نفسانی خواہشوں کی پیروی کا الزام لگایا تو خدائے تعالیٰ کو فرشتوں کا فرزندانِ آدمؑ کو سرزنش کرنا اور اُن پر طعن کرنا پسند نہ آیا اور ملائکہ کے اس گروہ کی طبیعتوں اور مزاجوں میں بنی آدمؑ کی سی خواہشیں اور لذتیں قرار دیں تاکہ مومنوں کی عیب گیری نہ کریں۔ جب اُس گروہ نے اپنی ذات میں یہ حالت مشاہدہ کی تو پروردگارِ عالم کی بارگاہ میں فریاد کی کہ اے ہمارے معبود ہم کو معاف کر اور ہماری خطا کو بخش دے اور ہم کو ہماری اُسی حالتِ سابقہ پر واپس کر دے جس پر تو نے ہم کو خلق کیا ہے اور جس حالت کا تو نے ہم کو پابند رکھا ہے۔ کیونکہ ہم ڈرتے ہیں کہ عظیم بلاؤں میں ہم مبتلا ہو جائیں گے۔ تب خداوندِ عالم نے اُن سے یہ حالت و کیفیت برطرف کر دی۔ تو قیامت کے روز جب اہلِ بہشت داخلِ بہشت ہوں گے تو وہ فرشتے اہلِ بہشت سے اجازت لیں گے کہ ان کے مکانوں میں داخل ہوں۔ جب اجازت پائیں گے تو داخل ہوں گے اور ان کو سلام کریں گے اور کہیں گے سلام علیکم بما صبرتم یعنی تم پر سلام ہو اس لیے کہ تم نے دُنیا میں ترکِ لذات و شہوات حلال پر صبر کیا۔ اور حرام کی خواہش نہیں کی۔

سیدابنِ طاؤس نے بسندِ موثق حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ روزِ قیامت رضوان خزینہ دارِ بہشت ایک گروہ کو جو بہشت میں داخل ہوا ہوگا دیکھیں گے وہ لوگ رضوان کی طرف نہ گزرے ہوں گے۔ رضوان اُن سے پوچھیں گے کہ تم لوگ کون ہو اور کہاں سے داخل ہوئے ہو وہ لوگ کہیں گے کہ ہم سے تم کو کیا واسطہ؟ ہم وہ گروہ ہیں جو خدا کی پوشیدہ عبادت کرتے تھے کہ اُس سے کوئی آگاہ نہیں ہوتا تھا۔ خدائے تعالیٰ نے ہم کو پوشیدہ بہشت میں داخل فرمایا ہے اور کلینی نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میرے پدر بزرگوار حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ بہشت میں ایک نہر ہے جس کو جعفر کہتے ہیں اُس کے داہنے کنارے پر ایک سفید دروازہ ہے جس میں ہزار قصر ہیں اور ہر قصر میں محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کے لیے ہزار قصر ہیں اور اُس کے بائیں کنارے پر ایک زرد دروازہ ہے جسکے اندر ہزار قصر ہیں اور ہر قصر میں ابراہیمؑ و آلِ ابراہیمؑ کیلئے ہزار قصر ہیں اور مثل صحیح سند کے حلبی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے

حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول فیہن خیراتٌ حسان کی تفسیر دریافت کی حضرتؑ نے
فرمایا کہ شیعوں کی صالحہ بیبیاں ہیں۔ میں نے کہا حورٌ مقصوراتٌ فی الخیام سے کون مراد ہیں
فرمایا کہ وہ مخدرہ چھپی ہوئی حوریں ہیں جو موتی، یاقوت اور مرجان کے خیموں میں رہتی ہیں۔ ہر خیمہ
کے چار دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر ستّر نوجوان لڑکیاں کھڑی ہیں جو دروازوں کی نگہبان و
چوکیدار ہیں اور ہر روز خدائے عزّ ذکرہ کی جانب سے اُن کو ایک کرامت پہنچتی ہے تاکہ خدا
اُن کی مومنوں کو خوشخبری دے۔ نیز ایک سند سے روایت کی ہے کہ اُنھی حضرتؑ سے پوچھا کہ
لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تم کو جزائے خیر دے تو اس کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا کہ خیر بہشت کی ایک
نہر کا نام ہے جو کوثر سے نکلتی ہے اور کوثر ساق عرش سے باہر آتا ہے اور اُس پہ ایک نہر ہے
جس کے گردا و صیار اور اُن کے شیعوں کے قصر ہیں اور اُس نہر کے کنارے لڑکیاں زمین سے
اُگی ہوئی ہیں کہ جس کو اُکھاڑ لیتے ہیں تو دوسری اُس کی جگہ پر اُگ آتی ہے اور وہی لڑکیاں اُس
نہر سے مسمّی ہوئی ہیں اور خیراتٌ حسان وہی ہیں تو جس وقت کوئی شخص کسی دوسرے
شخص سے کہتا ہے جزاك الله خیراً تو مراد اس سے وہی منزلیں ہیں، جن کو خدا نے اپنے
برگزیدہ بندوں کے لیے مہیّا کیا ہے اور فرات بن ابراہیم نے سلمان فارسی سے روایت کی
ہے کہ جناب امیرؑ نے رسولِ خداؐ سے قصرہائے خدا کی جو شہدار کو کرامت فرمائے گا صفت
دریافت کی حضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ ان قصروں کی تعمیر سونے کی ایک اور چاندی کی ایک اینٹ
سے ہوئی ہے اور اینٹوں کے درمیان مشک و عنبر کا گارا استعمال ہوا ہے۔ اُن کے ذرّے
مروارید، موتی اور یاقوت کے ہیں۔ اُن کی خاک زعفران ہے اور اُن کے ٹِیل کافور کے ہیں
اور ان میں سے ہر قصر میں چار نہریں ہیں۔ شہد، شراب، دودھ اور پانی کی۔ اور بھی نہریں ہیں
جو مرجان کے درختوں کو گھیرے ہوئے ہیں اور ہر نہر کے دونوں طرف خیمے ہیں۔ ایک قطعہ
ایک سفید موتی کا جس میں کوئی درز اور کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ٹھہر و تیار ہو گئے
ہیں اور اُن کے اندر اور باہر کا حال ---- دکھائی دیتا ہے اور ہر خیمہ میں کرسی ہو گی ہر ایک پر
نشان کیا ہوگا۔ اُس کے پائے سبز زبرجد کے ہوں گے اور ہر کرسی پر ایک حوریہ بیٹھی ہو گی اور ہر
حوریہ پر ستّر سبز اور ستّر زرد حلّے ہوں گے۔ اُن کی پنڈلیوں کے مغز اُن کی ہڈیوں اور پوست اور
کپڑوں کے نیچے سے اس طرح نظر آئیں گے جیسے صاف شراب سفید بوتل میں نظر آتی ہے۔ ہر حور
ستّر گیسو رکھتی ہو گی۔ ہر گیسو ایک کنیز کے ہاتھ میں اور دوسری کے ہاتھ میں ایک انگیٹھی ہو گی جس
سے اُس گیسو کو بخور کرے گی۔ اُس انگیٹھی سے بغیر آگ کے خدا کی قدرت سے خوشبودار بخار نکلتا ہوگا۔
اور ابن بابویہ نے دہہ ذی الحجہ کی تہلیلات کے ثواب میں روایت کی ہے کہ جو شخص ہر روز دس

[illegible]

مرتبہ ان تہلیلات کو پڑھے خداوند عالم ہر تہلیل کے عوض بہشت میں ایک درجہ عطا فرمائے گا جو مروارید اور یاقوت کا ہوگا جس کا دونوں درجوں کے درمیان تیز رو گھوڑے سوار کے لیے تین ہزار سال کی راہ کا فاصلہ ہوگا اور ہر درجہ میں ایک شہر اور اُس شہر میں ایک جوہر کے قصور ہوں گے جن میں فصل نہ ہوگا۔ اور ان شہروں میں سے ہر شہر میں مکانات۔ عمارتیں۔ محلات قصر۔ حجرے۔ فرش۔ عورتیں، کرسیاں، تختے، حوریں، تکیے، مسندیں، خدمتگار، نہریں، درخت، زیورات اور حلّے اس قدر ہوں گے جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔ جب شہید اپنی قبر سے باہر آئے گا تو اس کے ہر بال سے ایک نور ساطع ہوگا اور ستر ہزار فرشتے سبقت کریں گے کہ اُس کے سامنے داہنے اور بائیں چلیں، یہاں تک کہ وہ بہشت کے دروازہ پر پہنچے۔ جب وہ بہشت میں داخل ہوگا تو فرشتے اُس کے آگے چلیں گے یہاں تک کہ وہ اُس شہر میں پہنچیں گے۔ جس کا باہری حصہ یاقوت سرخ کا ہوگا اور اندرونی حصہ سبز زبرجد کا اور جو قسمیں خدا نے بہشت میں خلق کی ہیں سب اُس میں ہوں گی۔ جب وہ اُس شہر میں پہنچیں گے تو کہیں گے کہ اے ولیٔ خدا آپ جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے تو وہ کہے گا کہ نہیں۔ تم لوگ کون ہو تو وہ کہیں گے کہ ہم وہ فرشتے ہیں جو دُنیا میں آپ کے ساتھ اُس روز موجود تھے جس روز آپ ان تہلیلات کو پڑھتے تھے۔ اور یہ شہر اور جو کچھ اس میں ہے اُن تہلیلات پر آپ کا ثواب ہے۔

شیخ نے تہذیب میں اور سیّد نے اقبال میں بسند معتبر ابن ابی نصر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت امام رضا علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ روزِ غدیر کی فضیلت میں ذکر ہوا۔ بعض حاضرین نے انکار کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا میرے پدر نے اپنے پدر سے سُن کر مجھے خبر دی ہے کہ روزِ غدیر بہ نسبت زمین کے آسمان میں زیادہ مشہور ہے۔ بیشک خدا کا فردوس اعلیٰ میں ایک قصر ہے جس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی اور ایک لاکھ یاقوت سرخ کے قبے ہیں اور ایک لاکھ خیمے یاقوت سبز کے ہیں۔ اُس کی زمین مُشک و عنبر کی ہے اور اُس میں چار نہریں شراب، پانی، دودھ اور شہد کی ہیں اُس قصر کے گرد مختلف پھلوں اور میووں کے درخت ہیں اور اُس قصر یا اُن درختوں پر پرندے ہیں جن کے بدن مروارید کے اور اُن کے پر یاقوت کے ہیں۔ وہ طرح طرح کی اچھی آوازوں سے پڑھتے رہتے ہیں اور روزِ غدیر وہ آسمانوں کے رہنے والے اُس قصر کی طرف وارد ہوتے ہیں اور تسبیح و تقدیس و تنزیہہ و تہلیل حق تعالےٰ کرتے ہیں اور وہ پرندے پرواز کرتے ہیں اور اُس پانی میں ڈوبتے ہیں اور اُس مشک و عنبر میں لوٹتے ہیں تو جب فرشتے جمع ہوتے ہیں وہ پرندے اُڑتے ہیں اور ان خوشبوؤں کو اُن پر جھاڑتے ہیں اور اُس روز حضرت فاطمہؑ پر سے نثار کی ہوئی چیز جو درخت طوبیٰ اُن پر کرتا ہے ایک دوسرے

کو ہدیہ بھیجتے ہیں اور جب اُس روز کا آخری وقت ہوتا ہے۔ خداوند عالم کی جانب سے اُن کو ندا آتی ہے کہ اپنے مرتبوں پر واپس جاؤ بیشک تم خطا و لغزش سے آئندہ سال تک مامون ہو گئے اور یہ دن محمد و علی علیہما السّلام کی کرامت کے لیے ہے اور کلینی نے جناب رسُولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا ہے اُس کے لیے بہشت میں یاقوت سُرخ کا ایک درخت بویا جاتا ہے جس کے اُگنے کی جگہ مُشک سفید میں ہوتی ہے شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار۔ اُس درخت میں باکرہ لڑکیوں کے پستان کے مانند پھل ہوتے ہیں اُن میں سے ہر ایک جب شگافتہ کیا جاتا ہے تو اس میں سے ستر حلّے نکلتے ہیں۔ اور امالی میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے شبِ معراج میرا ہاتھ پکڑ کر داخلِ بہشت کیا اور بہشت کے ایک تخت پر بٹھایا اور میرے ہاتھ میں ایک بہیدانہ دیا۔ وہ دو ٹکڑے ہوا اُس میں سے ایک حوریہ نکلی کہ اُس کی مژہ سیاہی میں کرگس کے سینہ کے مانند تھی۔ اُس نے کہا السّلام علیک یا رسُول اللّٰہ السّلام علیک یا احمد السّلام علیک یا محمد (صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم) میں نے پوچھا تو کون ہے خدا تجھ پر رحمت کرے۔ اُس نے کہا میں راضیہ مرضیہ ہوں۔ خدائے جبار نے مجھے تین طرح خلق کیا ہے۔ میرے جسم کے نیچے کا حصّہ مُشک کا ہے اور بلند حصّہ کافُور کا ہے اور درمیانی حصّہ عنبر کا ہے۔ مجھے آبِ حیات سے خمیر کیا ہے پھر خداوندِ جبّار نے فرمایا ہو جا۔ میں ہو گئی۔ میں آپ کے پسرِ عم اور آپ کے وصی و وزیر علی بن ابی طالبؑ کے لیے پیدا ہوئی ہوں اور کتاب اختصاص میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ بہشت میں میری رحمت کے ساتھ داخل ہو گے اور جہنّم سے میرے عفو و بخشش کے سبب سے نجات پاؤ گے لہٰذا بہشت کو اپنے اور اپنے اعمال کے درمیان تقسیم کرو۔ میں اپنے عزّت و جلال کی قسم کھاتا ہوں کہ تم کو ہمیشگی کے گھر اور دارِ کرامت میں داخل کرونگا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب بہشت میں داخل ہو گے تو حضرت آدمؑ کے قد کی لمبائی کے برابر ہو کر داخل ہو گے یعنی ننّا نوے ہاتھ اور حضرت عیسیٰؑ کی جوانی کی سی تمھاری جوانی یعنی تینتیس ۳۳ سال ہو گی اور محمدؐ کی زبان یعنی عربی اور حضرت یوسفؑ کے ایسا حسن و جمال ہوگا۔ تمھاری شکلوں سے نور ساطع ہوگا اور کینہ و حسد سے حضرتِ ایوبؑ کے دل کے مانند تمھارے سینے پاک ہوں گے۔ صلوات اللّٰہ علیہم اجمعین۔ نیز انھی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ بہشتیں چار ہیں کیونکہ خدائے کریم و منّان نے فرمایا ہے۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان یعنی اُس شخص کے لیے جو روزِ قیامت خُدا کے محاسبہ سے اور بندوں کو بدلا دینے سے ڈرتا ہے اُس کے لیے دو بہشتیں ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ شخص مراد ہے جس کو دُنیا کی خواہشوں میں سے کوئی خواہش پیدا ہوتی ہے

وہاں پہنچنا اور اُس پر یقین کرنا نصیب کرے۔

سولھویں فصل

جہنم کے بعض خصوصیات اور وہاں کے عقوبات، عذاب و اذیتیں اور تکلیفوں کا بیان خدا ہم کو اور تمام مومنین کو اُس روز شفاعت کرنے والے محمدؐ و آلِ محمدؐ علیہم السلام کے صدقہ میں اُن سب سے اپنی پناہ میں رکھے۔

خداوندعالم فرماتا ہے ڈرو اور پرہیز کرو اُس آگ سے جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اکثر مفسروں نے کہا کہ پتھر سے مُراد سنگِ کبریت ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ بُت مراد ہیں جن کو اُن کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ جہنم میں لے جائیں گے۔ اور جہنم میں کُفّار کے ہمیشہ معذب ہونے کے بارے میں آیتیں بہت ہیں اور فرمایا ہے کہ یقیناً وُہ کفار ہیں اور وُہ حالت کفر میں مرتے ہیں۔ اُن پر خدا، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اُن کے عذاب میں تخفیف نہ کی جائے گی اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی اور فرمایا ہے کہ تم میں سے جو اپنے دین سے مُرتد ہو جائے گا اور کافر ہوگا تو اُن کے اعمال دُنیا و آخرت میں ضبط ہو جائیں گے اور وہ آگ میں جلنے والے لوگ ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور فرمایا ہے کہ جو لوگ یتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں وہ مال نہیں بلکہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے اور حضرت امام باقرؑ سے منقول ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ روزِ قیامت ایک گروہ اپنی قبروں سے اس طرح اٹھے گا کہ اُن کے دہنوں سے آگ مشتعل ہوگی۔ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ وہ کون لوگ ہیں تو حضرتؐ نے یہ آیت پڑھی یعنی یتیموں کا مال کھانے والے۔ خدا نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے گا تو اُس کی جزا جہنم ہے وہ اُس میں ہمیشہ رہیگا اور فرمایا ہے کہ منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے مفسروں نے کہا ہے کہ جہنم کے طبقے اور درجے ہیں جس طرح کہ بہشت کے درجے ہیں اور منافق جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ہوگا اور فرمایا ہے کہ جو لوگ کافر ہو گئے ہیں اگر وُہ اُن تمام چیزوں کے اور مثل اُنہی کے اتنی ہی چیزوں کے مالک ہوں اور وہ اپنے فدیہ میں دے دیں تاکہ روزِ قیامت کے عذاب سے نجات پائیں تو اُن سے وہ سب کچھ فدیہ میں قبول نہ کیا جائے گا اور اُن کے لیے عذاب دردناک ہوگا۔ وُہ چاہیں گے کہ اُس آگ سے باہر نکلیں تو نہ جا سکیں گے اور اُن کے واسطے ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب ہے اور فرمایا ہے کہ اُن کے لیے ان کے کفر کے سبب اُبلتا ہوا پانی پینے کے لیے اور دردناک عذاب ہوگا اور فرمایا ہے کہ بیشک میں نے بہت سے جن و انس کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور فرمایا ہے کہ کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ چاندی اور سونے کے خزانے جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے لہٰذا اُن کو المناک عذاب کی خوشخبری دے دو۔

جس روز کہ اس خزانہ کو جہنم کی آگ میں سُرخ کریں گے پھر اُن سے اُن کی پیشانیوں کو اور اُن کے پہلوؤں کو اور پیٹھوں کو داغ کریں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ خزانہ جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا لہٰذا اس کا مزہ چکھو اور فرمایا ہے کہ خدا نے منافق مردوں اور منافقہ عورتوں اور کافروں سے جہنم کا وعدہ کیا ہے وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کے لیے وہی کافی ہے اور خدا نے اُن پر لعنت کی ہے اور اُن کے لیے قائم رہنے والا عذاب ہے اور فرمایا ہے کہ اُن سے کہو جنھوں نے ظلم کیا ہے کہ دائمی عذاب کا مزہ چکھو کیا اُس کے علاوہ تم کو بدلا دیا جائے گا جو تم نے کمایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ مخذول و ناامید ہے ہر جبر و دشمنی کرنے والا اُس کے پیچھے ذلیل کرنے والا جہنم ہے اور اُس میں کھولا ہوا آبِ صدید (یعنی خون و پیپ ملا ہوا) پانی گھونٹ گھونٹ جبر کے ساتھ پئیں گے۔ جو حلق کے نیچے نہ اُتر سکے گا۔ وہاں ہر جگہ ہر سمت سے موت کا سامان اُن کی طرف آئے گا اور وہ مریں گے نہیں کہ ان تکلیفوں سے نجات پائیں۔ پھر ان کے پیچھے اس سے بدتر شدید عذاب ہے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ صدید خون اور وہ غلاظت ہے۔ جو زناکار عورتوں کی شرم گاہ سے جہنم میں جاری ہوگا۔ جس کا رنگ پانی کا سا اور مزہ صدید کا ہوگا۔ اور جنابِ رسولِ خداؐ اور حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ جب وہ آدمی کے نزدیک لایا جائے گا۔ تو وہ کراہت کرے گا۔ جب اُس کے مُنہ کے قریب لایا جائے گا تو اس کا مُنہ بھُن جائے گا اور اس کے سر اور چہرہ کی کھال اُس میں گر پڑے گی اور جب وہ پئے گا۔ اُس کی تمام انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ یہاں تک کہ وہ اُس کے پاخانے کے راستے سے باہر نکل جائیں گی۔ اور حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ایک دریا کے مانند خون و مواد اُن سے باہر نکلے گا اور وہ اس قدر روئیں گے کہ اُن کے چہرہ پر نہروں اور چشموں کے مانند نشان پیدا ہو جائے گا۔ پھر آنسو برطرف ہو جائے گا اور خون جاری ہوگا پھر اس قدر روئیں گے کہ اُن کے آنسوؤں میں کشتیاں جاری کی جا سکیں گی۔ اور فرمایا ہے کہ جہنم ان کی وعدہ گاہ ہے۔ اُس کے سات دروازے ہیں اور ہر ایک دروازے کے لیے اُن کا ایک جزو تقسیم ہوا ہے۔ اور حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں یعنی سات طبقے ایک کے اوپر ایک اور حضرتؑ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے کے اوپر رکھا اور فرمایا اس طرح! پھر فرمایا کہ بہشتوں کو چوڑائی میں رکھا ہے اور دوزخ میں بعض کے اوپر بعض طبقہ آگ ہے اور ان سب کے نیچے جہنم ہے۔ اُس کے اوپر لظیٰ (ایک طبقہ جہنم کا نام) اُس کے اوپر حطمہ (جہنم کا ایک طبقہ) اُس کے اوپر جحیم، اُس کے اوپر سعیر اور اُس کے اوپر ہاویہ۔ (یہ سب طبقات جہنم ہیں) اور بعض نے کہا ہے کہ سب کے نیچے ہاویہ ہے اور ان سب کے اوپر جہنم ہے اور ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ پہلا طبقہ جہنم دوسرا سعیر تیسرا سقر

چوتھا جحیم، پانچواں لظیٰ، چھٹا حطمہ اور ساتواں ہاویہ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ آگ کے سات دروازے ہیں اور طبقے ہیں بعض کے اوپر بعض۔ جو دروازہ ہے اُس کے اوپر ہے اہل توحید کی جگہ ہے جس میں وہ اپنے اعمال دنیا کے مطابق معذب ہوں گے۔ پھر اُن کو نکال لیا جائے گا۔ دوسرا یہودیوں کا طبقہ ہے۔ تیسرا نصاریٰ کا۔ چوتھا صابئیہ (ستارہ پرستوں) کا۔ پانچواں مجوسیوں کا (جو سورج اور آگ کی پرستش کرتے ہیں) چھٹا طبقہ مشرکین عرب کا اور ساتواں طبقہ جو سب سے نیچے ہے وہ منافقین کا ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ کافر ہو گئے اور انھوں نے لوگوں کو راہِ خدا سے روکا ہم نے اُن کا عذاب بالائے عذاب مقرر کیا ہے اس سبب سے کہ وہ فساد پھیلاتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ سانپ اور بچھو اُن آگوں پر زیادہ کر دیئے جائیں گے۔ اُن کے ڈنک کھجور کے بلند درخت کے مانند ہوں گے۔ اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جہنم میں پگھلے ہوئے تانبے کی چند نہریں ہیں جن سے اُن پر عذاب کیا جائے گا۔ بعضوں نے کہا کہ اُن پر مزید عذاب سانپوں، ہاتھیوں، اونٹوں، بچھوؤں کا جو کالے ٹٹوؤں کے مانند ہوں گے کیا جائے گا۔ اور فرمایا ہے کہ تیرے پروردگار کی قسم ہم ان کو اور شیاطین کو جمع کریں گے پھر ان کو دو زانو جہنم کے گرد لے جائیں گے۔ پھر ہر گروہ کو ایک دوسرے سے علیحدہ کریں گے جو خداوند رحمان پر افترا زیادہ کرتے تھے لہٰذا ہم جانتے ہیں کہ جہنم میں اُن کا جلنا زیادہ سزاوار ہے۔ اور تم میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہے جو جہنم پر وارد نہ ہو۔ اور یہ تمھارے پروردگار پر واجب و لازم ہے۔ پھر ہم اُن کو نجات دیں گے جو پرہیزگار رہے ہیں۔ پھر ظالموں کو دو زانو جہنم کے اندر ڈالیں گے۔ اور مفسروں نے اُن کے جہنم پر وارد ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان کا جہنم پر وُرود جہنم کے پاس آنے سے مراد ہے۔ جہنم میں داخل ہونا مراد نہیں ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ پھر ہم اُن کو جہنم کے گرد دو زانو حاضر کریں گے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد جہنم میں داخل ہونا ہے اور تمام خلق جہنم میں داخل ہوگی۔ لیکن اُس کی آگ مومنوں پر سرد و سلامتی کا باعث ہوگی جیسا کہ جناب ابراہیمؑ پر ہوئی اور کافروں پر عذاب لازم ہے۔ اس مضمون کی ابن عباس اور جابر سے روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جب جہنم کا مشتعل ہونا کم ہو جائے گا تو ہم اُس کو اور بھڑکا دیں گے اور فرمایا ہے کہ ہم نے ظالموں کے لیے وہ آگ تیار کی ہے جن کے شعلے ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے سرادق آگ کی ایک دیوار ہے جو اُن کو گھیرے ہوئے ہے یا دھواں اور اُس کی لپٹ ہے جو جہنم میں داخل ہونے سے پہلے اُن کو لپٹ جائے گی۔ یا کہ یہ ہے آگ کے گھیرنے سے یعنی آگ اُن کی ہر جانب سے اُن کو لگ جائے گی اور پیاس کی شدت سے فریاد کریں گے تو آگ کی حرارت اُن کی فریاد کو پہنچے گی اُس آگ سے

جو پگھلتے ہوئے تانبے کی ہوگی یا زیتون کے دھوئیں کی طرح جس میں چرک (مواد) اور خون ہوگا جن سے اُن کے چہرے جھلس جائیں گے اور مہل (پگھلا ہوا تانبا) ہوگا۔ اور یہ اُن کے لیے کیا بُری شراب ہے اور جہنّم اُن کا کیا بُرا ٹھکانا ہے اور فرمایا ہے کہ جو لوگ کافر ہوگئے اُن کے لیے آگ کے کپڑے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ اُن کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا لال کیا ہوا لباس مثل آگ کے تیار کیا ہوا ہے۔ اور کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں پر ڈالیں گے جس سے جو کچھ اُن کے پیٹ میں آنتیں وغیرہ ہیں اور اُن کی کھالیں پگھل جائیں گی اور ان کے لیے لوہے کے گُرز ہوں گے۔ اور اُن سے کہا جائے گا کہ جلانے والی آگ کا مزہ چکھو۔ جنابِ رسولِ خداؐ سے روایت ہے کہ اُن کو گُرز سے ماریں گے کہ اُن میں سے ایک گُرز زمین پر لایا جائے اور تمام جن و انس اُس کو زمین سے اُٹھانا چاہیں تو نہیں اُٹھا سکتے۔ نیز روایت کی ہے کہ آگ اپنے شعلوں سے اُن کو اوپر پھینکے گی۔ جب وہاں سے نیچے جہنّم میں گریں گے تو گُرز اُن کے سر پر ماریں گے جس سے وہ ستّر سال کی راہ تک نیچے دھنستے جائیں گے اور ایک لمحہ اُن کو قرار نہ ملے گا۔ اور دوسری روایت میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ یہ آیتیں بنی اُمیّہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں کہ آگ اُن کو ڈھانک لے گی جس طرح آدمی کے جسم کو لباس چھپا لیتا ہے۔ پھر ان کے نیچے کا ہونٹ اس قدر لٹکے گا کہ ناف تک پہنچ جائے گا اور اُن کے اوپر کا ہونٹ اُن کے سر کے درمیان پہنچ جائے گا۔ جب وہ چاہیں گے کہ باہر آئیں تو اُن کے سروں پر لوہے کے گُرز مارے جائیں گے کہ جہنّم کے غاروں میں پلٹ جائیں گے اور فرمایا کہ جن کے نامۂ اعمال ہلکے ہوں گے تو انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور وہ جہنّم میں ہمیشہ رہیں گے اور آگ کے شعلے اُن کے چہرے جھلس دیں گے اور اُن کے چہروں کو خراب کر دیں گے، اور کہا ہے کہ اُن کے لب بھنے ہوئے کلّے کے مانند ہوں گے۔ نیچے اور اوپر کھنچے ہوئے اور اُن کے دانت کھل جائیں گے۔ اُن سے کہا جائے گا کہ کیا ہماری آیتیں تم کو نہیں سُنائی گئی تھیں۔ لیکن تم تو اُن کی تکذیب کرتے تھے تو وہ کہیں گے اے پالنے والے ہم پر شقاوت غالب تھی اور ہم ایک گمراہ گروہ تھے۔ اے ہمارے پالنے والے ہم کو اس آگ سے نکال دے۔ پھر اگر ہم کفر و ضلالت اختیار کریں گے تو اپنے نفسوں پر ظلم کریں گے۔ اُس وقت حق تعالیٰ فرمائے گا دُور ہو، ہم سے بات مت کرو۔ اور فرمایا ہے کہ ہم نے اُس کے لیے جو قیامت کی تکذیب کرتا ہے روشن آگ تیار کی ہے کہ جب اُن کو دُور سے وہ آگ دیکھے گی تو وہ اُس کے غصّہ (بھڑکنے) اور اُس میں سے جہنمیوں کے نالہ و فریاد سُنیں گے اور جب اُن کو اُن کے ہاتھ گردن میں باندھ کر یا زنجیر میں بندھے ہوئے شیاطین کے ساتھ تنگ مکان میں ڈال دیئے جائیں گے تو فریاد کریں گے اور واثبوراہ واویلاہ چلائیں گے (یعنی ہائے موت ہائے افسوس) تو ملائکہ

اُن سے کہیں گے کہ تمھاری یہ آواز ایک نہیں بلکہ بے انتہا فریاد کرو لیکن کوئی تمھاری فریاد کو نہ پہنچے
گا حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جہنم کے بھڑکنے کی آواز ایک سال کی راہ کی مسافت سے
سُنائی دے گی اور کہا ہے کہ جہنم میں اُن کا مقام اس قدر تنگ ہوگا کہ سوراخ میخ دیوار میں جس
قدر تنگ ہوتا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارے پروردگار کا قول لازم ہوگیا ہے جو اُس نے فرمایا ہے
کہ میں جہنم کو جنوں اور آدمیوں سے بھر دوں گا۔ اور فرمایا ہے کہ جو لوگ کافر ہوگئے ہیں ان کے
لیے جہنم کی آگ ہے اُن کو موت نہ آئے گی کہ مریں اور عذاب سے رہا ہوں اور اُن کے عذاب
میں کچھ کمی نہ کی جائے گی اور فرمایا ہے کہ وہ نالہ و فریاد کریں گے کہ خداوندا ہم کو جہنم سے باہر نکال
دے تاکہ ہم نیک اعمال بجالائیں اُس کے خلاف جو ہم کرتے تھے، تو اُن سے کہا جائے گا کہ
کیا ہم نے تم کو عمر اس قدر نہیں دی تھی کہ نصیحت حاصل کرتے اور عاقبت کے بارے میں غور و
فکر کرتے۔ جو چاہے نصیحت حاصل کرے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ یہ سرزنش اٹھارہ سال کے
عمر تک کے لیے ہے چہ جائیکہ عمر زیادہ ہو۔ اور تمھاری طرف ڈرانے والا پیغمبر کیا نہیں آیا تھا۔
لہٰذا عذاب کا مزہ چکھو کیونکہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اور فرمایا ہے اُس کے بعد جہاں
مومنوں کے لیے بہشت کا تذکرہ کیا ہے کہ کیا یہ (بہشت اور اُس کی نعمتیں) تمھاری مہمانی کے
لیے بہتر ہیں یا درخت زقوم ہم نے اُس درخت کو ظالموں کے لیے ایک آزمائش قرار دیا ہے
جو جہنم کی تہہ سے اُگتا ہے جس کی جڑ اور شگوفے شیاطین کے سروں کے مانند ہیں۔ بیشک
اُس میں سے کفار کھائیں گے اور اُسی سے اپنے پیٹ بھریں گے اُس کے اُوپر سے جہنم کی
حمیم گرم (خون و مواد) پینے کے لیے دیں گے پھر اُن کی بازگشت اس کھانے اور پانی کے
بعد جہنم کی طرف ہوگی جو اُن کی پناہ کی جگہ ہے مفسرین نے کہا کہ زقوم آگ کا ایک درخت ہے
اُس کا پھل نہایت تلخ اور سخت اور بدبودار۔ جب ابوجہل اور کفارِ قریش نے مذاق اُڑایا
کہ آگ میں درخت کیونکر اُگ سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ظالموں کے لیے شیطانوں
کی آزمائش قرار دی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ وہ بدبودار تلخ پھل ہے۔ بعضوں نے کہا ہے
کہ سانپ کے جنس کے شیاطین ہیں اور پھل کی تشبیہہ سانپ کے سر سے دی ہے اور بعضوں
نے کہا ہے کہ اہلِ عرب میں مشہور ہے کہ قبیح اور منکر چیزوں کو سانپ کے سر سے تشبیہہ دیتے
ہیں اور روایت کی ہے کہ اہلِ جہنم پر بھوک اس قدر غالب ہوگی کہ آگ کے عذاب کو بھول جائیں
گے اور مالک خزینہ دارِ دوزخ سے فریاد کریں گے تو وہ اُن کو اس درخت کی طرف لے جائیگا
جس میں ابوجہل ہوگا۔ وہ لوگ اُس درخت کا پھل کھائیں گے۔ یہاں تک کہ اُن کے پیٹ بھر جائیں
گے پھر اُن کے شکم میں وہ جوش مارے گا جیسے دیگ میں پانی جوش مارتا ہے۔ اُس وقت وہ

پانی طلب کریں گے تو مالک اُن کے لیے حمیم لائے گا جو شدّت سے گرم ہوگا اور برسوں جہنم کے دیگ میں جوش ہوتا رہا ہوگا۔ جب وہ اُن کے نزدیک لایا جائے گا۔ تو اُن کے چہرے جھُلس جائیں گے اور اُن کے پیٹ میں پہنچے گا۔ تو جو کچھ اُن میں ہوگا آنتیں وغیرہ سب پگھلا دے گا اور فرمایا ہے کہ ان کی شراب حمیم ہے اور غساق۔ بعض نے کہا ہے کہ غساق بہت سرد پانی کہ سردی کے سبب سے اُن کو جلا ڈالے گا۔ بعض نے کہا ہے کہ جہنّم میں ایک چشمہ ہے جس میں ہر زہر والے جانور کے ڈنک کا زہر اُس میں جاری ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ پانی، خون اور مواد اُن کے بدن کا ہوگا جو اُن کے حلق میں ڈالیں گے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ عذاب ہے جس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور فرمایا ہے کہ عذاب کی دوسری قسم ہے جو ان سب کے مانند ہے۔ اور فرمایا ہے کہ وہ کہیں گے جو آگ میں ہوں گے کہ اپنے پروردگار سے کہو کہ ایک روز تو ہمارے عذاب میں کمی کر دے۔ خازنان دوزخ کہیں گے کہ کیا تمھارے پاس رسُول معجزات و دلائل اور براہین کے ساتھ نہیں آئے تھے۔ اہلِ دوزخ کہیں گے کہ ہاں آئے تھے تب وہ کہیں گے کہ جو چاہو تم دُعا اور فریاد کرو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور کافروں کی دُعا بالکل بیکار اور بے فائدہ ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے عذاب میں کمی نہ کی جائے گی۔ اور وہ آگ میں جلتے رہیں گے اور نجات سے ناامید ہو جائیں گے، اور فرمایا ہے کہ اہلِ دوزخ ندا دیں گے کہ ہم کو تمھارے پروردگار نے مار ڈالا تو مالک کہے گا کہ ہمیشہ عذاب میں رہو گے اور کبھی تم کو موت نہ آئے گی ابنِ عباس نے کہا کہ اُن کی اس بات کا جواب ہزار سال میں اُن کو ملے گا اور فرمایا ہے کہ زقوم کا درخت اُن گنہگاروں کا کھانا ہے جو ابُوجہل (کے مانند ہوگا) پگھلے ہُوئے تانبے کے مانند اُن کے پیٹوں میں جوش مارے گا۔ جیسے دیگ میں پانی جوش مارتا ہے اور جہنّم کے شعلوں سے کہا جائے گا کہ ان کو سر سے جہنّم میں کھینچ لے جاؤ اور اُس کے سر پر عذابِ حمیم ڈالو اور اُس سے کہا جائے گا کہ اس عذاب کا مزہ چکھ تو گمان کرتا تھا کہ تو اپنی قوم میں عزیز اور کریم تھا اور تجھ پر عذاب نہ ہوگا۔ اور فرمایا ہے کہ اُس سے اُس کا قرین یعنی وہ فرشتہ جو اس کے اعمال پر موکل ہے کہے گا کہ یہ ہے تیرا نامۂ اعمال میرے پاس جو کچھ تو نے کئے ہیں اور موجود ہے القیا فی جهنّم کل کفّار عنید۔ احادیث عامہ وخاصہ میں وارد ہوا ہے کہ القیا صیغہ تثنیہ کے ساتھ رسُولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور امیرالمومنین علیہ السّلام سے خطاب ہے کہ ہر بہت کفر کرنے والے اور دشمنی رکھنے والے کو جہنّم میں ڈال دو۔ یعنی اپنے دُشمنوں کو جہنّم میں داخل کرو اور اپنے دوستوں کو بہشت میں اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو فرشتوں سے خطاب ہے جو کافروں پر موکّل ہیں اور مجرمین وکافرین اپنے چہروں سے پہچان لیے جائیں گے تو وہ فرشتے اُن کے پیروں میں زنجیر ڈال کر

عذاب کی کیفیت اور تفصیل

باہر آؤ تو وہ آگ کے اندر سے پروانوں کے مانند اور اُن جانوروں کی طرح جو آگ کے گرد جمع ہوتے ہیں باہر نکلیں گے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اس کے بعد پھر کھمبے دروازہ پر کھینچ دیں گے اور دروازوں کو بند کردیں گے۔ خدا کی قسم جو اس میں باقی رہ جائیں گے اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور علی بن ابراہیم نے مثل صحیح سند کے ابُوبصیر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ یا بن رسُول اللہؐ مجھے ڈرایئے کہ میرا دل سخت ہوگیا ہے۔ فرمایا کہ (آخرت کی) دراز زندگی کے لیے تیار رہو۔ بیشک رسُولِ خداؐ کے پاس جبرئیلؑ آئے اُن کا چہرہ متغیر تھا۔ پہلے جب آتے تھے تو مُسکراتے ہوئے آتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو عرض کی آج آتشِ جہنّم کو جن آلات سے پھُونکتے تھے وہ پھونکنے والوں نے ہاتھ سے رکھا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا آتشِ جہنّم کا پھُونکنا کیسا؟ عرض کی یارسُول اللہؐ خدا نے حکم دیا تو ہزار سال تک آتشِ جہنّم کو پھُونکتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی۔ اُس کے بعد دُوسرے ہزار سال تک پھُونکا جاتا رہا تو سُرخ ہوگئی۔ پھر تیسرے ہزار سال تک پھُونکی گئی تو وہ سیاہ ہوگئی اور اب سیاہ اور تاریک ہے۔ اگر ضریع کا ایک قطرہ جو اہلِ جہنّم کے پسینہ اور زناکاروں کی شرمگاہوں کا مواد ہے اور جہنّم کے دیگوں میں جوش دیا ہوا ہے اور جس کو پانی کے بدلے اہلِ جہنّم کو پلاتے ہیں۔ دُنیا والوں کے پانی میں ٹپکا دیا جائے تو اُس کی گندگی اور بدبُو سے تمام اہلِ دنیا مر جائیں اور اگر ایک حلقہ اُس زنجیر کا جو ستّر ہاتھ کی ہے اور جس کو اہلِ جہنّم کی گردنوں میں لپیٹتے ہیں۔ اگر اہلِ دُنیا پر ڈال دیں تو اُس کی گرمی سے ساری دُنیا پگھل جائے اور اگر ایک اہلِ جہنّم کے پیراہن کو زمین و آسمان کے درمیان لٹکا دیں تو اہلِ دُنیا اُس کی بدبُو سے ہلاک ہوجائیں جب جبرئیلؑ نے یہ باتیں بیان کیں تو جنابِ رسُولِ خداؐ اور جبرئیلؑ دونوں روئے، اُس وقت حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو بھیجا کہ تمہارا پروردگار تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم کو میں نے اس سے محفُوظ کیا کہ کوئی گناہ کرو جس سے میرے عذاب کے مُستحق ہو۔ اُس کے بعد جب حضرت جبرئیلؑ آنحضرتؐ کی خدمت میں آتے تھے تو مُسکراتے ہوئے آتے تھے۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ اُس روز (یعنی روزِ قیامت) دوزخی جہنّم کی عظمت اور خدا کے عذاب کو جانیں گے اور اہلِ بہشت، بہشت کی عظمت اور اس کی نعمتوں کو جانیں گے اور جب اہلِ جہنّم جہنّم میں داخل ہوں گے۔ ستّر سال تک کوشش کریں گے کہ اپنے تئیں جہنّم کے اوپر پہنچائیں۔ جب جہنّم کے کنارے پر پہنچیں گے تو فرشتے آہنی گُرز اُن کے کلّوں پر ماریں گے کہ وہ پھر قعرِ جہنّم میں واپس پہنچ جائیں گے۔ پھر اُن کے پوست کو بدل دیں گے اور نیا پوست اُن کے بدن پر پیدا کر دیا جائیگا تاکہ عذاب کا زیادہ اثر ہو۔ حضرتؑ نے ابوبصیر سے کہا کہ کیا جس قدر میں نے تم سے بیان کیا تمہار

لیے کافی ہے؟ عرض کی ہاں یا حضرتؑ! میرے لیے کافی ہے اور بسند معتبر عمر بن ثابت سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل جہنم آگ میں عذاب الٰہی کی اذیت و شدت سے جو اُن کو پہنچے گی کتّوں اور بھیڑیوں کے مانند چلائیں گے۔ اے عمر تم کیا سمجھتے ہو جن کو موت نہ آئے گی عذاب سے نجات پائیں گے؟ عذاب میں ہرگز کمی نہ ہوگی اور آگ میں بھوکے اور پیاسے اور بہرے، گونگے اور اندھے ہوں گے اور اُن کے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے اور محروم و نادم و پشیمان ہوں گے اور اپنے پروردگار کے غضب میں گرفتار ہونگے۔ اُن پر رحم نہ کیا جائے گا۔ اُن کے عذاب میں کمی نہ کی جائے گی۔ آگ اُن پر بھڑکائی جاتی رہے گی اور جہنم کا کھولتا ہوا پانی بجائے پانی کے پییں گے۔ اور بجائے کھانے کے زقوم جہنم کھائیں گے اور آگ کے آنکڑوں سے اُن کے بدن پھاڑے جائیں گے آہنی گرز اُن کے سر پر ماریں گے۔ نہایت سخت مزاج اور بے حد شدید طبیعت فرشتے ان کو شکنجہ میں کسیں گے اور اُن پر رحم نہ کریں گے اور اُن کو آگ میں شیطانوں کے ساتھ کھینچیں گے اور زنجیر و طوق کی بندشوں میں ان کو مُقید رکھیں گے۔ اگر وہ دُعا کریں گے تو اُن کی دُعا مستجاب نہ ہوگی۔ اگر کوئی حاجت پیش کریں گے تو پوری نہ کی جائے گی۔ یہ ہے اُس گروہ کا حال جو جہنم میں جائیں گے۔

حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔ ایک دروازے سے فرعون، ہامان اور قارون جن سے فلاں فلاں اور فلاں کی طرف اشارہ ہے جائیں گے ایک دروازہ سے بنی اُمیہ داخل ہوں گے جو اُن کے لیے مخصوص ہے کوئی اس دروازہ سے اُن کے ساتھ نہ جائے گا۔ ایک دوسرا دروازہ باب لظیٰ ہے اور ایک دوسرا باب سقر ہے اور ایک دوسرا باب ہاویہ ہے کہ جو شخص اس میں سے داخل ہوگا۔ وہ ستّر سال تک نیچے چلا جاتا رہے گا اور ہمیشہ اُن کا حال جہنم میں ایسا ہی ہے اور ایک دروازہ وہ ہے کہ جس سے ہمارے دُشمن اور وُہ جس نے ہم سے جنگ کی ہوگی اور جس نے ہماری مدد نہ کی ہوگی داخل ہوں گے اور یہ دروازہ سب سے بڑا ہے اور اُس کی گرمی اور شدت سب سے زیادہ ہے۔

بسند معتبر منقول ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام سے لوگوں نے فلق کے بارے میں دریافت کیا حضرتؑ نے فرمایا جہنم میں وُہ ایک درّہ ہے جس میں ہزار مکانات ہیں اور ہر مکان میں ستّر ہزار کمرے ہیں اور ہر کمرے میں ستّر ہزار کالے سانپ ہیں اور ہر سانپ میں زہر کے ستّر مٹکے ہیں اور ہر اہل جہنم کو اسی درّہ سے گذرنا ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ یہ تمھاری آگ جو دنیا میں ہے جہنم کی آگ کے ستّر جزو میں سے ایک جزو ہے جس کو ستّر مرتبہ پانی سے بُجھایا ہے اور پھر جلی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو تم میں سے کوئی اس کے قریب جانے کی طاقت نہ رکھتا یقیناً جہنم کو روزِ قیامت

غساق کی تشریح

صحرائے محشر میں لائیں گے تاکہ صراط اُس پر قائم کریں تو وہ ایک ایسی چنگھاڑ کرے گی جس کے خوف سے تمام مقرب فرشتے اور انبیاء و مرسلین چیخ پڑیں گے۔ اور دوسری حدیث میں منقول ہے کہ غسّاق جہنم میں ایک وادی ہے جس میں تین سو تینتیس ۳۳۳ قصر ہیں اور ہر قصر میں تین سو مکانات ہیں اور ہر مکان میں چالیس گوشے ہیں اور ہر گوشے میں ایک سانپ ہے۔ اور ہر سانپ کے پیٹ میں تین سو تینتیس ۳۳۳ بچھو ہیں اور ہر بچھو کے ڈنک میں تین سو تینتیس ۳۳۳ زہر کے گھڑے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بچھو تمام اہلِ جہنم پر اپنا زہر ڈال دے تو اُن سب کے ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے اور دوسری حدیث میں منقول ہے کہ جہنم کے سات طبقے ہیں۔ (۱) جحیم ہے اُس طبقے کے لوگوں کو جلتے ہوئے پتھر پر کھڑا کریں گے جن کے دماغ دیگ کے مانند جوش کھائیں گے (۲) لظی ہے جس کی تاثیر میں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشرکوں کے ہاتھ پاؤں یا اُن کے سر اور کھال کو بہت کھینچنے والی ہے اور اپنی جانب اُس کو کھینچتی ہے جس نے حق کی جانب پشت کی تھی اور معبود مطلق سے رُخ پھرایا اور دُنیا کے مال جمع کیے تھے اور محفوظ رکھا تھا اور اُس میں سے حقوقِ الٰہی ادا نہیں کیے تھے (۳) سقر ہے جس کی تعریف میں فرماتا ہے کہ سقر وہ آگ ہے جو کھال، گوشت، رگوں اور ہڈیوں کو نہیں چھوڑتی بلکہ سب کو جلا دیتی ہے اور خدا ان تمام چیزوں کو پھر پیدا کر دیتا ہے اور آگ باز نہیں آتی اور پھر جلاتی ہے۔ وہ آگ کافروں کے چمڑوں کو بہت سیاہ کرنے والی ہے تاکہ اُن پر ظاہر و نمایاں کرے اور اُس پر اُنیس ۱۹ فرشتے موکل ہیں یا اُنیس قسم کے فرشتے (۴) حطمہ ہے جس سے شرارے مثل بڑی عمارت کے نکلتے ہیں گویا وہ زرد اونٹ ہیں جو ہوا پر چلتے ہیں اور جس کو اُس میں ڈالتے ہیں اُس کو ٹکڑے کر ڈالتا ہے اور سرمہ کے مانند پیس دیتا ہے۔ لیکن رُوح اس کے بدن سے نہیں نکلتی اور جب وہ سُرمہ کے مانند سفوف ہو جاتے ہیں تو پھر خداوندِ عالم ان کو اصلی حالت پر واپس کر دیتا ہے (۵) ہاویہ ہے جس میں ایک گروہ کے لوگ ہیں جو چلائیں گے کہ اے مالک ہماری فریاد کو پہنچ۔ جب مالک اُن کے پاس جائے گا تو آگ کے ایک برتن میں چرک خون اور وہ پسینہ بھرا ہوا ہوگا جو اُن کے بدنوں سے نکلا ہوگا اور پگھلے ہوئے تانبے کے مانند ہوگا۔ وہ اُن کو پلائے گا جب اُن کے دہنوں کے نزدیک لایا جائے گا، اُن کے چہرے کی کھال اور گوشت اُس کی حرارت کی شدت سے اُس میں گر جائے گا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اُن کے لیے وہ آگ تیار کی ہے جن کی قناتیں اُن کو گھیر لیں گے۔ اگر وہ پیاس سے فریاد کریں گے تو اُن کو وہ پانی دیں گے جو پگھلے ہوئے تانبے کے مانند ہوگا۔ جب اُن کے مُنہ کے قریب آئے گا تو اُن کے منہ کو بھون ڈالے گا۔ وہ ان کے لیے پینے کی بُری چیز ہے اور آگ اُن کا بُرا ٹھکانا ہے اور جس کو ہاویہ میں ڈالیں گے وُہ ستّر سال تک اُس میں نیچے چلا جاتا رہے گا اور جب اُس کی کھال

جہنم کے سات طبقوں کی تشریح

جل جائے گی تو خداوندِ عالم اُس کے بدلے دوسری کھال اُس کے بدن پر پیدا کر دے گا (۶) سعیر ہے اُس میں آگ کے تین سو قصر ہیں اور ہر قصر میں تین سو قصر آگ کے ہیں ۔ پھر ہر قصر میں تین سو مکان آگ کے ہیں اور ہر مکان میں تین سو قسم کے عذاب مقرّر ہیں ۔ اُس میں آگ کے سانپ بچھّو ہیں اور آنکڑے اور زنجیریں اُس طبقہ والوں کے لیے تیار کی ہوئی ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کافروں کے لیے طوق اور زنجیریں آگ کی تیار کی ہوئی ہیں (۷) جہنّم ہے جس میں فلق ہے اور وہ جہنّم میں ایک کنواں ہے ۔ جب اُس کے دروازہ کو کھول دیتے ہیں جہنّم بھڑکنے لگتی ہے اور یہ طبقہ سب سے بدتر طبقہ ہے اور صعود ا جہنّم کے درمیان تانبے کا ایک پہاڑ ہے ۔ اثا ماً پگھلے ہوئے تانبے کی ایک بڑی نہر ہے جو اُس پہاڑ کے گرد جاری ہے اور یہ مقام اُس طبقہ والوں کے لیے بدترین مُقام ہے ۔

حضرت امام مُوسیٰ کاظم علیہ السّلام سے منقُول ہے کہ جہنّم میں ایک وادی ہے جس کو سقر کہتے ہیں کہ جس روز سے خدا نے اس کو خلق فرمایا ہے اُس نے سانس نہیں کھینچی ہے ۔ اگر خدا اُس کو اجازت دے کہ ایک سُوئی کے سُوراخ کے برابر سانس کھینچے تو یقیناً زمین پر جو کچھ ہے سب کو جلا دے اور خدا کی قسم اہلِ جہنّم اُس وادی کی حرارت گندگی اور کثافت سے اور جو کچھ خدا نے اس کے لوگوں کے لیے اپنے عذاب سے تیار کیا ہے پناہ مانگتے ہیں اور اُس وادی میں ایک پہاڑ ہے کہ اُس کی گرمی، تعفّن اور کثافت سے جو خدا نے اس کے اہل کے لیے مُہیّا کیے ہیں ۔ اُس وادی کے تمام لوگ خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور اُس کوہ میں ایک درّہ ہے جس کی گرمی کثافت اور عذاب سے اُس پہاڑ والے پناہ مانگتے ہیں ۔ اِس درّہ میں ایک کنواں ہے کہ اُس کی گرمی، تعفّن، اور کثافت اور عذابِ شدید سے اُس درّہ والے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور اُس کنوئیں میں ایک سانپ ہے کہ اُس کنوئیں والے اُس کی خباثت بدبُو اور کثافت وغیرہ سے پناہ مانگتے ہیں ۔ اور اُس سانپ کے شکم میں سات صندوق ہیں جو گزشتہ اُمتّوں میں سے پانچ اشخاص کی جگہ ہے اور اس اُمّت کے دو اشخاص کی جگہ ۔ ان پانچ اشخاص میں قابیلؑ ہے جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا ۔ دُوسرا نمرُود ہے جس نے جنابِ ابراہیمؑ سے نزاع کی اور کہا کہ میں بھی مارتا ہوں اور جلاتا ہُوں ۔ تیسرا فرعون ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا ۔ چوتھا یہودا ہے جس نے یہودیوں کو گمراہ کیا ۔ پانچواں مجوس ہے جس نے نصاریٰ کو گمراہ کیا اور اس اُمّت کے دو اشخاص ہیں جو خدا پر ایمان نہیں لائے یعنی اوّل و دوم ۔ اور حضرت امیر المومنینؑ سے منقُول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ گنہگاروں کے لیے جہنّم کے اندر چند نقب تیّار کی گئی ہیں ۔ اور اُن کے پیروں میں زنجیر پڑی ہے اور اُن کے ہاتھ گردن میں طوق (کی طرح بندھے) ہیں اور اُن کے جسموں پر پگھلے ہوئے تانبے کے کُرتے پہنائے ہیں اور اُن کے

اُوپر سے آگ کے جُبّے اُن کے لیے قطع کیے ہیں اور اُن پر باندھے ہیں اور عذاب میں گرفتار ہیں جس کی گرمی جلد کو پہنچی ہے اور جہنّم کے دروازے اُن کے لیے بند کر دیے گئے کبھی اُن کے دروازوں کو نہ کھولیں گے اور نہ کبھی ہوا اُن کے لیے اندر پہنچے گی اور ہرگز اُن کی تکلیف برطرف نہ ہوگی اور اُن کے عذاب میں ہمیشہ شدّت ہوتی رہے گی اور ہمیشہ عذاب تازہ بتازہ اُن پر ہوتا رہے گا نہ اُن کا مقام فانی ہے اور نہ عمر ختم ہوگی۔ مالک سے فریاد کریں گے کہ خدا سے دُعا کرو کہ ہم کو مار ڈالے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رہو گے۔

بسند معتبر حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جہنّم میں ایک کنواں ہے کہ جس سے اہلِ جہنّم فریاد کریں گے اور وہ ہر مغرور اور متکبر جبّار اور عداوت رکھنے والے کی جگہ ہے اور سرکش شیطان اور ہر اہلِ غرور کی جگہ ہے جو روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتا اور جو شخص محمدؐ و آلِ محمدؑ سے عداوت رکھتا ہے اور فرمایا ہے کہ جہنّم میں جس شخص کا عذاب سب سے کم ہوگا وہ ہے جو آگ کے دو دریاؤں کے درمیان ہوگا۔ اُس کے پیروں میں آگ کے دو جوتے ہوں گے اور اُس کے جوتے کے بند آگ کے ہوں گے جس کی حرارت کی شدّت سے اُس کے دماغ کا مغز دیگ کے مانند جوش کھائے گا اور وُہ گمان کرے گا کہ اُس کا عذاب تمام اہلِ جہنّم سے زیادہ سخت ہے حالانکہ اُس کا عذاب سب سے ہلکا ہے۔ اور دُوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ فلق ایک کنواں ہے جہنّم میں کہ اہلِ جہنّم اُس کی شدّتِ حرارت سے خدا سے پناہ طلب کرتے ہیں کہ وہ سانس لے اور جب وہ سانس لیتا ہے جہنّم کو جلا دیتا ہے اور اُس میں آگ کا ایک صندوق ہے کہ اُس کنوئیں والے اُس صندوق کی گرمی اور حرارت سے پناہ مانگتے ہیں اور اُس صندوق میں اگلے چھ آدمیوں کی جگہ ہے اور اِس اُمّت کے چھ اشخاص ہوں گے۔ پہلے والوں میں سے چھ اشخاص میں پہلا شخص پسرِ آدمؑ (قابیل) ہے جس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا۔ دوسرا نمرود ہے جس نے جناب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تیسرا فرعون۔ چوتھا سامری جس نے اپنا دین گوسالہ پرستی کو قرار دیا اور پانچواں وہ شخص جس نے یہودیوں کو اُن کے پیغمبر کے بعد گمراہ کیا۔ اور اِس اُمّت کے چھ اشخاص جن میں تینوں خلفائے جور، مُعاویہ، سرگروہ خوارج نہرواں اور ابنِ ملجمؒ[1] ہے۔ اور جنابِ رسُولِ خداؐ سے منقول ہے آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس مسجد میں ہزار اشخاص یا زیادہ ہوں اور اہلِ جہنّم میں ایک شخص سانس لے اور اُس کا اثر اُن تک پہنچے تو مسجد اور جو اُس میں ہے سب کو یقیناً جلا دے اور فرمایا کہ جہنّم میں ایسے سانپ ہیں جو موٹائی میں اُونٹوں کی گردن کی طرح ہیں کہ اُن میں ایک اگر کسی کو ڈس لے تو چالیس قرن یا چالیس سال اُسی کی تکلیف میں رہے گا اور اُس صندوق میں

---

[1] چھٹے شخص کا تذکرہ اصل کتاب میں نہیں ہے شاید ہامان ہوگا واللہ اعلم کاتب یا خود مؤلف سے سہو ہوا ہو۔ مترجم

بچھو ہیں مثل ٹٹوؤں کے اُن کے ڈنک مارتے کا اثر اور الم اتنی ہی مدّت تک رہے گا۔ اور عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ جہنّم کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر ستّر ہزار پہاڑ ہیں اور ہر پہاڑ میں ستّر ہزار درّے ہیں اور ہر درّہ میں ستّر ہزار وادی ہیں اور ہر وادی میں ستّر ہزار شگاف ہیں اور ہر شگاف میں ستّر ہزار مکانات ہیں اور ہر مکان میں ستّر ہزار سانپ ہیں جو لمبائی میں تین روز کی راہ کی مسافت کے برابر ہیں اور ان کے پھن کھجور کے لانبے درخت کے برابر ہیں جب وہ اولادِ آدمؑ کے نزدیک آتے اور کاٹتے ہیں تو آنکھوں کی پلکیں، اُس کے ہونٹ اور تمام گوشت و پوست ہڈیوں سے کھینچ لیتے ہیں۔ جب اُن سانپوں میں کوئی کسی کو ڈستا ہے تو جہنّم کی نہروں میں سے دو نہروں میں وہ گرتا ہے اور چالیس سال یا چالیس قرن تک اُس میں نیچے جاتا رہتا ہے۔ اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جب اہلِ بہشت داخلِ بہشت ہوں گے اور اہلِ جہنّم جہنّم میں چلے جائیں گے۔ منادی خدا کی جانب سے ندا کرے گا کہ اے اہلِ بہشت اور اے اہلِ جہنّم اگر موت کسی صورت میں آئے تو تم اس کو پہچانو گے تو وہ کہیں گے کہ نہیں۔ پھر موت کو گوسفند سیاہ و سفید کی صورت میں لائیں گے اور بہشت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کریں گے اور اُن سے کہیں گے کہ دیکھو یہ ہے موت! پھر خدائے تعالیٰ حکم دے گا کہ اس کو ذبح کرو۔ اور فرمائے گا کہ اے اہلِ بہشت ہمیشہ تم بہشت میں رہو گے اور تم کو موت نہیں ہے اے اہلِ جہنّم تم ہمیشہ جہنّم میں رہو گے تم کو بھی موت نہیں آئے گی۔ یہی وہ روز ہے جس کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ یا محمدؐ لوگوں کو اُس روز کی حسرت و ندامت سے ڈراؤ جس روز ہر شخص کا کام ختم ہوگا اور انجام کو پہنچا ہوگا۔ حالانکہ لوگ اُس روز سے غافل ہیں۔ امام نے فرمایا کہ اس سے مُراد وہ روز ہے جبکہ خدا اہلِ بہشت و اہلِ دوزخ کو فرمان دے گا۔ کہ تم اپنی جگہ ہمیشہ رہو گے اور موت تمھارے لیے نہیں ہوگی۔ اُس روز اہلِ جہنّم کو حسرت ہوگی۔ لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور اُن کی اُمید منقطع ہو جائے گی۔ اور ثواب الاعمال میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ چار اشخاص ہیں کہ اہلِ جہنّم باوجود اُس آزار و تکلیف کے جس میں وہ مبتلا ہوں گے کہ اُن کے ________ حلق میں حمیم ڈالا جاتا ہوگا اور جحیم کے اندر واویلا اور واثبورا چلاتے ہوں گے۔ ان چار اشخاص کے عذاب سے متاذّی ہوں گے۔ اور آپس میں کہیں گے کہ یہ کیا حالت ہے جس میں یہ مُبتلا ہیں کہ باوجود اس اذیّت و مصیبت کے جس میں ہم مبتلا ہیں ان سے ہم کو اور تکلیف ہے۔ پہلا وہ شخص جو آگ کے ایک صندوق میں لٹکایا گیا ہے۔ دوسرا وُہ جو اپنی آنتیں وغیرہ کھینچتا ہے تیسرا وُہ شخص جس کے مُنہ سے خون و پیپ جاری ہے اور چوتھا وہ جو اپنے بدن کا گوشت کھاتا ہے پھر اُس صندوق والے کے بارے میں سوال کریں گے کہ یہ بدبخت کون ہے جس کا عذاب ہم کو

کے ہوں گے جب وہ اُن کو پہنائیں گے تو اُن کے چہروں کو آگ میں دھنسائیں گے۔
اور زنا کاروں کے بارے میں ارشاد ربّ العزت ہے۔ ومن یفعل ذلک یلق اثاما
حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ اثام ایک نہر ہے پگھلے ہوئے رانگے کی اور اُس کے سامنے آگ کا ایک ٹیلہ ہے اور وہ اُس شخص کا مقام ہے جس نے غیر خدا کی پرستش کی ہوگی یا کسی کو ناحق قتل کیا ہوگا اور زنا کاروں کا بھی اُسی میں مقام ہوگا اور حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جہنّم میں ایک وادی ہے جس کو سعیر کہتے ہیں جب آتشِ دوزخ کم ہوتی ہے تو اُس کو کھول دیتے ہیں تو جہنّم کی آگ اُس سے بھڑک جاتی ہے۔ یہ ہیں حق تعالیٰ کے قول کے معنی کلّما خبت زدناھم سعیرا علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ جب اہلِ جہنّم جہنّم میں داخل ہوں گے تو ستر سال تک نیچے جاتے رہیں گے۔ جب جہنّم کی تہہ میں پہنچیں گے تو وہ سانس لے گی اور اُن کو اُوپر پھینک دے گی تو اُن کو آگ کے گرزوں سے ماریں گے تاکہ پھر نیچے جائیں اور برابر اُن کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا اور کلینی اور ابنِ بابویہ نے بسند موثق مثل صحیح کے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جہنّم میں ایک وادی ہے جس کو سقر کہتے ہیں اُس نے اپنی شدّت حرارت کی خدا سے شکایت کی اور خواہش کی کہ ایک سانس کھینچے۔ جب اُس کو اجازت ملی اور اُس نے ایک سانس کھینچی تو سارے جہنّم جل گئے۔ اور احتجاج میں روایت کی ہے کہ ایک زندیق نے حضرت صادقؑ سے سوال کیا کہ آگ کافی نہ تھی جس سے خدا خلق پر عذاب کرے گا کہ اُس نے سانپ اور بچھوؤں کو بھی جہنّم میں پیدا کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم ان بچھوؤں اور سانپوں سے اُس گروہ پر عذاب کرے گا جو کہتے تھے کہ خدا نے اُن کو خلق نہیں کیا ہے اور خدا کے لیے خلق میں ایک شریک کے قائل ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا ان کو اُس چیز کا عذاب چکھائے جس کو خدا کی خلق کی ہوئی نہیں جانتے تھے۔ اور ابنِ بابویہ نے امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جہنّم میں ایک پہاڑ ہے جس کو صعد کہتے ہیں اور صعد میں ایک وادی ہے جس کو سقر کہتے ہیں اور سقر میں ایک کنواں ہے جس کو ھب ھب کہتے ہیں جب اُس کنوئیں پر سے پردہ ہٹا دیتے ہیں تو اہلِ جہنّم اُس کی گرمی سے فریاد کرنے لگتے ہیں اور یہ کنواں جباروں اور خلفائے جور کا مقام ہے۔ نیز بسند حسن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مومن تھا اور اُس کا ہمسایہ ایک کافر تھا جو دُنیا میں اُس مومن پر احسان اور مہربانی کرتا تھا۔ جب وہ کافر مرا تو خدا نے آگ کے بیچ میں پھولوں کا ایک مکان بنایا جو جہنّم کی حرارت سے اُس کو محفوظ رکھے اور ایک رزق اُس میں دوسری جگہ سے اُس کو لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اُس کی نیکی کے سبب سے ہے جو تو اپنے فلاں مومن ہمسایہ کے ساتھ کرتا تھا اور کلینی نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت

کی ہے کہ ایک مومن ایک بادشاہ جبّار کی سلطنت میں تھا وہ اُس مومن کو اذیت و تکلیف پہنچاتا تھا۔ وہ مومن بھاگ کر مشرکین کے مُلک میں چلا گیا۔ ایک مشرک نے اس کو جگہ دی اور اسؔ کے ساتھ نیکی اور مہربانی کرتا تھا اور اُس کی ضیافت کرتا تھا۔ جب اس مشرک کی وفات کا وقت آیا تو خداوندِ عالم نے اس کو وحی کی کہ مجھے اپنے عزّت و جلال کی قسم ہے کہ اگر تیرے لیے میری بہشت میں جگہ ہوتی تو تجھ کو اس میں ساکن کرتا۔ لیکن بہشت حرام ہے اُس پر جو شرک کے ساتھ مرے لیکن اے آگ اُس کو جگہ سے ہٹا اور ڈرا لیکن کوئی اذیت اس کو نہ پہنچا۔ اور ہر روز اُس کے دونوں طرف سے اُس کے لیے دن نکالتے ہیں۔ راوی نے پوچھا کہ بہشت کی طرف سے بھی۔ حضرتؑ نے فرمایا جس جگہ سے خُدا چاہتا ہے [1]

اور محمد بن الحنفیہ اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حق تعالیٰ لوگوں کو حکم کرے گا کہ صراط سے گزریں تو مومنین آسانی سے گذر جائیں گے اور مُنافقین جہنّم میں گریں گے اُس وقت حکمِ خدا ہوگا کہ اے مالکِ جہنّم منافقوں کا مذاق اُڑاؤ۔ اس وقت مالک جہنم کا ایک دروازہ بہشت کی جانب کھول دے گا اور اُن کو ندا دے گا کہ اے گروہ منافقین یہاں تک آؤ اور جہنّم سے بہشت کی جانب بڑھو۔ یہ سُن کر ستر سال تک مُنافقین جہنّم میں تیریں گے یہاں تک کہ اُس دروازہ تک پہنچیں۔ جب چاہیں گے کہ اُس سے باہر نکلیں تو دروازے اُن پر بند کر دیئے جائیں گے اور دُوسرے مقام سے دروازہ کھول دیں گے اور کہیں گے اس دروازہ سے باہر بہشت کی جانب جاؤ۔ وہ پھر ستر سال تک کوشش کریں گے اور آگ کے دریاؤں میں تیریں گے جب اُس دروازہ تک پہنچیں گے تو پھر وہ ان پر بند کر دیا جائے گا اور ہمیشہ ان کے ساتھ یوں ہی کیا جائیگا جس طرح وہ دُنیا میں مومنین کے ساتھ ہمیشہ کرتے تھے اور کہتے تھے۔ انّما نحن مستہزؤن تو خدا کے اِس قول اللہ یستھزئ بھم ویمدھم فی طغیانھم یعمھون کے یہ معنی ہیں یعنی خدائے تعالیٰ آخرت میں اُن کا مذاق اُڑائے گا اور امام حسن عسکری علیہ السّلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ آخرت میں اُن کے ساتھ خُدا کا استہزاء (مذاق اُڑانا) یہ ہوگا کہ جب خُدا

---

[1] مُؤلّف فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں ان آیتوں سے جو گذر چکیں اختلاف نہیں رکھتیں جو دلالت کرتی ہیں کہ سارے کافر معذب ہوں گے اور ان کے عذاب میں ہرگز تخفیف نہ ہوگی۔ کیونکہ جہنّم میں اُن کا ہونا اُن کا عذاب ہے اگرچہ ان کو اس میں اذیت نہ پہنچے۔ اور دوسری حدیث میں تخفیف اور آگ کی حرارت سے حفاظت ظاہر ہے کہ اُن کے لیے عذاب ہے اور یہ سب اُن سے تخفیف نہیں ہوتی۔ اور ممکن ہے یہ حدیثیں آیتوں سے مخصوص ہوں۔

کہ میں نے ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جو تجھ سے زیادہ شقی ہے۔ جا خازن جہنم کے پاس تا کہ اُس کی صورت با جگہ تجھ کو دکھائے۔ میں مالک، خازن جہنم کے پاس گیا اور کہا خداوند بزرگ و برتر تجھ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے اُس کو دکھا دے جو مجھ سے زیادہ شقی ہے۔ مالک مجھے جہنم کی طرف لے گیا اور جہنم پر سے سرپوش اُٹھایا ایک سیاہ آگ باہر نکلی تو میں نے گمان کیا کہ مجھ کو اور مالک کو وہ کھا لے گی۔ مالک نے اُس سے کہا کہ ساکن ہو، وہ ساکن ہوئی پھر مجھ کو طبقۂ دوم میں لے گیا۔ ایک آگ اُس میں سے باہر نکلی جو پہلے طبقہ کی آگ سے زیادہ سیاہ تھی اور زیادہ گرم تھی۔ مالک نے اُس سے بھی کہا کہ ساکن ہو، وہ ساکن ہوئی۔ اسی طرح جس طبقہ میں وہ مجھ کو لے گیا سابق طبقہ سے زیادہ تیرہ و تار اور زیادہ گرم آگ تھی۔ یہاں تک کہ ساتویں طبقہ میں مجھ کو لے گیا۔ اُس میں سے ایک آگ برآمد ہوئی کہ میں نے گمان کیا کہ مجھ کو اور مالک کو اور اُن تمام چیزوں کو جو خدا نے پیدا کیا ہے جلا دے گی۔ اُس کو دیکھ کر میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور کہا اے مالک اس کو حکم دو کہ یہ سرد و ساکن ہو ورنہ میں مر جاؤں گا۔ مالک نے کہا تو وقتِ معلوم تک نہ مرے گا۔ میں نے وہاں دو مردوں کو دیکھا جن کی گردنوں میں آگ کی زنجیریں تھیں اور اُن کو اوپر لٹکایا تھا اور اُن کے سروں پر ایک گروہ کھڑا تھا اور آگ کے گُرز ان کے ہاتھوں میں تھے وُہ اُن کے سروں پر مارتے تھے۔ میں نے مالک سے پوچھا یہ کون ہیں اُس نے کہا کہ تُو نے شاید وہ تحریر نہیں پڑھی جو ساق عرش پر لکھی تھی میں نے اُس کو دیکھا ہے جس کو خدا نے دو ہزار سال قبل اس کے کہ دنیا یا آدمؑ کو پیدا کرے لکھا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اَیَّدْتُہٗ وَنَصَرْتُہٗ بِعَلِیٍّ یہ دونوں اُن دونوں حضرات کے دُشمن اور اُن کو اذیت دینے والے ہیں یعنی منافق اوّل و دوم۔

کلینی نے طولانی حدیث معتبر میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ کتابِ خُدا میں کفر کی پانچ صورتیں ہیں منجملہ اُن کے ایک کفر جحود کا ہے اور وہ خدا کی پروردگاری سے انکار کرنا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی پروردگار نہیں ہے اور نہ کوئی بہشت ہے نہ دوزخ۔ اور یہ قول زندیقوں کے دو گروہ کا ہے جن کو دہریہ کہتے ہیں۔

اور سید ابن طاؤس نے کتاب زہد النبی سے جناب امیرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ اُس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین کے پہاڑوں پر ٹپکا دیا جائے تو سب زمین کے ساتویں طبقہ میں جا کر دھنس جائیں اور اُس قطرہ کا تحمل نہ کر سکیں۔ لہٰذا اُس شخص کا کیا حال ہو گا جس کا طعام وہ ہو گا۔ اور اُس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر غسلین کا ایک قطرہ زمین کے پہاڑوں پر ٹپکا دیا جائے

تو وہ سب نیچے ساتویں طبقہ زمین تک چلے جائیں اور اُس کے برداشت کی طاقت اُن کو نہ ہوگی
لہٰذا اُس شخص کا کیا حال ہوگا جس کے پینے کا پانی وہ ہوگا۔ اور اسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں
میری جان ہے کہ اگر ایک ہتھوڑا جس کا ذکر خداوند عالم نے اپنے کلام پاک میں کیا ہے۔ زمین
کے پہاڑوں پر رکھ دیں تو سب پہاڑ نیچے زمین کے ساتویں طبقہ تک دھنس جائیں اور اُس کے
برداشت کی طاقت اُن کو نہ ہوگی پھر کیا حال ہوگا اُس کا جس کے سر کو جہنم میں اُس سے کچلیں گے۔

[illegible]

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "یقیناً جہنم تمام کافروں کی وعدہ گاہ
ہے جس میں سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ کے لیے اُس میں ایک حصہ کافروں اور گنہگاروں
کے لیے مقرر ہے"۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ شدت سے روئے اور آنحضرتؐ کے اصحاب بھی حضرتؐ
کے رونے سے روتے اور نہیں جانتے تھے کہ جبریلؑ کیا خبر لائے ہیں اور حضرتؐ سے دریافت
بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آنحضرتؐ جناب فاطمہؑ کو جب دیکھتے تھے تو شاد و خرم ہو جاتے تھے۔
الغرض ایک صحابی جناب فاطمہؑ کے در اقدس پر گئے تاکہ اُن کو بلا لائیں تو معلوم ہوا کہ وہ آٹا گوندھ
رہی ہیں اور فرماتی جاتی ہیں کہ وما عنداللہ خیر وابقیٰ صحابی نے معصومہؑ عالم کو سلام کہلایا اور
آنحضرتؐ کے رونے کا حال بیان کیا۔ یہ سُن کر جناب فاطمہؑ اُٹھیں اور چادر کہنہ سر پر لپیٹی جس
میں چودہ جگہوں پر لیف خرما کے پیوند لگے تھے۔ جب حضرت سلمانؓ کی نگاہ اُس چادر پر پڑی
تو رونے لگے اور کہا واحزناہ قیصر بادشاہ روم اور کسریٰ بادشاہ عجم ریشم و سندس پہنیں اور
فاطمہؑ دختر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بہترین خلق ہیں ایسا لباس پہنتی ہیں۔ الغرض جب حضرت
فاطمہؑ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں آئیں تو عرض کیا یا رسول اللہؐ سلمان تعجب کرتے ہیں کہ
میرا لباس ایسا ہے اُس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو سچائی کے ساتھ خلق پر مبعوث کیا ہے کہ
میرے اور علیؑ کے لیے سوائے اُس گوسفند کی کھال کے کچھ نہیں ہے جس پر دن میں اونٹ
دانہ کھاتا ہے اور رات کو ہم اُسے اپنے نیچے بچھا لیتے ہیں اور ہمارے سر کے نیچے چمڑے
کا تکیہ ہوتا ہے جس میں خرمے کی پتیاں بھری ہوئی ہیں۔ یہ سُن کر جناب رسول خداؐ نے فرمایا
اے سلمان میری دختر اُس گروہ میں ہوگی جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا۔ مختصر یہ کہ
جناب فاطمہؑ نے پوچھا کہ اے پدر بزرگوار آپ کے رونے کا کیا سبب ہوا حضرتؐ نے فرمایا
کہ جبریلؑ ابھی آئے اور یہ دو آیتیں لائے تھے۔ جناب فاطمہؑ نے وہ دونوں آیتیں سُنیں تو
دروازہ کے سامنے گر پڑیں اور کہا کہ وائے ہو اُس پر جو جہنم میں داخل کیا جائے اور سلمانؓ
نے کہا کاش میں ایک گوسفند ہوتا اور مجھ کو ذبح کرتے اور میرا گوشت کھا لیا جاتا اور میں جہنم کا
ذکر نہ سُنتا اور حضرت ابوذرؓ نے کہا کاش میں پیدا نہ ہوا ہوتا اور جہنم کا نام نہ سُنتا جناب عمارؓ

[illegible]

بولے کاش میں کوئی پرندہ ہوتا اور جنگلوں میں پرواز کرتا اور میرے لیے کوئی حساب اور عذاب نہ ہوتا اور میں جہنم کا نام نہ سنتا۔ اور جناب امیرؑ نے فرمایا کاش درندے میرا گوشت کھاتے یا میں پیدا نہ ہوا ہوتا اور جہنم کا نام نہ سنتا۔ پھر جناب امیرؑ نے سر پر ہاتھ رکھا اور روتے تھے اور کہتے تھے آہ کیسا دراز سفر ہے اور قیامت کے سفر میں زادِ راہ کس قدر کم ہے جہنم میں ڈالے جاتے ہیں اور آگ کے آنکڑے سے لوگوں کے گوشت جسم سے چھیلے جاتے ہیں۔ آہ آہ! وہاں وہ بیمار ہیں جن کی عیادت کے لیے کوئی نہیں جاتا اور ایسے زخمی ہیں جن کے زخموں کا کوئی علاج نہیں کرتا اور ایسے قیدی ہیں جن کی رہائی کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔ آگ کھاتے ہیں اور آگ پیتے ہیں اور جہنم کے طبقوں کے درمیان سراسیمہ پھرتے ہیں اور نرم و عمدہ لباس پہننے کے بعد آگ کے کپڑے پہنتے ہیں اور عورتوں سے بغلگیر ہونے کے بعد شیاطین سے لپٹتے ہیں۔

جہنم کے اوصاف اور اُس کے عذاب اور سختیوں اور تکلیفوں کے بارے میں آیتیں اور حدیثیں بہت ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں اسی قدر درج کرنے پر اکتفا کی۔ اکثر بحار الانوار میں جمع کر دی ہیں۔ خداوندِ عالم تمام مومنین کو خوابِ غفلت سے بیدار کرے اور ضلالت کی بیہوشی سے ہوش میں لائے۔ بحق محمدؐ و آلِ محمدؐ۔ آمین ثم آمین۔

سترھویں فصل

اعراف کا بیان:

خداوندِ عالم نے فرمایا ہے کہ اہلِ بہشت اصحابِ دوزخ کو آواز دیں گے کہ ہم نے اپنے پروردگار سے وہ تمام ثواب پائے جن کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا اور وہ سب حق اور سچ تھا تو کیا تم نے بھی وہ تمام عقوبات اور عذاب پائے جن کا تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا کہ وہ سب حق تھا تو وہ کہیں گے ہاں۔ اُس وقت ایک مؤذن اذان کہے گا۔ یعنی اُن کے درمیان ندا دے گا جس کو جنتی اور دوزخی دونوں گروہ سنیں گے کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے جو راہِ خدا سے لوگوں کو منع کرتے تھے اور خدا کی راہ میں کجی نکالتے تھے۔

عامہ و خاصہ کے طریقہ سے متواترہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جو مؤذن روزِ قیامت یہ ندا دے گا وہ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام ہوں گے اور ابنِ عباس سے مروی ہے کہ کتابِ خدا میں علیؑ کے بہت سے نام ہیں جن کو لوگ نہیں جانتے۔ ایک نام مؤذن ہے جو اِس آیت میں وارد ہوا ہے اور وہ ندا دیں گے کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جنھوں نے میری ولایت و امامت کی تکذیب کی اور میرے حق کو خفیف کیا۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ دوزخ اور بہشت کے درمیان ایک پردہ ہوگا۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ اعراف ہے جو جہنم اور بہشت کے درمیان ایک حصار ہے۔ کہتے ہیں کہ اعراف پر چند مرد ہوں گے جو ہر ایک کو اُس کی پیشانی سے پہچان لیں گے اور بہشتی لوگوں کو آواز دیں گے کہ تم پر سلام ہو۔ اور وہ ابھی داخلِ بہشت نہ ہوئے ہوں گے اور

اُمیدوار ہوں گے کہ داخلِ بہشت ہوں اور جب اُن کی نگاہیں اہلِ جہنّم کی طرف پھریں گی تو کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالموں کے گروہ میں شامل نہ کرنا اور اصحابِ اعراف چند مردوں کو ندا دیں گے جن کو اُن کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے کہ تم کو دُنیا کے اموال اور اسباب جمع کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوا اور نہ اُس غرور و تکبّر سے جو قبولِ حق اور اہلِ حق کے بارے میں کرتے تھے کیا یہی وہ لوگ تھے جن کے لیے تم قسم کھا کر کہتے تھے کہ ان کو رحمتِ خدا نہ پہنچے گی پھر ان اہلِ بہشت سے کہیں گے کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ تم کو کوئی خوف نہیں اور تم محزون و اندوہناک نہ ہو گے۔ آیات کا یہ ظاہری ترجمہ ہے۔

مفسّرین نے اعراف کے معنی میں اور اُن لوگوں کے بارے اختلاف کیا ہے جو اُس میں ہوں گے۔ اور مشہور ہے کہ اعراف بہشت و دوزخ کے درمیان ایک حصار ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ بہشت و دوزخ کے درمیان ایک پردہ اور حصار قائم کریں گے جس میں ایک دروازہ ہوگا اور اُس دروازہ کا ظاہر رحمت ہے جو بہشت کی طرف ہوگا اور اُس کا باطن جس کے قبل عذاب ہے جو جہنّم کی سمت ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اعراف کنگرے ہیں اُس کے اوپر حصار ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ صراط ہے لیکن پہلا قول زیادہ مشہور اور ظاہر ہے نیز اُن مردوں کے بارے میں اختلاف ہے جو اعراف میں ہوں گے بعضوں نے کہا ہے کہ ان کے گناہ اور نیکیاں سب برابر ہوں گی۔ اُن کی نیکیاں روکیں گی کہ جہنّم میں جائیں اور اُن کے گناہ بہشت میں جانے سے مانع ہوں گے۔ اس لیے اس مقام پر وہ رکھے جائیں گے تاکہ خُدا ان کے بارے میں حکم کرے جو چاہے پھر اُن کو بہشت میں داخل کرے گا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اعراف میں مردوں کی شکل میں فرشتے ہوں گے جو اہلِ بہشت و دوزخ کو پہچانیں گے اور وہ خازنانِ بہشت و دوزخ دونوں ہوں گے یا اعمال کے محافظ ہوں گے جو لوگوں کے آخرت میں گواہ ہوں گے اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ اہلِ اعراف نیک اور مومنین میں سب سے بہتر ہوں گے اور ثعلبی نے ابنِ عباس سے روایت کی ہے کہ اعراف صراط پر ایک بلند مقام ہے جہاں علیؑ، جعفر، حمزہ اور عباس ہوں گے اور اپنے دوستوں کو اُن کے نورانی چہروں سے اور دشمنوں کو اُن کے سیاہ چہروں سے پہچانیں گے۔ اور بہت سی حدیثیں ائمہ طاہرینؑ سے وارد ہوئی ہیں کہ ہم اصحابِ اعراف ہیں کہ ہر شخص کو اُس کی پیشانی سے پہچانیں گے اور جو ہم کو پہچانتا ہے اور ہم اُس کو پہچانتے ہیں ہم اُس کو داخلِ بہشت کریں گے اور جو ہمارا شیعہ نہیں ہے اور ہم اُس کو نہیں پہچانتے اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ اعراف میں عامہ کے کمزور لوگ اور مرجون لامر اللّٰہ یعنی خدا کے حکم کے امیدوار اور فاسق شیعہ

اعراف کی تحقیق

ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے اور حدیثوں کو ایک دوسرے سے مطابق کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ اعراف میں حاکم رسولِ خداؐ اور ائمہ ہدیٰؑ ہوں گے جو حقیقی مومنین کو سب سے پہلے بہشت کو روانہ کریں گے اور صراط سے گزار دیں گے اور اپنے دشمنوں، کافروں اور متعصّب مخالفین کو جہنّم میں بھیجیں گے اور کچھ فاسقین شیعہ اور مستضعفین عامہ جن کا ذکر انشاء اللہ آئندہ ہوگا اہلِ اعراف ہیں جو اعراف میں ٹھہرائے جائیں گے اور آخر وہ تمام جنابِ رسولِ خداؐ اور اُن کے اہلبیتؑ کی شفاعت سے بہشت میں داخل ہوں گے۔ یا ان میں سے بعض جو بہشت کے قابل ہوں گے وہ بہشت میں داخل کئے جائیں گے اور بعض ہمیشہ اعراف میں رہیں گے۔ دونوں احتمال ہیں جیسا کہ ابنِ بابویہ نے رسالۂ عقائد میں لکھا ہے کہ ہمارا اعتقاد اعراف کے بارے میں یہ ہے کہ بہشت و دوزخ کے درمیان ایک حصار ہے وہاں چند مرد ہوں گے جو ہر شخص کو اُن کی پیشانی سے پہچانتے ہوں گے۔ اور وہ رسولِ خداؐ اور آپ کے اوصیاءؑ ہیں اور کوئی شخص بہشت میں داخل نہ ہوگا سوائے اُس کے جو ان حضرات کو پہچانتا ہوگا اور وہ حضرات اُس کو پہچانتے ہوں گے۔ اور کوئی جہنّم میں داخل نہ ہوگا سوائے اُس کے جس کو وہ حضرات نہ پہچانیں گے اور وہ اُن کو نہ پہچانے گا اور مرجون لامراللّٰہ بھی اعراف میں ہوں گے یا خدا اُن پر عذاب کرے گا یا ان کے گناہ بخش دے گا اور ان کو بہشت میں داخل کرے گا۔ اور شیخ مفیدؒ نے کہا ہے کہ اعراف بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک پہاڑ ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان کے درمیان ایک حصار ہے اور اس بارہ میں مجمل بات یہ ہے کہ وہ ایک مکان ہے جو نہ بہشت کا ہے نہ دوزخ کا ہے۔ اور حدیثیں اس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ جب روزِ قیامت ہوگا تو جنابِ رسولِ خداؐ اور جنابِ امیرؑ اور آپ کی ذریّت سے ائمہ طاہرین علیہم السّلام اعراف میں ہوں گے اور یہی حضرات ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے وعلی الاعراف رجال۔ خداوندِ عالم ان کو اصحابِ بہشت و دوزخ کو اُن چند علامتوں کے ذریعہ پہچنوا دے گا جو اُن کی پیشانیوں پر ظاہر کرے گا اور فرمایا ہے یعرفون کلا بسیماھم یعنی روزِ قیامت گنہگار اور کفار اپنی پیشانیوں سے پہچان لیے جائیں گے اور فرمایا ہے اِنَّ فی ذلک لایات للمتوسمین پھر خبر دی ہے کہ اُس کی مخلوق میں کچھ لوگ ہیں جو خلق کو اپنی فراست سے پہچان لیں گے اور اُن کی علامات دیکھیں گے اور اُن کی پیشانیوں سے اُن کو پہچانیں گے اور جنابِ امیرؑ نے فرمایا کہ میں صاحبِ عصا و میسم ہوں جس سے مراد لوگوں کے حالات کے بارے میں فراست کے ساتھ حضرتؑ کا علم ہے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ہم متوسّمین ہیں جن کو متوسّمین خدا نے فرمایا ہے اور حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ حق تعالیٰ اعراف میں

اعراف میں جنابِ رسولِ خداؐ اور ائمہ طاہرینؑ ہوں گے جو اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچانیں گے

ایک گروہ کو ساکن کرے گا جو اپنے اعمالِ حسنہ سے ثواب کے مستحق نہیں ہوئے ہوں گے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کے سزاوار بھی نہ ہوں گے وہی مرجون لامر اللہ ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ ان کے لیے شفاعت ہوگی اور وہ اُس وقت تک برابر اعراف میں رہیں گے یہاں تک کہ جناب رسولِ خداؐ اور حضرت امیر المومنینؑ اور ائمہؑ ہدیٰ کی شفاعت سے اُن کو اجازت دی جائے کہ بہشت میں داخل ہوں اور بعضوں نے کہا ہے کہ اعراف اُن چند گروہوں کا بھی مسکن ہے جو زمین میں مکلّف نہیں رہے ہیں تاکہ اپنے اعمال کے سبب سے بہشت یا دوزخ کے مستحق ہوتے۔ لہٰذا خدا ان کو اس مکان میں ساکن کرے گا اور اُن کو اُن تکلیفوں کا عوض دے گا جو ان کو دنیا میں پہنچی۔ ان چند نعمتوں کے ساتھ جو اہلِ ثواب کی منزلوں سے پست تر ہیں جن کے وہ اپنے اعمال سے مستحق ہوئے ہیں۔ اور بہشت میں اُن کو حاصل ہوئی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور اُن سے عقل انکار نہیں کرتی اور حدیثیں اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں اور حق تعالیٰ حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے اور جو قابلِ یقین رہے یہ ہے کہ اعراف بہشت و دوزخ کے درمیان ایک مکان ہے جہاں حجتہائے خدا کھڑے ہوں گے جن کا ذکر کیا گیا اور وہاں ایک جماعت مرجون لامر اللہ کی ہوگی۔ اُس کے بعد خدا بہتر جانتا ہے کہ اُن کا حال کیا ہوگا۔ یہاں تک شیخ مفید کا کلام تھا۔

اور شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ اعراف چند ٹیلے جنت و دوزخ کے درمیان ہیں اور وہاں ہر پیغمبر اور ہر پیغمبر کے خلیفہ کو اُن کے اہلِ زمانہ کے ساتھ روکیں گے جس طرح سردار لشکر اپنے کمزور سپاہیوں کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے تاکہ اُن کی حفاظت کرے۔ اور نیک کردار لوگ پہلے ہی بہشت میں جا چکے ہوں گے۔ پھر ہر زمانہ کا خلیفۂ خدا گنہگاروں سے کہے گا جن کے ساتھ وہ کھڑا ہوگا کہ اپنے بھائیوں کو دیکھو جو نیک اعمال تھے اور تم سے پہلے بہشت میں گئے ہیں۔ پھر گنہگار اُن کو سلام کریں گے جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ونادوا اصحاب الجنۃ ان سلام علیکم۔ اور خدا نے خبر دی ہے کہ وہ ابھی داخلِ بہشت نہیں ہوئے ہیں لیکن طمع رکھتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ خداوند رحیم ان کو بہشت میں پیغمبرؐ اور ائمہ طاہرینؑ کی شفاعت سے داخل بہشت کرے گا اور یہ گنہگار اہلِ جہنم کو دیکھیں گے اور کہیں گے کہ پروردگارا ہم کو ستمگاروں کے گروہ میں مت قرار دے۔ پھر اصحاب اعراف کو اُن کے پیغمبر اور خلفاء خدا کی طرف سے ندا دیں گے کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ تم کو کوئی خوف نہیں اور تم محزون و غمگین نہ ہوگے۔ نیز شیخ طوسی اور صفار نے اور دوسروں نے اصبغ ابن نباتہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر تھا عبداللہ بن کوا آئے اور اُن حضرت سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی حضرتؑ نے فرمایا کہ وائے ہو

تجھ پر اے فرزند کو! ہم کو روزِ قیامت جنت و دوزخ کے درمیان ٹھہرائیں گے تو جو ہم پر ایمان لایا ہوگا اور جس نے ہماری مدد کی ہوگی ہم اُس کو اُس کی پیشانی سے پہچانیں گے اور بہشت میں داخل کریں گے اور جو ہمارا دشمن ہے ہم اُس کو اُس کی پیشانی سے پہچانیں گے اور اُس کو دوزخ میں داخل کریں گے یعرفون کلا بسیماھم یعنی وہ مرد جو اعراف پر موکل ہوں گے وہ ہم اہلبیتؑ ہوں گے۔ ہم تمام خلائق کو اُن کی پیشانی سے پہچانیں گے۔ ہم اہلِ بہشت کو اُن کی فرمانبرداری کی پیشانی سے اور اہلِ جہنم کو اُن کی گنہگاری کی پیشانی سے پہچانیں گے اور علی بن ابراہیم نے صحیح کے مثل سند سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ اعراف دوزخ اور جنت کے درمیان چند بلند مقامات ہیں اور رجال آئمہ ہیں جو اعراف پر اپنے بعض شیعوں کیساتھ کھڑے ہوں گے جس وقت کامل مومنین بے حساب بہشت میں جا چکے ہوں گے تو وہ اپنے اُن شیعوں سے کہیں گے جو گنہگار ہیں کہ اپنے برادران مومن کی جانب دیکھو جو بے حساب بہشت میں داخل ہوئے ہیں تو وہ لوگ ان کو سلام کریں گے اور اُمیدوار ہوں گے کہ ائمہ اطہار کی شفاعت سے اُن سے ملحق ہوں۔ پھر ائمہ اطہارؑ ان سے کہیں گے کہ جہنم میں اپنے دشمنوں کی جانب نظر کرو۔ جب وہ اُن کی طرف دیکھیں گے تو وہ فریاد کریں گے کہ خداوندا ہم کو ان سے ملحق نہ کرنا۔ اُس وقت ائمہ اطہارؑ اُس جماعت کو جو اُن کے دشمنوں سے جہنم میں ہوں گے۔ اُن کی پیشانیوں سے پہچان کر آواز دیں گے کہ جو کچھ تم نے دنیا میں مال و سامان جمع کیا تھا اور ہم سے تکبر کرتے تھے اور ہمارا حق غصب کیا اُس سے تم کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا۔ پھر کہیں گے کہ یہ ہمارے شیعہ اور برادران ایمانی ہیں تم دنیا میں خدا کی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ خدا کی رحمت ان کے شاملِ حال نہ ہوگی پھر امامؑ اپنے شیعوں سے کہیں گے کہ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے لیے کوئی رنج و غم اور خوف و پریشانی نہیں ہے۔ پھر دوزخ والے اصحاب بہشت کو ندا دیں گے کہ ہم کو تھوڑا پانی دے دو یا جو کچھ خدا نے تم کو روزی دی ہے۔ اہلِ بہشت کہیں گے کہ خدا نے کافروں پر یہ سب یقیناً حرام کیا ہے جنھوں نے اپنے دین کو لہو و لعب اور تماشہ بنا رکھا تھا اور دُنیا کی زندگی نے اُن کو مغرور کر رکھا تھا۔ لہٰذا آج ہم اُن کو ترک کرتے ہیں جیسا کہ انھوں نے آج کے دن کو فراموش کر رکھا تھا اور ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

اٹھارھویں فصل

اُن لوگوں کا بیان جو جہنم میں داخل ہوں گے اور اُن کا جو ہمیشہ اُس میں رہیں گے اور اُن لوگوں کا تذکرہ جو اُس میں ہمیشہ نہ رہیں گے

جاننا چاہیئے کہ اِس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اہلِ بہشت ہمیشہ بہشت میں رہیں گے اور جو بہشت میں داخل ہوگا خواہ بغیر عذاب کے یا عذاب کے بعد پھر باہر نہ آئے گا اور اُس میں

بھی مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ کفّار و منافقین جن پر حجت تمام ہوگئی ہوگی ہمیشہ عذابِ جہنّم میں رہیں گے اور ان کا عذاب کبھی کم اور ملکا نہ ہوگا۔ اس بارے میں بہت سی آیتیں گزر چکیں اور کفّار کے اطفال اور جنین یقیناً داخلِ بہشت نہ ہوں گے اور یہ گزر چکا کہ آیا وہ بہشت میں داخل ہوں گے یا اعراف میں رہیں گے یا اُن کو دوسری تکلیف دے کر امتحان لیا جائے گا۔ اور اکثر ضعیف العقل لوگ جو حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتے یا وہ گروہ جو اسلامی شہروں سے دُور رہتے ہیں اور دین کی تلاش نہیں کر سکتے یا زمانہ جاہلیت و فترت میں رہتے ہوں اور حجت اُن پر تمام نہیں ہوئی ہوگی وہ مرجون لامراللہ میں داخل ہیں اُن کے لیے نجات کا احتمال ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص ضروریاتِ دینِ اسلام میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ حکمِ کفّار میں ہے اور ہمیشہ جہنّم میں رہے گا اور ضروری دینِ اسلام سے یہ ہے کہ جو دینِ اسلام میں بدیہی رہا ہو، اور جو شخص اس دین میں ہوتا ہے اس کو جانتا ہے سوائے اس کے جو شاذ و نادر مثل اُس کے ہے جو تازہ مسلمان ہوا ہو۔ اور ابھی اُس کے نزدیک ضروری نہ ہوا ہو، جیسے نماز و روزۂ ماہ مبارک رمضان و حج و زکوٰۃ اور انہی کے مثل جو اُن امور کو ترک کرتا ہے کافر نہیں ہے اور جو شخص ان امور کے ترک کو حلال جانتا ہو کافر ہے اور مستحقِ قتل ہے۔ اسی طرح اگر اُس سے کوئی فعل عمداً صادر ہو جو دین کی اہانت یا محرماتِ الٰہی میں سے ہو جو عمداً قرآن مجید کو جلاتا ہے یا نابدان میں پھینکتا ہے یا اُس کو پیروں سے کچلتا ہے یا حق تعالیٰ یا فرشتوں کو یا کسی پیغمبر کو گالی دیتا ہے یا ایسی بات کہتا ہے جو استخفاف کا باعث ہو خواہ نظم میں ہو یا نثر میں یا کعبۂ معظّمہ کو بے سبب خراب کرتا ہو یا عمداً اُس میں پیشاب یا پائخانہ کرتا ہو، اسی طرح جنابِ رسولِ خداؐ اور ائمہؑ کے روضہ ہائے مقدّس کی اہانت قول یا فعل سے کرتا ہو یا قول و فعل سے جنابِ امام حسین علیہ السّلام کی تربتِ شریف کی بے ادبی کرتا ہو یا مثل اُس کے کہ العیاذ باللہ اُس میں استنجا کرتا ہو۔ یا کتبِ حدیثِ شیعہ کی بے ادبی کرتا ہو۔ اور بعض کتبِ فقہ شیعہ کو بھی اسی قابل سمجھتا ہو کہ کسی عبادت کا مذاق اُڑاتا ہو جو ضروری دین سے ہو یا اہانت کرتا ہو۔ یا بُت یا غیرِ بُت کو اپنا معبود قرار دیتا ہو، اور اس کو عبادت کے قصد سے سجدہ کرتا ہو یا کافروں کے طریقہ کو جو اظہارِ کفر کے ضمن میں ہو ظاہر کرتا ہو۔ جیسے زنار اس قصد سے باندھتا ہو یا ہندوؤں کے طریقہ سے اُن کے شعار کے اظہار کے قصد سے اپنی پیشانی پر ٹیکہ لگاتا ہو کافر اور مستحقِ قتل ہے۔ یہ تمام امور بعض دوسرے امورِ دین کی ضروریات کے ضمن میں مذکور ہوں گے انشاء اللہ اور غیر شیعہ امامیہ جیسے زیدیہ اور سنیوں کے فرقے اور فطحیہ، واقفیہ، کیسانیہ ناووسیہ اور تمام مخالفین فرقے۔ اگر ضروریاتِ دینِ اسلام میں کسی کا انکار کریں تو وہ سب کافر ہیں

وآخرت دونوں میں کافر کا حکم رکھتے ہیں اور آخرت میں ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ سیّد مرتضیٰ اور ایک جماعت کے لوگ اسی کے قائل ہیں اور اکثر علمائے امامیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ دُنیا میں حکم اسلام اُن پر جاری ہے اور آخرت میں جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد باہر نکالے جائیں گے۔ لیکن بہشت میں داخل نہ ہوں گے بلکہ اعراف میں رہیں گے، اور شاذ و نادر لوگ قائل ہیں کہ طویل عذاب کے بعد بہشت میں داخل ہوں گے اور یہ قول نادر اور ضعیف ہے

اور علامہ حلی نے شرح یاقوت میں لکھا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ نص خلافت امیرالمومنینؑ پر نہیں ہوئی ہے۔ اُن کے بارے میں ہمارے اکثر اصحاب قائل ہیں کہ وُہ کافر ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ وہ فاسق ہیں۔ ایسے لوگوں نے اُن کی آخرت کے حکم کے بارے میں اختلاف کیا ہے اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ عذاب سے رہائی پائیں گے اور بہشت میں جائیں گے اور یہ قول مصنف کے نزدیک نادر ہے اور وہ قائل ہے کہ وہ عذاب سے رہائی پائیں گے۔ لیکن بہشت میں نہ جائیں گے اور جو روایتیں مخالفین کے کفر پر دلالت کرتی ہیں اور یہ کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور اُن کے اعمال مقبول نہیں ہیں وہ عامہ و خاصہ کے طریقوں سے متواتر ہیں اور جو قول اُن کے بارے میں یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں نہ رہیں گے یا بہشت میں داخل ہوں گے وہ نہایت ندرت کا قول ہے اور اُس کا قائل معلوم نہیں۔ یہ قول متاخرین متکلمین میں ظاہر ہوا ہے جو اخبار و آثار و اقوال قدما سے واقف نہیں ہیں۔ ابن بابویہ نے رسالہ عقائد میں لکھا ہے کہ جو شخص امامت کا دعوےٰ کرے اور وُہ درحقیقت امام نہ ہو وہ ظالم و ملعون ہے۔ اور جو شخص امامت کا اُس کے اہل کے غیر کا قائل ہو وہ بھی ظالم و ملعون ہے، اور جناب رسُولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے بعد علیؑ کی امامت سے انکار کرے تو اُس نے میری پیغمبری سے انکار کیا ہے اور جو شخص میری پیغمبری سے انکار کرے اُس نے خدا کی پروردگاری سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ہمارا اعتقاد اُس کے حق میں جو امیرالمومنینؑ کی امامت اور ان کے بعد کے اماموں کی امامت سے انکار کرے اُس کے مانند ہے کہ جس نے پیغمبروں کی پیغمبری سے انکار کیا ہے اور اُس شخص کے بارے میں ہمارا اعتقاد یہ ہے جو امیرالمومنینؑ کی امامت کا اقرار کرے اور ان کے بعد اماموں میں سے کسی ایک کی امامت سے انکار کرے تو وہ ایسے شخص کے مانند ہے جو تمام پیغمبروں پر تو ایمان لاتا ہے اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی پیغمبری سے انکار کرتا ہے اور حضرت صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہمارے آخر کا مُنکر ہمارے اوّل کا منکر ہے اور جناب رسُول خداؐ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد بارہ امام ہوں گے اُن میں سے سب سے پہلے امام حضرت امیرالمومنینؑ ہیں اور ان میں سب سے آخر

حضرت قائم ہیں۔ ان کی اطاعت میری اطاعت ہے جس نے اُن میں سے کسی ایک کا انکار
کیا اُس نے میرا انکار کیا اور حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ جو شخص ہمارے دشمنوں کے کفر میں شک
کرے وہ ہم پر ظلم کرنے والا کافر ہے اور ہمارا اعتقاد اُن کے بارے میں جنھوں نے حضرت
علیؑ سے جنگ کی ہے پیغمبر کے ارشاد کے مانند ہے کہ جو علیؑ سے جنگ کرے اُس نے مجھ سے
جنگ کی اور جس نے مجھ سے جنگ کی اُس نے خدا سے جنگ کی ہے اور آنحضرتؐ کا یہ ارشاد
کہ میری اُس کے ساتھ جنگ ہے جو علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام سے جنگ کرتا ہے اور میری
صلح ہے اُس سے جو ان سے صلح رکھتا ہے اور ہمارا اعتقاد بیزاری سے متعلق یہ ہے کہ چار
بتوں سے بیزاری اختیار کی جائے جن میں تین مشہور منافق اور چوتھا معاویہ ہے اور چار عورتیں
ہیں جن میں دو منافقہ مشہور ہیں جو ہندا و رام الحکیم ہیں اور ان کے سارے پیروی کرنے والوں
اور فرمانبرداروں سے بیزاری رکھنا چاہیئے اور یہ کہ وہ خلق خدا میں سب سے بدتر ہیں اور یہ کہ
اعتقاد کامل نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ خدا و رسولؐ و ائمہؑ کے اقرار اور ان کے دشمنوں سے بیزاری کے
ساتھ کامل ہوتا ہے۔

اور شیخ مفید نے کتاب المسائل میں کہا ہے کہ امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اماموں
میں سے کسی ایک امام کی امامت سے انکار کرے اور اُن کی اطاعت کے فرائض میں سے کسی
چیز سے انکار کرے جس کو خدا نے اُس پر واجب کیا ہے تو وہ کافر ہے اور گمراہ ہے اور جہنم میں
ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل
بدعت سب کافر ہیں اور امام پر لازم ہے کہ اُن سے توبہ کرائے جس وقت کہ وہ متمکن ہو اس کے
بعد جبکہ اُن کو دین حق کی دعوت دے اور اُن پر حجت تمام کرے۔ اگر وہ اپنی بدعتوں سے توبہ کریں
اور راہِ راست پر آجائیں تو قبول کرے ورنہ ان کو قتل کر دے اس لیے کہ وہ ایمان سے مرتد ہو گئے
ہیں اور جو شخص اسی مذہب پر مر جائے وہ اہلِ جہنم سے ہے اور سید مرتضیٰ نے شافی میں اور شیخ
طوسی نے تلخیص میں کہا ہے کہ ہم امامیہ کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ جو شخص جناب امیرؑ سے
جنگ کرے وہ کافر ہے اور اس پر فرقہ حقہ امامیہ کا اجماع دلیل ہے اور ان کا اجماع حجت
ہے نیز ہم جانتے ہیں کہ جو شخص حضرتؑ سے جنگ کرتا ہے وہ حضرتؑ کی امامت کا منکر ہوگا
اور اُن کی امامت کا انکار کفر ہے جس طرح انکارِ نبوت کفر ہے کیونکہ اس بارہ میں دونوں مداخلت
ایک طرح کی ہے لہٰذا بہت سی حدیثوں سے استدلال اس بارہ میں کیا ہے اور شیخ زین الدین
نے رسالہ حقائق الایمان میں بھی بہت باتیں اس بارے میں کی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کا
واقعی کفر اجماعی ہے جانتے ہیں اور جو کچھ اس بارے میں حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ مخالفین

لوگوں کے واسطے کوئی خوف نہیں ہے۔ آپ لوگ کبھی غمگین اور اندوہناک نہ ہوں گے اور علل میں جناب موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ ہر نماز کے وقت جبکہ یہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں تو خدا ان پر لعنت کرتا ہے۔ لوگوں نے کہا کیوں ایسا ہے۔ فرمایا اس لیے کہ امامت کے متعلق ہمارے حق کا انکار کرتے ہیں اور ہماری تکذیب کرتے ہیں اور معانی الاخبار میں بسند معتبر منقول ہے کہ حضرت صادقؑ نے حمران سے فرمایا کہ دین حق اور اہلبیتؑ کی ولایت کی رسّی کو اپنے اور تمام اہل عالم کے درمیان کھینچو جو شخص ولایت و امامت اہلبیتؑ کے بارے میں تمھارا مخالف ہوگا اگرچہ وہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ کے نسل سے ہو وہ زندیق ہے اور مثل صحیح دوسری سند حسن سے روایت کے مطابق فرمایا کہ جو شخص تمہاری مخالفت کرے اور ایمان و ولایت سے باہر ہو جائے اُس سے علیحدگی اختیار کرو ہر چند وہ علی و فاطمہ علیہما السّلام کی نسل سے ہو اور انہی حضرتؑ سے عقاب الاعمال میں روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے علیؑ کو اپنے اور اپنی خلق کے درمیان نشان قرار دیا ہے اور اس کے علاوہ کوئی نشان نہیں ہے۔ جو شخص اُن کی پیروی کرتا ہے مومن ہے اور جو انکار کرتا ہے کافر ہے اور جو شخص اس کے بارے میں شک کرے مشرک ہے۔ ایضاً انہی حضرتؑ سے منقول ہے اگر تمام لوگ جو زمین میں ہیں حضرت امیرالمومنینؑ سے انکار کریں تو خدا سب کو معذب فرمائیگا۔ اور جہنّم میں داخل کرے گا۔ ایضاً اکمال الدین میں حضرت کاظم علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص ہر زمانہ کے امام کی شخصیت اور اُن کی نصیحت کے بارے میں شک کرے وہ کافر ہوگیا اُن تمام اُمور سے جو خُدا نے نازل کیا ہے، اور کتاب اختصاص میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ ائمہ اطہارؑ ہمارے پیغمبرؐ کے بعد بارہ نجیب ہیں جن سے فرشتہ باتیں کرتا ہے اور جو شخص اُن میں سے ایک بھی کم یا زیادہ کرے گا۔ خدا کے دین سے خارج ہو جائے گا اور ہماری ولایت سے کچھ بہرہ ور نہ ہوگا۔ اور تقریب المعارف میں روایت کی ہے کہ حضرت علی بن الحسین علیہ السّلام کے آزاد کردہ نے انہی حضرتؑ سے پوچھا کہ آپ کے اُوپر میرا کچھ حق خدمت ہے۔ لہٰذا مجھے اوّل و دوم کے حال سے آگاہ فرمائیے۔ حضرتؑ نے فرمایا وہ دونوں کافر تھے اور جو شخص ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ ایضاً روایت کی ہے کہ ابوحمزہ ثمالی نے انہی حضرتؑ سے اوّل و دوم کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا کہ وہ کافر تھے اور جو اُن کی ولایت کا اقرار کرتا ہے وہ بھی کافر ہے

اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں جو متفرق کتابوں میں درج ہیں اور اکثر بحارالانوار میں مذکور ہیں اور شیعہ امامیہ کے بڑے بڑے لوگ جن سے گناہانِ کبیرہ سرزد ہوئے ہوں گے اور بغیر توبہ مرگئے ہوں گے عُلمائے امامیہ کے درمیان اختلاف نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ جہنّم میں نہ رہیں گے اور جناب رسُولِ خداؐ اور ائمہ اطہار علیہم السّلام کی شفاعت یقیناً اُن کو حاصل ہوگی جیسا کہ بیان

کیا جا چکا۔ اور یہ کہ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض جہنم میں داخل ہوں اور شفاعت ان کو نہ پہنچے
تو یا تو خدا کے فضل سے وہ جہنم میں جائیں گے ہی نہیں اور اُن پر عذاب یا تو دُنیا میں ہو جائے گا
یا مرنے کے وقت یا قبر میں یا محشر میں۔ اور اس بارے میں حدیثیں بہت مختلف اور شک میں
ڈالنے والی ہیں اور اُن کے وہم میں ڈالنے اور اختلاف کا یہ سبب ہے کہ شیعہ گناہانِ کبیرہ اور
نافرمانیوں کے ارتکاب کی جرأت نہیں رکھتے۔ اور معتزلہ اہلسنت کا اعتقاد یہ ہے کہ کبیرہ
گناہ کرنے والے جہنم میں ہوں گے۔ لیکن احادیث و اخبار اس قول کی نفی میں بہت ہیں جیسا
کہ ابن بابویہ نے بسند حسن مثل صحیح کے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے روایت کی ہے
کہ سوائے اہلِ کفر اور اہلِ انکار و گمراہ اور گمراہ کرنے والے اور شرک کرنے والے کے کوئی جہنم
میں ہمیشہ نہ رہے گا اور مومنین میں سے جس نے گناہانِ کبیرہ سے پرہیز کیا ہوگا اُس سے اُس کے
گناہانِ صغیرہ کے بارے میں سوال نہ کیا جائے گا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کبائر سے پرہیز
کرو گے جن کی تم کو ممانعت کی گئی ہے تو ہم تمہارے صغیرہ گناہوں سے چشم پوشی کریں گے اور تمھارے اُن گناہوں
کو بخش دیں گے اور تم کو مقام و منزل نیک و بہتر میں داخل کریں گے۔ راوی نے پوچھا یا ابن
رسول اللہؐ پھر شفاعت مومنین میں سے کس کے لیے لازم و واجب ہوگی حضرتؑ نے فرمایا مجھ
کو خبر دی ہے میرے پدرِ بزرگوار نے اپنے سے سُن کر اور انھوں نے اپنے پدر علی بن ابیطالب
امیرالمومنینؑ سے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسولِ خداؐ سے سُنا کہ میری شفاعت نہیں ہوگی۔ مگر
میری اُمت کے اہلِ کبائر کے لیے۔ لیکن نیکوکار لوگوں کے لیے کوئی اعتراض کی گنجائش نہ ہوگی اور
نہ وہ شفاعت کے محتاج ہوں گے۔ راوی نے پوچھا اہلِ کبائر کے لیے شفاعت کس طرح ہوگی
حالانکہ خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ ولا یشفعون الا لمن ارتضیٰ یعنی شفاعت کرنے والے
شفاعت نہ کریں گے لیکن اُس کی جو پسندیدہ ہوگا اور اہلِ کبائر پسندیدہ نہیں ہیں حضرتؑ نے فرمایا
کوئی مومن نہیں ہے جو کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ مگر یہ کہ اُس کو برا سمجھتا ہے اور اُس سے
پشیمان ہوتا ہے اور جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ گناہ سے پشیمانی توبہ کے لیے کافی ہے فرمایا
کہ وہ جس کو نیکی خوش کرتی ہے اور گناہ اُس کو آزردہ کرتا ہے۔ وہ مومن ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی
گناہ سے پشیمان نہ ہو جس کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ مومن نہیں ہے اور اُس کے لیے شفاعت
واجب نہیں ہے۔ وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہوگا۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ظالموں کا
قیامت میں کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا کہ اُس کی بات سنے اور
اُس کی اطاعت کرے۔ راوی نے کہا یا رسول اللہؐ کس سبب سے وہ مومن نہیں ہے جو
پشیمان نہیں ہوتا اُس گناہ پر جس کا مرتکب ہوتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اس سبب سے کہ گناہانِ کبیرہ

وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا تمھارے اصحاب کا کیا حال ہے
میں نے عرض کی کہ ہم شیعوں کے نزدیک یہود ونصاریٰ، اور مجوس اور بُت پرستوں سے بدتر
ہیں۔ حضرتؑ تکیہ سے سہارا کئے ہوئے تھے۔ جب میں نے یہ کہا تو درست ہو بیٹھے اور فرمایا کیا
کہا۔ میں نے پھر وُہی عرض کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم تم میں سے دو شخص بھی داخل نہ ہوگا۔
واللہ ایک بھی نہ ہوگا۔ خدا کی قسم تم اس آیت کے اہل ہو جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ لوگ کہیں گے
کہ کیا بات ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم اشرار و بدترین لوگوں سے شمار کرتے تھے
حضرت نے فرمایا کہ مخالفین تم کو جہنم میں تلاش کریں گے اور تم میں سے کسی ایک کو جہنم میں نہ پائیں
گے۔ اس مضمون کی کلینی اور دوسرے محدثین نے بہت سی سندوں سے روایت کی ہے۔ فرات
بن ابراہیم نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ
روزِ قیامت تم میرے نور سے متوسّل ہوگے۔ اور میں نورِ خدا سے اور تمھارے فرزندوں میں سے
ائمہ تمھارے نور سے اور تمھارے شیعہ تمھاری ذریّت کے نور سے متوسّل ہوں گے۔ لہٰذا سوائے
بہشت کے تم سب کو کہاں لے جائیں گے۔ پھر جب تم لوگ بہشت میں داخل ہوگے اور اپنی
حُوروں اور عورتوں کے ساتھ اپنی منزلوں میں ساکن ہو گے تو حق تعالیٰ مالک کی جانب وحی
فرمائے گا کہ جہنم کے دروازوں کو کھول دو۔ تاکہ میرے دوست ان چیزوں کی طرف دیکھیں جن کے
ذریعہ سے ہم نے اُن کے دشمنوں پر ان کو تفضیل دی ہے اس وقت جہنم کے دروازے کھولے
جائیں گے اور تم ان لوگوں کو دیکھو گے۔ جب اہلِ جہنم بہشت کی خوشبو پائیں گے تو کہیں گے کہ
اے مالک کیا تم ہمارے متعلق کچھ اُمید رکھتے ہو کہ خدا ہمارے عذاب میں کچھ تخفیف کردے
ہماری طرف ایک ہوا آتی ہے۔ مالک کہے گا کہ خدا نے مجھ پر وحی کی ہے کہ جہنم کے دروازوں
کو کھولوں تاکہ اہلِ بہشت تم کو دیکھیں۔ یہ سُن کر وہ اپنے سروں کو بلند کریں گے اور ان لوگوں کو پہچانیں
گے۔ ایک شخص اہلِ جہنم سے اہلِ بہشت میں سے ایک شخص کو ندا دے گا کہ کیا تم بھوکے نہ تھے
اور میں نے تم کو سیر کیا تھا اور دوسرا دُوسرے شخص سے کہے گا کہ کیا تم برہنہ نہ تھے اور میں نے تم کو
لباس پہنایا تھا۔ پھر ایک دُوسرا ایک دوسرے سے خطاب کرے گا کہ کیا تم کسی سے ڈرتے نہ
تھے اور میں نے تم کو پناہ دی تھی۔ اور ایک دوسرا ایک دوسرے شخص سے کہے گا کیا تمھارے
راز کو میں نے پوشیدہ نہیں رکھا تھا۔ اسی طرح ان میں سے جو شخص اہلِ بہشت میں سے جس شخص
پر کوئی حق رکھتا ہوگا ذکر کرے گا اور وہ تصدیق کرے گا۔ اُس وقت وہ سب ان سے کہیں گے کہ
ہمارے لیے خدا سے سفارش کرو کہ تمھارے صدقہ میں ہم کو بخش دے۔ الغرض وہ دُعا کریں گے
اور خدا اُن کو بخش دے گا اور وہ بہشت میں داخل ہوں گے۔ پھر ان کو بہشت میں ملامت کرینگے۔

مومنین کی سفارش سے کچھ جہنمی بہشت میں داخل کیے جائیں گے

اور اُن کو جہنّمی کہیں گے تو وہ لوگ اُن سے کہیں گے جنھوں نے ان کی سفارش کی ہے کہ تم لوگوں نے دُعا کی اور خدا نے ہم کو نجات دی اب پھر دعا کرو کہ اس وصف کو ہم سے برطرف کر دے اور بہشت میں ہم کو جگہ دے تو وہ سفارش کرنے والے پھر دُعا کریں گے تو خدا ایک ہوا کو حکم دے گا جو اہلِ بہشت کے دہنوں پر چلے گی تو وہ اس نام کو بھُول جائیں گے اور بہشت میں اُن کے لیے پناہ کی جگہ قرار دے گا۔ اور حسین بن سعید نے کتاب زہد میں بسند صحیح محمد بن مسلم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے جہنمیوں کے بارے میں دریافت کیا حضرت نے فرمایا میرے پدر بزرگوار فرماتے تھے کہ جو لوگ جہنّم سے نکالے جائیں گے اُن کو دروازۂ بہشت کے نزدیک ایک چشمہ کی طرف لائیں گے جس کو عین الحیٰوۃ کہتے ہیں۔ پھر اُس کا پانی اُن پر ڈالیں گے تو اُن کے گوشت و پوست اور بال اس طرح اُگیں گے جیسے گھاس اُگتی ہے۔ اور دوسری صحیح سند سے عمر بن ابان سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت صادقؑ سے میں نے اُس کے حال کے بارے میں دریافت کیا جو جہنّم میں داخل ہوگا اور اُس کو اس میں سے باہر لائیں گے اور بہشت میں داخل کریں گے حضرتؑ نے فرمایا تم چاہتے ہو تو میں تم کو آگاہ کرتا ہوں۔ اس بارے میں جو کچھ میرے پدر بزرگوار فرماتے تھے کہ چند مردوں کو جہنّم سے باہر لائیں گے اُس کے بعد جبکہ وہ مثل کوئلے کے جل گئے ہوں گے۔ پھر اُن کو بہشت کے دروازہ کے قریب ایک نہر پر لائیں گے جس کو چشمۂ حیوان کہتے ہیں اور اس میں کچھ پانی ان کے سر پر ڈالیں گے تو ان کے گوشت بال اور ان کے خون پیدا ہو جائیں گے۔ ایضاً بسند موثق حضرت باقرؑ سے مروی ہے کہ ایک جماعت آگ میں جلائی جائے گی یہاں تک کہ وہ لوگ کوئلے کے مانند ہو جائیں گے پھر اُن کی شفاعت کی جائے گی، تو ان کو اُس نہر کی طرف لے جائیں گے جو اہلِ بہشت کے پسینہ سے جاری ہوتی ہے تو وہ لوگ اُس میں غسل کریں گے پھر ان کے گوشت اور خون پیدا ہو جائیں گے اور کثافت اور جلنے کا اثر برطرف ہو جائے گا۔ اور وہ بہشت میں داخل ہوں گے اس وقت ان کو بہشت میں جہنمیوں کے نام سے پکاریں گے یہ سُن کر وہ لوگ آوازیں دُعا کے لیے بلند کریں گے کہ خداوندا یہ نام ہمارا مٹا دے۔ پھر وہ برطرف کر دیا جائے گا۔ پھر حضرتؑ نے فرمایا کہ دشمنانِ علیؑ ہمیشہ جہنّم میں رہیں گے اور اُن کو شفاعت نہ پہنچے گی۔

اور دوسری معتبر سند سے عمران سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ اہلِ خلاف تعجب کرتے ہیں اُن لوگوں کے اس کہنے پر کہ خدا ایک جماعت کو جہنّم سے نکالے گا اور ان کو دوستانِ خدا اور اصحابِ بہشت کے ساتھ قرار دے گا یہ سُن کر حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ قولِ خُدا ومن دونھما جنتن نہیں پڑھتے ہیں۔ بہشت میں ایک

جنت زیادہ پست جنت سے ہوگی اور جہنم میں ایک آگ زیادہ پست جہنم کی آگ سے ہوگی۔ وہ لوگ ایک جگہ دوستانِ خدا کے ساتھ نہ ہوں گے۔ خدا کی قسم جنت اور دوزخ کے درمیان بھی ایک منزل ہوگی اور میں مخالفوں کے خوف سے بات نہیں کرسکتا۔ جس وقت قائم علیہ السلام ظاہر ہوں گے کافروں سے پہلے مخالفین کے قتل کی ابتدا کریں گے اور ان کو اُن کے علماء کے ساتھ قتل کریں گے اور مجمع البیان میں بھی اس حدیث کے مضمون کو انہی حضرت سے روایت کی ہے۔ ایضاً کتاب زہد میں بسند صحیح ابن ابان سے روایت کی ہے کہ امامؑ نے جہنمیوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے گناہوں کے جرم میں دوزخ میں جائیں گے اور خدا کی بخشش اور عفو کے بعد باہر نکالے جائیں گے اور بسند صحیح حضرت امام باقرؑ سے منقول ہے کہ آخر میں دوزخ سے جو شخص باہر آئے گا وہ ہے جس کو ہمام کہتے ہیں اور وہ جہنم میں ایک مدت تک خدا کو یاحنان یامنان کہہ کر پکارتا رہے گا۔ ؎

ابن بابویہ نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے اُس نوشتہ کے بارے میں روایت کی ہے جو آپ نے مامون کو لکھا تھا۔ اُس میں محض اسلام کے بارے میں مذکور ہے کہ خدا جہنم میں کسی مومن کو داخل نہ کرے گا۔ جبکہ اُس نے اُن سے جنت کا وعدہ کیا ہے اور کسی کافر کو جہنم سے باہر نہ نکالے گا۔ جبکہ اُن سے آگ میں داخل کرنے کا اور اُس میں ہمیشہ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اہلِ توحید میں گناہگار جہنم میں داخل ہوں گے اور اُس میں شفاعت کے سبب باہر آئیں گے اور شفاعت اُن کے لیے جائز ہے۔ اور خصال میں حضرت صادقؑ سے اعمش کی حدیث میں بھی اس کی روایت کی ہے اور فضائل شیعہ میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے شیعوں سے فرمایا کہ تمہاری منزلیں تمہارے لیے بہشت ہیں اور تمھاری قبریں تمہارے لیے بہشت ہیں تم بہشت کے لیے خلق ہوئے ہو۔ پھر فرمایا کہ تم بہشت کی جانب ہوگے۔ اور دوسری معتبر سند سے انہی حضرت سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص تم کو دوست رکھتا ہے اور نہیں جانتا کہ تم کیا کہتے ہو۔ اور تمھارے اعتقاد کو نہیں جانتا تو خدا اُس کو بہشت میں داخل کرے گا۔ اور ایک شخص تم کو دشمن رکھتا ہے اور نہیں جانتا کہ تم کیا کہتے ہو، اور تمھارا اعتقاد نہیں جانتا تو خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ اور کلینی اور عیاشی نے ابن یعقوب سے روایت کی ہے وہ

؎ مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ جماعت جس کے بارے میں معتبر حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ جہنم سے باہر آئیں گے اور بہشت میں داخل ہوں گے۔ احتمال ہے فساق شیعہ اُن میں داخل ہوں گے اور ممکن ہے کہ مستضعفین سے مخصوص ہو۔ ۱۲

کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ لوگوں سے ملتا جلتا ہوں اور اُس گروہ کے بارے میں مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے جو آپ کی محبت و ولایت نہیں رکھتے بلکہ اوّل و دوم کی ولایت رکھتے ہیں اور صاحب امانت و صداقت و وفا ہیں اور اُن لوگوں پر بیحد تعجب ہوتا ہے جو آپ کی ولایت و محبت کے دعوے دار ہیں اور امین، سچے اور وفادار نہیں ہیں۔ یہ سُن کر حضرت دُرست ہو کر بیٹھے اور میری طرف غضبناک ہو کر رُخ کیا اور فرمایا کہ اُس کا کوئی دین نہیں جو خدا کی عبادت اُس جابر امام کی ولایت کے ساتھ کرتا ہے جس کی امامت خدا کی جانب سے نہ ہو۔ اور کوئی عتاب اور غضب نہیں ہے اُس کے لیے جو خدا کی عبادت اُس امام عادل کی ولایت کے ساتھ کرتا ہے جو خدا کی جانب سے منصُوب ہو۔ میں نے عرض کی اُن لوگوں کا کوئی دین نہیں ہے اور اُن لوگوں پر کوئی عتاب نہیں؟ فرمایا ہاں کیا تم نے خدا کا یہ قول نہیں سُنا ہے اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمات الی النور۔ اللہ ان لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لائے ہیں۔ اُن کو (گناہوں کی) تاریکی سے نکال کر (توبہ کے) نُور کی جانب لاتا ہے اور مغفرت اُن کے لیے ہے جنھوں نے ہر امام عادل کی ولایت اختیار کی ہے جو خدا کی جانب سے منصُوب و مقرّر ہوں۔ اور فرمایا ہے والذین کفروا اولیاؤھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات یعنی جو لوگ کافر ہو گئے ان کے دوست اور مددگار باطل پیشوا ہیں۔ وہ اُن کو نور سے نکال کر ظلمت کی جانب لے جاتے ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ نورِ اسلام رکھتے تھے۔ جب ہر ظالم امام کی ولایت اختیار کی جو خدا کی جانب سے نہیں ہیں تو ان کی ولایت کے سبب سے نورِ اسلام سے ظلمت کفر کی جانب نکل گئے اِس لیے خدا نے اُن پر کافروں کے ساتھ آتشِ جہنّم واجب قرار دی لہٰذا وہ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ ایضاً کلینی نے بسندِ صحیح حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ہر امام جابر جو خدا کی جانب سے نہیں ہے اس کے معتقدین پر عذاب کروں گا۔ اگرچہ وہ اپنے اعمال میں نیکوکار اور پرہیزگار ہوں اور یقیناً مُعاف کروں گا ہر انسان کو اسلام میں جو ہر امام عادل کی ولایت کا اقرار کرتا ہے جو خدا کی جانب سے مقرّر ہو۔ اگرچہ وہ انسان اپنے نفس میں ظالم و بدکردار ہو۔ ایضاً بسند معتبر حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ بیشک خدا شرم نہیں کرتا اس سے کہ عذاب کرے اُس گروہ پر جو اُس امام کا اعتقاد رکھتے ہیں جو خدا کی جانب سے نہ ہو۔ اگرچہ اپنے اعمال میں نیک کردار و پرہیزگار ہوں۔ اور یقیناً خدا شرم کرتا ہے اس سے کہ اُس گروہ پر عذاب کرے جو اُس امام کا اعتقاد رکھتے ہیں جو خدا کی جانب سے مقرّر ہوں اگرچہ اپنے اعمال میں ستمگار اور بدکردار ہوں اور عیون اخبار رضا علیہ السّلام میں بسند معتبر انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ روزِ قیامت ہم

خود اپنے شیعوں کے حساب کے متولی ہوں گے۔ جس شخص کی نافرمانی خدا اور اُس کے درمیان ہوگی ہم حکم کریں گے اور خدا ہماری جانب سے حکم کرے گا۔ اور جس کا گناہ اُس کے اور لوگوں کے درمیان ہوگا تو اُن کے بارے میں ہم طلب بخشش کریں گے اور وہ ہماری خاطر سے معاف کردینگے۔ اور جس شخص کا مظلمہ ہمارے اور اُس کے درمیان ہوگا تو ہم اُس کے زیادہ سزاوار ہیں کہ اُس کو مُعاف کردیں اور درگذر کریں۔ ایضاً انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جناب رسُول خداؐ نے حضرت امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ اپنے شیعوں کو خوشخبری دے دو کہ روزِ قیامت میں اُن کا شفیع ہوں گا جس وقت سوائے میری شفاعت کے کچھ اور فائدہ نہ دے گا۔

اور مجالس میں شیخ مفید اور شیخ طوسی نے حضرت سیدالشہداؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اہلبیتؑ کی مودت سے ہاتھ مت اُٹھاؤ کیونکہ جو شخص قیامت میں خدا سے اِس طرح مُلاقات کرے کہ ہم کو دوست رکھتا ہو تو ہماری شفاعت سے داخل بہشت ہوگا اُسی خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بندہ کے اعمال اُس کو نفع نہیں بخشتے مگر ہمارے حق کو پہچاننے کے سبب سے۔ اور شیخ طوسی نے مجالس میں حضرت امام علی نقیؑ سے روایت کی ہے کہ رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ جناب اقدس الٰہی نے تم کو تمہارے شیعوں کو اور تمہارے شیعوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے۔ ایضاً حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص مجھ پر، میرے پیغمبر پر اور میرے ولی پر ایمان لاتا ہے اُس کو داخلِ بہشت کروں گا۔ خواہ وُہ کیسے ہی عمل رکھتا ہو۔

اور مجالس میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آگ اُس شخص کو نہیں جلائے گی جو دینِ حق کا اعتقاد رکھتا ہو۔ ایضاً حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ وہ بندہ اس امر کا اقرار نہیں کرتا یعنی ائمہؑ کی امامت کا جو آگ کا نوالہ بنتا ہے۔ راوی نے پوچھا آگ میں وہ شخص جلے گا جو بہت گنہگار ہوگا۔ حضرت نے فرمایا جب ایسا بندہ ہوتا ہے خدا اُس کو اُس کے بدن کے آزار میں مُبتلا کرتا ہے اور اگر یہ اُس کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا تو ایک وزیر اُس کو رُسوا کرتا ہے اور اگر یہ بھی اُس کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوتا تو جانکنی اُس پر سخت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب قیامت آئے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا اور وہ داخلِ بہشت ہوتا ہے۔

اور کلینی نے بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ مومن دو قسم کے ہیں اوّل وہ جو خدا کی ان شرطوں کو وفا کرتا ہے جو اُس سے اُس نے کی ہیں اور ایمانی تمام اعمال کو بجا لاتا ہے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے رجالٌ صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ اُس کو دنیا اور آخرت ہول کا خوف نہیں ہوتا۔ پھر آخرت میں پیغمبروں، صدیقوں، شہدا، اور صالحین کے ساتھ

آنحضرت اور اہلبیت کے دوستوں سے بخشش و شفاعت کا وعدہ

ہوگا اور وہ اُس کے لیے اُس کے بہتر رفیق ہیں۔ اور وہ آخرت میں دوسروں کی شفاعت کریگا۔ اور خود کسی کی شفاعت کا محتاج نہ ہوگا

دوسری قسم : یعنی وہ مومن ہے کہ اُس کا پیر کانپتا ہے اور وہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اُس کمزور گھاس کے مانند ہے جو زمین سے اُگتی ہے اور کبھی ٹیڑھی ہوتی ہے کبھی سیدھی کھڑی ہوتی ہے اور جس طرف ہوا اُس کو گھما دیتی ہے گھوم جاتی ہے اور اس مومن کو دُنیا و آخرت کا خوف پہنچتا ہے اور وہ شفاعت کا محتاج ہے اور اسی کی عاقبت بخیر ہے

اور عیاشی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم کو کیا مانع ہے اس سے کہ اُس شخص کے لیے گواہی دو جو دینِ تشیع پر مرتا ہے کہ وہ اہلِ بہشت سے ہے۔ بیشک حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ پر لازم ہے کہ میں مومنوں کو نجات دوں اور شیخ مفید نے مجالس میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ایک روز جناب رسُولِ خداؐ سوار ہو کر سفر میں جارہے تھے ناگاہ نیچے سواری سے اُترے اور پانچ سجدے کئے اور پھر سوار ہوئے تو صحابہ میں سے کسی نے اُس کا سبب پوچھا۔ فرمایا کہ جبریلؑ نازل ہوئے اور مجھے خوشخبری دی کہ علیؑ بہشت میں ہوں گے اِس لیے خُدا کے شکر کا میں نے سجدہ کیا۔ جب میں نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو کہا کہ فاطمہؑ بھی جنّت میں ہوں گی۔ پھر میں نے سجدۂ شکر ادا کیا، جب سر اُٹھایا تو کہا حسنینؑ بہترین جوانانِ بہشت ہوں گے۔ پھر میں نے سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اُٹھایا تو کہا جو شخص ان کو دوست رکھے گا وہ بھی بہشت میں ہوگا۔ پھر میں نے سجدہ کیا جب سر اُٹھایا تو پھر جبریلؑ نے کہا کہ جو شخص اُن کو دوست رکھے گا جو اِن (علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ) کو دوست رکھتا ہے وہ بھی بہشت میں ہوگا۔ پھر میں نے سجدہ کیا۔ اور بشارۃ المصطفٰے میں حذیفہ بن منصور سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اُس نے کہا کہ میں آپ پر فدا ہوں کہ میرا ایک بھائی ہے جو آپ کی محبت اور تعظیم میں کمی نہیں کرتا مگر یہ کہ شراب پیتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا دوست اس حال پر ہو۔ لیکن میں تم کو آگاہ کرتا ہوں اُس شخص سے جو اس سے بدتر ہے اور وہ وُہ ہے جو ہماری عداوت رکھتا ہے۔ اور ایک پست ترین مومن جس سے پست اُن میں کوئی نہیں ہے۔ دو سو آدمیوں کے بارے میں خدا اُس کی شفاعت قبول کرتا ہے۔ لیکن ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور ساتوں دریاؤں کے رہنے والے اگر ناصبی کے حق میں شفاعت کریں تو مقبول نہ ہوگی اور وہ برادرِ مومن جس کا تم نے ذکر کیا دُنیا سے نہ جائے گا۔ یہاں تک کہ توبہ کرے یا اُس کو خدا کسی جسمانی بلا میں مُبتلا کرے جو اُس کے گناہوں کو محو کرنے والی ہو۔ یہاں تک کہ جب خدا سے مُلاقات

کرے گا تو اُس پر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے شیعہ راہ راست پر ہیں اور نیکی پر ہیں۔ میرے پدر بزرگوار بہت کہا کرتے تھے کہ خدا دوست رکھتا ہے آلِ محمدؐ کے دوست کو، اور دشمن رکھتا ہے آلِ محمدؐ کے دُشمن کو۔ اگرچہ وہ ہر روز روزہ رکھتا ہو، اور راتوں کو عبادت میں کھڑا رہتا ہو۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ ہمارے شیعوں کو روزِ قیامت اُن کی قبروں سے اُن تمام گناہ اور عیب کے ساتھ جو انھوں نے کیئے ہوں گے مبعوث فرمائے گا۔ اُن کے چہرے چودھویں کی رات کے چاند کے مانند چمکتے ہوں گے اور اُن کا خوف برطرف ہو گیا ہوگا۔ اُن کے عیوب پوشیدہ کر دیئیے گئے ہوں گے اور اُن کو امن دے دیا گیا ہوگا۔ عام لوگ خوفزدہ ہوں گے اور وہ نہ ہوں گے۔ عام لوگ غمگین و اندوہناک ہوں گے وہ اندوہناک نہ ہوں گے۔ وہ اُن ناقوں پر سوار ہوں گے جن کے بازو چمکتے ہوئے سونے کے ہوں گے۔ اور وہ نہایت ہموار اور نرم مزاج ہوں گے بغیر اس کے کہ ان کو تعلیم دی گئی ہو۔ اُن کی گردنیں یاقوتِ سُرخ کی ہوں گی جو حریر سے زیادہ نرم ہونگی اُس کرامت کے سبب سے جو وہ حق تعالیٰ کے نزدیک رکھتے ہیں اور دوسری روایت کے مُطابق وہ مومنین سفید لباس پہنے ہوئے ہوں گے جیسے دُودھ سفید ہوتا ہے اور سونے کی نعلین پیروں میں ہونگی۔ جن کے بند مروارید کے ہونگے جو چمکتے ہوں گے۔ اور وہ نلقے نوُر کے ہوں گے اور ان پر سامان سونے کے موتی اور یاقوت سے مکلل ہوں گے۔ وہ تاج بادشاہی اور اکلیل کرامت سر پر رکھے ہوں گے۔ اور کہیں گے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰہ علی ولی اللہ۔

اور شیخ کشی نے رجال میں عبید بن زرارہ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی میں آپ پر فدا ہوں۔ ایک شخص بنی اُمیہ کو دوست رکھتا ہے کیا انہی کے ساتھ محشور ہوگا۔ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی ایک شخص آپ کو دوست رکھتا ہے کیا وہ آپ کے ساتھ محشور ہوگا۔ حضرتؑ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی کہ خواہ وہ زنا کرتا ہو خواہ چوری کرتا ہو۔ حضرت نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں۔ ایضاً عمرو بن الیاس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابو بکر حضرمی کے پاس گیا جب کہ وہ جانکنی کے عالم میں تھے۔ انھوں نے کہا کہ یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ کوئی جھوٹ کہے۔ میں جعفر بن محمد علیہما السلام کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اُن سے سُنا آپ نے فرمایا کہ جو شخص مرنے کے وقت ہماری ولایت کا اعتقاد رکھتا ہو اُس کو آتشِ جہنم نہیں مس کرے گی۔ دوسری روایت کے مُطابق کہا کہ میں نے اُن حضرت سے سُنا کہ تم میں سے کوئی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ اور اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں لیکن اس کے خلاف بھی حدیثیں بہت ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مومنوں پر عذاب ہوگا

فی الجملہ جیسا کہ بعض کا بیان ہو چکا۔ اور ابن بابویہ اور شیخ طوسی نے بسندہائے صحیح و معتبر جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اے جابر کیا وہ شخص جو تشیع کا دعویٰ کرنے ہی پر اکتفا کرتا ہے اسی کے ساتھ کہ ہماری محبت کا دعویٰ کرتا ہو۔ خدا کی قسم ہمارا شیعہ نہیں ہے مگر وہ جو خدا کی نافرمانی سے پرہیز کرتا ہو اور اُس کی اطاعت کرتا ہو۔ اے جابر! پہلے لوگ ہمارے شیعوں کو تواضع، فروتنی، خُدا سے بے حد خوف اور اُس کو بہت یاد کرنے اور کثرت سے روزہ و نماز، ماں باپ کے ساتھ نیکی اور فقیر اور ہمسایوں اور مسکینوں، قرضداروں اور یتیموں کے حالات پر مہربانی اور گفتگو میں سچائی، تلاوتِ قرآن اور لوگوں کے ساتھ سخت زبانی سے پرہیز اور اپنے لوگوں اور رشتہ داروں پر ہر چیز میں امانت و مہربانی کے ساتھ عمل کرنے سے پہچانتے تھے۔ یہ سُن کر جابر نے کہا یا ابن رسول اللہؐ آپ کے شیعوں میں یہ صفات نہیں پاتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا اے جابر! باطل طریقوں پر مت چلو۔ مرد کے لیے یہی کافی ہے کہ کہے کہ علیؑ کو دوست رکھتا ہوں حالانکہ جنابِ رسولِ خداؐ علیؑ سے بہتر ہیں اور عمل رسولؐ کو بجا نہیں لاتا اور آنحضرتؐ کی سُنّت کی پیروی نہیں کرتا تو وہ محبت اُس کو فائدہ نہ دے گی۔ لہٰذا خدا سے ڈرو اور ثوابوں کے حاصل کرنے کے لیے عمل کرو جو خدا کے پاس ہیں۔ خدا اور خلق کے کسی شخص کے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے، اُن میں سب سے زیادہ گرامی خدا کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو اور خدا کی عبادت میں زیادہ عمل کرنے والا ہو۔ خدا کی قسم خدا کا تقرب حاصل نہیں کیا جا سکتا مگر اُس کی اطاعت سے۔ ہمارے ساتھ ہونا آتشِ جہنم سے بیزاری نہیں ہے اور ہماری خدا پر کوئی حجت نہیں ہے۔ جو شخص خدا کا فرمانبردار ہے وہ ہمارا دوست ہے اور جو شخص خدا کا نافرمان ہے وہ ہمارا دشمن ہے ہماری ولایت نہیں حاصل ہو سکتی لیکن عمل اور پرہیزگاری سے۔ خصال میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ شیعہ نہیں ہے مگر وہ جس کی شرمگاہ اور شکم حرام سے محفوظ ہو اور عمل میں اُس کی کوشش شدید ہو اور اطاعت کو خدا کے لیے خالص قرار دے اور اُس کے ثواب کی اُمید اور اُس کے عقاب سے خوف رکھتا ہو اگر ایسی جماعت کو تم دیکھو تو سمجھو کہ یہ ہمارے شیعہ ہیں۔ اور شیخ مفید نے ارشاد میں اور شیخ طوسی نے مجالس میں روایت کی ہے کہ جنابِ امیرؑ شب ماہ میں مسجد سے باہر نکلے اور قبرستان کی جانب متوجہ ہوئے۔ ایک جماعت اُن کے ساتھ ہو گئی۔ حضرت کھڑے ہو گئے اور اُن سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو۔ انھوں نے کہا ہم آپ کے شیعہ ہیں یا امیرالمومنینؑ۔ حضرت نے اُن کے چہروں پر فراست سے نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ میں تم میں علامت شیعہ کیوں نہیں پاتا ہوں۔ عرض کی کہ شیعوں کی علامت کیا ہے فرمایا کہ راتوں کو عبادت میں بسر کرنے سے چہرہ زرد ہوتا ہے خوفِ

خُدا سے رونے کے سبب آنکھیں پُرآشوب ہوتی ہیں اور عبادت میں زیادہ کھڑے رہنے سے پُشت خم ہوتی ہے۔ بہت روزہ رکھنے کے سبب پیٹ اندر کو دھنسے ہوتے ہیں۔ بہت دُعائیں کرنے سے اُن کے لب خشک ہوتے ہیں۔ غبارِ خوف اُن کے چہروں پر چھایا ہوا ہوتا ہے۔ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ ہمارا شیعہ نہیں ہے مگر وہ جو خدا کی اطاعت کرتا ہے۔ اور ابن ادریس نے سرائر میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہمارا شیعہ وہ نہیں ہے جو زبان سے شیعیت کا دعویٰ کرے اور ہمارے اعمال اور آثار میں ہماری مخالفت کرے۔ لیکن ہمارا شیعہ وہ ہے جو زبان و دل سے ہماری موافقت کرے اور ہمارے آثار کی متابعت کرے اور ہمارے اعمال کے مطابق عمل کرے۔ ایسے لوگ ہمارے شیعہ ہیں اور کافی میں بسندِ صحیح حضرت صادقؑ سے خدا کے اس قول کی تفسیر میں روایت کی ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا یعنی جس کو حکمت دی گئی ہے اُس کو خیرِ کثیر عطا ہوا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حکمت سے مراد امام کا پہچاننا ہے اور کبائر سے پرہیز کرنا ہے جس کے ارتکاب پر جہنّم کی آگ کی دھمکی دی گئی ہے۔ ایضاً بسند حسن محمد بن حکیم سے روایت کی ہے کہ جناب موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے میں نے پوچھا کہ گناہانِ کبیرہ کیا آدمی کو ایمان سے خارج کر دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہاں گناہانِ کبیرہ سے بہت کم درجہ کا گناہ بھی ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ جنابِ رسُولِ خداؐ نے فرمایا ہے کہ زنا کرنے والا جس وقت زنا کرتا ہے مومن نہیں رہتا اور چور جب چوری کرتا ہے مومن نہیں رہتا۔ ایضاً بسندِ صحیح عبداللہ بن سنان سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ جو شخص کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے اور مر جاتا ہے کیا وہ گناہ اُس کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور اگر اُس پر عذاب ہوگا تو کیا اُس کا عذاب مشرکوں اور بُت پرستوں کے عذاب کے مانند ابدی ہوگا۔ یا اُس کا عذاب ایک محدود مدّت کیلئے اور منقطع ہونے والا ہوگا؟ حضرت نے فرمایا کہ جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اُسکو حلال سمجھتا ہے اس لیے وُہ گناہ اس کو دینِ اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور اُس پر شدید ترین عذاب کریں گے۔ لیکن اگر وہ اعتراف کرتا ہو کہ وہ عمل گناہ ہے جو اُس نے کیا ہے اور اُسی حال پر مر جائے تو وہ گناہ اُس کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے لیکن اسلام سے خارج نہیں کرتا اور اس کا عذاب مردِ اوّل کے عذاب سے زیادہ ہلکا ہوگا۔ ایضاً بسندِ معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ تین خصلتیں ہیں جو اگر کسی میں موجود ہوں تو وُہ منافق ہے۔ اگر چہ نماز و روزہ عمل میں لاتا ہو اور اسلام کا دعویٰ کرتا ہو۔ جب اُس کو کسی امر کے لیے امین مقرر کریں تو خیانت کرے۔ جب باتیں کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اُس کے خلاف کرے۔

واضح ہو کر شیعوں کی صفتوں کے بارے میں حدیثیں بہت ہیں اور مومن کے صفات کافی ہیں اسی طرح گناہوں کے بارے میں جو آدمی کو اسلام سے خارج کر دیتے ہیں بہت زیادہ خبریں ہیں اور ان اختلافات اور ابہامات میں بہت مصلحتیں ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ خواہشات کے بندے اُمید مغفرت کی آیتوں اور حدیثوں کے سبب سے مغرور نہ ہوں جو اہلِ ایمان کی صفتوں میں سب سے بڑی صفت ہے اور غالب امید غرور وغفلت اور عذاب سے محفوظ ہو جانے پر منتہی ہوتا ہے اور یہ بھی گناہانِ کبیرہ میں سے ہے اور خوف کا غالب ہونا بھی اچھا نہیں ہے اور خدا کی رحمت سے نا اُمید ہونے پر منتہی ہوتا ہے اور وہ گناہان کبیرہ میں سے ہے لہٰذا دین کے پیشوا حضرات نے جو تمام خلق کے دلوں اور نفسوں کے طبیب ہیں ہر درد کی دوا سے تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ اگر غفلت و غرور میں مبتلا ہو جاؤ تو چاہیئے کہ آیات خوف اور اس ارشاد پروردگار کے ذریعہ سے علاج کرو جیسا کہ اُس نے فرمایا ہے ما غرك بربك الكريم یعنی کس چیز نے تجھ کو تیرے پروردگار کریم سے غافل اور مغرور کر دیا۔ جس نے تجھ کو خلق کیا اور تیرے امور کا انتظام کیا اور بہترین صورت تجھ کو عطا کی ہے اور تو کسی حال میں اُس کی نعمتوں سے خالی نہیں ہے۔ اور اُن آیات واحادیث میں غور کرو جو دھمکی اور شدید عذابوں کے ضمن میں ہیں۔ اور اگر رسول خداؐ اور آئمہ ہدیٰؑ کی شفاعت پر بھروسہ کرتے ہو روز قیامت تمھارے شفیع ہوں گے تو غور کرو کہ اگر امن وامان کا باعث ہوتا تو وہ شفاعت کرنے والے کیوں تمام عمر خوف سے کانپتے رہتے اور سینہ حقیقت آگین سے کیوں آہِ جہاں سوز کھینچتے اور کیوں اپنی حق میں آنکھوں سے اپنے رُخساروں پر آنسوؤں کی نہریں بہاتے رہتے۔ ایضاً شفاعت ایمان کی فرع ہے اور ایمان یقین کی ایک قسم ہے اور یقین کبریت احمر ہے جو زیادہ نایاب ہے (یعنی جس طرح کبریت احمر (سرخ گندھک) نایاب ہے اُسی طرح یقین بھی نایاب ہے۔ جب یقین ہوگا تو ایمان ہوگا اور جب ایمان ہوگا تو شفاعت حاصل ہوگی) تم کو کیا معلوم کہ یہ ناقص ایمان شیطانی وسوسوں سے زائل نہ ہو جائے گا۔ خدا کی اطاعت اور عبادتیں شیطانی وسوسوں سے حفاظت کے لیے ایمان کا قلعہ ہیں اور عقائدِ ایمان کے جواہر کو تمھارے سینہ کے صندوق اور دل کے ڈبہ میں رکھا ہے اور فرائض کا عمل میں لانا اور گناہوں کو ترک کرنا اُس صندوق و ڈبہ کے قفل ہیں اور نوافل پر عمل اور عمدہ اخلاق کا حاصل کرنا اور مکروہات اور بُرے اخلاق وعادات کا ترک اُس صندوق کے پاسبان ونگہبان ہیں اور ایمان کا چور شیطان تمھاری تاک میں بیٹھا ہے کہ اگر سوراخ پائے تو اپنے کو سینہ کے اندر پہنچا دے اور جو کچھ ایمانی حقائق کے جواہرات لوٹ سکے لوٹ لے جائے یا شک کی آگ اور شبہہ کے دھوئیں سے سب کو بیکار کر دے لیکن پاسبانوں کو ایک ایک کرکے تم

باہر نکال رہے ہو کہ ان کی ضرورت نہیں ہے اور قفل اور بند دروازوں کو کھولتے ہو کہ شفاعت کرنے والوں کی شفاعت میرے لیے کافی ہے اور خواب غفلت میں پڑے ہو اور لذات فانیہ اور خواہشوں میں بے خود ہو رہے ہو اور خناس شیطان کے وسوسوں کو اپنے سینہ میں جگہ دیتے ہو اور رحمت کے فرشتوں کو جو دین کے خزینہ دار ہیں اپنے پاس سے بھگاتے ہو اور یقین و ایمان کے چور، ایمان لوٹنے میں مشغول اور شبہات کے کوڑے کرکٹ کو روشن کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور جانکنی کے وقت شیاطین عدیلہ بھی اُن کے مددگار ہو جاتے ہیں اُس وقت تم کو خبر ہوتی ہے اور غفلت اور بےخودی و جہالت کے خواب سے بیدار اور ہوشیار ہوتے ہو جبکہ تمام ایمان و اعمال صالحہ کا سرمایہ کھو چکے ہوتے ہو اور توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوتا ہے اور سخت مزاج اور تند خو فرشتے تمہارے سر پر کھڑے ہوتے ہیں اور ہر چند رب ارجعونی لعلی اعمل صالحا۔ (پالنے والے مجھ کو دنیا میں واپس کر دے تاکہ میں نیک اعمال بجا لاؤں) کہتے ہو اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور تمہارے شفاعت کرنے والے سب تمہارے دشمن ہوتے ہیں اور تمہاری باطل آرزوئیں سب تم سے برطرف ہو چکی ہوتی ہیں اور غرور باطل سے ابدی نقصان کے سوا کچھ نتیجہ تمہارے لیے نہیں ہوتا۔ نعوذ باللہ من ذلک وھو الخسران المبین (ان امور سے ہم خدا کی پناہ چاہتے ہیں اور وہ کھلا ہوا نقصان ہے) لہٰذا تم کیا جانتے ہو کہ طرح طرح کے گناہوں کے ارتکاب کے بعد یہ ناقص ایمان تمہارے لیے باقی رہے گا۔ حضرت صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ خداوند کریم نے صالحین اور اکابر دین کے ایک گروہ کا تذکرہ فرمایا ہے جو بارگاہ رب العزت میں فریاد کرتے رہے ہیں کہ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا یعنی اے ہمارے پروردگار باطل کی جانب ہمارے دلوں کو مائل نہ ہونے دے اس کے بعد جبکہ تُو نے ہماری ہدایت فرمائی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اُن صالحین نے اس لیے یہ دعا کی کہ جانتے تھے کہ بعض قلوب ہدایت پانے کے بعد باطل کی جانب مائل ہو جاتے ہیں۔

ایضاً جو آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مومن یا شیعہ جہنم میں نہ جائیں گے تو اس پر کس طرح مغرور ہوتے ہیں حالانکہ مومن و شیعہ و محب کے بہت سے معنی ہیں جو انشاء اللہ اس کے بعد مذکور ہوں گے تم کو کیا معلوم کہ وہ الفاظ اُن حدیثوں میں کس معنی میں وارد ہوئے ہیں اور وہ معنی تم سمجھے ہو یا نہیں۔ ایضاً حسرت اور آخرت کا نقصان عذاب و عقوبت میں منحصر ہے اور خدا کی خاص مہربانیوں، اور لطف و کرم اور نہ ختم ہونے والے بلند درجات سے محرومی اور قرب رضائے الٰہی سے علیحدگی حسرت ابدی کے لیے کافی ہے اور حیوانوں کی طرح بہشت کی چراگاہ میں چرنا عبادتوں میں اہتمام اور گناہوں کے ترک سے کافی نہیں ہے۔ اگر

تم پر خوف غالب ہوگا اگر ایسا خوف ہے کہ تمہارے عمل کا باعث اور گناہوں سے روکنے والا ہو تو تمام حالات سے بہتر ہے۔ اگر ایسا خوف ہے جو حق تعالیٰ اور اُس کے کرم کے بارے میں سوءِ ظن کا باعث ہو اور آدمی کو دعا اور عمل میں سُست کر دے تو وہ گناہانِ کبیرہ میں سے ہے اور اگر آیاتِ رحمت اور اُمید کی حدیثوں میں تم پر ایسی حالت وارد ہو تو غور و فکر کرو، اور جانکنی اور اُس کے نزدیک اُمید کا غلبہ ہو تو وہ خوف سے بہتر ہے۔

اُنیسویں فصل

ایمان، اسلام، کفر اور ارتداد کے معانی کے بیان میں۔

جاننا چاہیئے کہ ایمان اور اُس کے اجزاء کے معنی میں اختلاف ہے متکلمین میں یہ مشہور ہے کہ لغت میں ایمان کے معنی تصدیق اور مان لینا ہے اور اُس کی شرعی حقیقت میں اختلاف کیا ہے۔ اس بارے میں خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ ایمان قلوب کے افعال ہیں اور بس یا اعضاء و جوارح کے افعال ہیں یا دونوں کے ہیں۔ اوّل یہ کہ صرف قلب کا اقرار ہوتا ہے یہ اشاعرہ کا مذہب ہے اور شیعہ امامیہ کا گروہ کثیر اور خواجہ نصیر فصول مہمہ میں قائل ہوئے ہیں لیکن تصدیق کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ علم ہے اور اشاعرہ نے کہا ہے کہ دل کا اُس پر قائم کرنا ہے جو مخبر کے خبر دینے سے معلوم ہوا اور وہ اُس شخص کا معاملہ ہے جو تصدیق کرنے والے کے اختیار کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا ثواب اُس پر ترتیب پاتا ہے۔ بخلاف علم و معرفت کے جو کبھی بے اختیار اور معلوم کرنے کے بغیر مثل بدیہات کے حاصل ہوتا ہے۔

بعضوں نے اِس بات کی توضیح میں کہا ہے کہ تصدیق وہ ہے کہ خبر دینے والے کا اپنے اختیار سے سچائی کی نسبت دینا ہے۔ اگر وہ علم تمہارے دل میں آئے تو بے اختیار تصدیق نہ ہوگی اگرچہ معرفت ہو اور اُس کا باطل ہونا ظاہر ہے۔ اور اس مذہب والوں پر لازم آتا ہے کہ اکثر کفّار جن کو حقیقتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا علم تھا اور وہ انکار کرتے تھے ظاہری صورت سے مومن ہوں۔ اور یہ اجماع اور بہت سی آیتوں کے خلاف ہے جیسا کہ کفّار کے بارے میں فرمایا ہے کہ "جب اُن کے پاس ہماری واضح و روشن کرنے والی آیتیں آئیں تو انھوں نے انکار کیا کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے"۔ پھر فرمایا ہے وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم یعنی انھوں نے اُن سے انکار کیا حالانکہ اُن کے نفوس کو یقین تھا۔ ایضاً فرمایا ہے کہ "پھر جب ان کی طرف وہ آیا جس کو وہ جانتے تھے تو اُس کے منکر ہو گئے"۔ لہٰذا تصدیقِ قلبی بغیر تقیہ اور ضرورت کے عدمِ انکار کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ یہ شرط ہے کہ کوئی ایسا فعل اُس سے صادر نہ ہو جو اُس کے کفر کا باعث ہو جیسے مصحف کا پاخانہ میں ڈالنا اور مثل اس کے جیسا کہ تم نے سمجھایا یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ تصدیق سے

مُراد یہ ہے کہ یقین رکھے اور اپنا دین قرار دے اور ضرورت کے وقت کے علاوہ اُس کے اظہار کا ارادہ رکھے اور اگر دُوسرے معنی ہوں کہ تنہا اعضا و جوارح کا فعل ہو یا صرف شہادتین کے الفاظ ادا کرنا ہو تو وہ مذہب کرامیہ سُنّیہ کا ہے جو کہتے ہیں کہ جو شخص شہادتین کے الفاظ زبان سے ادا کرے وہ مومن ہے اگرچہ دل میں انکار کرے۔ یہ معنی اُس مذہب کے باطل ہونے پر اجماع امامیہ اور قول حق تعالیٰ کے موجب دلالت کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے " دیہاتی عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ اے رسُولؐ تم کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں ابھی تو ایمان تمہارے دلوں میں داخل بھی نہیں ہوا ہے۔ یا جوارح کے تمام افعال ہیں مثل واجب اور مستحب سب عبادتیں یہ خوارج کا مذہب ہے اور قاضی عبدالجبار اور بعض معتزلہ بھی قائل ہیں۔ یا عبادت ہے جو تمام واجبات و ترک و محرمات میں جوارح کے افعال ہیں۔ اور یہ مذہب ابوعلی جبائی اور ابی ہاشم کا اور بصرہ کے اکثر معتزلہ کا ہے اور تیسرے معنی یہ کہ جو افعال قلوب و جوارح دونوں کے ہوں تو اُس سے مراد اعتقادات اور جوارح کی تمام عبادتیں ہیں تو یہ قول محدثین کا ہے اور عامہ کے کچھ لوگ اور عامہ و خاصہ کی بہت سی حدیثیں اِس پر دلالت کرتی ہیں اور بعض آیتوں سے جو مومنین کے صفات میں وارد ہوئی ہیں مستفاد ہوتا ہے۔ اور یہ تمام لوگ کہتے ہیں کہ دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا اور ارکان اور اعضا و جوارح سے عمل کرنے کو ایمان کہتے ہیں اور اس مضمون پر خاص طور سے بہت سی حدیثیں وارد ہُوئی ہیں اور شیخ مفیداس کے قائل ہوئے ہیں کہ ایمان دل سے اعتقاد، زبان سے اقرار کو کہتے ہیں اور یہ مذہب خواجہ نصیر الدین کا تجرید میں مذکور ہے۔ الغرض اس بارے میں سات مذاہب ہیں تین مذاہب کے علمائے امامیہ قائل ہوئے ہیں اور بعض آیتیں اور اخبار اوّل معنی پر دلالت کرتے ہیں بعض چھٹے پر اور بعض ساتویں پر اور بعض دُوسرے مذاہب پر بھی کرتے ہیں اور اُن کو چند وجہوں کے ساتھ متفق کیا جا سکتا ہے۔

پہلی وجہ - یہ کہ ہم قائل ہوں اس کے کہ شرع کی زبان میں ایمان کو چند معنی پر اطلاق کرتے ہیں

(اوّل) عقائد حقہ ہے یا ترک کبائر اور فرائض پر عمل جن کا ترک کرنا گناہانِ کبیرہ سے ہے جیسے نماز و روزہ اور حج، زکوٰۃ اور جہاد اور انھیں کے مثل۔ یہ معنی بہت سی صحیح اور معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔

(دوم) عقائد حقہ، جُملہ واجبات پر عمل اور تمام محرمات کا ترک کرنا اور یہ بھی بعض خبروں سے ظاہر ہوتا ہے۔

(سوم) عقائد حقہ پر کمال یقین واجبات سُنّت نبوی پر عمل اور محرمات اور مکروہات کا ترک۔

(چہارم) - محض ضروری عقائد اُن کے انکار کے بغیر۔ یا اُن کے اقرار کے ساتھ بغیر تقیہ کے جیسا کہ سابق میں مذکور ہُوا۔

اکثر حدیثیں معنی اوّل پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اصحاب کبائر نہ مومن ہیں نہ کافر۔ بلکہ شفاعت کے لائق ہیں اور مسلمان ہیں۔ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ تارک الصلوٰۃ کافر ہے اور مانع الزکوٰۃ اور تارک حج کافر ہے۔ زانی زنا کے وقت مومن نہیں ہوتا۔ شرابی شراب پیتے وقت مومن نہیں ہوتا۔ چور چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا، اور یہ کہ رُوحِ ایمان زنا کرتے وقت اُس سے جُدا ہو جاتی ہے اور جب فارغ ہوتا ہے یا توبہ کرتا ہے تو پھر واپس آ جاتی ہے اور اس ایمان پر جو ثمرہ مترتب ہوتا ہے اُس پر دُنیا اور آخرت میں مذلت و اہانت اور عقوبت و عذاب کا حقدار نہیں ہوتا کیونکہ جو شخص گناہان کبیرہ سے پرہیز کرتا ہے تو اُس کے گناہان صغیرہ محو کر دیئے جاتے ہیں اور وہ بہ نص قرآن مغفور ہوتا ہے (دوم) عقائد حقہ ہیں تمام واجبات پر عمل اور محرمات کا ترک۔ جیسا کہ بعض حدیثوں میں اُن لوگوں کے ایمان کا زائل ہونا ثابت ہے جو غیر کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا اُن اعمال کے تارک ہوتے ہیں جو واجبات میں سے فرض نہیں ہیں۔ اس ایمان کا ثمرہ صدیقوں کے ساتھ حشر ثواب میں اضافہ اور درجات کی بلندی کے ساتھ مقربین سے ملحق ہونا ہے۔ (تیسرے) عقائد حقہ ہیں درجہ کمال یقین کے ساتھ اور واجبات و مستحبات پر عمل اور تمام محرمات اور مکروہات کا ترک اور صفات حسنہ سے متصف ہونا اور اخلاق ذمیمہ سے نفس کی تہذیب جیسا کہ آیات سورۂ مومنون وغیرہ میں مومنین اور شیعوں کی صفات میں وارد ہوا ہے اور یہ ایمان انبیاء و اوصیاء سے مخصوص ہے۔ چنانچہ مومن و مومنین کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں جناب امیرؑ اور ائمہ طاہرینؑ سے وارد ہوئی ہیں اور حق تعالیٰ کے اس قول میں ومایؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ یعنی اُن میں سے اکثر خدا پر ایمان نہیں لاتے مگر وہ مشرک ہیں۔ بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ خدا کے تمام معاصی بلکہ جناب اقدس الٰہی کے غیر پر اعتماد اس شرک میں داخل ہے یہاں تک کہ نماز کی رکعتوں کی تعداد یاد رکھنے کے لیے انگشتری ایک اُنگلی سے دوسری اُنگلی میں پھیرنا بھی داخل ہے اور اس ایمان کا ثمرہ وہ جو انبیاء و اوصیاء کے لیے درجات کمال قرب خدا اور شفاعت کبریٰ اور الہامات حق تعالیٰ اور ایسے مرتبے حدیثوں میں وارد ہوئے ہیں جن کے سمجھنے سے عقل قاصر ہے۔ (چوتھے) محض عقائد حقہ ہیں مطلقاً بغیر اعمال کے اور جو ثمرہ اس پر مترتب ہوتا ہے دُنیا میں جان و مال کی امان اور قتل ہوتے اور مال ضبط کرنے اور اسیر ہونے اور اہانت و ذلت سے حفاظت بجز اس کے کہ اُس سے کوئی ایسا فعل سرزد

اُس کے آثار معنوی ہوتے ہیں اور معرفت و قرب الٰہی کا سبب ہیں۔ وہ دل کی آنکھ اور کان کو کھولتے ہیں اور خدائی الہامات اس کی جان کے کان میں پہنچتے ہیں اور اشیاء کو خدائی نور سے دیکھتا ہے کیونکہ المومن ینظر بنور اللہ ان فی ذلک لایات للمتوسمین اور ہمیشہ خدا کے فرشتوں کا ہمراز ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کے مقربین میں ممتاز ہے اور اس مکان کے مثل ہے جس میں جھروکے ہوتے ہیں مضبوط اور روشنی ظاہر کرنے والے جب چراغ ایمان دل میں جلایا جاتا ہے تو اُس کا نور تمام جھروکوں سے چمکتا ہے اور جس قدر وہ چراغ زیادہ روشن اور پُر نور ہوتا ہے اُس کے آثار اور انوار جھروکوں اور دروازوں سے زیادہ ظاہر ہوتے ہیں
جاننا چاہیئے کہ قلب کو دو معنی میں اطلاق کرتے ہیں ایک صنوبری شکل میں بائیں پہلو میں ہے اور دوسرا انسانی نفس ناطقہ پر ہے۔ واضح ہو کہ آدمی کے بدن کی حیات رُوح حیوانی سے ہے اور رُوح حیوانی ایک لطیف بخار ہے جس کا حامل خون ہے اور اس کا سرچشمہ قلب ہے اور قلب سے دماغ تک چڑھتا ہے۔ وہاں سے رگوں کے ذریعہ تمام اعضاء و جوارح میں اثر کرتا ہے اور چونکہ نفس ناطقہ کے کمالات، استعدادات اور ترقیات بدن پر اور اُس کے آلات پر موقوف ہیں اور اس جہت سے کہ اُس کا تعلق عالم قدس سے ہے وہ اس کثیف بدن کی اُس چیز سے تعلق پیدا کرتا ہے جو حیات بدن اور جزئیہ ادراک کی منشاء کا باعث ہے جو رُوح حیوانی ہے اور چونکہ اُس کا سرچشمہ قلب ہے اس لیے قلب سے زیادہ دوسرے اعضاء سے تعلق اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا اکثر آیتوں اور حدیثوں میں نفس کی تعبیر قلب سے واقع ہوئی ہے اور بدن کی اچھائی اور فساد کا دارومدار اس معنی سے قلب پر ہے اور علوم تمام کمالات کی ہر صفت جو نفس میں حاصل ہوتی ہے اس بدن اور تمام اعضاء و جوارح میں سرایت کرتی ہے اور جس قدر یہ صفت نفس میں کامل ہوتی ہے اس کا اثر بدن میں زیادہ ظاہر ہوتا ہے جس طرح رُوح بدنی کا مادہ قلب صنوبری میں جس قدر زیادہ پہنچتا ہے اسی قدر اعضاء و جوارح کی قوت زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے اُس چشمہ کے مانند جس سے نہریں الگ کی جاتی ہیں جس قدر پانی چشمہ میں زیادہ ہوتا رہتا ہے اُسی قدر نہریں بھری ہوتی ہیں۔ صنوبری دل سے بہت سی نہریں تمام بدن میں جاری ہوتی ہیں اور بیشمار چھوٹی نہریں رُوحانی دل سے بدن کے عام قویٰ اور قوت ادراک پر رواں ہوتی ہیں اور حقیقی تقسیم کرنے والا اور جسمانی اور روحانی روزی بخشنے والا قابلیت اور احتیاج کے مطابق اُن میں سے ہر ایک کو تقسیم فرماتا ہے اور یہ دونوں چشمے اُس کے لامتناہی دریا سے ہمیشہ جاری ہیں اور بندہ کے لیے ضروری ہے کہ خدا کی توفیق سے ان نہروں کے جاری ہونے میں رکاوٹوں کو زائل کرے اور مادہ جسمانی کے خس و خاشاک کو جو بدنی اختلاط سے پیدا

ہوتے ہیں اور شیطانی شبہوں اور نفسانی خواہشوں کے گل ولا کو اُن کے سرراہ سے دُور کرے تاکہ ان نہروں کو عین الحیٰوۃ رُوحانی و جسمانی میں مُدّعا کے مطابق حق تعالیٰ کی تائید سے جاری کرے جیسا کہ رسُول خُداؐ سے منقول ہے کہ آدمی ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جبکہ وہ صحیح وسالم ہوتا ہے تمام بدن صحیح ہوتا ہے اور جب وہ بیمار اور فاسد ہوتا ہے تو تمام بدن بیمار ہوتا ہے۔ اور وہ آدمی کا دل ہے اور دوسری روایت کے مُطابق فرمایا کہ جب دل پاکیزہ ہوتا ہے تمام بدن پاکیزہ ہوتا ہے اور جب خبیث اور فاسد ہوتا ہے تمام بدن خبیث اور فاسد ہوتا ہے۔

اور حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ دل تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وُہ ہے جو اُلٹا ہے اور کوئی نیکی اُس میں اثر نہیں کرتی اور وہ کافر کا دل ہے۔ دوسرا دل وہ ہے جس میں خیر و شر دونوں آتے ہیں جو زیادہ قوی ہوتا ہے دل پر غالب ہوتا ہے تیسرا دل وہ ہے جو کشادہ ہے اور اس میں نورِ الٰہی کا چراغ روشن ہے جس سے ہمیشہ نور ساطع ہے اور کبھی اس کا نور زائل نہیں ہوتا اور وہ دلِ مومن ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آدمی کے بدن کا قلب بمنزلہ امام کے ہے جو خلق کے لیے ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ بدن کے تمام اعضاؑ و جوارح دل کے لشکر ہیں اور سب اُسی کی طرف سے متحرک ہیں اور لوگوں کو (اعضاء کو) اُس کے حال سے خبر دیتے ہیں اور جو کچھ دل میں ارادہ کرتا ہے اُس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اسی طرح امام بمنزلہ جانِ عالم ہے۔ لہٰذا اِسی طرح چاہیئے کہ لوگ اُس کی اطاعت کریں اور اس کے تابع ہوں۔ اور حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ بندہ کی چار آنکھیں ہوتی ہیں دو آنکھیں اُس کے سر میں ہیں جن سے اپنے دُنیاوی امور کو دیکھتا ہے اور دو آنکھیں اُس کے دل میں ہیں جن سے اپنے امور آخرت کو دیکھتا ہے۔ لہٰذا جس بندہ کی بھلائی خدا چاہتا ہے اُس کے دل کی دونوں آنکھوں کو بینا کرتا ہے جن سے غائب امور کو دیکھتا ہے اور اُن سے اپنے عیبوں کو دیکھتا ہے اور اگر کوئی شقی اور بدعاقبت ہوتا ہے تو اُس کے دل کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں اور حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ دل کے دو کان ہوتے ہیں۔ رُوحِ ایمان ایک کان میں نیکیوں اور عبادتوں کی باتیں کہتی ہے اور شیطان دوسرے کان میں بُرائیاں، شبہات اور شر انگیز باتیں ڈالتا ہے۔ تو جو دُوسرے پر غالب ہوتا ہے۔ انسان اُسی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار فرماتے تھے دل کو گناہ کے مانند کوئی فاسد نہیں کرتا۔ بیشک دل گناہ کا مُرتکب نہیں ہوتا جب تک گناہ اُس پر غالب نہیں ہوتا گناہ اُس کو سرنگوں کرتا ہے تو کوئی چیز اُس میں قرار نہیں پاتی۔ ایضاً انھیں حضرت سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو

بندہ کی چار آنکھیں ہوتی ہیں

وحی کی کہ مجھ کو کسی حال میں فراموش نہ کرنا۔ کیونکہ میری یاد کا ترک ہونا دل کی سختی اور قساوت کا باعث ہے، اور جناب امیرؑ سے منقول ہے کہ آنکھوں کا پانی خشک نہیں ہوتا۔ مگر دل کی قساوت سے اور دل میں شقاوت نہیں ہوتی مگر گناہوں کی زیادتی کے سبب سے اور اس بارے میں حدیثیں بہت ہیں۔ یہ رسالہ اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں رکھتا۔ لہٰذا اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل ایمان ایک قلبی امر ہے اور دل کے اعمال سے ہے اور مختلف درجے رکھتا ہے اور ہر درجہ میں اعمال و اخلاقِ حسنہ کی قدریں مترتب ہوتی ہیں اور یہ قدریں اُس ایمان کے آثار اور اس کے حصُول کے شواہد ہیں۔ اِس صُورت سے آیات و اخبار متواترہ میں جمع کرنا ممکن ہے اس مقام پر چند معنی کا بیان ضروری ہے۔

(اوّل) یہ کہ اس میں اختلاف ہے کہ ایمان زیادتی و کمی کے قابل ہے یا نہیں۔ اکثر متکلمین نے کہا ہے کہ ایمان سے مُراد ایمان کے عقائد کا یقین ہے اور کمی و زیادتی کے قابل نہیں ہے۔ بعضوں نے اس اختلاف کو ایمان کے معنی میں اختلاف نہیں قرار دیا ہے اور ان لوگوں نے کہا ہے جو اعمال کو جُزوِ ایمان جانتے ہیں معلوم ہے کہ ان کے مذہب کی بنا پر اعمال کی زیادتی سے زیادہ اور اعمال کی کمی سے کم ہوتا ہے اور وہ لوگ جو ایمان کو محض عقائد جانتے ہیں کہتے ہیں کہ کمی و زیادتی کے قابل نہیں ہے اور جو آیتیں اور خبریں زیادتی اور کمی پر دلالت کرتی ہیں تو اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ زیادتی سے مراد کمال ایمان اور کمی سے اس کے کمال کی کمی ہے اور سابقہ تحقیق کے مُطابق جو مذکور ہوئی ہو سکتا ہے کہ اصلِ یقین و ایمان میں زیادتی و کمی ہوتی ہو جیسا کہ خدائے تعالیٰ قصۂ ابراہیمؑ علیہ السّلام میں فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے پوچھا کہ خداوندا تو مجھے دکھا دے کہ کیسے تو مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کیا تم ایمان نہیں رکھتے کہا کیوں نہیں ایمان تو رکھتا ہوں لیکن چاہتا ہُوں کہ میرا دل مطمئن ہو جائے ایضاً خدائے تعالیٰ مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے کہ جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں اُن کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ ان کا ایمان ان کے ایمان کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں آیات و اخبار میں دلیلیں بہت ہیں۔ ایضاً معلوم ہے کہ ہمارا ایمان و یقین جناب رسُولِ خداؐ اور ائمہ اطہارؑ کے یقین کے مثل نہیں ہے اور جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اگر پردے میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیئے جائیں تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ امر انہی حضرت سے اور انہی حضرت کے مثل ائمہ سے مخصُوص ہے اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک روز جناب رسُولِ خداؐ نے مسجد میں نمازِ صبح ادا فرمائی اور ایک شخص کو جس کو حارثہ بن مالک کہتے تھے دیکھا کہ اُس کا سر بے خوابی کی وجہ سے جُھکا جاتا ہے

16

اور اُس کا رنگ زرد ہو گیا ہے اور اُس کا بدن کمزور ہو گیا ہے اور اُس کی آنکھیں اُس کے سر میں دھنس گئی ہیں حضرتؐ نے اُس کو پوچھا کہ کس حال میں تجھ کو صبح ہوئی اور تیرا کیا حال ہے اُس نے عرض کی میں نے یقین کے ساتھ صبح کی ہے فرمایا کہ ہر چیز پر جس کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک حقیقت اور ایک علامت ہے۔ تو تیری حقیقت یقین کیا ہے۔ اس نے کہا میرے یقین کی حقیقت یہ ہے کہ مجھ کو ہمیشہ محزون و غمگین رکھتی ہے اور راتوں کو مجھے بیدار رکھتی ہے اور گرمی کے دنوں میں مجھے روزہ رکھنے پر قائم رکھتی ہے اور میرا دل دنیا سے پھر گیا ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے میرے دل کو سب مکروہ معلوم ہوتے ہیں اور میرا یقین اس درجہ پر پہنچا ہے کہ گویا میں عرش خداوندکریم کو دیکھتا ہوں کہ حساب کے لیے نصب کیا ہے اور تمام خلائق محشور ہوئی ہے اور گویا میں اُن کے درمیان ہوں اور گویا میں اہل بہشت کو دیکھتا ہوں جو بہشت کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں اور کرسیوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اور ایک دوسرے سے مصاحبت میں مشغول ہیں اور گویا میں اہل جہنّم کو دیکھ رہا ہوں کہ جہنّم میں معذّب ہو رہے ہیں اور استغاثہ و فریاد کر رہے ہیں۔ گویا اہل جہنّم کا چلاّنا اور اُن کی آواز میرے کان میں گونج رہی ہے۔ یہ سُن کر آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو خدا نے نورِ ایمان سے منوّر کر دیا ہے۔ پھر حارثہ سے خطاب فرمایا کہ اس حال پر جو تم رکھتے ہو ثابت قدم رہو۔ اُس نے عرض کی کہ دُعا کیجیے کہ خداوندکریم مجھ کو شہادت پر فائز کرے۔ حضرتؐ نے دُعا کی۔ چند روز کے بعد اُس کو موتہ کی جانب جہاد پر روانہ کیا وہاں وہ نو اشخاص کے بعد شہید ہو گیا۔ اور اس مطلب پر جو حدیثیں دلالت کرتی ہیں بہت ہیں۔

(دوسرے) ایمانِ قلبی کے اجزاء کا بیان: خواجہ نصیرالدّین نے قواعد العقائد میں لکھا ہے کہ شیعوں کے نزدیک اصولِ ایمان تین ہیں۔ خدا کی وحدانیت کی تصدیق اُس کی ذات میں۔ عدل کی تصدیق اُس کے افعال میں۔ اور پیغمبروںؑ کی اُن کی پیغمبری اور پیغمبروں کے بعد آئمہؑ کی اُن کی امامت میں تصدیق۔ اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے ضروریات دین اسلام کی تصدیق ایمان میں معتبر نہیں ہے حالانکہ ان کا اجماع ہے کہ ضروری دین سے انکار کفر کا باعث ہے۔ مگر یہ کہ اُس کو تصدیق نبوّت میں داخل سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس کا انکار نبوّت کا انکار ہے جس طرح کعبہ اور قرآن مجید کی توہین اور انہی کے مثل توہین کو اس جہت سے کُفر جانتے ہیں اور حق یہ ہے کہ جو کچھ ضروریات دین اسلام سے ہو اُس پر ایمان لانا واجب ہے اور اُس سے انکار کفر ہے سوائے اس کے جو تازہ مسلمان ہوا ہو، اور ابھی اس کو ضروریات دین اسلام سے آگاہی نہ ہو۔ اور شہید ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ وہ معارف جن سے ایمان حاصل ہوتا ہے وہ پانچ اصل ہیں۔

(اصل اوّل) معرفتِ حق جلّ عُلا ہے اور اس سے مُراد قصد کرنے والے کی تصدیق ہے اور ثابت ہے اس سے کہ خداوند عالمین موجود ہے اور ازلی و ابدی ہے اور واجب الوجود بالذات ہے یعنی اُس کا وجود اُس کی ذات قدیم کا مقتضا ہے بغیر اس کے کہ کسی علّت کا محتاج ہوا ہو اور یہ کہ اُس کے صفاتِ کمالیہ ثبوتیہ کی تصدیق کرے اور اُن تمام مخلوقات و ممکنات کی صفات سے پاک و منزہ سمجھے جو اُس کی عظمت و جلال کے لائق نہ ہو اور صفات کمالیہ الٰہی کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ خواجہ نصیر نے تجرید میں کہا ہے کہ آٹھ صفتیں ہیں۔ علمؔ۔ قدرتؔ۔ حیاتؔ ارادہؔ۔ ادراکؔ۔ کلامؔ۔ صداقتؔ اور سرمدی ہونا۔ اور بعض نے ادراک اور صداقت کو چھوڑ دیا اور ان کی جگہ پر سمیع و بصیر ہونے کا اضافہ کیا ہے اور سرمدیہ کے بجائے بقا کہا ہے۔ علماء نے اپنے بہت سے کتب کلامیہ میں۔ قدرتؔ علمؔ۔ حیاتؔ۔ ارادہؔ۔ کراہتؔ۔ ادراکؔ۔ ازلیؔ اور ابدیؔ ہونا اور کلامؔ و صدقؔ کہا ہے۔

(اصل دوم) خدا کے عدل و حکمت کی تصدیق ہے۔ عدل یہ ہے کہ ظلم نہیں کرتا اور جو باتیں عقلاً قبیح ہیں اُس سے صادر نہیں ہوتیں اور اپنے وعدہ کے اُن امور میں جن کو اپنے لیے واجب قرار دیا ہے خلاف نہیں کرتا اور حکمت یہ ہے کہ اُس سے فعل عبث صادر نہیں ہوتا۔ اُس کے تمام کام حکمت سے وابستہ ہیں۔

(اصل سوم) جنابِ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نبوّت کی تصدیق ہے اُن تمام چیزوں کے ساتھ جو آنحضرتؐ لائے ہیں ان کی تفصیل کے ساتھ جن میں تفصیل معلوم ہو۔ اور اجمال کے ساتھ جن میں اجمال معلوم ہو اور کہا ہے کہ بعید نہیں ہے کہ تصدیق اجمالی اُن تمام باتوں کی جو آنحضرتؐ لائے ہیں ایمان کی حقیقت سمجھنے میں کافی ہو۔ اور اگر اُن کے علم پر مکلّف قادر ہو تو اس پر جو آنحضرتؐ شرائع سے عمل کرنے کے لیے لائے ہیں تفصیل کے ساتھ علم حاصل کرنا واجب ہے اور آنحضرتؐ نے جن باتوں کی خبر دی ہے مثل مبداء و معاد کے احوال جیسے عبادات کی تکلیف، سوال قبر اور معاد جسمانی، حساب، صراط، بہشت، دوزخ، میزان اور نامہ ہائے عمل کا پرواز کرنا اور وہ تمام امور جو بتواتر معلوم ہیں۔ جن کی آنحضرتؐ نے خبر دی ہے کیا تفصیل کے ساتھ ان کی تصدیق ایمان کی تحقیق میں معتبر ہے؟ علماء کے ایک گروہ نے اُس کی تصریح کی ہے کہ ان تصدیق ایمان کی تحقیق میں مفصلاً معتبر ہے۔ کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ان کی تصدیق اجمالاً کافی ہے اس معنی سے کہ اگر مکلّف اعتقاد کرتا ہے کہ جو کچھ پیغمبرؐ نے جس کے بارے میں خبر دی ہے حق ہے اِس حیثیت سے کہ جس وقت اس کی جزئیات میں سے کوئی جزو ثابت ہو جائے گا اُس کی تفصیل کے ساتھ تصدیق کرے گا تو وہ مومن ہے اگرچہ ابھی اُن جزئیات کی تفصیل پر

مطلع نہیں ہوا ہے۔ اور اس کی موئد یہ ہے کہ اکثر لوگوں کو صدر اوّل میں ان تفاصیل کا علم نہ تھا بلکہ اُس کے بعد بتدریج مطلع ہوئے باوجود اس کے کہ ابتدا میں لوگ تصدیق وحدانیت ورسالت کرتے تھے اور جب تک اُن تمام پر مطلع ہوں ان کے ایمان کا حکم کرتے تھے بلکہ اکثر لوگوں کا حال ہر زمانہ میں یہی رہا ہے جیسا کہ لوگوں کے حالات کا مشاہدہ ہے۔ لہٰذا اگر ایمان تفصیلی ابتدا میں معتبر ہوتا تو لازم آتا ہے کہ اکثر اہلِ ایمان، ایمان سے خارج ہو جاتے اور یہ حکمت خداوندِ عزیز سے بعید ہے۔ ہاں اُن کا علم ایمان کے کمالات سے ہے اور کبھی احکامِ شریعت کی نسیان سے حفاظت اور گمراہ کرنے والوں کے شبہات سے بچنے اور اُن چیزوں کو دین میں داخل نہ کرنے کی غرض سے جو دین میں داخل نہیں ہیں ان کا علم حاصل کرنا واجب ہوتا ہے لہٰذا یہ اُس کے وجوب کا سبب ہے نہ یہ کہ ایمان اُس پر موقوف ہے اور کیا ایمان کی حقیقت میں جناب رسُولِ خداؐ کی عصمت اور آپ کی طہارت کی تصدیق معتبر ہے اور یہ کہ وہ خاتم المرسلین ہیں اور بعد آپ کے کوئی پیغمبر نہیں ہے وغیرہ پیغمبری کے احکام اور اس کی شرائط سے؟ بعض علماء کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ معتبر ہے اور بعید نہیں کہ تصدیق اجمالی کافی ہو[1] اس کے بعد کہا ہے:۔

(چوتھی اصل) بارہ اماموں کی جناب رسُولِ خداؐ کے بعد تصدیق ہے اور یہ اصل فرقۂ امامیہ سے مخصوص اور اُن کے مذہب کے ضروریات سے ہے کیونکہ مخالفین امامت کو مذہب کے فروع میں جانتے ہیں اصول میں نہیں مانتے۔ اور شرط ہے کہ اس کی تصدیق کریں کہ وہ حضرات امام ہیں جو حق کی جانب لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اور اوامر و نواہی میں اُن کی اطاعت تمام خلق پر واجب ہے کیونکہ ان کی امامت کے حکم سے یہی غرض ہے۔ اور یہ تصدیق کہ وہ گناہانِ کبیرہ وصغیرہ سے معصوم ہیں اور صفاتِ ذمیمہ سے پاک ہیں اور یہ کہ وہ خدا کی جانب سے منصوب ہیں لوگوں کے اختیار و انتخاب کرنے سے نہیں ہیں اور یہ کہ شریعت جناب رسُولِ خداؐ کے محافظ ہیں اور اُمّت کے معاد و معاش کے امور سے جن امور میں اُمّت کی بھلائی ہے اُس کے عالم ہیں اور یہ کہ ان کا

---

[1] مؤلّف فرماتے ہیں کہ اگرچہ اُس کا ظاہر یہ ہے کہ کسی کے ایمان کے حکم میں علاوہ اصولِ خمسہ پر اور ان تمام باتوں پر تفصیلاً ایمان کے جو جناب رسُولِ خداؐ لائے ہیں اجمالاً ایمان کافی ہوگا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دینِ اسلام کے ضروریات میں کسی ضروری امر کا منکر نہ ہو۔ کیونکہ جس شخص نے مسلمانوں میں نشو ونما پائی ہوگی نہیں ممکن ہے کہ ان باتوں پر مطلع نہ ہوا ہوگا اور کوئی ایسا ہو جو ان باتوں سے واقف نہ ہو اُس کے کُفر کا حکم نہیں کریں گے اور اُس کو بتانے کے بعد اگر وہ قبول نہ کرے تو مُرتد ہوگا۔ جیسا کہ اس کے بعد انشاءاللہ مذکور ہوگا۔

علم رائے اور اجتہاد سے نہیں ہے بلکہ یقین کی صورت سے ہے جس کو اُس سے حاصل کیا ہے جو نفس کے ہوا و ہوس سے بات نہیں کہتا تھا جو کچھ کہتا تھا وُہ خدا کی جانب سے اُس پر وحی ہوتی تھی۔ اور ہر امام نے نفسہائے قدسی کے ساتھ امام سابق سے اخذ کیا تھا جو وُہ رکھتے تھے اور بعض علمِ لدنّی تھا جو خُدائے تعالیٰ کی جانب سے اُن پر فائز ہوتا تھا یا دُوسری جہتوں سے جو اُن کے یقین کا باعث ہوتا تھا جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ وہ محدث تھے یعنی ایک فرشتہ اُن کے ساتھ ہوتا تھا جو ہر اُس چیز کو جس کی اُن کو ضرورت ہوتی تھی ان کو القاء کرتا تھا اور اُن کے دل میں علوم الٰہی نقش ہوتا تھا اور یہ کہ کوئی زمانہ اُن میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتا ورنہ زمین مع اپنے ساکنین کے دھنس جائے اور یہ کہ اُن کے ختم ہونے کے بعد زمین بھی فنا ہو جائے گی اور اُن سے زیادہ باقی نہ رہے گی اور اُن آئمہؑ کے آخری مہدی علیہ السّلام ہیں۔ وہ زندہ ہیں جب خدا کی جانب سے اجازت پائیں گے ظاہر ہوں گے۔ کیا ایمان کی حقیقت میں ان تمام مراتب کا اعتقاد شرط ہے یا ان کی امامت اور ان کی اطاعت کے واجب ہونے کا اعتقاد کافی ہے۔ وہ دونوں وجہیں جو ہم نے نبوت کے بارے میں بیان کیں اس جگہ بھی قائم ہیں اور قول اوّل کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔ اس پر جو ان کی امامت پر دلالت کرتی ہے وہ ان سب پر دلالت کرتی ہے خاص کر ان کی عصمت پر جو عقل و نقل دونوں سے ثابت ہے اور دوسرا قول جس پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔ امامت اور ان کی اطاعت کے اعتقاد کے ساتھ ایمان ہیں ہے جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیعہ راویوں کے ایک گروہ نے جو آئمہ کے زمانوں میں تھے اُن کی عصمت پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے بلکہ اُن کو نیک عالموں میں سے جانتے تھے جیسا کہ رجال کشی سے ظاہر ہوتا ہے۔ باوجود اس کے آئمہؑ نہ صرف اُن کے ایمان کا بلکہ اُن کی عدالت کا حکم کرتے رہے ہیں کیا کافی ہے ہر شخص کے لیے کہ گذشتہ اماموں کو اپنے زمانہ کے امام تک کو امام جانے اگرچہ باقی اماموں کو نہ جانے ظاہر ہے کہ کافی ہے اور بہت سی کتابوں اور حدیثوں میں رجال کے بارے میں روایتیں ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں اور بارہ اماموں کے اعتقاد کا واجب ہونا اُن جماعتوں پر ہے جو تمام آئمہؑ کی امامت کے بعد ہوئے ہیں جیسے زمانہ غیبت کے لوگ ہیں[1] اس کے بعد فرمایا ہے۔

---

[1] مؤلّف فرماتے ہیں کہ مسئلہ اولیٰ میں جو عام حکم شیخ زین العابدین نے فرمایا ہے کسی جانب سے فقیر (مؤلف) کے نزدیک درست نہیں ہے لیکن امامت اور ان کی اطاعت کے واجب ہونے کا اعتقاد کافی ہے۔ بے وجہ ہے کیونکہ آئمہ علیہم السّلام کے بہت سے صفات ہیں جو شیعہ امامیہ کے دین کے ضروریات میں سے ہیں اور ضرورت کی انتہا کو

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(پانچویں اصل) معاد جسمانی کے بارے میں ہے اور مسلمانوں نے اس کے اثبات پر اتفاق کیا ہے اور وہ دین اسلام کی ضروریات سے ہے اور فلسفیوں نے اس سے انکار کیا ہے اور معاد روحانی کے قائل ہوئے ہیں لہٰذا بعض نے تحقیقات کے ذکر کے بعد جو سابق میں مذکور

(بقیہ گزشتہ حاشیہ) پہنچے ہوئے ہیں جن کو ائمہ علیہم السلام نے فرمایا ہے اور یہ بھی دین امامیہ کے لیے ضروری ہے کہ جو کچھ وہ فرماتے ہیں وہ حق ہے۔ اور خدا اور رسولِ خداؐ کی جانب سے فرماتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہر ایک کی امامت دوسرے کی نص سے کیونکر ثابت کریں گے۔ لہٰذا جس طرح دینِ اسلام کے کسی ضروری امر سے انکار تکذیب رسولؐ کے ضمن میں ہے اور آدمی کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے اُسی طرح ضروریٔ دین امامیہ سے انکار امامت ائمہؑ سے انکار ہے اور آدمی کو تشیع سے خارج کر دیتا ہے پھر جو شخص متعہ کے حلال ہونے سے انکار کرے چونکہ شیعہ کے ضروریٔ دین سے ہے اس لیے تشیع سے خارج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وارد ہوا ہے کہ وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے جو متعہ کو حلال نہیں جانتا۔ اسی طرح عصمت ائمہؑ ہے اور یہ کہ اُن حضرات کے علاوہ کوئی امام نہ ہوگا۔ اور یہ کہ امام قائمؑ زندہ ہیں اور یہ کہ کوئی زمانہ اُن میں کے کسی ایک سے خالی نہیں رہتا۔ اور یہ کہ وہ تمام علوم کے عالم ہیں جن کی اُمت کو ضرورت ہے۔ اسی قسم کے تمام امور معلوم ہے کہ دین شیعہ کی ضروریات میں ہیں۔ لہٰذا چاہیئے کہ ان کا انکار امامت کے انکار کے ضمن میں ہو۔ لیکن بعض امور جو علماء اور خبروں کی اتباع کرنے والوں پر ظاہر ہو اور جو ظاہر نہ ہو اور ضرورت کی حد کو نہ پہنچا ہو اُن سے انکار دین سے خارج ہونے کا باعث نہیں ہے جیسے محدث ہونا اور اُن سے فرشتوں کا گفتگو کرنا اور شب قدر میں ملائکہ اور رُوح کا اُن پر نازل ہونا اور اُن کے جسم ہائے مبارک کا مرنے کے بعد آسمان پر لیجایا جانا اور ایسے ہی اُمور۔ اور جو کچھ فرمایا ہے کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ائمہؑ کے بعض اصحاب اُن کی عصمت کے قائل نہیں ہیں۔ اولاً ممکن ہے کہ اُس وقت ضروریٔ دین سے نہ ہوا ہو۔ اور ان کو کہتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جیسے زرارہ اور ابوبصیر تو علماء نے ان کی اکثر تاویل کی ہے اور اُن حدیثوں کی سند میں قدح کی ہے اور اگر وہ صحیح ہوں تو چونکہ وہ حضرات معصوم نہیں ہیں۔ لہٰذا ممکن ہے کہ اُن سے کوئی لغزش صادر ہوئی ہوگی اور توبہ اور معافی سے متصل ہوئی۔ اور اگر ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ اُن کے ایسے لوگوں کے علاوہ دوسری جماعت کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تو ان کا ایمان اور عدالت مستند نہیں ہے اور ائمہؑ نے نیک و بدمردوں کے ساتھ ضروری مصلحتوں کی بنا پر نیک برتاؤ کئے ہیں اور جو کچھ بعد کے اماموں کی امامت کے بارے میں کہا ہے۔ فقیر (مؤلف) کا اعتقاد اس تفصیل سے ہے کہ اگر بارہویں امامؑ کی امامت کو یا بعض امام کی امامت کو معصوم سے سُنا ہے یا متواتر سند کے ساتھ اس کو معلوم ہوا ہے اس پر واجب ہے کہ اعتقاد کرے ورنہ بعد کے ائمہؑ کا اعتقاد اُس پر لازم نہیں ہے۔ اور قبر میں جناب فاطمہ بنت اسد سے جناب امیرؑ کی امامت کے بارے میں سوال کرنا اسی پر محمول ہے۔ ۱۲

ہوئیں کہا ہے کہ عذاب قبر اور جو کچھ معاد کے ذیل میں ہے جن پر سمیعہ دلیلیں دلالت کرتی ہیں وہ حساب صراط، میزان، پرواز نامۂ اعمال، کافر پر جہنم میں ہمیشہ کا عذاب اور جنت میں مومن کا ہمیشہ نعمتوں میں رہنا وغیرہ تو اس میں شک نہیں کہ وہ واجب ہیں اور اُن کی اجمالاً تصدیق اس لیے کہ اُمت کا اس پر اتفاق ہے اور متواتر حدیثیں ان کے بارے میں وارد ہوئی ہیں لہٰذا ان کا منکر ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ لیکن اُن کی تفاصیل کی تصدیق جیسے یہ کہ حساب کس طرح ہوگا۔ صراط کس صفت کا ہوگا اور میزان حقیقت پر محمول ہے یا عدالت سے کنایہ ہے یا ان کے علاوہ جن کی تفصیلات اخبار و احادیث سے معلوم ہوئی ہیں۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ان سے ناواقف ہونا ایمان میں قادح کا باعث نہیں ہوگا۔ اسی طرح جہنم کا زمین کے نیچے بہشت کا آسمان کے اوپر ہونا وغیرہ۔

(تیسرے) اسلام کے معنی کے بیان میں: اسلام کے بارے میں اختلاف ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں ایک معنی میں ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اسلام شہادتین کا اُن کے اعتقاد کے ساتھ اقرار کرنا ہے اور اس سے انکار نہ کرنا ضروریات دین اسلام کے ضروریات سے ہے۔ اور یہ اقرار و اعتقاد دُنیا میں فائدہ دیتا ہے آخرت میں نہیں دیتا تاوقتیکہ تمام عقائد حقہ امامیہ پر ایمان نہ لائے جن میں سب سے اہم امامت ائمہ اثنا عشر کا اقرار ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ دونوں کلموں کا اظہار (اسلام) ہے۔ اگرچہ ان پر اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ لہٰذا منافقین بھی اس میں داخل ہیں اور اسلام کے ظاہری احکام ان پر جاری ہوتے ہیں اور اکثر معانی پر بھی اطلاق کرتے ہیں جو مذکور ہو چکے۔ یہاں تک کہ اُس معنی پر جو ایمان کا سب سے بلند مرتبہ ہے اسلام کا اطلاق کرتے ہیں کہ اسلام تمام اوامر و نواہی کی فرمانبرداری کے معنی میں ہے اور اس کے نتائج وہ ہیں جو ایمان کے معنی میں مذکور ہوئے۔ لیکن جب اسلام کو ایمان کے مقابل اطلاق کرتے ہیں تو ان دو معنوں میں سے ایک مُراد ہے جس کا ہم نے اس مقام پر ذکر کیا۔

(چوتھے) اس میں اختلاف ہے کہ آیا ایمان کے لیے معارف ایمانی کے یقین کی شرط ہے یا صرف گمان کافی ہے؛ ایضاً اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ایمان دلیل کے ساتھ حاصل ہوتا ہے یا اُس میں تقلید جائز ہے؛ اور یہ دونوں اختلاف ایک دوسرے سے نزدیک ہیں اور علامہ کا ظاہر کلام اور اکثر علماء کا یہ ہے کہ چاہیئے کہ دلیل و برہان سے حاصل ہو۔ بلکہ بعض نے اس میں اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور بہت سی آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کیا ہے جو گمان کی پیروی کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اور معلوم ہے کہ اگر اُس میں فروع داخل نہ ہوگا تو اصول دین داخل ہے۔ ایضاً بہت سی آیتوں میں تقلید کی مذمت واقع ہوئی ہے۔ ایضاً حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومن نہیں ہیں مگر وہ جو خدا اور رسولؐ پر ایمان لائے ہیں اور پھر انھوں نے شک و شبہ نہیں کیا۔

معانی اسلام

اور خواجہ نصیر نے ایمان میں ظنی تصدیق پر اکتفا کی ہے اور ظن و تقلید پر اکتفا کے قائل حضرات نے اس پر استدلال کیا ہے کہ صدر اسلام میں معمول نہ تھا کہ پہلی حالت میں دلائل و براہین اُن کو بتائیں بلکہ ان کے اسلام میں اظہار اسلام اور دونوں کلموں کو زبان پر جاری کرنے ہی پر اکتفا کرتے رہے ہیں ایضاً لازم آتا ہے کہ ہم اکثر مستضعف مسلمانوں کے کفر کا حکم کریں بلکہ اکثر عوام جو صاحب یقین نہیں ہیں اور معمولی شک دلانے سے متزلزل ہو جاتے ہیں۔ بعید نہیں ہے کہ یہ جماعت بھی مستضعفین اور اہل اعراف اور مرجون لامر اللہ رہی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ تمام لوگ معارف ایمانیہ کو تفصیلی دلائل کے ساتھ جانیں اور منطقی مشکلات کی ترتیب کر سکیں اور کافروں اور مخالفوں کے شبہات کو دفع کرنے پر قادر ہوں۔ بلکہ واجب کفائی ہے کہ مومنین میں علماء میں سے کچھ لوگ ہوں جو کفار و مخالفین کے شبہات کو دفع کر سکتے ہیں اور عوام کے ایمان کے لیے کافی ہے کہ اجمالی دلائل سے اصول دین کو سمجھیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اسی صورت سے وجود صانع، توحید اور تمام اصول دین کے دلائل کو بیان فرمایا ہے۔ روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے ایک دیہاتی سے پوچھا کہ خدا کو کس طرح تم نے پہچانا اور کس دلیل سے جانا۔ اُس نے کہا کہ جب میں اُونٹ کی مینگنیاں راستہ میں دیکھتا ہوں تو استدلال کرتا ہوں کہ کوئی اونٹ اس راستہ سے گیا ہے اور پیروں کا نشان دیکھتا ہوں تو جانتا ہوں کہ کوئی آدمی اس طرف سے گزرا ہے تو کیا یہ روشن ستارے اور زمین یہ دریا اور یہ پہاڑ تجربہ رکھنے والے خدا کے وجود پر دلالت نہیں کرتے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تمہارے لیے دین اعرابی کافی ہے اور یہ مذہب نہایت قوی ہے۔ اور جو شخص آثار سلف اور صدر اسلام کی خبروں کی جانب رجوع کرے جائے گا کہ جس شخص کو مسلمان کرتے تھے اس کو عقائد کے اظہار کی تکلیف دیتے تھے اور نبوت ثابت کرنے کے لیے معجزہ دکھاتے تھے اور اُس کو عبادات و طاعات کا حکم دیتے تھے اور بتدریج اُن کا ایمان کامل ہوتا تھا۔ آیتوں کے سننے اور عبادتوں پر عمل کرنے سے علم الیقین کے درجہ تک پہنچتے تھے اور دور و تسلسل کی دلیل میں جو شک و تعطل کا مادہ ہے اُن کو نہیں اُلجھاتے تھے لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ بعض عابد و زاہد جو ان علوم ظاہر میں مشغول نہیں ہوئے اُن کا یقین اکثر دقیق بین علماء سے کامل تر ہوا جنھوں نے اپنی عمر شکوک و شبہات میں صرف کر دی ہے اور ان کے اعمال میں ایمان و یقین کے آثار ان (علماء) سے زیادہ ظاہر اور واضح ہیں جس قدر اُن علوم میں ان کی مہارت زیادہ ہوتی ہے آثار علم اور اُس کے لوازم خشوع وغیرہ جن کی آیتیں دلالت کرتی ہیں اس پر جو ایمان اور معرفت و علم کے لوازم ہیں ان سے کمتر مشاہدہ ہوتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ علم تحقیقی وہ نہیں ہے اور اس کے حاصل کرنے کی راہ دوسری راہ ہے۔ اور بعض کتب مبسوطہ میں ان معنوں کی تحقیق میں نے کافی طور سے کی ہے جن کے ذکر کی گنجائش اس رسالہ

میں نہیں ہے۔

(پانچویں) اس میں اختلاف ہے کہ مومن اس کے بعد جبکہ حقیقت میں ایمانِ حقیقی سے متصف ہو جاتا ہے کیا ممکن ہے کہ کافر ہو جائے یا نہیں ممکن ہے۔ عامہ و خاصہ کے اکثر متکلمین کا اعتقاد یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ایمان زائل ہو جائے۔ بلکہ واقع ہے کہ بہت سی آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ "وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے پھر اپنے کفر میں زیادتی کی تو اُن کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اور وہی لوگ گمراہ ہیں" نیز فرمایا ہے اے وہ گروہ جو ایمان لائے ہو اگر اُس فریق کی اطاعت کروگے جن کو کتاب دی گئی ہے تو تم کو ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔ پھر فرمایا ہے ان الذین ارتدو علیٰ ادبارھم من بعد ما تبیّن لھم الھدیٰ الشیطان سول لھم و املی لھم اور پھر فرمایا ہے یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ الخ اس بارے میں بہت سی آیتیں ہیں اور سید مرتضیٰ اور چند متکلمین شیعہ کی جانب نسبت دی ہے کہ ایمان حقیقی زائل نہیں ہو سکتا اور ارتداد جو کسی گروہ کا مشاہدہ میں آتا ہے اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ بہت سے لوگ ایمان نہیں رکھتے یا وہ منافق رہے ہیں یا ان کا ایمان محض گمان رہا ہے اور یقین کے مرتبہ پر نہیں پہنچا ہوا تھا۔ جو آیتیں ایمان کے بعد کفر کے واقع ہونے کے امکان پر دلالت کرتی ہیں ان کو زبانی ایمان پر محمول کیا ہے نہ کہ قلبی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے بعض کے شان میں کہا ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے ایمان لائے ہیں اُن کے دل ایمان نہیں لائے ہیں۔ اور خاص احکام جو مرتد کے لیے واقع ہوئے ہیں اُس کے لیے ہیں جو ظاہری شرع میں ارتداد سے متصف ہو اور اُس پر دلالت نہیں کرتے جو حقیقت میں مرتد ہوا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دراصل کافر ہوا ہو لیکن بہ حسب ظاہر اُس کے اقرار سے اُس کے ایمان پر ہم نے حکم کیا ہو پھر اُس کے کفر کے ظاہر ہونے کے بعد ہم اُس کے ارتداد کا حکم کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ خدا کے نزدیک دراصل مومن ہو اور اپنے ایمان پر باقی رہا ہو۔ جب تک حرمتِ شرع کی ہو اُس کے عذاب کے لیے شارع نے ارتداد کا حکم کیا ہو تا کہ خدا کے قواعد محفوظ رہیں اور کوئی پھر ایسی جرأت نہ کرے اسی طرح بعض متاخرین محققین نے سید مرتضیٰ کی جانب سے کہا ہے اور بہت بعید ہے۔ اور آیات کے ظاہری معنوں کی بعض وجوہ عقلیہ اور استبعادات وہمیہ کے سبب سے تاویل کرنا مناسب نہیں ہے اور اگر کوئی حصولِ ایمان میں ظن پر اکتفا کرے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اُس کا زائل ہونا ممکن ہے اور اگر یقین کی حصولِ ایمان میں شرط جانتے ہیں تو پھر ممکن ہے کہ بعض عقلی دلیلوں اور منطقی قوانین سے حاصل ہوا ہو اور قوی شبہات پڑنے سے جس کے دفع کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو زائل ہو جائے اُس کی ضد کے وارد ہونے سے جو شک یا ظن اُس کی ضد کے

ساتھ ہو۔ اور بعض نے بسند کی جانب سے کہا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ اگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ زوال یقین واقعی ممکن نہیں ہے ممکن ہے کہ زوال ایمان افعال کے صادر ہونے کے سبب سے ہو جو کفر کا باعث ہے جیسے بت کا سجدہ اور حرمات الٰہی کی ہتک۔ تو ہم کہیں گے کہ ہم اس شخص سے جو یقین مذکور سے متصف ہو ان افعال کے صدور کا امکان تسلیم نہیں کرتے بلکہ ممتنع بالغیر ہے ہر چند بالذات ممکن ہو پھر اگر یہ افعال اُس سے صادر ہوں اس کی دلیل ہے کہ اُس یقین سے متصف نہیں رہا اور اپنے دعوے میں کاذب رہا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اگر یقین کامل رہا ہوتا جو مقربین سے مخصوص ہے جو حق الیقین کے مرتبہ پر پہنچے ہوتے ہیں تو اُس یقین کا زائل ہونا بھی محال ہے اور ایسے افعال کا اُس سے صادر ہونا بھی محال ہے اور اگر محض نقیض کا احتمال نہ تجویز کیا ہو۔ اُس دلیل کے اعتبار سے جو اُس پر قائم ہوئی ہو اُس شبہ کا زوال بھی اور اس فعل کا صادر ہونا بھی اُس سے ممکن ہے۔ جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں خدا کے اس قول کی تفسیر میں وارد ہوا ہے۔ فمستقر و مستودع کہ ایمان دو قسم پر ہے۔ ایک قسم ایمان کی وہ ہے جو مستقر اور ثابت ہے پہاڑ زائل ہو جاتے ہیں اور وہ زائل نہیں ہوتا۔ دوسری قسم ایمان کی وہ ہے جو ودیعتہ اور عاریتہ کے طور پر سپرد کیا ہے کہ اگر خدا چاہے کامل کر دے اور چاہے سلب کر لے۔ اور کلینی نے بسند صحیح حسین بن نعیم سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ کیوں ایسا ہوتا ہے کہ خدا کے نزدیک کوئی شخص مومن ہو اور اُس کا ایمان خدا کے نزدیک ثابت ہو اور خدا اُس کو ایمان سے کفر کی جانب لے جاتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا عادل ہے اور اُس نے لوگوں کو نہیں دعوت دی۔ مگر ایمان کی طرف کفر کی جانب نہیں اور کفر کی جانب کسی کو نہیں بلاتا۔ لہٰذا جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے تو اُس کا ایمان خدا کے نزدیک ثابت رہتا ہے خداوند کریم اُس کے بعد اُس کو ایمان سے کفر کی طرف نہیں منتقل کرتا۔ میں نے پھر کہا کہ ایک شخص کافر ہوتا ہے اور اُس کا کفر خدا کے نزدیک ثابت ہوتا ہے تو کیا اس کو کفر سے ایمان کی جانب منتقل فرماتا ہے۔ فرمایا۔ بیشک خدا نے تمام لوگوں کو خلق فرمایا ہے۔ اُس فطرت پر جس پر اُن کی سرشت بنائی ہے۔ وہ کسی شریعت پر ایمان جانتے ہیں اور نہ کسی شریعت کے انکار کے سبب کفر جانتے ہیں۔ پھر خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ لوگوں کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دیں پھر خدا نے بعض کی ہدایت کی اور بعض کی نہ کی[۱]

---

[۱] مؤلف فرماتے ہیں کہ گویا مراد فطرت سے یہ ہے کہ کفر و ایمان دونوں کے قابل تھے اور حاصل جواب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے تمام بندوں کو خلق اُس فطرت پر کیا کہ قابلِ ایمان ہیں ہر چند اُن کی قابلیتیں اور استعدادات میں فرق
(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

(چھٹے) کفر اور ارتداد کے معانی کے بیان میں ہے۔

واضح ہو کہ اکثر متکلمین نے کہا ہے کفر ایمان کا نہ ہونا ہے اُس شخص میں جس کی شان یہ ہو کہ وہ مومن ہو۔ اور چونکہ ایمان و اسلام اور اُس کے نتائج کے معانی مذکور ہوئے تو ہر ایمان کے مقابل ایک کفر ہوگا اور اُس کا نتیجہ اُس ثمرۂ ایمانی کا بے حقیقت ہونا ہوگا۔ لہٰذا شہرت کی بناء پر کہ ایمان اصل عقائد حقہ شیعہ امامیہ ہے اور اُس کا نتیجہ جہنم میں ہمیشہ نہ رہنا ہے۔ کفر اُن عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ میں خلل کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے خواہ اُس میں یا اعتقاد میں شک ہو یا ان کے خلاف۔ یا یہ کہ ان کی اصل میں اُن کے دلوں میں خطور نہ پیدا ہوا ہو۔ اور چونکہ سابق میں تم کو معلوم ہوا کہ ایمان پانچ اصل کے عقیدوں پر مشروط ہے اسی کے ساتھ ضروریات دین اسلام میں سے کسی ایک کا بلکہ ضروریات دین کا جو مذہب حقہ اثنا عشریہ کا ایمان ہے انکار نہ کیا ہو اور کوئی فعل جو دین سے نکل جانے کا لازم ہو اُس سے صادر نہ ہوا ہو جیسے قرآن مجید کی یا کعبہ کی توہین یا بُت کو سجدہ کرنا یا صلیب یا زنار باندھنا جو کفر کے اظہار کی علامت ہے۔ لہٰذا اس قسم کے عمل کے ساتھ بھی کافر ہو جاتا ہے اور ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اگر یہ باتیں کلمتین زبان پر جاری کرتے اور اظہارِ اسلام کے بعد واقع ہوں تو مُرتد کا حکم رکھے گا۔ چنانچہ شیخ شہید اور دوسرے متکلمین نے کہا کہ مُرتد وہ ہے جو اسلام سے خارج ہونے کا اپنے نفس پر اقرار کر کے اپنے اسلام

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے مثل شک نہیں ہے جو ممکن ہے اور ایمان کے درجے بہت ہیں جیسا کہ معلوم ہوا بعض میں ممکن ہے کہ شک کے سبب سے زائل ہو جائے بلکہ انکار سے زائل ہو جاتا ہے اور وہ معاد پر ایمان ہے اور بعض میں اُس کا زوال ممکن نہیں ہے۔ نہ قول سے نہ اعتقاد سے اور نہ فعل سے اور بعض میں اس کا زوال ------ قول اور فعل سے ممکن ہے نہ کہ ایک گروہ کے کفر کے اعتقاد کے مانند جو رسول اللہؐ کی صداقت کا علم رکھتے تھے لیکن دنیوی باطل اغراض کے لیے انکار کرتے تھے نہایت سخت انکار ابوجہل اور اُس کے ساتھیوں کے مانند اور منافق صحابہ کے ایک گروہ کے مانند جنھوں نے روز غدیر اور بہت سے دوسرے موقعوں پر جناب امیرؑ کے بارے میں نص سنا اور حب دنیا کے سبب سے انکار کیا لہٰذا الیقین کی شرط کرنے کی تقدیر اور ایمان میں استحکام اس میں شک نہیں ہے کہ انکار ظاہری کے نہ ہونے کے ساتھ اس میں مشروط ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے کفار کے ایک گروہ کے حق میں فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے انکار کیا حالانکہ اُن کے نفوس اُس کا یقین رکھتے تھے لہٰذا کفر کے ساتھ اور ایمان کا زائل ہونا یا انکار ظاہری یا کسی امر کے عمل کے ساتھ جس کا حکم شارع نے کفر حاصل ہونے پر اُس فعل کے نزدیک کیا ہے۔ ارتداد ممکن ہے جیسے بُت کا سجدہ یا پیغمبر یا امام کا قتل اور گندے مقامات پر قرآن کا پھینکنا اور کعبہ کی توہین اور اُسی کے مثل افعال ہیں۔ ۱۲ ؎

سے خارج ہوتا ہے۔ یا بعض کفر کی قسموں کا خواہ کسی مذہب کے اظہار سے ہو جس پر اُس کے ماننے والے گذارتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ یا مجوس یا بُت پرستی کے مانند یا ضروری دین میں سے کسی چیز کا انکار ہو یا کسی چیز کے ثابت کرنے سے جس کی نفی ضروری دین سے ہو یا کسی امر پر عمل سے جو صریحاً کفر پر دلالت کرتا ہو۔ جیسے آفتاب یا بُت کو سجدہ کرنا اور مصحف کریم کو نجاسات میں عمداً ڈالنا یا عمداً کعبہ میں نجاسات کا ڈالنا یا اس کو خراب کرنا یا اُس کی توہین کے افعال کا اظہار۔ اور مُرتد کا حکم علماء کے درمیان یہ ہے کہ مرتد دو قسم کے ہیں فطری اور ملّی فطری وہ ہے کہ اسلام پر پیدا ہوا اُسی کے ساتھ اس کا نطفہ اُس کے باپ ماں میں سے ایک کے اسلام کی حالت میں منعقد ہوا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اُس کا اسلام مقبول نہیں اگر توبہ کرے اور اس کا قتل کرنا لازم ہے۔ اُس کی عورت اُس سے جُدا ہو جائے گی اور وفات کا عدہ رکھے گی اور اُس کا مال اُس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ یہ اُس کا ظاہری حکم ہے اور اُس میں ان لوگوں کے درمیان اختلاف نہیں ہے جو ارتداد کی دو قسم جانتے ہیں لیکن اس میں اختلاف ہے جو اُس کا اور اس کے خدا کے درمیان معاملہ ہے آیا اُس کی توبہ مقبول ہے یا نہیں اکثر کا اعتقاد یہ ہے کہ اُس کی توبہ مقبول ہے کیونکہ اس میں شک نہیں ہے کہ وہ اسلام کا مکلّف ہے جب اس کی توبہ مقبول نہ ہو تو توبہ کی اُس کی تکلیف محال کی تکلیف ہوگی۔ لہٰذا اس بنا پر اگر کوئی اس کے ارتداد پر مطلع نہ ہو یا لوگ مطلع ہوں اور اُس کے قتل پر قادر نہ ہوں تو اُس کی توبہ اُس کے اور خدا کے درمیان مقبول ہے اور اُس کی عبادتیں اور معاملات صحیح ہیں لیکن اُس کا مال اور اُس کی زوجہ اُس کو واپس نہ ملے گی لیکن عدۃ کے بعد کہا ہے کہ وہ دوسرا عقد کر سکتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اثنائے عدہ میں بھی عقد کر سکتی ہے اور یہ مسئلہ اشکال سے خالی نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اُس کی توبہ اُس کے اور اُس کے خدا کے درمیان بھی مقبول نہیں اور وہ ہمیشہ جہنّم میں رہے گا اور یہ وہ محال ہے جس کو خود اُس نے اپنے اوپر لازم بنایا ہے۔

اور مُرتد ملّی وہ ہے جو کفر پر متولد ہوا ہو، اور مسلمان ہو اس کے بعد مُرتد ہو جائے۔ اُس کو مشہور کے موافق توبہ کرنے پر سختی کریں گے۔ اگر توبہ کرے تو ظاہری حیثیت سے تو میاں خود و خدا دونوں میں مقبول ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کریں گے۔ اور اُس کی توبہ کی تکلیف کی مدت میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا تین روز ہے جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے اور بعضوں نے کہا کہ مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہاں احتمال دیں گے کہ وہ اسلام میں واپس آئے اس کو ماریں گے اور سختی کریں گے اگر اس پر واپس نہ آئے تو اس کو قتل کریں گے اور یہ حکم مردوں کے بارے میں ہے اور عورتوں کو ان کے مُرتد ہونے کے بعد ہمیشہ کے لیے قید کر دیں گے۔ اقتل

خیرٌ من النوم کا اذان میں غیر مستحب ہونا اور سجدہ دوم کے بعد ایک احتمال پر جلسۂ استراحت اور سجدۂ شکر کا بعد نماز مستحب ہونا اور زیارت قبور رسول خدا اور آئمۂ اطہار اور ان کی تعظیم و تعمیر کا بلکہ شیعوں کے صالحین اور عزیزوں اور رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت کا مستحب ہونا مطلقاً بنا بر اظہر۔ اور کتے اور تمام درندوں کے اور حشرات الارض کے گوشت کا حرام ہونا جیسے بلی سانپ وغیرہ انھیں کے مثل کا بھی حرام ہونا بنا بر احتمال اظہر اور محارم کے ساتھ عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر وطی کرنے کی حرمت احتمال پر بلکہ جبریہ قول کے نہ ہونے کے ساتھ مطلقاً اور عبادات کا ساقط نہ ہونا ان تمام امور کو مجملاً ضروریات دین اسلام میں شمار کیا جا سکتا ہے اور جن امور کا دین و ایمان اور مذہب اثنا عشری میں ظہور اس حد تک پہنچا ہو کہ جو شخص اس دین میں داخل ہو جان لے تو یہ سب ضروریات دین و ایمان میں سے ہوگا اور ان کا انکار اس کے بانی کا انکار ہے۔ اگرچہ اکثر علماء کے کلام میں اس کی تصریح نہیں ہے لیکن ان کی دلیل سے اس دین کے ضروری ہونے کے سبب سے منکر کا کفر لازم آتا ہے اور بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ ہم میں سے نہیں ہے وہ جو ہماری رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ کو حلال نہ جانتا ہو اور اوّل و دوم اور ان کے گروہ سے اور تمام دشمن اور مخالفین سے علیحدگی اور برأت نہ رکھتا ہو۔ احادیث متواترہ میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ان سے بیزاری اختیار نہ کرے وہ ہمارا شیعہ نہیں بلکہ ہمارا دشمن ہے اور کتاب نفحات الاموات میں عامہ و خاصہ کے طریقہ سے متواتر حدیثیں اس بارے میں لکھی گئیں اور اس سے زیادہ بحار الانوار میں لکھی گئی ہیں اور رسالہ شرائع دین میں حضرت امام رضاؑ سے جو آپ نے مامون کے لیے لکھا تھا مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ صرف اور خالص ایمان وہ ہے کہ گواہی دو کہ خدا یکتا ہے اور اپنا شریک نہیں رکھتا اور واحد حقیقی ہے اور اعضائے و جوارح نہیں رکھتا اور تمام خلق اُس کی محتاج ہے اور وہ اپنی ذات سے قائم ہے اور تمام چیزیں اُسی کے سبب سے قائم ہیں اور وُہ سننے والا اور دیکھنے والا اور تمام امور پر قادر ہے اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ ایسا عالم ہے کہ کسی چیز سے ناواقف نہیں اور ایسا قادر ہے کہ کبھی عاجز نہیں ہوتا اور ایسا بے نیاز ہے کہ کبھی محتاج نہیں ہوتا اور ایسا عادل ہے کہ کبھی ظلم نہیں کرتا ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ اپنا کوئی شبیہ اور ضد اور ہمسر نہیں رکھتا اور وُہی عبادت، دُعا، اُس سے اُمیدوار ہونے اور ڈرنے میں مقصود خلق ہے اور محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے بندہ اور امین اور اُس کی مخلوق میں سب سے برگزیدہ ہیں اور تمام انبیاء سے بہتر ہیں اور خاتم المرسلین ہیں اُن کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ اُن کی ملت اور شریعت کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ جو کچھ حضرتؐ نے خدا کی جانب سے خبر دی ہے حق ہے اور اُس کی تصدیق

واجب ہے اور جس قدر پیغمبر اور حجتہائے خدا آپ کے پہلے ہوئے ہیں اُن کی تصدیق بھی واجب ہے اور آپؐ کی کتاب کی تصدیق کہ سچی ہے اور اُس میں کسی طرح سے باطل کی گنجائش نہیں ہے اور خدا کی جانب سے نازل کی ہوئی ہے اور خدا کی تمام کتابوں کی گواہ ہے اور الحمد سے لے کر آخر کتاب تک حق ہے چاہیئے کہ اُس کے محکم اور متشابہ اور خاص و عام آیتوں اور اُس کے وعدے اور وعید اور ناسخ و منسوخ اور قصّوں اور خبروں پر ایمان لاؤ۔ اور یہ کہ کوئی شخص اُس کے مثل کتاب لانے پر قادر نہیں ہے۔ اور یہ گواہی دو کہ آنحضرتؐ کے بعد رہبر و رہنما، مومنین پر حجت اور مسلمانوں کے امر پر قیام کرنے والے اور قرآن کے ذریعہ سے کلام کرنے والے اور اُس کے احکام جاننے والے آنحضرتؐ کے بھائی، وصی، خلیفہ اور آن کے ولی جو اُن سے مثل ہارون کے موسیٰ سے نسبت رکھنے والے ہیں علی ابن ابی طالب علیہ السّلام ہیں جو مومنوں کے امیر متقین کے امام اور اپنے نورانی، دسفید ہاتھ پیروں والے اپنے شیعوں کو جنّت کی طرف لے جانے والے ہیں اور بہترین اوصیاء اور تمام انبیاء و مرسلین کے علم کے وارث ہیں۔ اُن حضرتؐ کے بعد کے ایک ایک امام کا حضرت صاحب الامرؑ تک نام لیا۔ اور فرمایا کہ ان کے تمام ائمہ کے لیے وصیت اور امامت کی شہادت دو اور یہ کہ خلق پر حجت خدا سے کبھی کسی زمانہ میں زمین خالی نہیں رہتی اور یہ کہ وہ خدا کی مضبوط رسّی اور ہدایت کرنے والے امامؑ ہیں۔ اور اہلِ دُنیا پر حجت خدا ہیں اُس وقت تک جبکہ تمام خلق موت سے ہمکنار ہو۔ اور زمین اور جو کچھ اُس میں ہے سب خُدا کی میراث میں پہنچے اور گواہی دو کہ جو شخص اُن کی مخالفت کرے گا گمراہ اور گمراہ کرنے والا اور حق و ہدایت کا ترک کرنے والا ہے اور یہ کہ وہ حضرات قرآن کے بیان کرنے والے اور جناب رسول خداؐ کی جانب سے بات کرنے والے ہیں۔ جو شخص مر جائے اور اُن کو نہ پہچانے جاہلیت اور کفر کی موت پر مرا ہے اور یہ کہ اُن کے دین میں ہے۔ زہد، پرہیزگاری اور سچائی اور صلاح اور حق پر قائم رہنا اور عبادتوں میں کوشش کرنا اور نیک کردار و بدکردار کی امانت ادا کرنا اور سجدوں میں طول دینا اور دنوں کو روزہ سے رہنا۔ راتوں کو عبادت میں گذارنا۔ محرمات کا ترک کرنا اور آلِ محمدؐ کی کشائش کا انتظار کرنا اور نہایت صبر کے ساتھ لوگوں کے ساتھ مصاحبت کرنا۔ اس کے بعد وضو کے افعال کے بارے میں پیروں کے مسح تک فرمایا کہ ہر ایک ایک مرتبہ اور یہ کہ وضو کو باطل نہیں کرتا۔ مگر پیشاب و پاخانہ اور ریاح کا خارج ہونا یا جنابت یا سوجانا اور یہ کہ جو شخص موزوں پر مسح کرے اُس نے خداؐ و رسولؐ کی مخالفت کی ہے اور فریضہ اور کتاب خُدا کو چھوڑا ہے۔ پھر واجب اور سنّت غسلوں کو اور اکاون رکعت نمازوں کو بیان فرمایا اور فرمایا کہ نماز اول وقت افضل ہے اور اکیلے نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنے میں چوبیس نمازوں کی فضیلت ہے اور فاجر کے پیچھے نماز

نہیں ہوسکتی اور اہلبیتؑ سے ولایت رکھنے والے شیعہ کے سوا کسی کی اقتدا نماز میں نہیں کی جا سکتی اور درندوں کی کھال پر نماز نہیں ادا کی جا سکتی اور جائز نہیں ہے کہ تشہد اوّل میں السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین پڑھے کیونکہ نماز کی تحلیل سلام سے ہے جب تم نے یہ کہا تو سلام پڑھ لیا اور (نماز تمام کردی) اور نماز میں قصر آٹھ فرسخ اور زیادہ مسافت میں ہے جب تم قصر کرو تو چاہیئے کہ روزہ بھی افطار کرو اور جو شخص کہ سفر میں روزہ افطار نہ کرے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے اور اُس پر قضا واجب ہے اور قنوت نماز پنجگانہ میں سنّت واجبہ ہے اور میت پر نماز میں پانچ تکبیریں ہیں۔ جو شخص کم کرے اُس نے پیغمبرؐ کی مخالفت کی اور چاہیئے کہ میّت کو قبر کی پائنتی سے نہایت آہستہ اور برابر سے اُتاریں اور تمام نمازوں میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھنا سُنّت ہے۔

اس کے بعد مال کی زکوٰۃ اور زکوٰۃ فطرہ اور احکام حائضہ اور مستحاضہ بیان فرمائے۔ اور فرمایا کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں اور روزہ چاند دیکھنے کے بعد رکھنا چاہیے اور افطار کرنے میں بھی چاند (عید کا) دیکھنا ضروری ہے اور نماز سنّت با جماعت پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا عامل جہنّم میں جائے گا۔ اور بعض احکام روزہ و حج بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ جائز نہیں ہے حج مگر تمتع اور حج قران کے عنوان سے اور عامہ کے جو افراد کرتے ہیں وہ نہیں ہے مگر اہلِ مکّہ کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو اس کے قرب و جوار میں رہتے ہیں اور میقات سے پہلے احرام نہیں باندھ سکتے اور جہاد امام عادل کی معیت میں واجب ہے اور جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل ہوتا ہے شہید ہے۔ اور تقیہ کی جگہ پر تقیہ واجب ہے۔ اور وہ قسم جو تقیہ کی صورت سے ظلم سے بچنے کے لیے کوئی کھاتا ہے اُس میں گناہ اور کفّارہ نہیں ہے۔ اور طلاق غیر سنّت جو مخالفین دیتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ اور جناب امیرؑ نے فرمایا کہ اُن عورتوں کی ہرگز خواستگاری نہ کرو جن کو اہلِ خلاف ایک جلسہ میں تین طلاق دیتے ہیں کیونکہ وہ شوہر دار ہیں اور چار آزاد عورتوں سے زیادہ دائمی عقد میں کوئی نہیں رکھ سکتا اور جناب رسولِ خداؐ اور آپ کی آل پر درود واجب ہے۔ ہر اُس موقع پر جب آنحضرتؐ کا نام مبارک لیا جائے اور چھینک آنے کے وقت اور ہوائیں چلنے کے وقت یا حیوانات کو ذبح کرنے کے وقت اور اسی طرح کے موقعوں پر صلوات پڑھنا لازم ہے اور خدا کے دوستوں کے ساتھ دوستی اور اُس کے دشمنوں سے دشمنی اور اُن سے اور اُن کے پیشواؤں سے بیزاری واجب ہے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے اگرچہ بُت پرست اور کافر ہوں۔ لیکن اُن کی اور ان کے علاوہ کسی بُت پرست کی اطاعت خدا کی معصیت میں جائز نہیں ہے کیونکہ خدا کی معصیت میں مخلوق

کی اطاعت جائز نہیں ہے اور اُس حیوان کا پاک کرنا جو حیوان کے شکم میں ہو اُس کی ماں کو ذبح کرنے میں ہے اور حلال ہے اگر بال اور روئیں نکلے ہوں اور عورتوں سے متعہ اور حج تمتع کو حلال جاننا واجب ہے اور معیشت عیال کا سرمایہ اور تعصیب جو اہلِ خلاف خلیفۂ دوم کے کہنے سے میراث میں عمل میں لاتے ہیں بدعت ہے اور قرآن کے مخالف ہے اور ایک باپ ماں کے لڑکے کی میراث سوائے اُس کی زوجہ یا ایسی لڑکی کی میراث اس کے شوہر کے سوا کسی کو نہ ملے گی اور اس کو جس کا حصّہ قرآن میں قرار دیا گیا ہے وُہی زیادہ اولیٰ اور حقدار ہے میراث کا اس سے جس کا حصّہ قرآن میں مقرّر نہ کیا گیا ہو۔ اور گروہ کو میراث دینا جس کو خلیفۂ دوم نے مقرّر کیا ہے خُدا کے دین میں نہیں ہے اور آٹھویں روز مولود کا عقیقہ کرنا چاہیئے خواہ دختر ہو یا پسر ہو، اور اس کا نام رکھنا چاہیئے اور اس کا سر مُونڈوانا چاہیئے اور اُن بالوں کے ہموزن سونا یا چاندی تصدق کرنا چاہیئے۔ اور لڑکوں کا ختنہ سُنّت واجب ہے اور عورتوں کا ختنہ اُن کے شوہروں کے نزدیک گرامی ہوتے کا باعث ہے۔ اور خداوندِ عالم کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور بندوں کے افعال خدا کے مخلوق ہیں۔ خلق تقدیر نہ خلق تکوین یعنی خُدا کے علم میں مقدر شدہ ہیں۔ لیکن خدا کا فعل نہیں ہے بلکہ بندہ کا فعل ہے اور خدا پیدا کرنیوالا یا ہر چیز کا تقدیر کرنے والا ہے اور جبر کے قائل مت ہو کہ خدا لوگوں کو ان کے افعال پر جبر کرتا ہے اور نہ تفویض کے قائل ہو کہ بندوں ہی پر چھوڑ دیا ہے اور ان کے افعال میں دخل نہیں رکھتا اور خدا بے گناہ پر گناہگار کے عوض عذاب نہیں کرتا اور لڑکوں پر باپ کے گناہ پر عذاب نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا متحمل نہیں ہوتا اور انسان کے لیئے نہیں ہے۔ مگر جس قدر وہ کوشش کرتا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ وہ گناہ مُعاف کر دے اور ثواب استحقاق سے زیادہ عطا کرے اور اس سے پاک ہے کہ ظلم کرے اور خدا اس کی اطاعت نہیں واجب کرتا جس کے متعلق جانتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے گا اور گناہوں میں ڈالے گا اور پیغمبری کے لیئے اُس کو برگزیدہ نہیں کرتا جس کو جانتا ہے کہ وہ کافر ہوگا اور اُس کی معصیت میں شیطان کی اطاعت کرے گا اور کوئی حجت اپنی خلق پر مقرر نہیں کرتا مگر یہ کہ وُہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور اسلام ایمان کے علاوہ ہے۔ ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مُسلمان مومن نہیں ہے اور چور مومن نہیں رہتا جس وقت چوری کرتا ہے۔ اور زنا کرنے والا مومن نہیں رہتا جس وقت زنا کرتا ہے۔ اور وہ لوگ جو گناہ کبیرہ کرتے ہیں جو حد کے مستوجب ہوتے ہیں مسلمان ہیں مومن نہیں اور نہ کافر ہیں۔ اور خُدا مومن کو جہنّم میں داخل نہیں کرے گا حالانکہ اُس سے بہشت کا وعدہ کیا ہے اور خدا کسی کافر کو جہنم سے خارج نہیں کرے گا حالانکہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رکھنے کا وعدہ کیا ہے اور وہ شرک کو نہیں بخشے گا اور اس سے کمتر جو گناہ ہو گا چاہے تو بخش دے اور اہلِ توحید میں سے گنہگار جہنّم میں داخل ہوں گے اور بعد شفاعت کے نکلے جائیں گے۔

اور شفاعت اُن کے لیے جائز ہے اور اس زمانہ میں دُنیا تقیہ کا مقام ہے۔ اسلام کا ملک ہے ایمان کا نہیں ہے اور کُفر کا بھی نہیں ہے۔ نیکی کا حکم کرنا اور بُرائیوں سے منع کرنا واجب ہے اگر ممکن ہو اور جان کا خوف نہ ہو۔ اور ایمان فرائض کا ادا کرنا ہے جن کو خدا نے قرآن میں واجب قرار دیا ہے اور تمام گناہانِ کبیرہ سے پرہیز کرنا ہے۔ اور وہ دل کی معرفت ہے زبان سے اقرار کرنا ہے اور اعضاء و جوارح سے عمل (کا نام ایمان) ہے اور چاہیئے کہ قبر کے عذاب اور سوال منکر و نکیر ین اور مرنے کے بعد زندہ ہوتے، صراط، میزان پر ایمان رکھیں اور اُن سے بیزاری اختیار کریں جنھوں نے آلِ محمدؐ پر ظلم کیا ہے اور ارادہ کیا کہ اُن کو گھر سے باہر لائیں اور اُن پر مظالم کی بُنیاد قائم کی اور سُنّتِ پیغمبرؐ کو تبدیل کیا اور اُن سے بیزاری اختیار کریں جنھوں نے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت توڑی جیسے طلحہ و زبیر اور اُن کے ہمراہی جنھوں نے اپنی بیعت توڑی اور حرمت رسُولِ خُداؐ کا پردہ چاک کیا اور آنحضرتؐ کی زوجہ کو گھر سے نکالا اور جناب امیرؑ سے جنگ کی اور اُن کے شیعوں کو قتل کیا اور اُن لوگوں سے بھی بیزاری اختیار کریں جنھوں نے اُن حضرتؑ پر تلوار کھینچی جیسے مُعاویہ و عمرو بن العاص اور اُن کی پیروی کرنے والے۔ اور اُن سے بھی بیزاری کرنا چاہیئے کہ جنھوں نے نیک صحابہ کو مدینہ سے نکالا اور مثل مُعاویہ و عمرو بن العاص جیسے جاہلوں کو مسلمانوں کا حاکم بنایا اور اُن کے دوستوں اور پیروی کرنے والوں سے جنھوں نے جناب امیرؑ سے جنگ کی۔ نیز صاحبانِ علم و فضل مہاجرین کو قتل کیا اور اُن سے بیزاری جنھوں نے خود سری کی جیسے ابوموسیٰ اشعری اور اُس سے دوستی رکھنے والے۔ اور خوارج سے جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ جو لوگ گمراہ ہوئے ان کی کوشش دنیاوی زندگی میں باطل ہوئی اور وہ گمان کرتے ہیں کہ اچھے عمل کیے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی آیتوں سے کافر ہو گئے یعنی جنابِ امیرؑ کی ولایت سے اور اُس سے کافر ہوئے (انکار کیا) کہ خدا سے مُلاقات کی اور کوئی امام نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا اُن کے اعمال ضبط و بیکار ہو گئے ہم اُن کے لیے میزان قائم نہ کریں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ لوگ جہنّم کے کُتّے ہوں گے اور چاہیے کہ بیزاری اختیار کریں انصاب و ازلام سے جو پیشوایانِ ضلالت اور قائدانِ جور و ظلم ہیں اور اُن کا آخر جس نے ناحق دعوائے امامت کیا ہے اور ناقۂ صالح کے پے کرنے والوں کے مانند اشقیائے اوّلین و آخرین سے بیزاری جنھوں نے اُن کی محبّت اختیار کی ہے یعنی ابن ملجم اور تمام قاتلان ائمہؑ سے اور واجب ہے اُن سے محبّت و ولایت جو اپنے پیغمبرؐ کے طریقہ پر گزرے ہیں اور دینِ خدا میں تغیّر و تبدّل نہیں کیا ہے جیسے سلمانؓ، ابوذرؓ، مقداد، عمّار، حذیفہ، ابوالہاشم، سہل بن حنیف، عبادہ بن الصامت، ابوایوب انصاری، خزیمہ، اور ابوسعید خُدری وغیرہم رضوان اللہ

علیہم اور اُن کی اطاعت و پیروی کرنے والوں سے ولایت اور اُن سے جنھوں نے اُن کی ہدایت
سے ہدایت پائی ہے اور شراب انگور اور ہر مست کرنے والی شراب کا حرام ہونا۔ اُس کی کم
مقدار ہو یا زیادہ۔ اور جو بہت مست کرتی ہے اُس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔ اور مضطر شراب
نہیں پیتا کیونکہ اُس کو مار ڈالتی ہے۔ اور ہر ڈنک رکھنے والے جانور اور درندوں اور پرندوں
میں سے ہر چنگل والے پرندوں۔ کا حرام ہونا اور مار ماہی اور ہر بے چھلکے کی مچھلی کا حرام ہونا
اور کبائر سے پرہیز اور وہ نفس کشی ہے جس کو خدا نے حرام کیا ہے اور زنا اور چوری، شراب
پینا اور ماں باپ کی طرف سے عاق ہونا اور جہاد سے بھاگنا اور مالِ یتیم ناحق کھانا اور مُردار
اور خوُن اور سُور کا گوشت کھانا اور اُس کا کھانا جس پر ذبح کے وقت خدا کا نام نہ لیا گیا ہو
اور اُس کی حرمت اُس صورت میں ہے جبکہ آدمی مضطر نہ ہو اور سود کھانا جبکہ اُس کی حرمت
ظاہر ہُوئی ہو اور رشوت اور جوا اور تول میں کم کرنا اور عفیفہ عورتوں کے بارے میں فحش بکنا، لواطہ
اور جھوٹی گواہی اور خدا کی رحمت سے دُنیا و آخرت میں ناامید ہونا اور خدا کے عذاب سے
لاپروا ہونا اور گناہوں کا مرتکب ہونا اور ظالموں کی مدد کرنا اور دل کا اُن کی طرف مائل ہونا اور
کسی امرِ گزشتہ پر جھوٹی قسم کھانا اور مُسلمانوں کے حقوُق کا ادا کرنے کی طاقت کے باوجود روک
رکھنا اور جھوٹ، تکبّر، اور اسراف اور مال کو بیکار ضائع کرنا اور خیانت اور حج کو سُبک
سمجھنا اور بغیر عُذر کے حج میں تاخیر کرنا اور دوستانِ خدا سے جنگ کرنا اور گناہوں پر اصرار کرنا۔

ابن بابویہ نے کتاب خصال میں ان مضامین میں سے اکثر کی چند سندوں سے اعمش سے
روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ یہ سب شرائع دین ہیں اس کے لیے جو اُن سے
متمسک ہو اور خُدا اس کی ہدایت کا ارادہ کرے۔ اس کے علاوہ ان مضامین سے اکثر کو جو مذہب
حقہ شیعہ کے موافق ہیں، بیان فرمایا۔ اُس پر اور زیادہ یہ فرمایا کہ نماز نہ پڑھیں مُردار کی کھال پر اگرچہ
ستّر مرتبہ دباغی کی ہو اور نماز کی ابتدا میں تعالیٰ جدکؐ نہ کہیں۔ اور عورت کو قبر میں لحد کے عرض
کی جانب سے اُتاریں اور قبر کو چوکور بنائیں اور خرپشتہ یعنی گول نہ بنائیں اور دوستانِ خدا کی محبت
اور ولایت واجب ہے اور اُن کے دشمنوں سے بیزاری واجب ہے اور اُن سے جنھوں نے
آلِ محمدؐ پر ظلم کیا ہے اور آنحضرتؐ کے پردہ کی ہتک کی اور جناب فاطمہؑ سے فدک کو غصب کیا
اور آپ کو میراث سے محروم کیا اور اُن کے شوہر کے حق کو چھین لیا۔ اور ارادہ کیا کہ ان کے گھر کو جلا
دیں اور اہلبیت پر ظلم کی بنیاد رکھی اور رسولؐ کی سنّت میں تغیّر و تبدل کیا اور بیزاری طلحہ و زبیر اور
مُعاویہ اور اُن کے ساتھیوں اور خوارج سے واجب ہے اور جناب امیرؑ کے قاتل اور ائمہ اطہارؑ
کے تمام قاتلوں سے بیزاری واجب ہے۔

اور مومنین میں سے جن کی محبت واجب ہے جابر انصاری، عبداللہ بن الصامت کو بھی شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اصحاب حدود (یعنی جن پر حد جاری کرنا چاہیئے) فاسق ہیں۔ نہ مومنین نہ کافر ہیں اور ان کے لیے شفاعت جائز ہے اور مستضعفین جب خدا ان کے دین کو پسند کرے۔ اور کبائر میں پہلی مرتبہ خدا کے ساتھ شرک کا ذکر کیا ہے۔ اور چونکہ یہ دونوں حدیثیں معتبر سند کے ساتھ دو معصومین بزرگوار سے دین حق کے شرائع کے بیان میں وارد ہوئی تھیں میں نے اس رسالہ میں درج کی۔

(ساتویں) چونکہ اکثر متکلمین معارف ایمانی میں تقلید کو کافی نہیں جانتے اور معارف میں یقین کو دلیل کے ساتھ حاصل کرنا واجب جانتے ہیں اس لیے معارف کی تکلیف کے وقت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ معارف پر اُس وقت مکلف ہوتا ہے جبکہ اُس کے لیے علم معارف کا حاصل کرنا ممکن ہو کیونکہ اُس کے لیے تکلیف میں شرط ہے جو قادر ہو اُس پر جس کا مکلف ہوا ہے اور اُس میں اور اُس کے غیر دوسرے میں تمیز کرے۔ لہٰذا اس حال سے پہلے اُس کی تکلیف محال ہے۔ اس کے بعد اُس کا مکلف ہوتا ہے خواہ وہ بلوغ شرعی کو پہنچا ہو خواہ نہ پہنچا ہو۔ لہٰذا شرعی بلوغ سے چند سال پہلے مکلف ہونا ممکن ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے چند سال بعد اپنی سمجھ اور ادراک کے موافق مکلف نہ ہو۔ بعض فقیہوں نے کہا ہے کہ معارف کی تکلیف کے وقت ہی تمام عبادتوں کی تکلیف ہے جو ابتدائے بلوغ ہوتا ہے لیکن بلوغ اوّل محقق ہونے کے بعد واجب ہے کہ معارف حاصل کرنے میں سبقت کرے اعمال انجام دینے سے پہلے۔ اور شیخ طوسی سے نقل کیا ہے کہ لڑکا اگر دسویں سال کے سن میں عاقل ہو معرفت سے مکلف ہوتا ہے۔ اور بحث کی ہے کہ بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ تکلیف لڑکے سے اُٹھائی گئی ہے یہاں تک کہ بالغ ہو۔ لہٰذا چاہیئے کہ بلوغ سے پہلے معرفت کا مکلف نہ ہو۔ اور قول سابق پر اعتراض کیا ہے کہ جب لڑکیاں عقل کی کمزوری کے باعث نو سال میں مکلف ہو جاتی ہیں اور لڑکے باوجودیکہ اُن کی عقل اکمل ہے سولہ برس کے سن کی ابتداء تک میں معرفت کے مکلف نہیں ہوتے۔ پھر اختلاف کیا ہے اس میں کہ مکلف اُس وقت جبکہ نظر و فکر میں مشغول ہوتا ہے چونکہ معارف خمسہ نظری ہیں آیا کافر ہے یا مومن؟ سیدمرتضیٰ نے مضبوطی کے ساتھ کہا ہے کہ کافر ہے اور شیخ زین الدین نے کہا ہے کہ یہ بہت مشکل ہے کیونکہ لازم آتا ہے کہ ہم ہر شخص کے لیے اس کی عقل کامل ہونے کی ابتداء میں کفر کا حکم کریں جو معرفت کی تکلیف کا اوّل وقت ہے اور اگر اس وقت مر جائے چاہیئے کہ جہنم میں ہمیشہ رہے اور یہ حق تعالیٰ کی عدالت اور اُس کی رحمت سے بہت بعید ہے بلکہ بعض صورتوں میں ظلم لازم آتا ہے اور تکلیف ناقابلِ برداشت

ہے۔ مگر یہ کہ ہم کہیں کہ اس طرح کے کفر سے اُس کا کرنے والا معذب نہیں ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اجماع ہو گیا ہے کہ کافر جہنّم میں ہمیشہ رہے گا اُس کافر کے بارے میں ہے جس نے اعتقاد میں اختیار کے ساتھ کفر کیا ہے ۔ اور اگر کوئی کہے کہ جب وُہ اہلِ جہنّم سے نہ ہوگا تو چاہیئے کہ بہشت میں داخل ہو۔ اس بنا پر کہ ان دونوں شقوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے لہٰذا چاہیئے کہ غیر مومن بہشت میں ہو۔ اور یہ خلافِ اجماع ہے۔ کہ غیر مومن داخلِ بہشت نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ ممکن ہے کہ اُس کا بہشت میں داخل ہونا خدا کے فضل سے ہو جیسے اطفال۔ اور اجماع اُس شخص سے مخصوص ہوگا جو ایمان کا مکلّف ہو اور ایک مُدت اُس پر گذری ہو کہ اُس کو ایمان حاصل کرنا ممکن ہو اور اُس نے کمی کی ہو۔ اُس کی تحقیق یہ ہے کہ ایسے شخص کے لیے نہ ایمان کا حکم کیا جا سکتا ہے نہ کفر کا حکم مدت فکر و نظر میں حقیقت سے۔ بلکہ اُس کے باپ ماں کی تبعیت کی وجہ سے اُس کے ایمان کا حکم کرتے ہیں جیسے اطفال کے لیے۔ کیونکہ تمامی تکلیف اُس پر متحقق نہیں ہُوئی ہے کہ اطفال کے حکم سے وہ خارج ہو۔ لہٰذا وُہ اسی حالت پر باقی رہیگا یہاں تک کہ ایک زمانہ اُس پر گذرے کہ اس کو وہ نظر ممکن ہو جو ایمان سے وصل ہو۔ شہید ثانی کا کلام ختم ہُوا۔ اور فقیر (مُؤلف) کے نزدیک حق یہ ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہوا کہ ایمان کے مختلف درجے ہیں اور ہر شخص اُسی اپنے حال میں ایمان کے درجوں میں سے ایک درجہ پر مکلّف ہے اور خداوندِ عالم فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا ما اتیٰھا خداوند تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا ہے مگر اُسی قدر جتنی قابلیّت اُس کو دی ہے۔

اور برقی، عیاشی اور کلینی نے بسند ہائے معتبر زُرارہ، حمران، محمد بن مسلم، اور حمزۂ طیار سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ لکھو ہمارا قول اور اعتقاد یہ ہے کہ خدا حجت قرار دیتا ہے بندوں پر اُس سے جو اُس کو دیا ہے اور پہنچوایا ہے۔ پھر اُن کی طرف رسُول بھیجا اور اُس پر کتاب نازل کی اور اُس کتاب میں امر و نہی فرمائی۔ نماز و روزہ کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر سو جاؤ تو تم پر کوئی الزام نہیں ہے۔ جب بیدار ہو قضا کرو، اور روزہ میں اگر بیمار ہو تو افطار کرو صحت کے بعد اُس کی قضا رکھو۔ اسی طرح تمام تکلیفوں میں اُس پر آسانی کی ہے اور ہر امر میں آدمی پر خدا کی ایک حجت ہے اور اُس میں خدا کی ایک مشیت ہے اور میں نہیں کہتا کہ اُن پر چھوڑ دیا ہے کہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ بلکہ خدا بعض امر کی توفیقات خاص سے ہدایت کرتا ہے اور بعض کو خود اُسی پر چھوڑ دیتا ہے۔ اور جو کچھ ان کو تکلیف دی ہے اُن کی وُسعت اور طاقت سے بہت کم ہے اور جو کچھ ان پر دشوار رہی ہے اُن سے اُٹھا لی ہے لیکن اس میں بہتری نہیں ہے کہ لوگ باوجود اس وُسعت کے شریعت کی مخالفت کریں جیسا کہ جہاد کے بارے

سورۂ طلاق کی آیت ۷ پ ۲۸ ع ۱۷

میں فرمایا ہے کہ کمزوروں ، بیماروں اور اُن لوگوں پر کوئی الزام نہیں جو خرچ و سامان نہیں رکھتے ۔ اور نیک کرداروں اور صالح لوگوں کے لیے اعتراض کی راہ نہیں ہے اور خدا بخشنے والا اور مہربان ہے اور نہ اُن لوگوں پر کوئی الزام ہے جو تمھارے پاس آئے ہیں کہ تم اُن کو سوار کرو (یعنی سواری مہیا کرو) تم کہتے ہو کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے جس پر کہ تم کو سوار کروں۔ تو وہ واپس چلے جاتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے ہیں ۔ پھر اُن لوگوں سے ساری تکلیفیں اُٹھالیں ۔ اس لیے کہ اُن کے پاس خرچ و سامان نہ تھا ۔ اور جہاد میں شرکت دشوار تھی۔ اوربرقی اور دُوسرے علماء نے بسندہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خدا لوگوں پر حجت نہیں قرار دیتا مگر انہی امُور کے ساتھ جو اُن کو دی ہے اور ان کو پہچنوا دیا ہے نیز بسندہائے معتبر انہی حضرت سے خدا کے اس ارشاد کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ " ایسا نہیں ہے کہ خدا کسی گروہ کو گمراہ کرے اُس کے بعد جبکہ ان کی ہدایت کی ہو ۔ یہاں تک کہ بیان کرتا ہے ان کے کے لیے وہ امُور جن سے چاہیئے کہ پرہیز کریں"۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کو پہچنواتا ہے ۔ وُہ باتیں جو اُس کی خوشنودی کا باعث ہیں یا اُس کے غضب و غصّہ کا سبب ہیں۔ اور خُدا نے فرمایا ہے " فالھمھا فجورھا وتقوٰیھا یعنی بیان کیا ہر نفس کے لیے جو کچھ اُس کو کرنا چاہیئے اور جو کچھ نہ کرنا چاہیئے ۔ ایضاً فرمایا ہے انا ھدیناہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً ۔ حضرتؑ نے فرمایا یعنی ہم نے اُس کو راستہ پہچنوا دیا ہے یا انسان اُس کو اختیار کرے یا ترک کرے ۔ پھر فرمایا ہے کہ ہم نے قوم ثمُود کی ہدایت کی مگر اُن لوگوں نے گمراہی کو ہدایت کے عوض اختیار کیا ۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ کوئی شخص نہیں مگر یہ کہ حق اس پر وارد ہوتا ہے اور اس پر واضح ہوتا ہے خواہ وُہ قبول کرے یا نہ قبول کرے ۔ اور کلینی نے روایت کی ہے کہ لوگوں نے اُن حضرت سے پُوچھا کہ معرفت کا کام کس کا ہے ، فرمایا خدا کا کام ہے اور بندوں کا اُس میں کوئی عمل اور دخل نہیں ہے ۔ ایضاً روایت کی ہے کہ عبدالاعلیٰ نے اُن حضرت سے پُوچھا کہ لوگوں کے پاس کوئی ایسا آلہ یا ایسی کوئی حالت قرار دی گئی ہے کہ معرفت تک اُس آلہ کے ذریعہ سے پہنچ سکیں ۔ فرمایا نہیں ۔ پوچھا ان کو معرفت کی تکلیف دی ہے فرمایا نہیں ۔ خدا پر واجب ہے کہ اس کو تلقین کرے ۔ خدا نے کسی نفس کو تکلیف نہیں دی ہے مگر اس کی وُسعت کے مُطابق اور تکلیف نہیں دی ہے کسی چیز کی مگر یہ کہ اُس کو عطا کی ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ چھ چیزیں ہیں جس میں لوگوں کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ معرفت ا جہل ا ، رضا ا غضب ا ، خواب اور بیداری ۔ اور دوسری حدیث میں فرمایا کہ خلق پر خدا کا حق نہیں ہے کہ وہ اس کو پہچانیں اور خدا پر خلق کا حق ہے کہ وہ پہچنوائے ۔ اُس کے بعد خُدا کا

تمام خلق پر حق ہے کہ پہچنوانے کے بعد اُس کو قبول کریں۔ ایضاً انہی حضرتؑ سے لوگوں نے پوچھا کہ جو شخص کچھ نہ جانتا ہو اُس پر کچھ فرض ولازم ہے۔ فرمایا نہیں۔ دوسری روایت کے مطابق فرمایا کہ جو کچھ اپنے حقوق کے متعلق خدا نے بندوں سے پوشیدہ رکھا ہے اُس میں اُن پر کوئی تکلیف نہیں ہے اور ابنِ بابویہ اور دوسرے محدثین نے بسند ہائے صحیح انہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ میری اُمت سے نو چیزیں اٹھالی گئی ہیں۔ خطا اور بھول جانے کو اور جن چیزوں سے اُن کو کراہت ہوتی ہے اور جو نہیں جانتے۔ اور جن چیزوں کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور جن باتوں میں مضطر و متردد ہوتے ہیں۔ حسد۔ فالِ بد۔ اور خلق کے حالات میں وسوسے جب تک کہ زبان سے نہ کہیں۔ اس طرح کی بہت سی خبریں ہیں اور اُن کے معنی میں بھی کلام بہت ہے۔ میں نے اپنی تمام کتابوں میں لکھا ہے۔ لیکن مجملاً معلوم ہو کہ جبتک خداوند عالم کسی کو کوئی چیز نہیں پہچنواتا ہے اور اُس کے بارے میں اُس پر حجت تمام نہیں کرتا ہے اُس کو اُن عقائد کے ترک کا حکم نہیں کرتا۔ اور تمام حجت کی قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے کہ ایک شخص کے باپ اور ماں مسلمان ہیں اور اُس نے اسلام میں نشو ونما کی ہے اور مذہب حق اُس کے نفس میں جاگزیں کیا ہے اوّل بلوغ میں وہ دینِ حق پر اطمینان رکھتا ہے۔ اور یہ بھی چند قسم پر ہے (اوّل) یہ کہ باپ اور ماں، عزیزوں اور اُستاد کے ساتھ محض حُسنِ ظن سے اُن کی تقلید ظنی حاصل کیا ہے اور بعید نہیں ہے کہ اکثر خلق کے لیے یہی کافی ہو جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا۔ (دوسرے) یہ کہ اس مدت میں رفتہ رفتہ اجمالی دلیلیں اُس کے کان میں پہنچی ہیں۔ اور ابتدائے بلوغ میں علم یا علم سے قریب گمان دلیل کے رو سے حاصل کیا ہے وہ بھی بطریق اولیٰ کافی ہے۔ اگر طالب یقین ہوں دونوں طاعت اور عبادات اور علوم حقہ کی تحصیل میں مشغول ہوں اور ہمیشہ تضرع وزاری کے ساتھ کریم ذوالجلال سے انتہائی معرفت طلب کریں تو ان کا ایمان روز بروز بڑھتا رہے گا۔ یہاں تک کہ یقین کے اعلیٰ مراتب پر اپنی قابلیت کے مطابق پہنچیں اور ان ابواب میں کوئی کمی کریں اگر کوئی گمراہی کا فتنہ اُن کو عارض نہ ہو جو ان کو دین سے پلٹا دے تو خُدا اور جناب رسول خداؐ اور ائمہ ہدیٰ علیہم السّلام کی جانب سے عفو و درگذر کے لائق ہوں گے اور العیاذاً باللہ دین سے پھر جائیں تو خود ان کی تقصیر ہوگی۔ لیکن جو لوگ اہلِ خلاف کے شہروں میں رہتے ہیں اگر تعصب چھوڑ دیں اور حق کے طالب ہوں تو بمقتضائے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو اپنی راہ دکھاتے ہیں) یقیناً خدا اپنے پوشیدہ الطاف وکرم سے کوئی وسیلہ اور ذریعہ ان کی ہدایت کے لیے درمیان میں قائم کرتا ہے اور ان کی ہدایت فرماتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو اُن کو معذور"

جائے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ ہے جس کی حرمت دلیل قطعی سے جانی گئی ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ہر وہ گناہ ہے جس پر شدید عذاب کا وعدہ قرآن یا سنت میں ہوا ہو۔

اور بعض نے بعض اخبار عامہ و خاصہ کے موافق کہا ہے کہ وہ سات ہیں **اوّل** خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور تمام فاسد اعتقادات جو ایمان میں خلل انداز ہوں **دوسرے** ناحق آدمی کا قتل ہے **تیسرے** زن عفیفہ کو گالی دینا **چوتھے** ناحق یتیم کا مال کھانا **پانچویں** زنا **چھٹے** جہاد سے بھاگنا **ساتویں** باپ ماں کا عاق ہونا۔ بعض نے اس پر تیرہ گناہ کا اور اضافہ کیا ہے۔ لواطہ۔ جادو۔ غیبت۔ سود۔ جھوٹی قسم۔ جھوٹی گواہی۔ شراب پینا۔ کعبۂ معظمہ کی توہین۔ چوری کرنا۔ امام کی بیعت توڑنا۔ ہجرت کے بعد اعرابی ہونا۔ خدا کی رحمت سے ناامید ہونا۔ خدا کے عذاب سے بیخوف ہونا۔ بعض نے دوسرے چودہ گناہوں کا اس پر اضافہ کیا ہے۔ مردار اور خون کھانا اور اس حیوان کا گوشت کھانا جس پر ذبح کرتے وقت بغیر ضرورت میں خدا کا نام نہ لیا گیا ہو۔ رشوت لینا۔ جوا کھیلنا۔ اور پیمانہ اور وزن کم کرنا۔ اور ظلم پر ظالموں کی مدد کرنا اور لوگوں کے حقوق کا بلا کسی پریشانی کے ضبط کرنا اور مال میں فضول خرچی کرنا۔ اور مال کو حرام میں صرف کرنا، اور لوگوں کے مال میں خیانت کرنا اور ملاہی میں مشغول ہونا یعنی دف و طنبور وغیرہ بجانا اور گناہوں پر اصرار کرنا۔ اور امام رضا علیہ السلام کی حدیث میں ان امور کے قریب مضامین لکھے گئے۔ اور نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ کیا گناہان کبیرہ سات ہیں کہا سات سے سات سَو کے قریب ہیں۔ اور جو کچھ اکثر احادیث معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے دو معنی ہیں ان میں سے ایک معنی ہیں

اوّل ۔ وہ گناہ ہیں جن پر قرآن مجید میں جہنم کے عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے یا سخت دھمکی دی گئی ہو جو عذاب کے ضمن میں ہوں یا فرائض کا ترک ہو جن کا واجب ہونا قرآن سے ظاہر ہوتا ہو۔ جیسے نماز و روزہ اور حج زکوٰۃ وغیرہ۔

دوسرے ۔ وہ جن کے بارے میں قرآن مجید یا سنّت متواترہ میں جہنم کا وعدہ کیا گیا ہو۔ یا عظیم تہدید کی گئی ہو جس پر عذاب لازم ہوا ہو۔ اور بعض نے اس کے فاعل پر لعنت بھی داخل کی ہے اور بعض نے سنّت متواترہ سے زیادہ عام کہا ہے۔ اگر احادیث صحیحہ میں بھی وعید اور تہدید ہوئی ہو داخل ہے اور قول اوّل زیادہ واضح ہے اور قول اخیر احوط ہے۔ اور عمر بن جنید کی صحیح حدیث میں یہ سب خصوصیت سے وارد ہوئے ہیں شرک، رحمت خدا سے ناامیدی۔ خدا کے عذاب سے لاپرواہ اور مطمئن ہونا اور باپ ماں کا عاق ہونا اور کسی کا قتل جس کو خدا نے حرام کیا ہے۔ فحش بکنا۔ مال یتیم ناحق کھانا۔ جنگ (جہاد) سے بھاگنا، سود کھانا، جادو کرنا، جھوٹی قسم کھانا مال غنیمت سے چوری کرنا، زکوٰۃ واجب نہ دینا، ناحق گواہی دینا، سچی گواہی چھپانا، شراب

پینا، نماز واجب عمداً ترک کرنا، یا دُوسرے امُور کا ترک کرنا جن کو خُدا نے قرآن میں واجب کیا ہے۔ اور امام اور خُدا سے عہد کر کے توڑنا یا لوگوں کا عہد بھی داخل ہے اور قطع رحم کرنا۔ اُن تمام خبروں کا مجموعہ قریب اسّی کے ہوتا ہے جن کے بارے میں جہنم کا وعدہ یا سخت دھمکی یا لعنت وارد ہُوئی ہے۔ حقیر کے والد نے اپنی بعض تصنیفوں میں اُن کو جمع کیا ہے اور وہ وُہی ہیں جو اس صحیح حدیث میں مذکور ہُوئے اور کہانت یعنی جنوں کے ذریعہ سے خبر دینا، زنا، لواطہ، چوری۔ ماہ رمضان کے روزوں کا ترک کرنا، حج میں اُس سال بغیر عذر تاخیر کرنا جس سال استطاعت ہو، ہر مست کرنے والی چیز کا پینا، امام کی بیعت کا توڑنا، ہجرت کے بعد گاؤں میں آباد ہونا شاید اُس زمانہ میں اُس شہر میں جانا جہاں کوئی عالم نہ ہو اور اپنے دین کے مسائل معلوم نہ کر سکتا ہو اور خدا و رسُولؐ اور ائمہؑ پر جھُوٹ باندھنا اور غیبت کرنا اور بعضوں نے کہا ہے کہ تمام سُنتوں کو ترک کرنا۔ اور مباح پانی کا جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ دُوسروں کی احتیاج سے روکنا پیشاب سے پرہیز نہ کرنا اور ایسا کام کرنا کہ اُس کے باپ ماں کو گالی دی جائے۔ اور وصیّت میں وارث کو نقصان پہنچانا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ خُدا کے حکموں سے کراہت رکھنا اور خدا کی تقدیر پر اعتراض کرنا، تکبّر، حسد، مومنین سے عداوت۔ حرم مکّہ و مدینہ میں کُفر کرنا۔ مُردار اور سارے نجاسات کھانا۔ حرام میں اور مساقی کرنا۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا۔ بُرائیوں کا حکم اور نیکیوں سے منع کرنا، جھُوٹ بولنا، وعدہ کے خلاف کرنا۔ خیانت کرنا۔ مومنوں پر لعنت کرنا اور اُن کو گالی دینا اور اُن کو بلا سبب تکلیف و اذیت دینا۔ غلام اور کنیز کو اُس حد سے زیادہ مارنا جس کے وہ مستحق ہوں اور مباح پانی اُس سے روکنا جو مستحق ہو۔ مسلمانوں کا راستہ بند کرنا۔ اپنے عیال کو ضائع کرنا اور ناحق تعصّب کرنا، مسلمانوں پر ظلم کرنا۔ نشہ آور چیزیں کھانا پینا۔ دو زبان ہونا مومنوں کو حقیر سمجھنا۔ اُن کے عیبوں کی تلاش کرنا اور اُن کو ڈانٹنا، اُن پر افترا کرنا، اُن کو گالی دینا اُن سے گمانِ بد رکھنا، اُن کو ڈرانا دھمکانا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کرنا۔ فاسقوں کی مجلسوں میں بیٹھنا خصوصاً مجلس شراب نوشی میں بے ضرورت بیٹھنا اور دین میں بدعت کرنا۔ اور اہلِ بدعت کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، گناہوں کو سہل سمجھنا۔ حرام کھانا اور مست کرنے والی چیزوں سے آخر تک محل اشکال ہے اُن کا کبیرہ ہونا۔ ایضاً حرمت غنا معلوم ہے۔ اُس کے کبیرہ ہونے میں اختلاف ہے۔ بہت سی حدیثیں حرمت غنا اور اُس کے سننے کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں اور بعض روایتوں میں مذکور ہے کہ کبیرہ ہے اور غنا حلق میں آواز کی تحریر ہے یعنی کھینچنا ہے جو سرور کا باعث ہوتی ہے یا رنج و اندوہ کا۔ اور مشہور یہ ہے کہ قرآن اور دعا و ذکر وغیرہ لحن سے ادا کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن اکثر علماء نے حرام غنا سے حُدی کو مستثنےٰ کیا ہے جو اُونٹ

سادہ رو زُلف رکھے ہوئے لڑکوں کے حُسن کی خواہ معین ہوں یا نہ ہوں خواہ پہچانتے ہوں خواہ نہ پہچانتے ہوں نظم میں ہو یا نثر میں حرام ہے اور زنانِ حربی کے حسن کی تعریف کو تجویز کیا ہے اور جادُو کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور وہ ایک قسم کی گرہ ہے یا جادُو ہے یا ایسے کلمات ہیں جن کو زبان پر جاری کرتے ہیں یا لکھتے ہیں یا کوئی عمل کرتے ہیں تاکہ کسی کے بدن پر اثر کرے یا دل پر یا اس کی عقل پر بغیر اس کے کہ بظاہر اس کے عامل ہوں اور بعض نے سحر میں سے شمار کیا ہے۔ فرشتوں اور جنّوں کو کچھ کام سپُرد کرنا اور شیاطین کو کشف عجیب امُور کے لیے نازل کرنا اور مجنوں یا مصروع کا علاج یا ان کا کسی لڑکے یا عورت کے بدن میں داخل ہونا اور اُس کی زبان میں کلام کرنا اور اگر ان میں سے کچھ باتوں کی حقیقت ہو تو بظاہر وہ کہانت ہوگی۔ اور شہید نے کہا ہے کہ وہ منجملہ سحر کے ہے اور نجات و طلسمات بھی اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جادُو کا عمل اور اُس کا سیکھنا حرام ہے اور بظاہر گناہِ کبیرہ ہے اور اُس کا سیکھنا بعض نے تجویز کیا ہے کہ اُس کو عمل کرنے کے قصد سے نہیں بلکہ اس سے احتراز کرنے کے لیے سیکھنا تجویز کیا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی ساحر کے شبہُ کے دفع کرنے کے لیے جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے واجب کفائی ہوتا ہے اور معجزہ اور سحر کے درمیان فرق جیساکہ شیخ بہاؤالدین نے کہا ہے کہ جناب رسُولِ خدا نے انگلیاں کھولیں۔ حضرتؐ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی جاری ہوا سحر کا احتمال نہیں رکھتا۔ اگر انگلیوں کو ایک دُوسرے کے ساتھ ملا کر بند کر دیتے تو سحر کا احتمال رکھتا۔ حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ واضح ہے کہ ان میں سحر کا احتمال ہو اور اُس کی انتہا یہ ہوتی کہ پانی کے چند قطرے نکلتے نہ کہ کئی ہزار اشخاص سیراب ہوں یا عصا کا ستر خروار (ایک خروار تنو من تبریزی) اور رسیوں کو کھا جانا ہے اور آنحضرتؐ کے بعد معلوم ہے کہ کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ اور جناب صاحب الامرؑ کا معاملہ انشاء اللہ اس طرح سے نہ ہوگا کہ کسی کو اُس میں شبہُ ہو سکے اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ حل کرو لیکن بند نہ کرو اور اکثر محدثین نے اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ قرآن اور ذکر اور دُعا سے حل کرو اور سحر کو زائل کرو نہ کہ سحر سے سحر کو زائل کرو اور جو شخص سحر کو حلال جانتا ہے اُس کا قتل کرنا واجب ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ کہانت حرام ہے اور کہا ہے کہ وہ ایسا عمل ہے جو کسی جن کی اطاعت کا باعث ہوتا ہے جو اُس کے لیے خبریں لاتا ہے اور سحر سے نزدیک ہے اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص کہانت کرتا ہے یا اُس کے لیے دُوسرے لوگ کہانت کرتے ہیں وہ دینِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدہ ہے۔ ایضاً بظاہر حرمت شعبدہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور وہ عجیب اعمال ہیں جن کو میدانوں میں دکھانے والے نہایت تیز دستی سے چند کام کرتے ہیں جو

عجیب وغریب نظر آتا ہے۔ اور اُس کا سبب عام لوگوں پر پوشیدہ ہوتا ہے اور کیمیا کے بارے میں اختلاف ہے کہ کچھ اصلیت اُس کی ہے یا نہیں۔ اور اُس کی کوئی اصلیت نہیں تو کھوٹ اور فریب اور عمر ومال کا ضائع کرنا ہے اور لوگوں کو فریب دینا ہے اور یہ سب حرام ہے۔ اور اگر ممکن ہے کہ اُس کی کچھ اصلیت ہو تو گمان غالب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی نہیں جانتا اور وہ انبیاء واوصیاء سے مخصوص ہوگا اور بفرض محال کوئی شخص جانتا ہے تو اُس زمانہ میں اُس کی حرمت کا حکم مشکل ہے۔ سوائے اس کے کہ دوسرے مفاسد کے ضمن میں ہو جیسا کہ شیخ شہید نے کہا ہے کہ ان سب سے پرہیز احوط واولیٰ ہے۔ ایضاً قیافہ کی حرمت میں اختلاف نہیں ہے اور اُس کا کسی علامت سے مستند ہونا ہے مشابہت ترکیب اور صورت میں جس کے سبب سے بعض آدمی کو بعض کے نسب میں ملاتے ہیں جیسا کہ اسامہ کے نسب کے بارے میں باتیں مذکور ہوئیں* قیافہ کے طور پر اس کے اور اُس کے باپ زید کے پیر کو ملاحظہ کر کے حکم کیا کہ اسامہ زید کا لڑکا ہے اور کہا ہے کہ اُس وقت حرام ہے جب اُس پر تاکید کریں اور کسی امر حرام کو اُس پر ترتیب دیں جیسے کہ وہ نسب جو شرعاً ثابت ہوتا ہے بدلیں۔ یا کسی محرم کو نامحرم یا نامحرم کو محرم قرار دیں اور اسی طرح کے امور اور عرب وعجم کے عرف میں قیافہ کچھ اور ہے جس سے ہر شخص کی خلقت کی خصوصیت میں صفات حسنہ یا ذمیمہ میں مثل کرم، بخل اور شجاعت وبزدلی عمر کی درازی وکوتاہی وغیرہ کا حکم کرتے ہیں۔ اور مردار اور شراب، اور سور کا گوشت اور تمام نشہ آور چیزیں جیسے چاول کی شراب اور بھنگ فروخت کرنے کی حرمت میں اجماع کیا ہے اور سوائے شکاری کُتّے اور گلہ، زراعت اور باغ کے نگہبانی کرنے والے کُتّے کے کُتّے کا فروخت کرنا حرام ہے اور مشہور یہ ہے کہ حرام جانوروں کی بکارت اور پیشاب فروخت کرنا حرام ہے اور حلال جانوروں کی بکارت اور پیشاب کے بارے میں اختلاف ہے اور جائز ہونا زیادہ قوی ہے اور جو روغن نجس ہوگیا ہو مشہور یہ ہے کہ زیر آسمان چراغ میں جلانے کے لیے جائز ہے۔ بظاہر چھت کے نیچے بھی جلایا جا سکتا ہے اور صابن وغیرہ میں ڈالا جا سکتا ہے اور حیوانات کو اُس سے مل سکتے ہیں اور ذنبہ کو بھی اور جو چربی مُردہ جانوروں کی نکالی جائے مشہور یہ ہے کہ مطلقاً استعمال نہیں کر سکتے۔ اور روایات معتبرہ میں چراغ میں جلانے کے لئے جائز ہونے پر دلالت ہوتی ہے اور بعید نہیں ہے کہ سب کو اُن اُمور میں کہ جس میں طہارت شرط نہیں ہے استعمال کیا جا سکتا ہے اور محرمات میں سے چند چیزیں ہیں جن کا خریدنا اور فروخت کرنا حرام ہے جن پر کفار عبادت اور سجدہ کرتے ہیں جیسے بُت، صلیب اور حضرت مریم وعیسیٰ کی تصویریں اور لہو ولعب کی چیزوں کا خریدنا اور فروخت کرنا جیسے عود وطنبور ونے ودف ونقارہ

وغیرہ اور جوا کھیلنے کی چیزیں جیسے شطرنج و نرد و گنجفہ۔ اگر حرام میں استعمال کے لیے خریدیں اور اگر حلال نفع اس سے حاصل کرنا مقصود ہو اُسی ہیئت اور شکل پر جو ہے اور خریدار اس سے حلال نفع حاصل کرنے کے لیے خریدے تو اکثر علماء نے تجویز کیا ہے اور بعض نے قید لگائی ہے کہ اُس صورت میں حرام ہے جبکہ اُس کے ٹکڑے کوئی قیمت نہ رکھتے ہوں۔ اگر اُس کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے کوئی قیمت رکھتے ہوں اور اُس کو ٹکڑے نہ کر کے فروخت کرے اس لیے کہ خریدار اُس کو توڑنے اور حلال کے منفعت میں فائدہ ہو اور اعتماد خریدار کی دیانت پر رکھتا ہو تو فروخت کر سکتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جب تک اُس کو اس کی ہیئت سے نہ گرائیں فروخت نہیں کر سکتے اور سونے چاندی کے برتنوں کے فروخت کرنے میں بھی اختلاف ہے اور منجملہ محرمات کے آلات جنگ کا دین کے دشمنوں کے ہاتھ فروخت کرنا ہے جس وقت کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ یا شیعوں کے ساتھ جنگ میں مشغول ہوں بعض نے مطلقاً حرام جانا ہے۔ اسی طرح کہا ہے کہ حرام ہے ڈاکوؤں اور چوروں کے ہاتھ اسلحوں کا ان امُور کے لیے یا مطلقاً فروخت کرنا۔ اسی طرح علماء کے درمیان مشہور ہے یہ کہ انگور کی شراب بنانے کے لیے انگور فروخت کرنا حرام ہے یعنی تذکرہ ہو رہا ہے کہ اس کام کے لیے خریدار لیتا ہے۔ خواہ عقد کے ضمن میں شرط کرے خواہ عقد کے نزدیک ذکر کرے۔ اور بُت یا جوئے کے آلات بنانے اور تراشنے کے لیے لکڑی کا فروخت کرنا۔ اور اگر کوئی فروخت کرے یہ سمجھ کر کہ یہ کام کیے جائیں گے اور اس کا ذکر نہ ہو کہ اس کے لیے خریدتا ہے تو کراہت مشہور ہے اور بعضوں نے حرام جانا ہے۔ لیکن جواز میں حدیثیں بہت ہیں اور تمام حرام چیزیں فروخت کرنے اور لانے لے جانے اور جمع کرنے کے لیے دکان، مکان اور کشتی کرایہ پر دینے میں اختلاف ہے۔ ایضاً مسخ شدہ جانوروں کے فروخت کرنے میں اختلاف ہے۔ جیسے بندر، ہاتھی اور درندے، مثل شیر، بھیڑیا وغیرہ کے اور زیادہ مشہور جواز ہے۔ خاص طور سے شکار کرنے والے جانوروں کے فروخت کرنے کا جیسے یوز (بھیڑیے سے چھوٹا درندہ) چرخ (ایک شکاری پرندہ) عقاب، باز وغیرہ اور علماء کے درمیان بلی فروخت کرنا جائز ہے اور بعضوں نے اُس پر اجماع کا دعوےٰ کیا ہے۔ ایضاً درندوں کی کھال بیچنے کا جواز مشہور ہے جیسے شیر و بھیڑیے کی کھال اور ابن البراج نے کہا ہے کہ بلی کی قیمت تصدق کر دینا چاہیئے۔ اس کو دوسرے تصرف میں لانا جائز نہیں۔ اس کلام کی سند بھی معلوم نہیں ہے اور ابن جنید نے کہا ہے کہ حرام گوشت جانوروں کی قیمت مثل مسخ شدہ جانوروں اور درندوں کے ہے۔ کھانے اور پینے میں صرف نہ کرنا چاہیئے۔ اس بات کی بھی سند معلوم نہیں ہے۔ اور منجملہ محرمات کے سایہ دار صورتوں کا بنانا ہے کہ اگر اس کے ایک طرف روشنی

ہو تو دوسری طرف اُس کا سایہ پڑے خواہ دیوار سے متصل ہو یا علیحدہ۔ اور معتبر حدیثوں کا ظاہر یہ ہے کہ ذی روح حیوانات کی صورت سے حرمت مخصوص ہے جبکہ وہ مجسم اور سایہ دار ہو۔ لہٰذا جو صورتیں دیوار یا فرش پر نقش کی جائیں حرام نہ ہونگی۔ اور درخت پھول، گھاس مکانوں اور عمارتوں کی صورتیں جو سایہ دار ہوتی ہیں حرام نہ ہوں گی۔ اور بعض علما ذی روح کی صورت کو مطلقاً حرام جانتے ہیں گو سایہ نہ رکھتی ہوں اور بعض ذی روح کی صورت کو حرام جانتے ہیں اور یہ قول معتبرہ احادیث کے مخالف ہے اگرچہ احوط ہے اور مجسمہ صورتوں کا فروخت کرنا بھی حرام مشہور ہے اور ستاروں کی پوری تاثیر جاننا جیسا کہ بعض علمار قائل ہیں کفر ہے اور ناقص تاثیر جاننا کیونکہ فلکی جرموں کی تاثیر فی الجملہ ہے جیسے حرارت میں آفتاب کی تاثیر اور ٹھنڈک میں ماہتاب کی تاثیر اکثر علمار فسق جانتے ہیں۔ اگر موثر نہ جانیں اور کہیں عادت الٰہی جاری ہوئی ہے کہ اسی طریقہ سے آسمان میں پہنچے گی تو زمین پر فلاں امر رونما ہوگا۔ یا یہ کہ خداوند عالم نے اس کو کسی امر کی ایک علامت قرار دی ہے اکثر علمار نے کہا ہے کہ حرام نہیں ہے۔ اور شہید نے کہا ہے مکروہ ہے اور اکثر علمار علم نجوم میں غور و فکر کرنا اور اس کا یاد کرنا اور سیکھنا حرام جانتے ہیں جیسا کہ بہت سی معتبر حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں اور ابن طاؤس اور بعض علما نے کہا ہے اگر تاثیر پر اعتقاد نہ رکھتا ہو تو حرام نہیں ہے اور جو کچھ تمام معتبر حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ ان سب کی صورتیں حوادث پیدا ہونے کی علامت ہیں اور ان کا پورا پورا علم انبیا۔ اوصیا سے مخصوص ہے اور یہ آئندہ امور کے متعلق اُن کے علم کی ایک صورت ہے ان کے علاوہ دوسرا کوئی اس علم پر پورا پورا عبور نہیں رکھتا۔ اس سبب سے اور دوسرے سببوں سے پوری مصلحت کے ساتھ خلق کو ان میں غور و فکر سے منع کیا ہے اور ان کے سبب سے حوادث کے پیدا ہونے اور اس کی تعلیم کو حرام قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے منجم کاہن کے مانند ہے اور کاہن ساحر کے مانند ہے اور ساحر کافر کے مانند ہے اور کافر جہنم میں ہے اور حضرت صادقؑ نے ایک منجم سے فرمایا کہ اپنی کتاب جلا ڈالو۔ لیکن ستاروں کی سعادت اور نحوست بھی احادیث سے ظاہر ہوتی ہے بعض ستارے سعادت اور بعض نحوست رکھتے ہیں اور اس بارے میں بھی لوگوں کا علم ناقص ہے بلکہ خدا قادر ہے اور صدقہ دینے اور اُس کی بارگاہ میں توسل اختیار کرنے سے ان کی نحوست سعادت سے تبدیل کر دیتا ہے اور ان امور کو ترک کرنے اور اپنے ناقص علم پر اعتماد کرنے، اور گناہوں کا ارتکاب کرنے اور توسل کی کمی اور توکل کی کمزوری کے سبب سے اس کی سعادت کو نحوست سے بدل دیتا ہے۔ لہٰذا خوف خطروں کو دفع کرنے اور بلاؤں کو رفع کرنے کے لیے تصدق اور خدا سے دعا و تضرع کا حکم فرمایا

ہے اور ساعتوں کی رعایت کی ممانعت فرمائی ہے لیکن نکاح، زفاف، سفر اور بعض امور میں قمر در عقرب کے موقع پر احتراز کا حکم دیا ہے اور فقیر (مؤلف) کا گمان یہ ہے کہ وہ بھی نجمین کی اصطلاح کے موافق نہیں ہے۔ بلکہ عقرب ستاروں کے برابر مراد ہے جیسا کہ عرب کا دارومدار رہا ہے اور عرب میں کوئی منجم اور کوئی تقویم شائع نہیں ہوتی تھی اور شارع کی جمیل عادتیں معلوم ہے کہ ان کے عبادات اور معاملات کی بنیاد ظاہری امور پر رکھی ہے کہ جس میں خواص و عوام ایک نسبت رکھتے ہوں اور اس زمانہ میں عقرب کے اکثر ستارے برج قوس میں منتقل ہو گئے ہیں

اور علم ہئیات افلاک اور اس کی کمیت و کیفیت حرکات مشہور یہ ہے کہ حرام نہیں ہے بلکہ بعض نے مستحب جانا ہے۔ اس سبب سے کہ حق تعالیٰ کی عجیب حکمتوں اور قدرت کی عظمت پر اطلاع کا باعث ہوتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اس میں زیادہ اہتمام کرنا عمر کا ضائع کرنا ہے اور اکثر اوہام اور چند خیال پر مبنی ہے کہ ستاروں کی بعض محسوس حرکتیں اُن پر منطبق ہوتی ہیں اور بعض میں حیران رہے ہیں اور اس کو اُس فن کے مشکلات میں شمار کیا ہے اور مختلف طریقے اور مراتب جو قائم کئے ہیں آپس میں وہ مخالف ہیں اور سوائے اُس خدا کے جس نے اُن کو خلق کیا ہے اور انبیاء و اوصیاء کے جن کو خدا نے وحی والہام کیا ہے کسی دوسرے کو ان کے حقائق پر اطلاع نہیں ہے لیکن اس میں سے کم جو قبلہ اور اوقات نماز وغیرہ کی اطلاع کا باعث ہوتا ہے بہتر ہے۔ اور شہید نے فرمایا ہے کہ رمل اور فال اور اسی کے مثل امور اُن کے واقع ہونے کی مطابقت کے اعتقاد کے ساتھ حرام ہیں۔ کیونکہ علم غیب خدا سے مخصوص ہے اور اگر فال کے طریقہ پر نیک سمجھتا ہے اور کہتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ روایت کی ہے کہ رسول خدا فالِ نیک کو دوست رکھتے تھے اور طیرہ یعنی فالِ بد سے کراہت کرتے تھے [1]

ابن ادریس نے سرائر میں کتاب مشیخہ ابن محبوب سے ہشیم سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرتؑ صادق سے عرض کی کہ جزیرہ میں ہمارے پاس ایک مرد رہتا ہے جو لوگوں کو اطلاع دیتا ہے جن کا مال چور لے گیا ہے یا اسی طرح کی چیزوں کی جو پوشیدہ ہوتی ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ جو شخص کسی ساحر کے یا کسی کاہن یا ایسے جھوٹے شخص کے پاس جاتا ہے تاکہ اُس کے

---

[1] مؤلف فرماتے ہیں کہ احوط یہ ہے کہ اس قسم کے لوگوں کی جانب لوگ رجوع نہ ہوں ان کی باتوں کی تصدیق نہ کریں۔ کیونکہ بہت سی حدیثیں غیب کی خبر دینے والے کاہن کے پاس جانے کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں اور یہ جماعت جو آئندہ کی خبر دیتی ہے۔ کاہن کے گمان اور تخمینہ پر ہوتی ہیں اور جو کہتے ہیں کہ رمل جناب دانیالؑ پیغمبر سے ماخوذ ہے کوئی اصل نہیں رکھتا۔ ۱۲ ھ

کہنے کے بارے میں اُس کی تصدیق کرے تو یقیناً وُہ کافر ہو گیا ہے ہر اُس کتاب کی رُو سے جو خُدا
نے بھیجی ہے اور کہا ہے کہ حرام ہے وُہ ملاوٹ جو پوشیدہ ہو جیسے دودھ میں پانی اور ایسی بناوٹ
اور آرائش جو لوگوں کو فریب دینے کے لیے ہو۔ اور اکثر فقہا نے کہا ہے کہ مردوں کو عورتوں کا لباس
پہننا اور اپنے تئیں ایسی زینت سے آراستہ کرنا جو عورتوں سے مخصوص ہو جیسے وسمہ ابرُو پر لگانا
اور مخصوص عورتوں کا لباس پہننا اور کڑے چھڑے۔ دست بند پہننا حرام ہے۔ اسی طرح کہا ہے
کہ عورتوں کو ایسا لباس پہننا جو عورتوں سے مخصوص نہ ہو، جیسے عمامہ (ٹوپی) وغیرہ حرام ہے اور
اُن کی حرمت پر تاکید اشکال سے خالی نہیں ہے۔ اور بعض نے چہرہ کا اور عورتوں کے تمام اعضاً
کا سلائی اور سرمہ سے نقش کرنا (گودنا گودا جاتا جیسا کہ اکثر گنوار عورتیں ہاتھوں اور چہرے پر نقش کراتی
ہیں جو دھونے سے کبھی نہیں چھُوٹتا۔ مترجم)۔ حرام جانا ہے اور یہ بھی اشکال سے خالی نہیں ہے
اور احوط یہ ہے کہ کفار کی مخصوص حد اور ایسے لباس پہننے سے جو اُن سے مخصوص ہوں اجتناب
کریں اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کسی پیغمبر پر وحی کی کہ میرے دشمنوں
کا لباس نہ پہنیں اور میرے دُشمنوں کی سی غذا نہ کھائیں اور میرے دُشمنوں کی سی شباہت نہ اختیار
کریں ورنہ وہ میرے دُشمن ہوں گے۔ جس طرح وہ میرے دُشمن ہیں۔

اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ اعمالِ واجبہ پر اُجرت لینا جائز نہیں ہے جیسے میت کو غسل
دینا اور کفن پہنانا اور دفن کرنا اور اُن پر نماز پڑھنا۔ اور سید مرتضیٰ نے اُجرت ان کی تجویز کی ہے
اور قوت سے خالی نہیں ہے اور مستحبات پر کہا ہے کہ اُجرت لے سکتے ہیں اور اکثر علماء نے
کہا ہے کہ اذان پر اُجرت لینا حرام ہے۔ اور سید نے جائز جانا ہے۔ اسی طرح پیشنمازی پر
اُجرت جائز نہیں ہے اور مشہور یہ ہے کہ لوگوں کے معاملات کے تصفیہ اور فیصلہ کرنے کی اُجرت
جائز نہیں ہے لیکن بعض نے تجویز کیا ہے۔ لیکن سب نے مؤذن، پیشنماز اور قاضی کو بیت المال
سے اُجرت دینا تجویز کیا ہے۔ اسی طرح کوئی وقف اگر اس جماعت کے لیے لوگوں نے کیا ہو
تو اُجرت لی جا سکتی ہے اور مشہور یہ ہے کہ نکاح کے صیغے پڑھنا اور خواستگاری اور طلاق کے
صیغہ پڑھنے کی اُجرت لینا جائز ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قرآن مجید خریدنا
اور بیچنا جائز نہیں ہے اور فروخت کریں تو چاہیئے کہ جلد اور کاغذ کو فروخت کریں اور بعض نے
مکروہ سمجھا ہے اور احوط یہ ہے کہ جلد اور غلاف کو فروخت کریں اور باقی کو بخش دیں کیونکہ اس
میں حدیثیں بہت وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک سماعہ کی روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں
نے حضرت صادقؑ سے سُنا کہ حضرت نے فرمایا کہ قرآن کی جلد، کاغذ اور غلاف کو خریدو اور ہرگز
اُن اوراق کو نہ خریدو جن پر قرآن لکھا ہے کیونکہ تمہارے لیے اُس کا خریدنا حرام ہوگا اور اُس کا

دام جو فروخت کیا ہے حرام ہے اور حدیث صحیح میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ مصحف کو اس سے زیادہ دوست رکھتا ہوں کہ فروخت کروں اور یہ حدیث کراہت پر دلالت کرتی ہے اور مصحف کی اُجرت لینا مشہور ہے کہ مکروہ ہے اور بعض مشروط حرام جانتے ہیں۔ اور حدیث ممانعت میں وارد ہوئی ہے اور احوط یہ ہے کہ پہلے شرط نہ کرے اور لکھنے کے بعد جو کچھ دے دیا جائے اُس کو قبول کرے یا اُجرت غیر قرآن کی صورت سے لے یعنی آیتوں کی صورت سے لے۔ پانچواں حصہ، دسواں حصہ ایک جزو یا اسی طرح یا مرکب قیمت قرار دے۔ اور جائز ہے کتب فقہ اور حدیثوں کی اور مباح علوم کی کتابت پر اجرت لینا۔ اور مشہور علماء کے درمیان یہ ہے کہ قرآن مجید کے حصہ پر جن کا یاد کرنا واجب ہے۔ اس کی تعلیم پر اُجرت لینا حرام ہے اور اُس سے زیادہ کی تعلیم پر اجرت لینا مکروہ ہے اور اگر قبل ہی سے شرط کر لے تو اُس کی کراہت بہت سخت ہے اور بعض نے شرط کے ساتھ حرام جانا ہے اور احوط یہ ہے کہ شرط نہ کریں اور اکثر علماء نے مسائل ضروریہ اصولِ دین و فروعِ دین پر اُجرت لینا حرام جانا ہے اور تمام علوم ادب وطب اور حلال صنعتوں پر اُجرت لینا جائز جانا ہے۔ اور مطلق واجبات پر اُجرت لینے کی حرمت فقیر (مؤلف) کے نزدیک ثابت نہیں ہے اور مشہور یہ ہے کہ تلاوت قرآن کی اُجرت جو زندہ یا مُردہ کے ثواب کے لیے ہدیہ کرتے ہیں جائز ہے اور بعض حدیثوں میں ممانعت وارد ہوئی ہے اور اس پر محمول ہے کہ شرط کی ہو تو شدید کراہت ہے اور احوط شرط نہ کرنا ہے۔

اور رشوت لینا حکمِ شرع میں باجماع حرام ہے خواہ اُس کے مطابق فیصلہ کرنے یا اُس کے دشمن کے لیے بلکہ منجملہ کبائر کے ہے۔ اور حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ رشوت لینا خدا و رسولؐ کے ساتھ کفر کے حکم میں ہے اور رشوت دینا بھی حرام ہے مگر یہ کہ بغیر رشوت کے اُس کے لیے فیصلہ نہ کریں گے۔ اور اُس کا حق ضائع ہوگا۔ اس صورت میں بعض نے تجویز کیا ہے اور حکام جور کے نزدیک داد خواہی کی غرض سے اور جو شخص حکم کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا اُس کو دینا حرام ہے سوائے اس کے جو حاکم عادل نہ ہو مگر تقیہ کی وجہ سے حکم نہ کرے یا اگر حکم کرے، تو اس کا حکم جاری نہ ہو۔ اس صورت میں داد خواہی اُس کے نزدیک تجویز کیا ہے اور احوط یہ ہے کہ جب تک ممکن ہو اُس کی طرف سے حکم نہ کریں اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر حق کے ساتھ بھی اُس کے لیے حکم کرے اُس پر جو کچھ لے اُس کے لیے حرام ہے۔ قرآن کو سونے کے پانی سے بغیر سیاہی کے لکھنا مکروہ ہے بعض نے حرام جانا ہے اور کہا ہے کہ اُس کا دسواں حصہ بھی سونے سے لکھنا مکروہ ہے۔ بسند موثق سماعہ سے منقول ہے کہ اُس نے

حضرت صادقؑ سے پوچھا کہ ایک شخص مصحف کا دسواں حصّہ سونے سے لکھتا ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اُس مرد نے کہا کہ یہ میرا ذریعۂ معاش ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر خدا کی خوشنودی کے لیے تو ترک کر دے گا تو خدا تیرا وسیلہ۔ روزی کوئی دوسرا قرار دے گا۔ اور بسند دیگر محمد بن وراق سے منقول ہے اُس نے کہا کہ میں نے حضرت صادقؑ سے اُس قرآن کے بارے میں عرض کی کہ جس کا پانچواں اور دسواں حصّہ سونے سے منقش کیا تھا اور سب کے آخر میں ایک سورہ سونے سے لکھا تھا۔ حضرتؑ نے اُس کے کسی چیز میں کوئی عیب نہیں بتلایا۔ سوائے قرآن کو سونے سے لکھنے کے اور فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو سیاہی سے لکھیں جیسا کہ پہلی مرتبہ سیاہی سے لکھتے تھے یعنی جناب امیرؑ کا لکھنا نہ کہ عثمان کا لکھنا۔ اور یہ حدیث اِس پر دلالت کرتی ہے کہ دسواں حصّہ سونے سے لکھنا حرام جانا اور سونے سے زینت کرنا بُرا نہیں سمجھا۔ اور ابو الصلاح نے قرآن کی سونے سے زینت کرنا حرام جانا ہے۔ اور علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ مسجد کی طلا کاری کرنا حرام ہے۔ بعض نے مطلق نقاشی کرنا حرام سمجھا ہے اور اِن میں سے کوئی ایک بات مستند نہیں معلوم ہوتی اور مسجد کو راستہ میں داخل کرنا یا پاخانہ اُس میں کرنا حرام ہے اور متعدی نجاست کا مسجد میں داخل کرنا حرام جانا ہے اور یہ ثابت نہیں ہے اور ظلم پر ظالموں کی اعانت حرام ہے اور ظلم کے علاوہ مشہور ہے کہ حرام نہیں ہے۔ جیسے عمارت بنوانا اور کھانا پکانا اور تمام مباح امور میں اور بعض حدیثوں میں مطلق معاشرت اور ان کی اعانت وارد ہوئی ہے اور احتمال ہے کہ مذہب کے مخالفوں پر محمول ہوگی اور خدا نے فرمایا ہے کہ ان کی طرف مائل نہ ہو جنھوں نے ظلم کیا ہے ورنہ تم کو آتشِ جہنّم لے لے گی اور خدا کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ پھر تمھاری مدد نہ کی جائے گی۔ رکون (مائل ہونے) کی اکثر لوگوں نے قلبی توجہ سے تفسیر کی ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت میں ظالموں سے مراد مشرکین ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ ان کے ساتھ ظلم میں داخل و شامل ہونا ہے اور اُن کے فعل سے راضی ہونا اور اُن سے محبت کا اظہار ہے نہ کہ صرف اختلاط اور معاشرت اُن کے نقصان کو دفع کرنے کی غرض سے اور بعض روایت میں وارد ہوا ہے کہ رکون سے مراد مودت، خیر خواہی اور اطاعت ہے۔ لہٰذا چاہیئے کہ فاسقوں اور ظالموں سے فسق و ظلم کے سبب سے دُور رہے اور اُن کے اعمال سے کسی طور پر راضی نہ ہونا چاہیئے اور احوط یہ ہے کہ بغیر تقیہ یا کسی شرعی مصلحت کے جیسے ان کی ہدایت کرنے کے لیے یا کسی مومن سے اُن کا ضرر دفع کرنے کے لیے یا کسی پریشان کی حاجت پوری کرنے کے لیے ان کے ساتھ معاشرت و مودت نہ کریں اور مشہور علماء کے درمیان یہ ہے کہ کتبِ منسوخہ

کا لکھنا حفظ کرنا اور ان کا یاد رکھنا اور یاد دلانا حرام ہے مانند توریت و انجیل اور گمراہوں اور اہلِ بدعت کی کتابوں کے جیسے اہلِ سنت کی اور تمام مخالفوں کی کتابیں اور حکمار اور صوفیہ اور ملحدوں کی کتابیں۔ لیکن اُن کی دلیلوں کو شکست و باطل کرنے یا اُن پر حجت قائم کرنے کے لیے یا اُن سے کلمات حقہ اخذ کرنے کے لیے یا تقیہ کے طور پر جائز ہے۔ اور علمار کے درمیان مشہور ہے کہ جو کچھ بادشاہ اور حکام رعایا سے خراج کی صورت سے لیتے ہیں اُن سے خریدا جا سکتا ہے اور ہبہ قبول کیا جا سکتا ہے اور اُن کی طرف سے انعامات اور بخششیں قبول کی جا سکتی ہیں اُس کے بعد جبکہ وہ رعایا سے حاصل کر چکے ہوں۔ اور اکثر علمائے نے کہا ہے اگر یہ کسی کو موقع پر سپرد کریں۔ تب بھی لینا جائز ہے اور اس شق میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور اگر باپ اپنے فرزندِ صغیر کا واجب النفقہ ہو تو اس کے مال سے بقدر نفقہ لے سکتا ہے اور فرزند بالغ کے مال سے بھی لے سکتا ہے۔ اگر اُس کا نفقہ نہ دے اور حاکم شرع سے داد خواہی ممکن ہو تو اس صورت میں احوط یہ ہے کہ بغیر داد خواہی کے نہ لے اور اکثر علمائے نے کہا کہ عورتیں بغیر شوہر کی اجازت کے روٹی اور سالن تصدق کر سکتی ہیں اگر وہ منع نہ کرے اور زیادہ تصدق نہ کریں کہ اس کو نقصان پہنچے اور اگر کچھ مال کسی کو کسی نے دیا ہو کہ علمار یا صلحا یا فقیروں کو دے دے مشہور یہ ہے کہ اگر خود احتیاج رکھتا ہو اور اس صفت سے موصوف ہو تو اپنے واسطے لے سکتا ہے اور بعض نے یہ قید لگائی ہے کہ اس شرط سے لے سکتا ہے کہ دوسروں سے زیادہ نہ لے۔ اور بعض روایتوں میں ممانعت وارد ہوئی ہے اور احوط یہ ہے کہ جب تک زیادہ مضطرب اور پریشان نہ ہو نہ لے۔ لیکن اپنے عیال کو دے سکتا ہے۔ اگر ان کے نفقہ پر قادر نہ ہو اور علمار کے درمیان یہ مشہور ہے کہ غیر انسان حیوانات کو خصی کرنا جائز ہے اور بعض نے حرام جانا ہے اور بعض نے کمان سے گولیاں مارنا مطلق حرام جانا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر لہو و لعب کے لیے ہو تو حرام ہے۔ اور جائز ہے ہڈیاں ہاتھی کے دانت فروخت کرنا اور اُس سے کنگھی وغیرہ بنانا جائز ہے۔ بعض نے مکروہ جانا ہے۔

منجملہ محرمات کے جن کی اکابر علمار کے ایک گروہ نے تصریح کی ہے اُن قصوں کا پڑھنا اور سُننا ہے جو سب کے سب جھوٹ ہوں، جیسے قصۂ رموز حمزہ اور جھوٹے افسانے جو معلوم ہیں یا اُن میں سے بعض جن کا کذب معلوم ہے۔ جیسے مخالفوں کی وضع کی ہوئی روایتیں جو انبیار علیہم السلام کی خطاؤں پر مشتمل ہیں اور ان کی طرف گناہوں اور فسق کا منسوب کرنا۔ یا خلفائے جور کی مدح یا صوفیوں کی ایجاد کردہ کرامتیں یا اکابر علمائے شیعہ پر افترا۔ پردازی اور انہی کے مثل باطل امور کا پڑھنا مگر اس لیے کہ ان کا رد کرنا اور باطل کرنا مقصود ہو۔ یا تقیہ کے طور پر جبکہ اُن کے پڑھنے

اور سُننے پر مضطر و مجبور ہو۔ جیسا کہ سماعون للکذب کی آیت اِس پر بعض تفسیروں کی بنا پر دلالت کرتی ہے۔

اور کافی میں ابوالصلاح نے کہا ہے کہ جھوٹ حرام ہے اور جھوٹ میں سے ہے رات کو قصہ خوانوں کی صحبت میں بیٹھنا جو جھوٹی لڑائیوں کے قصّے بیان کرتے ہیں یا واقع شدہ جنگوں پر کچھ بڑھاتے ہیں اور شیخ یحییٰ بن سعید نے جامع میں کہا ہے کہ شب نشینی جھوٹے اور وضع کئے ہوئے قصّے کہنے اور ان قصّوں کے سُننے کے لیے حرام ہے جن پر کچھ زیادہ کیا گیا ہو۔ اور دُوسرے قصّوں کا سُننا مکروہ ہے۔ کیونکہ آخر شب کی بیداری کو مانع ہوتے ہیں۔ اور ابن بابویہ نے کتاب عقائد میں روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں قصہ خوانوں کا ذکر ہوا۔ حضرتؑ نے فرمایا خدا اُن پر لعنت کرے کہ ہم پر طعن کرتے ہیں۔ اور کہا ہے کہ پھر اُن حضرتؑ سے قصہ خوانوں کے بارے میں سوال کیا کہ آیا ان کی باتوں کا سُننا حلال ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ نہیں اور فرمایا کہ جو شخص کسی سخن گو کی طرف کان لگائے یقیناً ایسا ہے جیسے کہ اُس نے اُس کی پرستش کی ہے۔ اگر وُہ خدا کی جانب سے بولتا ہے تو اُس نے خُدا کی پرستش کی اور اگر شیطان کی جانب سے بولتا ہے تو اُس نے شیطان کی پرستش کی ہے۔ پھر لوگوں نے اُن حضرت سے خدا کے اس قول والشعراء یتبعون ہم الغاوٗن کہ شعراء جن کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ شعراء سے مُراد قصّہ خوان ہیں اور احوط یہ ہے کہ زمانۂ کفر و جاہلیت اور بادشاہانِ عجم کے قصّے بھی نہ پڑھیں اگرچہ سچّے ہوں لیکن مصلحت یا دین کے فائدہ کے لیے پڑھنے میں حرج نہیں ہے۔ کیونکہ خُداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ومن الناس من یشتری لھوا الحدیث لیضل عن سبیل اللہ الخ۔ یعنی لوگوں میں ایک وہ شخص ہے جو باطل کلام کو خریدتا ہے تاکہ لوگوں کو راہ خدا سے غافل کرے اور قرآن کی آیتوں کا اُن سے مذاق اُڑائے۔ اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ اور شیخ طبرسی اور تمام مفسرین نے روایت کی ہے کہ یہ آیت نضر بن الحارث کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ وہ تجارت کرتا تھا اور فارس کی طرف جاتا تھا اور بادشاہانِ عجم کے حالات پر مشتمل کتابیں خریدتا تھا اور لاتا تھا اور قریش کو سُناتا تھا اور کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تم کو عاد و ثمود کے حالات سے اطلاع دیتے ہیں اور میں تم کو رستم و اسفندیار اور کسریٰ اور بادشاہانِ عجم کے قصّے بیان کرتا ہوں۔ ان کو وہ قصّے اچھے معلوم ہوتے تھے اور قرآن سُننا ترک کرتے تھے۔ اس کی کلینی سے روایت کی ہے اور کلینی اور شیخ طوسی نے بسند حسن مثل صحیح کے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے ایک قصہ خوان کو دیکھا جو مسجد میں قصّہ پڑھ رہا تھا۔ حضرتؑ نے اُس کو تازیانہ مار کر مسجد سے نکال دیا اور ابن بابویہ نے بسند ہائے

معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جب دیکھو کہ کسی شخص کو جو روزِ جمعہ جاہلیت اور کفر کے قصّے بیان کرتا ہے تو اُس کے سر پر مارو اگرچہ پتھر سے ٹکڑے ہو جائے اور ایسے اشعار کا پڑھنا جو دروغ اور لغو نہ ہو جائز ہے۔ اور اُن کا بہت پڑھنا اور سُننا مکروہ ہے۔ خاص کر ماہِ رمضان میں شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ کو اور رات کے وقت مطلق اور حالتِ احرام میں اور حرم میں اگرچہ شعر حق ہو۔ اور منقول ہے کہ جو شکم خون اور ریم (مواد) سے بھرا ہوا ہو اُس سے بہتر ہے جو اشعار سے بھرا ہو۔ اور منقول ہے کہ جو شخص ایک بیت روزِ جمعہ پڑھے اس کا حصہ اُس روز وہی ہے۔ اور جنابِ رسولِ خداؐ سے منقول ہے کہ شعر شیطان کی طرف سے ہے۔ لیکن اُنہی حضرتؐ سے روایت ہے کہ شعر منجملہ حکمت کے ہے اور جنابِ امیرؑ اور امام رضاؑ اور تمام آئمہؑ سے شعر نقل کیا ہے اور بار بار ان سے تمثیل اور گواہی لائے ہیں اور بہت سی حدیثیں جنابِ رسولِ خداؐ اور ائمہ اطہارؑ کی مدح اور امام حسینؑ کے مرثیوں کی تعریف اور فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ جو شعر کسی مومن کی ہجو اور مذمت میں ہو یا کسی معین نامحرم عورت کی تعریف میں ہو یا کسی لڑکے کے حسن کی تعریف میں ہو مطلقاً حرام ہے اگرچہ کلام کے آخر میں ہو۔ اور کہا ہے کہ اگر اپنی زوجہ کی یا کنیز کے حسن کی تعریف شعر یا نثر میں کرے حرام نہیں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگرچہ حرام نہیں ہے لیکن چونکہ مروت کے منافی ہے جو عدالت سے اُس کو خارج کرتا ہے۔ لیکن مروت کی شرط جو فقہا نے کی عدالت میں ثابت نہیں ہے اور وہ شعر جو بہت زیادہ مدح پر مشتمل ہو کذب و دروغ کا وہم پیدا کرتا ہے اگر مبالغہ کی تجویز پر محمول کیا جا سکتا ہو حرام نہیں ہے اور اگر محمول نہیں کیا جا سکتا تو بعض کہتے ہیں کہ دروغ ہے اور حرام ہے اور بعض کا قول ہے کہ دروغ اس حیثیت سے حرام نہیں ہے کہ لوگ خلافِ واقع کو واقع سمجھیں اور شعر کی بنا اس پر نہیں ہے اور شاعر کی غرض خبر دینا نہیں ہے۔ بلکہ انشاء کی جانب پھرتا ہے اور یہ بات حق سے دُور نہیں ہے۔ لیکن ظالموں کی مدح کے ضمن میں ہو اور ظلم و فسق کی تعریف اور اُن پر ان کو اُبھارنا مقصود ہو تو بعید نہیں کہ حرام ہو۔ اور منجملہ محرمات کے مومنین سے حسد و بغض و عداوت ہے۔ اکثر علماء نے اُن کو حرام قرار دیا ہے مطلقاً۔ لیکن چونکہ یہ سب قلبی باتیں ہیں جب تک ظاہر نہ کرے معلوم نہیں ہوتیں اور عدالت کے خلاف ثابت نہیں ہوتیں۔ بہت سی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا اظہار معصیت ہے۔ اصل اُس کی معصیت نہیں ہے۔ فقیر (مؤلف) کا گمان یہی ہے اور اسی طرح مومنین کے بارے میں بُرا گمان کرنا ہے اور اُس کا اظہار حرام ہے اور اگر اس کی اصل حرام ہو جرح لازم آتا ہے۔ اس کے بعد انشاء اللہ مذکور ہوگا اور مومنین سے علیحدگی اور ترکِ معاشرت کو گناہوں میں شمار کیا ہے جیسا کہ بہت سی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن بظاہر اس پر محمول ہیں کہ بغض و عداوت کی

صورت سے ہو۔ نہ کہ مطلقاً۔ کیونکہ ترک معاشرت کی بہت سی وجہیں ہیں اور منجملہ محرمات کے مومنوں
کے عیوب کو تلاش کرنا ہے اور بہت سی آیتیں اور خبریں اُس کی مذمت اور ممانعت میں وارد
ہوئی ہیں۔ ایضاً مسلمانوں کے گھر پر اوپر سے دیکھنا یا سوراخوں اور جھروکوں سے اُن کے اہلِ خانہ
پر نظر کرنا حرام ہے۔ اگر لوگ اُس کو منع کریں اور وہ نہ مانے تو اُس کو کوئی ایسی چیز سے ماریں کہ وہ
قتل ہو جائے تو اُس کا خون باطل ہے (کوئی قصاص نہیں) لیکن اگر تھوڑا منع کرنے سے ممکن
ہو تو زیادہ سختی نہ کریں۔ مردوں کو خالص ریشم کا پہننا حرام ہے لیکن کفار سے جنگ کے موقع پر اور
ضرورت کی حالت میں جبکہ دوسرا لباس نہ رکھتا ہو اور نقصان کا خوف رکھتا ہو حرام نہیں ہے
اور اگر خالص ریشم نہ ہو یا روئی، کتان اور اُون اور اسی قسم کا لباس ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے
سوائے اُس کے جو ہلاک کرنے والا ہو۔ بعض نے کہا کہ دس میں سے ایک حصہ اور بعض نے کہا
ہے کہ پانچ میں سے ایک حصہ (ملاوٹ ہو) اور احوط یہ ہے کہ چہرہ پر نہ ڈالیں۔ اگر ایسے کپڑے
کا تکیہ یا فرش ہو تو حرج نہیں۔ اور مردوں کو سونا پہننا بھی حرام ہے اور اکثر علماء نے اطفال
کو سونا اور ریشم پہننا تجویز کیا ہے۔ لیکن شراب اور مست کرنے والی چیز اُن کو پلانا حرام ہے
اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے اور مشہور یہ ہے
کہ اُن کا مطلقاً استعمال حرام ہے اور دوسروں کے استعمال کے لیے مُہیا کرنے میں اختلاف ہے۔
احوط ترک ہے اور کم چاندی جو تلوار کے قبضہ اور زنجیر اور چاندی کی رِنگ (گول چیز) اور چاندی
کا ٹکڑا جو برتن پر چسپاں کرتے ہیں یا ایسا برتن جس کا کچھ حصہ چاندی کا ہو مشہور ہے کہ جائز ہے
اکثر علماء نے کہا ہے کہ چاندی کی جگہ سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اور بعض نے تلوار اور مصحف کو
سونے اور چاندی سے آراستہ کرنا تجویز کیا ہے جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے اور احوط یہ ہے
کہ زین اور لگام سونے اور چاندی کی نہ ہو۔ اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ اگر چاندی کو اس
طرح زین وغیرہ پر چڑھا دیا ہے کہ علیحدہ نہیں کی جا سکتی تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر علیحدہ کی
جا سکتی ہے تو سوار نہ ہوں اور سرمہ دان اور چھوٹے برتن جو خوشبو کے لیے اور اسی قسم کی چیزیں
بنائی جاتی ہیں ان میں اختلاف ہے اور سونے اور چاندی کی سلائی استعمال کرنے میں حرج نہیں
ہے۔ اور مسجدوں اور مشاہد کی قندیلوں کو چاندی سے زینت دینے میں اختلاف ہے۔ اسی
طرح در و دیوار اور چھت کو سونے سے مزین کرنے میں اختلاف ہے اور حقہ کی مُنہ نال اور
درمیانی حصہ اور تشتری (چینی یا تانبے وغیرہ کی) ان سب کو سونے اور چاندی سے مزین کرنے
میں اشکال اور احوط پرہیز ہے خاص طور پر تشتری کو جس میں حرمت کا احتمال زیادہ ہے اور سونے
اور چاندی کی ٹونٹی بعید نہیں ہے کہ جائز ہو اور سرلی جو منہ میں ڈالتے ہیں اگر سونے اور چاندی

یہ قوت سے خالی نہیں ہے کیونکہ جناب رسولِ خداؐ اور ائمہ اطہارؑ کے زمانوں میں عورتیں مردوں کی مجلس میں آتی تھیں اور نمازوں میں شریک ہوتی تھیں اور ضروریات حاصل کرنے کے لیے بازاروں میں جاتی تھیں اور ان کو منع نہیں کرتے تھے۔ اور اجنبی عورت کی آواز سننے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں مطلق حرام ہے اور بعض لذت کے ساتھ فتنہ کے خوف سے حرام جانتے ہیں اور احوط یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ بات نہ کرے اور نہ سُنے۔ بہتر یہ ہے کہ عورت دروازے کے پیچھے آئے اور سخت گفتگو کرے اور نازو انداز کے ساتھ خوش آئند آواز سے بات نہ کرے اور عورت کے مقعد میں وطی کرنا بعض نے حرام جانا ہے اور کراہت زیادہ مشہور ہے اور حرام ہے عضوِ تناسل کو تمام بدن پر ملنا تاکہ منی نکل آئے اور اگر ہاتھ یا انگلی یا اپنی عورت یا کنیز کے کسی اعضا سے بازی کرے تاکہ منی نکل آئے جائز ہے اور کسی دوسری چیز سے جائز نہیں ہے اور اپنی زوجہ یا کنیز کے ہاتھوں سے عضوِ تناسل کو ملنے میں تاکہ منی نکل آئے اختلاف ہے اسی طرح اپنی زوجہ یا کنیز کی اندام نہانی کے علاوہ تمام بدن سے سوائے ہاتھ کے عضوِ تناسل ملنے میں اختلاف کیا ہے اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ حرام نہیں ہے اور مُردوں کے ساتھ جماع کے حرام ہونے میں اختلاف نہیں ہے اور شادی میں روپے پیسے لُٹانا جائز ہے۔ اور بعض مکروہ جانتے ہیں اور مشہور یہ ہے کہ اُس سے کوئی چیز خرید کر کھانا جائز ہے سوائے اس کے کہ کوئی قرینہ ہو کہ اُس کا مالک اُس سے راضی نہیں ہے اور کہا ہے کہ اُس کا اٹھانا جائز نہیں ہے مگر یہ کہ وہ صریحاً اجازت دے کہ اُٹھالو یا قرینہ سے ظاہر ہو کہ اُٹھانے کے لیے پھینکا ہے۔ اور ایامِ حیض و نفاس میں جماع کرنا حرام ہے اور پاک ہونے کے بعد غسل سے پہلے اختلاف ہے۔ اور بعض علماء نے حرام جانا ہے کہ منی اُس کے اندام نہانی سے اُس کی اجازت کے بغیر باہر نکالے جس کو عقدِ دائمی میں لایا ہو۔ بعض نے مکروہ جانا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر ایسا کرے تو عورت کو نطفہ کی دیت میں دس اشرفی دے۔ اِس میں اختلاف نہیں ہے کہ لڑکی کی نو ۹ سال کی عمر سے پہلے اُس سے جماع کرنا حرام ہے۔ اسی طرح اُس عورت سے جو عقدِ دائمی میں ہو چار ماہ سے زیادہ بغیر کسی عُذر کے ترکِ جماع حرام ہے مگر اُس کی اجازت سے۔ اور مرد پر حرام ہے ہر وہ عورت جو اُس سے نسبی تعلق رکھتی ہو۔ سوائے چچا، پھوپھی، خالہ اور ماموں کی لڑکی کے اور عورتوں پر بھی اسی طرح کے مرد حرام ہیں اور رضاعت کے سبب سے بھی حرام ہیں۔ جس وقت شرائط متحقق ہوں جیسے رضاعی ماں، بہن، پھوپھی خالہ اور رضاعی لڑکی اور رضاعی بھائی اور بہن کی لڑکی اور اگر کوئی کسی منکوحہ عورت سے یا خریدی ہوئی عورت سے جماع کرے تو اُس کی ماں۔ ماں کی ماں یا اُس کے باپ کی ماں۔ اسی طرح جس قدر اُوپر کے

لوگ ہوں اور اُس عورت کی لڑکی ، لڑکی کی لڑکی ۔ اُس کے لڑکے کی لڑکی جس قدر نیچے کے لوگ ہوں حرام ہیں ۔ اور اگر کسی عورت سے عقد کرے اور اُس سے جماع نہ کرے تو وہ عورت اُس مرد کے باپ پر حرام ہے اور اُس عورت کے لڑکے ، لڑکیاں حرام موبد نہیں ہوتیں ۔ لیکن جب تک اُس کی ماں اُس کے عقد میں ہے اُس کی دُختر سے عقد نہیں کر سکتا ۔ اگر ماں سے علیحدہ ہو جائے تو کر سکتا ہے اور عورت کی ماں سے صرف عقد کے سبب سے بغیر جماع کے عقد کرنے میں اختلاف ہے اور اشہر و اقوی یہ ہے کہ حرام ہے اور باپ کی خریدی ہوئی عورت لڑکے پر اور لڑکے کی خریدی ہوئی باپ پر بغیر جماع کے حرام نہیں ہوتی ۔ اور دو بہنوں کو یک وقت عقد میں نہیں لا سکتا خواہ باپ کی طرف سے بہن ہو یا ماں کی طرف سے بہن ہو ۔ خواہ دائمی عقد ہو یا متعہ ۔ اگر ایک بہن کا عقد ختم ہو چکا ہو تو دُوسری بہن سے عقد کر سکتا ہے اور متعہ میں حدیث صحیح اُس کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہے اور ایک جماعت قائل ہوئی ہے اور مشہور یہ ہے کہ اُس عورت کی بہن کی لڑکی اور بھائی کی لڑکی اُس عورت سے عقد کے بعد عقد میں نہیں لا سکتا مگر اُس کی اجازت سے بعض نے مطلق جائز جانا ہے لیکن احتیاط اولیٰ ہے اور اس مسئلہ کی فروع بہت ہیں اور یہ جو مذکور ہوا جماع میں صحیح اور وُہ زنا جو دُوسرے عقد کے بعد واقع ہو حرمت کا باعث نہیں ہوتا جیسے ماں سے عقد کرے اس کے بعد دُختر سے زنا کرے تو ماں حرام نہیں ہوتی ۔ اور اُس زنا میں جو عقد سے پہلے واقع ہو اختلاف ہے ۔ اکثر نے کہا ہے کہ حرمت کا سبب ہوتا ہے اور یہ احوط ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مطلقاً حرمت کا باعث نہیں ہوتا اور یہ زیادہ قوی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اگر زنا اپنی پھوپھی یا خالہ سے ہو تو حرمت کا باعث ہوتا ہے اگر ان کے بغیر ہو تو نہیں ہوتا ۔ اور ایک مرد جو ایک کنیز کا مالک ہے اور ہاتھ اُس کے بدن پر پھیرے یا اُس کے جسم پر ایسی جگہ نظر کرے کہ غیر مالک اُس پر نظر نہیں کر سکتا بعضوں نے کہا ہے کہ کنیز اُس کے باپ اور فرزند پر حرام ہو جاتی ہے اور بعض بوسہ لینے کو کہتے ہیں اور مشہور یہ ہے کہ حرام نہیں ہوتی اور حدیثوں کو اُس کی کراہت پر محمول کیا ہے ۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ لڑکے ، لڑکیاں ، بھائی ، بہنیں اور تمام رشتے جو رضاعت کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں ۔ ان احکام میں نسب کا حکم رکھتے ہیں اور دو بہنوں کو ملکیت میں جمع کر سکتا ہے لیکن جماع میں جمع نہیں کر سکتے کہ دونوں سے جماع کرے ۔ اگر ایک کے ساتھ جماع کیا جب تک وُہ اس کی ملکیت میں ہے دُوسری اُس پر حرام ہے اور جو شخص کسی عورت سے اُس کی عدت میں عقد کرے اور عدت کو جانتا ہو ۔ اور یہ کہ عدت میں عقد حرام ہے تو وہ عورت حرام موبد ہو جاتی ہے اور اُس پر کبھی حلال نہیں ہے ۔ اور اگر عدہ کو نہ جانے یا جانتا ہو اور عدت میں عقد کرنا حرام نہ جانتا ہو یا کسی ایک کو نہ جانتا ہو اگر عقد کے بعد دخول کیا ہو تو پھر حرام موبد ہو

جاتی ہے اور اگر دخول نہ کیا ہو عقد باطل ہے اور اُس کو دوبارہ عقد میں لاسکتا ہے اور ان احکام میں عدۂ رجعی اور عدۂ بائن اور عدۂ وفات اور عقد دائمی میں شبہ کے عدہ اور متعہ کے عدہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور کنیز کے استبراء کی مُدت میں اختلاف ہے۔ اظہر یہ ہے کہ اُس میں جاری نہیں ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ جو شخص شوہر دار عورت سے عقد کرے۔ پھر بھی عدت میں عقد کا حکم تمام احکام میں رکھتا ہے جو مذکور ہوئے اور بہت سی روایتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حرام نہیں ہوتا اور قول اول پر عمل احوط ہے اور جو شخص کسی شوہر دار عورت سے زنا کرے یا وہ عورت عدہ رجعیہ میں ہو مشہور یہ ہے کہ وہ عورت زانی پر حرام موبد ہو جاتی ہے۔ اس کی دلیل ایک بات ہے اور بائنہ عدت ------- اور وفات کی عدت میں حرمت کا باعث نہیں ہوتا اور اگر ایسی عورت سے زنا کرے جو شوہر نہ رکھتی ہو اور عدتِ رجعی میں نہ ہو تو اُس پر حرام نہ ہوگی اور اس کے ساتھ عقد کر سکتا ہے جیسا کہ مشہور ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جب تک توبہ نہ کرے وہ عورت اُس پر حلال نہیں ہے۔ روایت میں وارد ہوا ہے کہ اُس کی توبہ کا امتحان اس طرح کریں کہ اُس کو اُسی فعل حرام کا موقع دیں جو پہلے کر چکا ہے اگر وہ قبول نہ کرے تو معلوم ہوگا کہ توبہ کی ہے اور اکثر نے استحباب پر محمول کیا ہے۔ ایضاً اُن عورتوں کے ساتھ نکاح میں اختلاف ہے جو زنا میں مشہور ہیں اور زیادہ مشہور کراہت ہے اور بعض حرام جانتے ہیں اور اجتناب احوط ہے۔ اگر کسی کی عورت معاذاللہ زنا کرے تو شوہر پر حرام نہیں ہوتی ہرچند بار بار زنا کرے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اُس عورت کے زنا پر اصرار سے وُہ اپنے شوہر پر حرام ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی لڑکے سے لواطہ کرے اگر اُس کی دُبر میں اُس کا عضوِ تناسل کچھ بھی داخل ہُوا ہو تو اُس لڑکے کی ماں بہن اور لڑکی اُس مرد پر حرام ہو جاتی ہیں۔ اگر وہ فعل نکاح سے پہلے واقع ہو اور اگر اُن کے نکاح کے بعد واقع ہو تو حرام نہیں ہوتیں۔ اور مشہور یہ ہے کہ یہ حکم اُس کی نانی پرنانی وغیرہ اور اولاد کی اولاد تک میں اثر انداز ہوتا ہے جیسے لڑکے کی ماں کی ماں اور لڑکے کی ماں اور اُس کے باپ کی ماں اسی طرح جس قدر اوپر جائیں اور لڑکی کی لڑکی اور اُسکے لڑکے کی لڑکیاں جس قدر نیچے جائیں اور اشکال سے خالی نہیں ہے اور بہر صورت بہن کی اولاد میں سرایت نہیں کرتا۔ اور مشہور یہ ہے کہ مفعول پر ان میں سے کچھ حرام نہیں ہوتا اور بعض نے کہا ہے کہ فاعل کی ماں، بہن اور بیٹی بھی مفعول پر حرام ہو جاتی ہیں لیکن کوئی سند نہیں ہے اور مشہور یہ ہے کہ مُحرِم جب حالتِ احرام میں کسی عورت سے عقد کرے اور یہ جانتا ہو کہ حرام ہے تو عورت اُس پر حرام موبد ہو جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اگر جاہل مسئلہ ہو تو بھی حرام ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مسئلہ سے واقف

ہو تو مطلقاً حرام ہے خواہ دخول کرے یا نہ کرے۔ اگر جاہل مسئلہ ہو تو دخول کرنے سے حرام ہو جائے گی۔ اور چار آزاد عورتوں سے عقد دائمی کر سکتا ہے اور دو کنیز سے زیادہ کو عقد دائمی میں نہیں لا سکتا اور دو کنیز اور دو آزاد سے عقد کر سکتا ہے۔ چار سے زیادہ اُس کے لیے جائز نہیں ہے اور متعہ اور ملک یمین جس قدر چاہے کر سکتا ہے۔ اور غلام چار کنیز، دو آزاد، ایک آزاد اور کنیز سے عقد دائمی کر سکتا ہے اور متعہ جس قدر چاہے اور ملک یمین بھی ایک قول کے مطابق جبکہ مالک ہو، اور جس عورت کو تین طلاق دی جائے جب تک محلل درمیان میں نہ آئے اُس سے عقد حرام ہے اور نہ طلاق عدی جس کو حرام موبد کہتے ہیں۔ اور وہ عورت جس پر اُس کا شوہر لعان کرے حرام موبد ہو جاتی ہے اور عورتوں کے درمیان منجملہ احکام عدل اور ان میں سے یہ ہے کہ ہر چار راتوں میں سے ایک رات اُن سے نزدیکی کرے اور اُن پر ظلم نہ کرے اور نفقۂ معروف دے اور عورت کو چاہیئے کہ شوہر کی اطاعت کرے اور اُس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے اور احکامِ نکاح بہت ہیں۔ اِس رسالہ میں اُن کی گنجائش نہیں ہے اور عورت کے ساتھ ظہار کرنا یعنی اُس کی پشت کو ماں یا بہن اور تمام محرمات سے تشبیہ دینا حرام ہے اور منجملہ نکاح کے ایلاء ہے کہ اپنی زوجہ سے چار مہینے یا زیادہ ماہ تک جماع نہ کرنے کی قسم کھائے اس کے احکام بھی بہت ہیں۔ منجملہ ان کے لعان ہے کہ اپنی زوجہ کو زنا سے نسبت دے۔ یا اُس کے فرزند کی نفی کرے۔ اور شوہر و زوجہ حاکم شرع کے سامنے ایک دوسرے پر لعنت کریں اور حد ساقط کرنے کے لیے نفرین کریں یا لڑکے سے انکار کرے۔ اس کے احکام بھی بہت ہیں اور لعان کی تحقیق ہونے پر اُس کی زوجہ اُس پر حرام موبد ہو جاتی ہے اور غلام آزاد کرنے کے احکام جو آقا کے فوت ہو جانے کے بعد آزاد ہو جاتا ہے اور مملوک کو مکاتب کرنے پر کہ کچھ رقم دے کر آزاد ہو جائے اور جو کنیز کہ آقا سے فرزند رکھتی ہو بہت ہیں اور قسم کھانے اور نذر کرنے اور خدا سے عہد کرنے کے احکام بہت ہیں۔ ان کو مضبوط کرنے اور اُن کے شرائط کے متحقق ہونے کے بعد اُن کی مخالفت کرنا حرام ہے اور وصیت میں ظلم اور وارث کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے اور لُقطہ اور گم شدہ اشیاء کے احکام بھی بہت ہیں اور شعائر اور مساجد اور مدارس اور راستوں اور تمام مشترکات کے احکام بہت ہیں۔

اور شکار اور ذبیحہ اور حرام ذبیحہ اور حیوان حلال گوشت اور حرام گوشت کے احکام بہت ہیں اور ذبیحہ کے محرمات میں چار سے سترہ تک بہت اختلاف ہے۔

اوّل — جو خون ذبیحہ سے باہر آتا ہے نہ وُہ جو رگوں میں باقی رہ جاتا ہے اور جو کچھ دل و جگر کے درمیان میں رہ جاتا ہے وُہ پاک ہے اور اُس کے حلال ہونے میں اختلاف کیا ہے

دُوسرے ۔ تلی ہے اس کی حرمت میں کوئی اختلاف ظاہر نہیں ہے ۔
تیسرے ۔ عُضوِ تناسل اُس میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے ۔
چوتھے ۔ خُصیے ۔ اس کو بھی بغیر اختلاف کے نقل کیا ہے ۔
پانچویں ۔ سرگین (مینگنیاں) اِس میں بھی کوئی اختلاف باعتبار خباثت کے نقل نہیں کیا ہے ۔
چھٹے ۔ مثانہ ہے یعنی پیشاب جمع ہونے کی جگہ ۔
ساتویں ۔ زہرہ (پِتّہ)
آٹھویں ۔ بچّہ دان ۔ اور وہ ایک پردہ ہے جس میں بچّہ ہوتا ہے ۔
نویں ۔ مادہ کی باہری اور اندرونی فَرج ۔
دسویں ۔ نخاع یعنی حرام مغز جو پیٹھ کی ہڈّیوں میں ہوتا ہے ۔
گیارھویں ۔ علبا یعنی وہ پٹھے جو پیٹھ کی ہڈّیوں کے دونوں جانب گردن سے نیچے آخر پشت تک کھنچے ہوتے ہیں ۔
بارھویں ۔ غدود اور گرہیں جو گوشت کی چربی میں ہوتے ہیں ۔
تیرھویں ۔ ذات الاشاجع ۔ یعنی وہ پٹھے ہیں جو حیوانوں کے پیروں کی پشت میں ہوتے ہیں ۔
چودھویں ۔ خرزۂ دماغ ۔ یعنی وہ خاکستری رنگ کی توڑی ہے جو کلہ کے مغز کے اندر ہوتی ہیں ۔ چھوٹے کیڑے کے مانند جو چنے کے برابر ہوتا ہے ۔
پندرھویں ۔ حدقہ ہے یعنی آنکھ کی پُتلی جو سیاہ ہوتی ہے نہ کہ تمام آنکھ ۔
سولھویں ۔ رگیں ہیں گویا ان کی مُراد بڑی رگوں سے ہوگی ۔ جیسا کہ بعض حدیثوں میں اُس کے بجائے اوداج (گردن کی موٹی رگ) وارد ہوا ہے یعنی شہ رگ ۔ اور احوط یہ ہے کہ گردن کو بھی نہ کھائیں ۔ اگر تمام رگیں مُراد ہوں تو تمام گوشت کو ریشہ ریشہ ایک دوسرے سے جُدا کریں ۔ جس طریقہ سے یہودی کرتے ہیں ۔
سترھویں ۔ دِل کے دونوں گوشے ہیں ۔

اوّل کی پانچ چیزوں کے علاوہ جو مذکور ہوئیں باقی میں اختلاف کیا ہے اور بعض نے مکرُوہ جانا ہے خاص کر رگوں اور دل کے گوشوں کو جن کو اکثر عُلما مکرُوہ جانتے ہیں اور ابن بابویہ نے کہا ہے کہ بعض رِوایتوں میں حیا کے بجائے فرج جلد واقع ہوا ہے ۔ اِسی سبب سے بعض معاصرین کلہ اور پایا حرام جانتے ہیں ۔ اس اعتبار سے کہ ان کو کھال کے ساتھ پکاتے ہیں اور ان مُرسل حدیثوں سے آیتوں کے عام معنوں کے مقابلہ کے ساتھ حرمت ثابت کرنا مشکل ہے اس لیے کہ

حدیثیں کلہ اور پایہ کے بارے میں بغیر کسی استثناء اور قید کے وارد ہوئی ہیں اور ممکن ہے جلد سے مراد فرج ہو اس قرینہ سے کہ بجائے حیا واقع ہوئی ہے اور آیہ کریمہ میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن تمھارے بارے میں تمھارے کان۔ آنکھیں تمھاری جلدیں (چمڑے) گواہی دیں گی۔ اور احادیث معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ جلدوں سے مراد فرجیں ہیں اور قلوہ کا کھانا مکروہ کہا ہے اور اس کو کھانے کی ممانعت کی ہے۔ اور جو حیوان ایک مدت تک انسان کا صرف فضلہ کھاتا رہا ہو تو وہ بنا بر مشہور حرام ہو جاتا ہے۔ اور بعض نے مکروہ کہا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اُس کی حد یہ ہے کہ اُس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے اور استبراء سے پاک ہو جاتا ہے۔ دوسرا چارہ اُس کو کھلائیں، اُونٹ کو چالیس روز، گائے کو بیس روز یا تیس روز یا چالیس روز اختلاف کی بنا پر۔ اور گوسفند کو دس روز یا پانچ روز یا چودہ روز اور مرغ آبی اور خانگی کو تین روز یا پانچ روز اور مچھلی کو ایک شبانہ روز اور احوط یہ ہے اس مدت میں پاک چارہ ان کو کھلائیں اور مشہور یہ ہے کہ جس چہار پائے سے کوئی آدمی جماع کرے تو وہ اور جو نسل اُس سے پیدا ہو حرام ہے اور واجب ہے کہ اُس کو ذبح کر کے آگ میں جلائیں اگر اُس کا گوشت مقصود ہو۔ ایضاً مشہور ہے کہ جو حیوان سُور کا دُودھ پیتا ہو۔ اگر اُس سے اُس کا گوشت نہ پیدا ہوا ہو اور اُس کی ہڈیاں مضبوط نہ ہوئی ہوں تو اُس کا دُودھ اور گوشت مکروہ ہے اور سنّت ہے کہ سات روز تک اُس کا استبراء کریں۔ اگر اس دُودھ سے گوشت پیدا ہو اور اُس کی ہڈیاں مضبوط ہوئی ہوں تو اُس کا گوشت اور اُس کی نسل حرام ہو جاتی ہے جو اُس کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

اور مٹی اور خاک کھانا حرام ہے۔ سوائے خاکِ شفاء کے جو شفا کے ارادہ سے کھائی جاتی ہے اور انگور کا شیرہ جو جوش کھایا ہو حرام ہے جب تک اُس کا دو ثلث نہ جل جائے یا سرکہ ہو جائے۔ اور منقہ اور کشمش کے شیرہ میں اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ حرام نہیں ہے۔ اور کھانے میں کشمش حرام نہیں ہے۔

واضح ہو کہ غیر کے مال میں بغیر صاحب مال کی اجازت کے تصرف جائز نہیں ہے لیکن دو موقعوں پر (اوّل) یہ کہ اُن کے گھر سے کھانا کہ خدا نے فرمایا ہے ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم یعنی تم پر کوئی الزام نہیں ہے اس میں کہ اپنے گھروں سے کھاؤ۔ بعض نے کہا ہے کہ اپنے گھروں سے مراد ان کی اولاد کے مکانات ہیں۔ کیونکہ فرزند اور اُس کے تمام مال باپ سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض نے ازواج کو بھی داخل کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا ذکر نہیں کیا ہے اس لیے کہ نہایت اچھی طرح سے معلوم تھا اور بعید نہیں ہے کہ انفس کا ذکر کرنا اُن کے دیگر رشتہ داروں کے گھروں سے کھانے کے حلال ہونے میں مبالغہ کے لیے ہو۔ یا دوسری چیز ہو جس کو اپنے گھر میں

پائے اور اُس کا علم نہ ہو کہ یہ اُس کی ہے یا کسی اور کی۔ او بیوت اٰبائکم او بیوت امہاتکم یعنی یا اپنے باپ دادا کے مکانات سے یا اپنی ماؤں کے مکانات سے اِس میں اختلاف ہے کہ اجداد و پدران میں داخل ہیں جیسے باپ کے باپ اور ماں کے باپ اسی طرح اس میں اختلاف ہے کہ جدات مادروں میں داخل ہیں جیسے ماں کی ماں اور باپ کی ماں او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم یعنی اپنے بھائیوں کے مکانات سے یا اپنی بہنوں کے مکانات سے بھائی اور بہنیں عام ہیں۔ اس سے کہ باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے او بیوت اعمامکم او بیوت عماتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خالاتکم یعنی اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔ یہ بھی زیادہ عام ہیں اس سے کہ ماموں اور چچا پدری ہوں یا مادری ہوں یا پدری و مادری ہوں اور اُس کا ظاہر یہ ہے کہ باپ کے ماموں اور چچا اور ماں اور جد کو یہ آیت شامل نہ ہوگی۔ او ما ملکت مفاتحہ او صدیقکم یعنی اُن مکانات سے جن کی کنجی تمھارے پاس ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ گھر سے مراد آدمی کے غلام کے گھر سے ہے۔ کیونکہ اُس کا مال آقا کا ہے۔ یا اُس شخص کے مکان سے جس سے آدمی کی دوستی و محبت ہو جیسے طفل کا ولی و وصی کہ وہ ان کے مال سے ضرورت کے مطابق کھا سکتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اپنے گھر میں کچھ مال پائے کہ نہ جانے کہ یہ اُسی کا ہے یا کسی اور کا۔ اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ اِس سے مُراد وہ مرد ہے جو ایک وکیل رکھتا ہو۔ اور اُس کے مال پر موکل ہو۔ وہ بغیر اُس کی اجازت کے اُس کے مال سے کھا سکتا ہے۔ او صدیقکم یعنی اپنے دوست اور محب کے گھر سے۔ اور صدیق کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مُراد وہ دوست ہے جو دوستی میں سچا ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جس کا باطن تمھارے باطن سے موافق ہو جس طرح اُس کا ظاہر تمھارے ظاہر سے موافق ہے۔ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ خدا کی قسم کہ وہ ایسا مرد ہے جو اپنے دوست کے گھر میں داخل ہوتا ہے اور اُس کی اجازت کے بغیر اُس کے کھانے سے کھاتا ہے اور دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ اُن حضرتؑ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی اپنا ہاتھ اپنے مصاحب کی یا اُس کے دوست کی آستین میں ڈالتا ہے جو مالک ہے اُٹھالے۔ کہا نہیں حضرتؑ نے فرمایا۔ پھر تو تم ایک دوسرے کے دوست نہیں ہو نیز اُنہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ دوست کی حرمت عظیم ہونے کی ایک بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ اُس کو محبت، اعتماد، خوشی و مسرت اور اُس پر فوقیت و برتری کے ترک میں بمنزلہ نفس کے قرار دیا ہے اور اُس کے باپ، بھائی اور اُس کے فرزند کو بھی۔ اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ دوست باپ اور ماں سے زیادہ بڑا ہے۔ کیونکہ اہلِ جہنم جب فریاد کریں گے تو باپ ماں سے نہ کریں گے بلکہ کہیں گے

کہ ہمارا کوئی شفاعت کرنے والا ہے نہ مہربان دوست ہے۔ لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا یعنی تم پر کوئی الزام نہیں اس میں کہ سب مل کر کھاؤ یا علیحدہ علیحدہ۔ واضح ہو کہ اس آیۂ کریمہ کا ظاہر یہ ہے کہ آدمی اس جماعت کے گھروں سے مطلقاً جو چیز چاہیے اُن کے مال سے کھا سکتا ہے اور اکثر علماء نے اس حکم میں قید لگائی ہے کہ اس بات کا علم ہو کہ مالک کو اس میں کوئی ناراضگی نہ ہوگی۔ اگر قوی گمان ناراضی کا رکھتا ہو تو اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے قید لگائی ہے کہ مالک کی اجازت سے اُس کے گھر میں داخل ہوا ہو بعض نے کہا ہے کہ جائز ہے ان چیزوں کا کھانا کہ اگر نہ کھائیں گے تو وُہ چیزیں خراب ہو جائیں گی اور یہ دونوں قیدیں بالکل بے وجہ ہیں۔ گویا اس لیے خصوصیت کی ہے کہ حکم کی بُنیاد اس پر رکھی ہے کہ ان صورتوں میں گمان مالک کی رضامندی سے ہے اور کہا ہے کہ جب ان مکانوں کا ظاہر حال یہ ہے کہ اُن کا مالک اُن کے کھانے سے راضی ہوگا۔ تو اذن صریح کا قائم مقام اس رضامندی کو قرار دیا ہے اُسی طرح سے جس صُورت میں اذن کے قرینے واضح ہوں تو اجازت طلب کرنا قبیح ہے اور آسان معلوم ہوتا ہے مثل اس کے کہ کھانا کسی کے سامنے حاضر کیا جائے اور وہ کہے کہ اجازت دیتے ہو کہ میں کھاؤں اور بعض نے کہا ہے کہ تمام مال خدا کا ہے اور بندوں کی مصلحتوں سے وہ آگاہ ہے اور آیت مطلق ہے کیا دُشواری ہے کہ حق تعالیٰ آدمی کے لیے عزیزوں اور دوستوں کے اموال میں ایسا حق قرار دیتا ہے کہ ہر چند مالک منع کرے وہ کھا سکتا ہے۔ جیسا کہ جامع الجوامع میں کہا ہے کہ آئمہ طاہرینؑ سے منقول ہے کہ اس جماعت کے گھر سے بغیر اجازت بقدر ضرورت کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اسراف نہ ہو۔ اور مجمع البیان میں کہا ہے کہ اس جماعت کے گھر سے ان کی بغیر اجازت کھانے کے بارے میں یہ ہے کہ بھوکا ہو۔ اور کسی باغ میں داخل ہو اور اُس باغ کے پھل کھائے یا سفر میں گوسفند کے کسی گلہ میں پہنچے اور پیاسا ہو تو اُن جانوروں کا دُودھ پی لے اور یہ وہ وُسعت ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت زوجہ کے لیے زوج کے گھر سے کھانے کے مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے اور بیٹے کا باپ اور ماں کے گھر سے اور باپ ماں کا کھانا بیٹوں کے گھر سے۔ اگر اُس کا نفقہ اُن پر واجب ہو اور شرائط متحقق ہوں تو اجازت کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ کہ نفقہ کے مقدار سے زیادہ صرف نہ کرے اور نفقہ واجب نہ ہونے کی صورت میں اجازت شرط ہے مگر یہ کہ مالک کی کراہت نہ ہونے کا علم رکھتا ہو اور یہ قول بہت دُور از کار ہے۔ اور اگر عدم جواز پر اجماع متحقق نہ ہو مالک کی جانب سے ممانعت کی صورت میں یا راضی نہ ہونے کا علم ہونے کی صورت میں کوئی تاکید اس آیت میں ضروری نہیں ہے۔ ورنہ اُسی قدر تاکید کرنی چاہیے۔ اور زرارہ کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ

عورت شوہر کی اجازت کے بغیر کھا سکتی ہے اور جمیل کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ عورت کھا سکتی ہے اور شوہر کے گھر سے صدقہ دے سکتی ہے اور دوست اپنے دوست کے گھر سے اور برادر مومن کے گھر سے کھا سکتا ہے اور تصدق کر سکتا ہے۔ بعض نے قیاس سے اس جماعت کے مال میں تصرف کے جواز پر بہتر طریقہ سے استدلال کیا ہے جو آیت میں مذکور ہوئے ہیں جیسے کھانے کے کم تصرف ہو مثل ان کے گھر میں بیٹھنے اور ان کے فرشوں اور ان کے کپڑوں میں نماز پڑھنے اور ان کے پانی سے وضو کرنے اور ان کے اموال میں سے تمام ضروریات و تصرفات کے۔ اگرچہ روایت سابق دوست کے صندوق اور جیب سے روپیہ لینے پر دلالت کرتی ہے لیکن تنہا اس روایت سے آیات اور احادیث کے عموم میں تخصیص مشکل ہے۔ ہاں احادیث معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو نہروں میں سے اور زیر زمین چشمہ جاری ہونے کی جگہوں میں سے پانی پینے، وضو کرنے، غسل کرنے، استنجا کرنے اور تمام ضروریات میں ضروری استعمال کا حق ہوتا ہے جب تک کہ مالک کو زیادہ نقصان نہ پہنچے۔ چنانچہ منقول ہے کہ تین چیزیں تمام لوگ مساوی ہیں پانی، آگ یعنی جلانے کی لکڑی پہاڑوں جنگلوں سے حاصل کر کے اور گھاس جو مباح جنگل میں اگتی ہے اور اسی طرح میدانوں میں نماز پڑھنا جس سے مالک کو کچھ نقصان نہ پہنچتا ہو۔ ان مقامات میں کسی جگہ تیمم کرنا۔ جیسا کہ رسول خدا سے متواتر ہے کہ خدا نے زمین کو میری امت کے لیے محل سجود یعنی نماز پڑھنے کی جگہ قرار دیا ہے اور پاک کرنے والا بنایا ہے اور تجویز کیا ہے کہ وصی اور مال یتیم کے متولی اپنے کام کے مطابق ضرورت پر یا مطلقاً اجرت لے لیں اور احوط یہ ہے کہ دونوں باتوں میں کم سے کم ضروری خرچ اور عمل کے مطابق اجرت لے لیں۔ دوسرے یہ کہ علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ آدمی کے لیے جائز ہے کہ اس میں سے کھائے جو کچھ اس کو میوہ پھل درخت خرما اور تمام پھل دار درختوں سے اور اسی قسم کی چیزیں یا جو اور گندم کی بالیاں اور انہی کے مانند چیزیں جن کی طرف سے گذر رہا ہو کھائے۔ یہاں تک کہ شیخ طوسی نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور حدیثیں جواز پر دلالت کرتی ہیں اور بعض نے جائز نہیں جانا ہے۔ اس صحیح حدیث کے اعتبار سے جو اس کی ممانعت میں وارد ہوئی ہے اور جن لوگوں نے تجویز کیا ہے قید لگائی ہے کہ کھانے کی غرض سے نہ جائے اور خراب نہ کرے اور اپنے ساتھ نہ لائے اور مالک کی کراہیت کا علم و گمان نہ رکھتا ہو۔ اور احوط یہ ہے کہ جب تک مالک کی رضامندی کے قرینے نہ ہوں نہ کھائے اور علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ جو شکار (مالی) قوت اور تجارت کی غرض سے نہ کیا جائے بلکہ محض لہو و لعب اور تفریح کے لیے کیا جائے حرام ہے اور خدا و رسولؐ اور ائمہ اطہارؑ سے بیزاری کی قسم کھانا حرام ہے۔ بعض نے کفارہ کا موجب قرار دیا ہے اور عورتوں کو رنج و مصیبت کے وقت اپنے منہ پر طمانچہ مارنا اور چہرہ نوچنا اور بال نوچنا اور اکھاڑنا اور کاٹ دینا حرام ہے اور علماء میں مشہور ہے کہ کپڑے چاک کرنا بیوی اور شوہر اور تمام رشتہ داروں کے غم میں مردوں اور عورتوں کیلئے حرام

ہے۔ لیکن بعض علماء نے باپ ماں کے غم میں کپڑے چاک کرنا تجویز کیا ہے اور بعض معتبر روایت میں مطلق عورت کا کپڑے چاک کرنا تجویز کیا ہے اور بعض حدیثوں کے ظاہر معنی سے کراہت ہے اور ترک احوط ہے اور مشہور ہے کہ عورت کے لیے بغیر ضرورت بال کٹوانا حرام ہے اور طبیب حاذق کو طبابت کرنا جائز ہے اسی طرح جراحی کرنا اور رگیں کاٹنا اگر قتل کا گمان نہ ہو اور آنکھ میں دوا ڈالنا اور سلائی پھیرنا اور تراشنا وغیرہ جائز ہے لیکن غیر حاذق کو یہ امور جائز نہیں ہیں اور مشہور ہے کہ مرد اور نامحرم ایک کمرہ میں ہوں بغیر اس کے کہ کوئی تیسرا ہو حرام ہے اور نامحرم سے مصافحہ سوائے اس کے کہ درمیان میں کپڑا ہو حرام ہے۔ اگر کپڑا لپیٹ کر مصافحہ کرے تو اس کا ہاتھ نہ دبائے۔ اور لحاف میں زوجہ اور اپنی کنیز کے علاوہ برہنہ لیٹنا حرام ہے خواہ دو مرد ہوں یا دو عورت۔ یا مرد و عورت یا اپنا ہو یا بیگانہ۔ محرم ہو یا غیر محرم۔ اور احوط یہ ہے کہ دو مرد و دو عورتیں اور عورت و مرد محرم بھی ایک لحاف میں کپڑے پہنے ہوئے بھی نہ سوئیں اور اگر سوئیں تو لحاف کو درمیان میں کھینچ دیں ابن بابویہ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے منع فرمایا ہے مرد سے مرد کو۔ اور اس سے کہ دو مرد ایک دوسرے کے پہلو میں بے ضرورت سوئیں اور ان کے درمیان کپڑا نہ ہو اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ دس سال کی عمر کے لڑکوں کو لڑکوں کے ساتھ اور لڑکے کو لڑکی کے ساتھ ایک ساتھ سونے سے علیحدہ رکھیں اور ایک لحاف میں نہ سوئیں اور کہا ہے کہ دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ چھ سال کے بعد ان کے سونے کے بستر الگ کریں اور شیخ یحییٰ ابن سعید نے جامع میں کہا ہے کہ جب لڑکی چھ سال کی ہو تو جائز نہیں ہے کہ نامحرم اس کو پیار کرے اور گود میں لے اور احوط یہ ہے کہ پانچ سالہ لڑکی کو بھی نہ پیار کرے نہ گود میں لے اور نہ گود میں بٹھائے جیسا کہ ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ اکثر حدیثوں میں چھ سالہ لڑکی کو گود میں لینے یا گود میں بٹھانے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اور شاید پانچ اور چھ سال کے درمیان مکروہ ہو۔

اور اجنبیوں کو واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت لیں اور مستحب ہے کہ سلام کریں اور ظاہر اس سلام کا جواب واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ کسی غیر کے گھر میں بغیر اطلاع و اجازت داخل نہ ہو۔ اور عامہ نے جناب رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہوتے وقت سبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہتے ہوئے یا کھکھارتے ہوئے داخل ہو کہ گھر والے خبردار ہو جائیں اور فرمایا اس گھر کے لوگوں کو سلام کرو۔ اور کہا ہے کہ تین مرتبہ کہے السلام علیکم تب داخل ہو۔ اگر اجازت دیں ورنہ واپس ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ یہ سلام کرنا اور اجازت لینا تمہارے لیے بہتر ہے شاید تم احکام الٰہی سے نصیحت حاصل کرو۔

بدن کے کھلے ہونے کا گمان رہتا ہے لیکن صبح کی نماز سے پہلے اس لیے ہے کہ اس وقت لوگ نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور سر اٹھاتے ہیں اور رات کا لباس دن کے لباس سے تبدیل کرتے ہیں۔ اسی طرح ظہر کا وقت قیلولہ کا وقت ہے اور ایک دوسرے سے مل کر سوتے اور کپڑے اتارے رہنے کا وقت ہے اسی طرح عشاء کے بعد لباس شب سے دن کے کپڑے تبدیل کرنے اور عورتوں سے ملاقات کا وقت ہے بعضوں نے کہا ہے کہ اس وقت جماع کرتے رہنے کا وقت ہے تاکہ نماز غسل کے ساتھ پڑھیں ان سببوں سے بغیر اجازت داخل ہونے سے منع کیا ہے اور کلینی نے حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ چاہیئے کہ تمھارا خادم جب حد بلوغ کو پہنچے تو تینوں وقت اجازت طلب کرے۔ اور وہ عورت جس کا مکان اگرچہ تمھارے اپنے مکان کے درمیان ہو اور خدا نے اس واسطے یہ حکم دیا ہے کہ یہ لمحات غفلت اور خلوت کے ہیں۔ لہٰذا ان وقتوں میں اجازت طلب کریں۔

پانچویں ۔ طوافون علیکم ایک تاکید اور تعلیل ہے اس لیے کہ ان تین اوقات کے علاوہ اُن کا اجازت لینا ضروری نہیں ہے کیونکہ جب تم کو اُن سے کام اور ان کو تمھارے پاس آنا جانا ضروری ہے تو ہر وقت اجازت لینے میں تو سب کے لیے دشواری ہوگی۔

اور ضروری احکام میں سے ایک سلام و جواب ہے واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا جب تم کو سلام کیا جائے سلام کی کسی قسم سے تو اس کے جواب میں اس سے بہتر سلام پیش کرو۔ یا ویسا ہی سلام کر لو۔ بیشک خدا ہر چیز کا حساب کرنے والا اور گواہ ہے۔ اس آیت کے فوائد کے بیان مطالب کی تحقیق ضروری ہے۔

اوّل ۔ یہ کہ تحیت (سلام) کے معنی میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ تحیت سلام ہے اور اکثر مفسرین اور اہل لغت نے یہی تفسیر کی ہے بعضوں نے کہا ہے کہ ہر نیک قول و فعل شامل ہے چنانچہ علی بن ابراہیم کے ظاہر کلام کی تفسیر یہی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عطیہ اور بخشش مراد ہے یا چاہیے کہ ان کو وہ عطیہ واپس کر دیں۔ یا اس سے زیادہ اُس کے عوض میں دیں اور یہ قول بہت کمزور ہے اور اخبار معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مراد خاص سلام ہے یا ہر سلام اور اکرام و دعا پر شامل ہے جیسا کہ جناب امیرؑ سے منقول ہے کہ اگر تم میں کسی کو چھینک آئے تو یرحمک اللہ کہو اور وہ جواب میں کہے غفر اللہ لکم و یرحمکم پھر حضرتؑ نے اسی آیت کو شہادت میں پیش کیا اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السّلام کی کنیز نے آپ کو ایک گلدستہ پیش کیا تو آپ نے اُس کو آزاد کر دیا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا فرمایا خدا نے ہم کو ایسا ہی ادب سکھایا ہے اس آیت میں اور اس گلدستہ سے بہتر اُس کا آزاد کرنا ہی ہے اور کلینی نے بسند صحیح حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ خط کا جواب دینا واجب ہے جیسے

سلام کا جواب واجب ہے۔ اس بارے میں خبریں بہت ہیں اور مجمع البیان میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ تحیت باحسن (نیک و بہتر تحیت) اُس صورت میں ہے کہ سلام کرنے والا مومن ہو۔ اور واپس کرنا اُس صورت میں ہے جبکہ سلام کرنے والا اہل کتاب سے ہو۔ لہٰذا اگر مسلمان سلام کرے اور کہے السّلام علیکم تو جواب میں کہو وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کیونکہ تحیت باحسن کیا ہے۔ اگر کافر سلام کرے تو کہو علیکم اور بعضوں نے کہا ہے کہ دونوں صورتیں مسلمانوں کے لیے ہیں اور روایت کی ہے کہ ایک مرد حضرت رسُولِ خداؐ کے پاس آیا اور کہا السّلام علیک فرمایا وعلیک السّلام ورحمۃ اللہ دوسرا آیا اور کہا السّلام علیک ورحمۃ اللہ حضرت نے فرمایا وعلیک السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ تیسرا آیا اُس نے کہا السّلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ حضرتؐ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ صحابہ نے کہا یارسُول اللہ اوّل و دوم کے لیے جواب سلام میں الفاظ آپ نے زیادہ کئے لیکن تیسرے کے لیے زیادہ نہیں کیا حضرتؐ نے فرمایا تیسرے نے میرے لیے کچھ نہیں چھوڑا اس لیے اُس کے الفاظ سلام کو اسی طرح میں نے واپس کر دیا۔ اور سلام داخل تحیت ہے اور اُس کا جواب واجب ہے اور دوسرے قول کی تحیت احوط یہ ہے کہ غیر نماز میں اجازت دے اور حکم نماز اور افعال کے تحیات مذکور ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرا مطلب ۔ اصحاب میں سے بعض نے کہا ہے کہ اگر کہے السلام علیک یا علیکم السّلام صحیح ہے اور اس کا جواب واجب ہے اور علامہ نے کہا ہے اگر علیکم السلام کہے تو اُس کا جواب واجب نہیں ہے کیونکہ یہ سلام نہیں ہے بلکہ جواب سلام ہے۔ اس کی موید یہ ہے کہ علامہ نے روایت کی ہے کہ ایک شخص جناب رسُولِ خداؐ کے پاس آیا اور کہا علیک السّلام یارسُول اللہ حضرت نے فرمایا علیک السّلام مُردوں کی تحیت ہے۔ جب تم سلام کرو تو کہو سلام علیک پھر جو تمھارے جواب میں کہے گا تو وہ کہے گا وعلیک السّلام۔ اسی طرح سلام، السّلام، سلامی علیک اور سلام اللہ علیک میں اختلاف ہے اور ظاہر ابن ادریس کا قول ہے کہ ان میں سے اور ایسے ہی الفاظ کے کسی ایک کا جواب سلام واجب نہیں ہے اور آیت کا عام ہونا ان میں شامل ہے اور جواب کا واجب ہونا زیادہ واضح ہے۔

تیسرا مطلب ۔ اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے علاوہ کیا سلام کے جواب میں علیکم السّلام علیکم کو مقدم کر کے کہنا معین ہے۔ تذکرہ میں علامہ کا ظاہر یہ ہے کہ "اگر سلام کرنے والا ایک شخص ہو تو علیک السّلام کہے۔ اگر واؤ کو گرا دے اور کہے علیک السّلام تو صحیح ہے اور کہا ہے کہ اگر دو اشخاص ایک دوسرے سے ملیں اور ہر ایک دُوسرے کو سلام کرے تو ہر ایک پر جوابِ سلام واجب

نہ ہو تو حرمت پر تاکید کرنا مشکل ہے۔ اور ہر حال میں بغیر ضرورت و بلا مصلحت کی قید لگانا چاہیئے۔ چنانچہ کلینی نے بسند صحیح عبدالرحمٰن بن حجاج سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی کہ اگر مجھے طبیب نصرانی کی حاجت ہو تو کیا میں اُس کو سلام کروں اور دُعا کروں؟ حضرتؑ نے فرمایا ہاں لیکن تمھاری دُعا اس کو فائدہ نہ دے گی۔ ایضاً بسند حسن مثل صحیح کے بھی اس مضمون کی روایت کی ہے اور علاّمہ نے کہا ہے کہ اہل ذمّہ پر سلام کی ابتدا نہ کرنی چاہیئے۔ اور اگر ذمی یعنی کسی کافر کو سلام کیا جو امان میں ہو یا جو شخص اس کو نہ پہچانے اور سلام کے بعد معلوم ہو کہ وہ ذمی تھا تو اُس کے جواب میں بغیر سلام کے کہے هداك الله یعنی خدا تیری ہدایت کرے۔ انعم الله صباحك یعنی خدا تیرے صبح کرنے کو نیک کرے یا اطال الله بقائك یعنی خدا تیری زندگی کو دراز کرے۔ اور اگر سلام کا جواب دے تو کہے وعلیك علاّمہ کا کلام تمام ہُوا۔ اور بسند حسن مثل صحیح کے حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ رسُول خداؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان تم کو سلام کرے۔ تو کہو وعلیک السّلام اور اگر اہل ذمّہ سلام کرے تو کہو علیک۔ اور بسند موثق حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اہل کتاب سے سلام کی ابتداء نہ کرو۔ اگر وہ تم کو سلام کریں تو جواب میں کہو وعلیکم۔ اور بسند موثق دیگر حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ اگر یہودی و نصرانی اور مشرک و بُت پرست کسی پر سلام کرے اور وہ بیٹھا ہو تو کہے علیکم اور دوسری موثق مثل صحیح حدیث میں فرمایا کہ کہو علیک۔ الغرض ان احادیث معتبرہ سے معلوم ہوا کہ کفار سے مطلقاً سلام کی ابتدا نہ کرنی چاہیئے اور دوسری حدیثیں اس بارے میں بہت ہیں۔ مگر ضرورت کے موقع پر اُن کے جواب میں علیک یا وعلیک یا علیکم یا وعلیکم ''واو'' کے ساتھ دونوں جائز ہے اور بعض عامہ نے واؤ کے ساتھ تجویز نہیں کیا ہے اور کیا ان کو پورا سلام نہ کرنا چاہیئے؟ بعض نے مکروہ اور بعض نے حرام جانا ہے۔ احوط ترک ہے۔ کیا اُن کا ان مذکورہ جوابوں میں سے کسی ایک سے جواب دینا واجب ہے؟ اس میں اختلاف ہے اور احوط یہ ہے کہ ترک نہ کرے۔ اور اُن غیر سلام کی عبارتوں کو علاّمہ نے کہا ہے کہ میں نے کسی حدیث میں نہیں دیکھا ہے اور کلینی نے حضرت امام رضاؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت صادقؑ سے لوگوں نے کہا کہ یہودی و نصرانی کے لیے ہم کیسے دعا کریں۔ آپ نے فرمایا تم کہو بارك الله لك فی دنیاك یعنی خدا تمھاری دُنیا میں تم کو برکت دے۔ اور خالد قلانسی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صادقؑ سے عرض کی کہ میں ایک ذمّی سے مُلاقات کرتا ہوں اور وہ مجھ سے مصافحہ کرتا ہے۔ فرمایا اپنے ہاتھ کو خاک یا دیوار پر مل لو۔ میں نے عرض کی ناصبی اور دشمن اہل بیت سے مصافحہ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا اپنے ہاتھ کو دھوؤ۔ اور حدیث صحیح میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ

اگر مجوسی سے مصافحہ کرے ہاتھ کو دھوئے اور وضو کرے اور حدیث موثق میں یہودی اور نصرانی کے مصافحہ کے بارے میں فرمایا کہ ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر مصافحہ کرے اکثر علماء نے دھونے پر محمول کیا ہے اس پر کہ رطوبت ہو اور خاک پر ملنے کو اس پر محمول کیا ہے کہ خشک ہو اور اخیر کو محمول کیا ہے استحباب پر۔

دسواں مطلب ۔سلام میں ابتدا کرنے کی بہت فضیلت اور ثواب وارد ہوا ہے کہ اس رسالہ میں اس کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے اور حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ سلام کی ابتدا خدا و رسولؐ کے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔ اور جناب امیرؑ سے منقول ہے کہ سلام میں ستر نیکیاں ہیں انہتر ابتدا کرنے والے کے لیے ہیں اور ایک جواب دینے والے کے لیے ہے اور جناب رسول خداؐ سے منقول ہے کہ بخیل ترین مردم وہ ہے جو سلام میں بخل کرے اور بہت سی حدیثیں سلام ظاہر کرنے کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ اور ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا سلام کا آشکار کرنا یہ ہے کہ سلام میں کسی مسلمان سے بخل نہ کرے۔ اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ تواضع تمام صورتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس سے ملاقات ہو اس کو سلام کرے۔ جناب رسول خداؐ سے منقول ہے کہ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرو تو سلام و مصافحہ کرو، اور جب متفرق ہو تو ایک دوسرے کو استغفار کرتے ہوئے جدا ہو، اور دوسری معتبر حدیث میں فرمایا کہ منجملہ حق مسلمانان مسلمانوں پر یہ ہے کہ جب ایک دوسرے سے ملاقات ہو تو ہر ایک دوسرے کو سلام کرے۔ اور کلینی نے حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے کہ سلمان کہتے تھے کہ سلام خدا کو آشکار کرو۔ بیشک سلام خدا ظالموں کو نہیں پہنچتا یعنی اُس کے ظلم کے سبب سے اُس سے ترک سلام نہ کرو، اور حدیثیں سلام آشکار کرنے کی بہت ہیں اور بعض حدیثوں میں بعض استثنا بھی وارد ہوئی ہے جیسا کہ قرب الاسناد میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام امام کے خطبہ میں سلام کے جواب سے کراہت رکھتے تھے۔ اور ابن بابویہ نے خصال میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ تین اشخاص ہیں جن کو سلام نہ کرنا چاہیئے۔ جو جنازہ کے ساتھ جا رہا ہو۔ جو شخص پیادہ نماز جمعہ کے لیے جا رہا ہو، اور جو شخص حمام میں ہو۔ نیز حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ نے چار اشخاص کو سلام کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مست[۱] کو مستی کے وقت جو مورتیں بناتا ہے۔ جو شخص نرد[۳] کھیلتا ہے اور اُس شخص[۴] پر جو مکان کے تخت پر جوا کھیلتا ہے اور امامؑ فرماتے ہیں کہ میں پانچویں کا اضافہ کرتا ہوں۔ میں منع کرتا ہوں اس سے کہ شطرنج کھیلنے والے کو سلام کرو۔ نیز حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے آپ نے اپنے آباؑ و اجداد سے روایت کی ہے کہ چھ اشخاص ہیں جن کو سلام نہ کرنا چاہیئے۔ یہودی۔ مجوسی۔ نصرانی۔ جو شخص پاخانہ کر رہا ہو۔ جو شخص

آج کل اس کو سلام کرنا جائز ہے جو مسلمان ہو

شراب پی رہا ہو۔ اور ایسے شاعر کو جو باعفت عورتوں کو اپنے شعر میں فحش کہے۔ اور اُن لوگوں کو جو خوش طبعی کے طور پر ایک دوسرے کو ماں کی گالی دیتے ہیں۔ نیز حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ چھ اشخاص ہیں جن کو سلام کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہودی۔ نصاریٰ اور جو نرد و شطرنج کھیلتا ہے اور جو لوگ شراب پیتے ہیں اور جو بربط و طنبور بجاتے ہیں اور وہ لوگ جو کھیل اور شعر میں ایک دوسرے کو ماں کی گالی دیتے ہیں۔ نیز حضرت صادقؑ نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ نہ سلام کرو یہود، نصاریٰ، گبر، بُت پرست کو اور نہ اُن لوگوں کو سلام کرو جو شراب پینے بیٹھے ہوں اور نہ شطرنج باز، نرد باز، مخنث۔ اور اُس شاعر کو جو پاکیزہ و عفیفہ عورتوں کو اپنے شعر میں فحش کہتا ہو اور نہ نماز پڑھنے والے کو۔ کیونکہ نماز پڑھنے والا جواب نہیں دے سکتا —— سلام مستحب ہے اور اُس کا جواب واجب ہے اور نہ اُس شخص کو جو سُود کھاتا ہے اور نہ اُس شخص کو جو پاخانے میں بیٹھا ہو۔ اور نہ اس شخص کو جو حمام میں ہو اور نہ اُس شخص کو جو علانیہ فسق کرتا ہو۔ اور شطرنج باز پر سلام کی ممانعت میں زیادہ مبالغہ گذر چکا۔ اور بعض روایتوں میں شراب پینے والے پر سلام کرنے کی ممانعت ہوئی ہے اور ان روایتوں کے اکثر راوی عامی ہیں اور عامہ نے اس بارے میں حدیثیں بہت طریقوں سے روایت کی ہیں اور بعض کا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص ان حالات میں سے کسی حال میں سلام کرے جیسے حمام اور نماز میں خطبہ پڑھتے وقت تو اس کا جواب واجب نہیں ہے اور ان احادیث سے آیۂ کریمہ کی تخصیص نہیں کی جا سکتی اور اگر مسلمان سلام کرے تو اُس کا جواب واجب ہے لہٰذا اس جماعت کو سلام سے ممانعت ممکن ہے کہ کراہت پر محمول ہو۔ یا واقعی کراہت یا بعض کم سے کم ثواب میں جیسا کہ ملا احمد اردبیلی نے دونوں کا احتمال کیا ہے اور حمام میں سلام کی کراہت وارد ہوئی ہے کہ اُس صورت میں ہے جبکہ لنگی نہ باندھی ہو۔ اور بعض اماموں نے حمام میں سلام کیا ہے اور مشہور یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ نہیں ہے۔ اس بارے میں مختلف حدیثیں ہیں اور بعید نہیں ہے کہ ممانعت کی حدیثیں تقیہ پر محمول ہوں اور صاحب کنز العرفان نے کہا ہے کہ سلام نہ کرنا چاہیئے اس کو جو نرد و شطرنج بازی کرتا ہو۔ اور جو شخص گانا اور خوانندگی کرتا ہو اور جو شخص لہو و لعب کے طور پر کبوتر اڑاتا ہو اور جو کسی گناہ میں مشغول ہو۔ ان کے کلام کے سوا کسی میں میں نے نہیں دیکھا۔ بعید نہیں ہے کہ اگر منکر سے ممانعت کے ارادہ سے سلام نہ کرے تو بہتر ہوگا اور کہا ہے کہ بعض شافعی اور حنفی مذہب کے لوگوں نے کہا ہے کہ جب خطبہ کی حالت میں ہو تو سلام کا جواب ساقط ہے یا قرآن پڑھ رہا ہو یا قضائے حاجت میں ہو یا حمام میں ہو۔ اور یہ ممنوع ہے کیونکہ مستحبات میں مشغول ہونے سے واجب ساقط نہیں ہوتا۔ لیکن میرے نزدیک اقویٰ یہ ہے کہ مکروہ ہے سلام کرنا نماز پڑھنے والے کو کیونکہ بہت ایسا ہوتا ہے کہ اُس کو قیام واجب سے روک دیتا ہے کہ جواب

سلام دے یا ترک واجب کرے اگر جواب نہ دے یہ قول اور سبب دونوں ضعیف ہیں۔

گیارھواں مطلب - آداب سلام میں سے یہ سنّت ہے کہ سلام میں جمع کے ساتھ خطاب کرے جیسا کہ کلینی نے بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ چھ اشخاص ہیں جن کو صیغہ جمع کے ساتھ سلام کا جواب دینا چاہیئے ہر چند ایک شخص ہو۔ ایک وہ ہے جس کو چھینک آئے تو اُس سے کہے یرحمکم اللہ اگرچہ اُس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو۔ اور وہ شخص جو ایک شخص کو سلام کرے تو کہے السلام علیکم اور جو شخص کسی شخص کے لیے دُعا کرے عافاکم اللہ اگرچہ وُہ ایک ہو یعنی اُس کے ساتھ اُس کے علاوہ بھی ہیں یعنی ملائکہ کاتبان اعمال وغیرہ ہیں۔ اور چاہیئے کہ سب کا ارادہ کرے یا چاہیئے کہ تمام مومنوں کو قصد میں شریک کرے۔ اور اوّل زیادہ ظاہر ہے اور آگاہی دیتا ہے۔ اس پر کہ عورت کو چاہیئے کہ سلام کرے تب بھی مذکر کے خطاب سے واقع ہو۔ اگر جمع کے صیغہ کے ساتھ ہو۔ جیسا کہ بعض اصحاب کے کلام کا ظاہر ہے اور دوسری سند سے اُنہی حضرتؑ سے روایت کی ہے کہ جو شخص کہے السّلام علیکم وہ دس نیکیوں کا باعث ہے اور جو کہے السَّلامُ علیکُم ورحمۃُ اللہ تو بیس نیکیوں کا سبب ہے۔ اور جو شخص کہے السّلامُ علیکم ورحمۃُ اللہ وبرکاتہٗ تو تیس[۳۰] نیکیاں ہیں اور چاہیئے کہ سلام کرنے والا زیادہ نہ بڑھے بلکہ جواب دینے والے کے لیے زیادتی چھوڑ دے اور جواب میں مقررہ قدر سے زیادہ نہ کہے جیسا کہ کلینی نے بسند صحیح حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ ایک جماعت کے پاس سے گذرے اور آپ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے کہا علیک السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ ورضوانہٗ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہمارے واسطے اُس سے آگے نہ بڑھو۔ —— جو فرشتوں نے ہمارے پدر ابراہیمؑ سے کہا ہے۔ اُنھوں نے کہا رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ علیکم اھل البیت اور مُستحب ہے کہ سوار پیادہ کو سلام کرے۔ کھڑا ہوا بیٹھے ہُوئے کو۔ اور کم تعداد والے لوگ زیادہ تعداد کے لوگوں کو۔ اور خورد بزرگ کو۔ گھوڑے سوار خچر سوار کو۔ اور دونوں ٹٹو سوار کو سلام کریں اور جو شخص کسی مجلس میں داخل ہو تو اہلِ مجلس کو سلام کرے اور ہر ایک اُن میں سے برعکس کریں جائز ہے۔ چنانچہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جناب رسُولِ خداؐ اطفال کو سلام کرتے تھے۔

بارھواں مطلب - حق تعالیٰ نے فرمایا ہے فاذا دخلتم بیوتًا فسلموا علیٰ انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ یعنی جب کسی گھر میں داخل ہو تو اپنے آپ کو سلام کرو یہ ایک تحیّت خدا کی جانب سے ہے جسے تمھارے لیے خدا نے مقرر کیا ہے۔ دُنیا و آخرت کی برکت کے ساتھ تاکہ پاک و پاکیزہ اور پاک نفس کا سبب ہوں۔

واضح ہو کہ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

پہلی وجہ : یہ کہ سلام مُراد اُن گھر والوں پر ہے جو گویا اُس کی جان کے مانند ہیں جیسے لا تقتلوا انفسکم یعنی ایک دوسرے کو مت قتل کرو۔ تحیۃ من عند اللہ سلام کی فضیلت پر اشارہ ہے یعنی جاہلیت کے طریقہ سے صباح الخیر و مساء الخیر و انعم صباحا وغیرہ انہی کے مثل مت کہو اور سلام کرو کہ وہ ایک تحیت ہے جو خدا نے تمھارے لیے پسند فرمایا ہے اور دلوں کی پاکیزگی اور برکت کا باعث ہے۔ جیسا کہ علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ جناب رسُولِ خدا کے اصحاب جب آنحضرتؐ کے پاس آتے تھے تو کہتے تھے۔ انعم صباحك وانعم مسائك یہ اہلِ جاہلیت کا سلام تھا۔ آخر خداوند عالم نے یہ پیغام بھیجا کہ واذا جاؤك حيوك بمالم يحيك به اللہ یعنی جب تمھارے پاس وہ لوگ آتے ہیں تو تم کو اس طرح سلام کرتے ہیں جس طرح تم کو خدا نے سلام نہیں بھیجا ہے۔ پھر حضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ خدا نے اس سلام کو ایسے سلام سے تبدیل کر دیا ہے جو اس سے بہتر ہے اور وہ اہلِ بہشت کا سلام ہے لہٰذا کہو السّلام علیکم۔

دوسری وجہ : یہ کہ مراد اپنے اہل و عیال پر سلام ہے۔ ابن بابویہ نے معنی الاخبار میں حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مراد مرد کا سلام اہلِ خانہ پر ہے مکان میں داخل ہو اور وہ اُس کے سلام کا جواب دیں۔ یہ ہے سلام تمھارے نفس کا اور مجمع البیان میں اس مضمون کو حضرت صادقؑ سے روایت کیا ہے۔

تیسری وجہ : یہ کہ اپنے آپ پر سلام مُراد ہے جبکہ گھر میں کوئی نہ ہو تو کہے السّلام علینا وعلی عباد اللہ الصّالحین اور علی بن ابراہیم نے تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مکان میں داخل ہو۔ اگر اُس میں کوئی ہو تو اس کو سلام کرے اور اگر کوئی نہ ہو تو کہے السّلام علینا من عند ربنا۔ اور بعض نسخوں میں یہ ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو کہے السّلام علیکم ورحمۃ اللہ اور دونوں فرشتوں کا ارادہ کرے جو اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور خصال میں بسند معتبر حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مکان میں داخل ہو تو اپنے اہل و عیال کو سلام کرے اور کہے السلام علیکم۔ اگر اُس کا کوئی اہل نہ ہو تو کہے السّلام علینا من ربنا۔ اور جب تمھارا برادر مومن کہے حیاك اللہ بالسّلام تو کہو حیاك اللہ بالسّلام واحلك دار المقام اور جناب رسُول اللہؐ سے منقول ہے کہ جب تم میری اُمت میں سے کسی سے مُلاقات کرو تو اس کو سلام کرو تاکہ تمھاری عمر دراز ہو اور جب اپنے مکان میں داخل ہو تو اپنے اہلِ خانہ کو سلام کرو تاکہ تمھارے گھر کی برکت زیادہ ہو اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ مراد یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو اہلِ مسجد کو سلام کرو۔ تیسری وجہ زیادہ ظاہر ہے اور احادیث معتبرہ کی موید ہے اور انفسکم میں کوئی تکلف نہ کرنا

چاہیئے۔ اس بنا پر بعید نہیں ہے کہ آیت سے مراد یہ ہو کہ خدا کی جانب سے اپنے آپ کو سلام کرو اس طرح کہ کہو کہ ہمارے پروردگار کی جانب سے ہم پر سلام ہو جیسا کہ حضرت امام محمد باقرؑ کی روایت سے ظاہر ہے۔

تیرھواں مطلب ۔ اس میں علمائے امامیہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی نماز میں ہو اور کوئی دوسرا اس کو سلام کرے تو اس پر واجب ہے کہ انہی الفاظ سے اس کو جواب دے۔ جن الفاظ سے اس نے سلام کیا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر جواب نہ دے تو اس کی نماز باطل ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا ہے کہ مطلق باطل نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ذکر میں سے کچھ سلام کے بعد اور جواب دینے سے پہلے عمل میں لائے تو باطل ہے ورنہ نہیں اور بعض نے دوسری تفصیلیں بیان کی ہیں جن کو بحار الانوار میں ذکر کیا ہے اور باطل ہونے کا حکم مشکل ہے اور احوط مطلقاً اعادہ ہے اگر کچھ جواب نہ دے اور بظاہر جواب سلام میں جلدی کرنا معتبر ہے اس حیثیت سے کہ اس کو جواب سلام کا ترک کرنے والا نہ کہیں۔ پھر اگر سلام کلمہ یا کسی کلام کے اثنا میں واقع ہو تو اس کلمہ یا کلام کے پورا کرنے میں جلدی کے منافی نہیں ہے۔

چودھواں مطلب ۔ علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو جو نماز میں مشغول ہو کوئی سلام کرے اور کہے سلام علیکم تو واجب ہے کہ اسی کے مثل جواب دے علیکم السلام جواب میں کہنا جائز نہیں ہے۔ ادرابن ادریس نے کہا ہے کہ سلام کے ہر لفظ کے ساتھ جواب سلام دے تو بہتر ہے اور متابعت مشہور اولیٰ و احوط ہے۔ اگر علیکم کے بجائے علیک کہے تو تردد ہے۔ اور اگر سلام کرنے والا علیکم السلام کہے تو بعض کہتے ہیں کہ اس کا جواب نہیں ہے مگر یہ کہ جواب دعا کا قصد کرے وہ دعا کا مستحق ہوتا ہے اور علامہ نے اس مسئلہ میں تردد کیا ہے اور اگر جواب جائز ہو تو کیا واجب ہے یا مستحب؟ اس میں اختلاف ہے اور وجوب قوت سے خالی نہیں ہے اور واجب ہونے کی صورت میں کیا سلام علیکم متعین ہے یا اسی کے مثل جواب جائز ہے صحیح حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اسی کے مثل جواب اولیٰ ہے ہر چند مقابلہ بھی رکھتا ہو اور اختیار کا قول قوت سے خالی نہیں ہے۔

پندرھواں مطلب ۔ اگر سلام کے علاوہ دوسرے تحیات نماز کی حالت کے علاوہ کہیں جیسے شب بخیر اور صباح الخیر اور انعم صباحاً وغیرہ تو اس میں اختلاف ہے کہ جواب واجب ہے یا نہیں اور احوط بلکہ اظہر یہ ہے کہ یا اسی کے مثل یا اس سے بہتر عبارت میں۔ یا دوسرے سلام سے جواب دے آیت کی اور بعض حدیثوں کی عمومیت کی وجہ سے۔ اور اگر جواب میں سلام کرے احوط یہ ہے کہ تحیت کرنے والا سلام کا جواب دے اس سبب سے بغیر سلام کے جواب

دینے کی خرابی کم ہے اگرچہ اُس میں سُنّت کی متابعت زیادہ ہے اور اگر اس عبارت کو کوئی شخص
کسی سے کہے جو نماز میں ہو عظیم تر اشکال ہوتا ہے اگر فارسی میں کہے یا ترجمے کے ساتھ اس کے مثل
کہے سام علیک وسلام علیک وغیرہ۔ اور ابن ادریس اور محقق نے کہا ہے کہ اُس کو جواب دینا
جائز ہے اور محقق نے کہا ہے کہ اگر اس کے لیے دُعا کرے اور وہ مستحقِ دُعا ہو تو دُعا کرے جواب سلام
نہ دے۔ میں اس سے منع نہیں کرتا۔ اور علامہ نے کہا ہے کہ اگر سلام کرے اور سلام علیکم کہے تو اُسی
کے مثل جواب دے۔ اور وعلیک السلام نہ کہے اس لیے کہ قرآن کے برعکس ہے۔ اور حضرت صادقؑ
نے اُس شخص کے جواب میں جس نے پوچھا کہ حالتِ نماز میں جب کوئی سلام کرے تو کس طرح جواب
دیا جائے۔ فرمایا کہ سلام علیکم کہے وعلیکم السلام نہ کہے اس لیے کہ عمارؓ نے حضرت رسولِ خداؐ کو
سلام کیا۔ جبکہ آپ نماز میں مشغول تھے۔ تو حضرتؐ نے اسی طرح جواب دیا۔ پھر علامہ نے کہا ہے کہ
اگر اُس کو کوئی سلام علیکم کے علاوہ سلام کرے یعنی اگر کوئی تحیت کہتا ہے تو اسی لفظ اور سلام علیکم
کے ساتھ عموم آیت کے لحاظ سے جواب دینا جائز ہے۔ اگر کسی تحیت کا نام نہ لے تو اُس کے
جواب میں اُس کے لیے دُعا کرنا جائز ہے۔ اگر وہ مستحقِ دُعا ہو تو دُعا کا قصد کرے سلام کا جواب
نہیں۔ مختلف جواب کو واجب جانتا ہے۔ حالانکہ مسئلہ نہایت اشکال میں ہے اور دُعا کے قصد
سے جواب قوت سے خالی نہیں ہے اور اگر جواب عربی تحیت اور صحیح سلام کے ساتھ دُعا کے
قصد سے دے بعید نہیں ہے کہ جائز ہوگا اور احوط یہ ہے کہ اگر اس دشواری میں گرفتار ہو جائے
تو نماز دوبارہ پڑھے۔ خواہ جواب دے یا نہ دے۔

سولھواں مطلب ۔ اگر اثنائے نماز میں کسی کو سلام کریں مشہور ہے کہ اُس کا جواب
بلند آواز سے دے تاکہ وہ سن لے اگر ممکن ہو اور محقق کا ظاہر کلام معتبر یہ ہے کہ نماز میں سنانا واجب
نہیں ہے۔ بظاہر غیر نماز کے مانند اس کو سنانا چاہیئے یا اشارہ کرے جو اُسے سمجھا دے کہ اُس نے
جواب دیا ہے۔ اور جو حدیثیں سنانے کے واجب نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ شاید تقیہ پر محمول
ہوں جیسا کہ شہید علیہ الرحمہ نے "ذکری" میں کہا ہے کہ اگر خطرہ کا موقع ہو اور تقیہ کرے تو سلام کا
جواب آہستہ دے کہ خود سن لے جو جواب کا ثواب رکھتا ہے۔ اور مخالفوں کی نگاہ میں بھی خلاصی رہے

سترھواں مطلب ۔ اگر کوئی دوسرا جوابِ سلام دے دے اور وہ نماز میں ہو تو کیا جائز
ہے کہ وہ بھی جواب دے یا سُنّت ہے یا جائز نہیں ہے بعض نے کہا ہے کہ سُنّت ہے۔ کیونکہ
آیت کا حکم مطلق کے ساتھ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے۔ مگر دُعا کے قصد سے جیسا
کہ گذرا۔ اور بعید نہیں ہے کہ ترک احوط ہو۔

ہم نے اِس مسئلہ میں کلام کو طول اس لیے دیا کہ اکثر اوقاتِ انسان اُس کے احکام کا محتاج

ہوتا ہے۔ اور اکثر علماء اِس سے متعرض نہیں ہوئے ہیں اور اس احتمال کی بنا پر جو اکثر مفسروں نے کیا ہے کہ آیۂ کریمہ ہدیہ میں شامل رہی ہوگی۔ لہٰذا اگر اس کے بعض بھی مذکور ہوں تو مناسب ہے۔ واضح ہو کہ علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو کوئی چیز بخشتا ہے تو اِس کا عوض دینا واجب نہیں ہے اور شیخ طوسی سے نقل کیا ہے کہ مطلق ہبہ عوض کا مقتضی ہے اور اس کا عوض دینا واجب ہے اور ابوالصلاح حلبی قائل ہوئے ہیں کہ پست تر ہبہ بلند تر عوض کا مقتضی ہوتا ہے اور چاہیئے کہ کم سے کم اُسی کے مثل عوض دے دیں۔ اور جب تک عوض نہ دیں تصرّف اس میں جائز نہیں ہے۔ اور یہ دونوں قول بعید و نادر ہیں۔ اِس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز بخشتا ہے تو عوض کی شرط کرتا ہے یا نہیں کرتا ہے یا مطلق چھوڑ دیتا ہے۔ اگر عوض نہ لینے کی شرط کی ہو تو ہبہ کرنے والے کی طرف سے عقد جائز ہوگا اور وہ فسخ کا اختیار رکھتا ہے اور اگر عوض کی شرط کی ہو تو چاہیئے کہ اُس شرط پر عمل کرے۔ پھر اگر عوض کی تعیین کی ہو تو عوض لازم آتا ہے۔ اگر ہبہ قبول کرنے والا جو شرط ہوئی ہے دے دے اور ہبہ کرنے والا قبول کرے تو سب لازم ہوتا ہے اور فسخ نہیں کر سکتے۔ اور کیا لازم ہے کہ عوض قبول کرے۔ اس میں اختلاف ہے۔ اظہر یہ ہے کہ لازم نہیں ہے اور فسخ کر سکتا ہے اور قبول نہ کرے اور فسخ کر دے اور ہبہ قبول کرنے والے پر واجب ہے کہ شرط کو وفا کرے۔ یا اُس میں اُس کو اختیار ہے کہ عین شئے کو واپس کر دے۔ اور اس مسئلہ میں فروع بہت ہیں۔ اور علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ پیشاب و پاخانہ کرتے وقت رو بقبلہ یا پشت بقبلہ کرنا حرام ہے اور بعض نے مکروہ جانا ہے۔ ایضاً جنب اور حائض پر قرآنِ مجید کے الفاظ مس کرنا حرام ہے۔ اکثر علماء نے اسمائے باری تعالیٰ و اسمائے انبیاء و آئمہ اطہار علیہم السلام کا مس کرنا بھی حرام جانا ہے۔ اسی طرح اُن چار سورتوں کا اور اُن کے بعض اجزاء کو پڑھنا حرام ہے جن میں سجدہ واجب ہے اور ان کو مسجدِ حرام اور مسجدِ رسولؐ میں مطلقاً داخل ہونا اور عام مسجدوں میں ٹھہرنا اور اُس میں کوئی چیز رکھنا حرام ہے۔ اور احوط یہ ہے کہ جنب اور حائض رسولِ خداؐ اور آئمہ طاہرینؑ کے مشاہد مشرفہ میں داخل نہ ہوں۔ اور محدث کے لیے اختلاف ہے اور احوط یہ ہے کہ کتابت قرآن اور اسمائے شریفہ کو نہ چھوئیں۔ اور غلام، کنیز اور زوجہ کو بغیر کسی جرم اور خیانت کے مارنا اور اذیت پہنچانا جائز نہیں ہے اور اُن کی تادیب ضرورت سے زیادہ جائز نہیں ہے بعض نے کہا ہے کہ غلام۔ لڑکے اور کنیز کو دس تازیانے سے زیادہ تادیب کرنا حرام ہے۔ اور اکثر نے مکروہ جانا ہے اور ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ تادیب کی حد پانچ تازیانہ یا چھ تازیانہ ہے اور دوسری روایت میں اطفال کی تادیب تین مرتبہ وارد ہوئی ہے اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص کسی مملوک کو بقدر حد یعنی یہ کہ حد کا باعث اُس سے

ماں باپ کی عزت و اولاد کی تربیت کے احکام

سے انکار کریں یا واجب کی صورت سے عمل میں لائیں بدعت اور حرام ہے۔ اسی طرح روزہ اور زکوٰۃ اور اعتکاف اور حج و جہاد اور ہزاروں حکم اُن سے متعلق ہیں جن میں خلل ڈالنا یا ان سے انکار کرنا حرام ہے۔ اسی طرح جو تکلیفیں انسان کو مختلف حالات میں لازم ہوتی ہیں جیسے کہ جب گھر میں داخل ہوتا ہے اہلِ خانہ کے ساتھ معاشرت میں بہت سی تکلیفیں اُس کو عارض ہوتی ہیں مثل اس کے کہ نفقہ اور لباس باپ ماں کو دینا اور اُن کی عزّت و حرمت کی حفاظت اور اُن سے بلند آواز سے باتیں نہ کرنا اور اُن کے سامنے اُف نہ کرنا۔ اگر وہ گالی دیں یا ماریں تو صبر کرنا اور اُس کا عوض نہ لینا۔ اسی قسم کے افعال اور اولاد کو نفقہ و لباس دینا ان کو عبث نقصان و ایذا نہ پہنچانا اور ان کے عقوق کا باعث نہ ہونا۔ اُن کی تربیت کرنا۔ واجبات پر عمل کا اور محرمات کے ترک کا حکم دینا اور رضاعت اور پرورش کے احکام اور اُن سے متعلق تمام امور کی تعلیم دینا اور زوجہ کو نفقہ اور کپڑا دینا اور سخت مشقت کی خدمت نہ لینا۔ اُن سے کج خلقی نہ کرنا۔ اُن کو عبث اذیت نہ پہنچانا، اور ہر چار شب میں ایک شب اُن کے پاس سونا اور ہر چار مہینے میں ایک مرتبہ جماع کرنا اور تمام امور جو تفصیل سے حدیثوں میں مذکور ہیں اور اگر کئی بیبیاں ہوں تو اُن کے ساتھ امور میں عدل کرنا اور غلام و کنیز کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنا اور تکلیف شاق نہ دینا، اُن کو ننگا اور بھوکا نہ چھوڑنا وغیرہ۔ اسی طرح تمام خادموں اور مُلازموں کے حقوق کی رعایت اور ہمسایوں کے حقوق کی رعایت کرنا اور اُن میں جو بھوکے ہوں اُن کو سیر کرنا اور ان کو چیزیں عاریت دینے سے نہ روکنا نیز روٹی، آٹا اور نمک وغیرہ اُن کی ضروریات سے دریغ نہ کرنا۔ اور ضرورت کے وقت ان کو فرش و ظروف وغیرہ دینا۔ ان میں سے اکثر ماعون (عاریت دینے) میں داخل ہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ افسوس ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ وہ لوگ جو اپنی عبادت میں ریا کرتے ہیں اور ماعون (عاریت دینے) میں بخل کرتے ہیں۔ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ ماعون ایک قرض ہے جو تم دیتے ہو اور نیکی ہے جو کرتے ہو۔ اور اپنے گھر کی چیزیں جو تم دیتے ہو اور ماعون میں سے زکوٰۃ ہے۔ راوی نے کہا کہ یا حضرتؑ ہمارے کچھ ہمسائے ہیں جن کو ہم عاریت دیتے ہیں تو وہ چیزوں کو توڑ دیتے ہیں اور خراب کر دیتے ہیں۔ کیا ہم پر کوئی الزام ہے اگر ہم ان کو نہ دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا جب ایسا ہو تو تم نہ دو کوئی الزام نہیں۔

ہمسایوں کے حقوق

اور منجملہ حقوق کے حیوانات کے حقوق ہیں جن کو لوگ پالتے ہیں۔ اُن پر واجب ہے کہ ان کو گھاس چارہ اور پانی دیں اور اُن کی طاقت سے زیادہ اُن پر بار نہ لادیں اور بلا وجہ نہ ماریں۔ اور ایک روایت وارد ہوئی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ایک عورت پر ایک بلّی کے بارے میں عذاب کیا جس کو اُس نے قید کر رکھا تھا اور بھوک اور پیاس سے وہ مر گئی۔ اور حقوق خانہ داہلِ خانہ بہت

ہیں۔ اکثر ان میں سے واجب ہیں ہم نے اتنا ہی لکھنے پر اکتفار کی ــــــ اور جب مکان سے باہر جائے دوست و دشمن، کافر و مسلمان، آشنا و بیگانہ مجالس میں، راستہ چلنے میں معاشرت کے بہت حقوق ہیں، اُن کے بارے میں حدیثیں کتاب عشرات میں مذکور ہیں حقوق رحم و مصاحبین۔ دوست، برادران ایمانی، اور مسلمان کا حق مسلمان پر۔ اور اہل ذمہ کے ساتھ سلوک و برتاؤ اور مسلمانوں سے ترک حسد و تکبر و کینہ و عداوت اور سخن چینی، اور ان کے عیوب کی تلاش اور اُن کا افشار کرنا تہمت لگانا، افترا کرنا اور اُن سے گمان بد کرنا، اور اہل شہر سے اور اہل محلہ اور اہل قبیلہ سے ناحق تعصب کرنا۔ اور اُن پر پوشش اور رفتار و گفتار میں جبر و سختی کرنا اور دل تنگ ہونا اور حماقت اور بے عقلی کے ساتھ پیش آنا۔ اُن کو گالی دینا اور فحش کہنا بغیر کسی سبب شرعی کے کسی کو مارنا، کج خلقی کرنا۔ بغاوت، ظلم، باطل پر فخر، اور لوگوں کو گمراہ کرنا، اور بغیر علم کے فتویٰ دینا۔ ظالموں کی اعانت اور ظلم میں اُن کی موافقت کرنا اور اُن کے فعل پر راضی رہنا اور علانیہ حرام کے مرتکب ہونا وغیرہ وغیرہ کہ ان ہر ایک پر سخت سے سخت عذابوں کی دھمکیاں وارد ہوئی ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا واجب ہونا۔ وحب فی اللہ و بغض فی اللہ خدا کی خوشنودی کے لیے کسی سے محبت کرنا یا کسی پر غصہ کرنا اور دین خدا میں مکر و فریب نہ کرنا اور اپنے اہل و عیال کو عبادت کا حکم دینا اور گناہوں سے باز رکھنا۔ اور کفار اہل ذمہ کے ساتھ سلوک و برتاؤ کی کیفیت اور اُن کے امان کی رعایت کرنا اور عہد و امان نہ توڑنا۔ اور مخالفین اور بادشاہانِ جور اور ظالم حکام و امرار سے تقیہ کرنا اور اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالنا تاکہ قتل ہونے کی نوبت نہ آئے اور قتل کرنے میں تقیہ نہیں ہوتا۔ اور اعضا کاٹنے اور اندھا کرنے اور اسی طرح کے امور میں اگر جانے کہ اگر نہ کرے گا تو قتل ہو جائے گا۔ اور اس فعل سے وہ شخص مرتا نہیں اختلاف ہے اور تقیہ کے سبب سے ناحق گواہی دے سکتا ہے۔ اگر کسی کے قتل کا باعث نہ ہو۔ اور جھوٹی قسم اپنے آپ سے اور دوسرے مومن سے ظالم کے ضرر کو دفع کرنے کے لیے جائز ہے اور دونوں میں جب تک ممکن ہو توریہ کرے جیسے ایک مومن کا مال دوسرے مومن کے پاس ہو۔ اور کوئی ظالم چاہے کہ جبر و سختی سے غصب کر لے۔ وہ قسم کھائے کہ مال اُس کا میرے پاس نہیں ہے اور قصد کرے کہ جو مال تجھ کو دینا چاہیئے وہ میرے پاس نہیں ہے اور کلمہ کفر کہنے میں بھی تقیہ جائز ہے جیسا کہ عمار نے کیا اور حق تعالیٰ نے اُن کا عذر قرآن مجید میں ذکر کیا۔ اسی طرح آنحضرتؐ اور آئمہ اطہارؑ کی گالی میں جائز ہے۔ اور بعض حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقیہ ان سے بیزاری میں نہیں ہوتا اور بعض سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہوتا ہے اور خبروں کو ایک دوسرے سے موافق کرنے کی یہ صورت ہے کہ ان کے درمیان اختیار رکھتا ہو کہ تقیہ نہ کرے اُن کے ناسزا کہنے میں اور اپنے تئیں ہلاک ہونا قبول کر لے۔ جیسا کہ عمار کے باپ اور ماں

اور سب کو اُن میں جاری کریں اور جو شخص حدود تعزیرات کی مخالفت کرے اُس کو سزا دیں اور اُن کی غیبت میں ان احکام میں سے اکثر علماء اور راویانِ اخبار سے متعلق ہیں جو دینِ مبین کے محافظ اور آئمہ اطہارؑ کے نائب ہیں اور تمام خلق پر احکامِ الٰہی جاری کرنے میں ان کی اعانت اور اُن کی طرف رجوع ہونا اور اُن کے احکام قبول کرنا واجب ہے جیسا کہ احادیثِ معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ جس نے ان کے حکم کو رد کیا اُس نے ہمارے حکم کو رد کیا ہے اور جس نے ہمارا حکم رد کیا اُس نے خدا کے حکم کو رد کیا اور وہ خدا کے ساتھ شرک کے برابر ہے۔

دُوسرا مقصد

وجوبِ توبہ کے بیان میں۔ اور اُس کے شرائط اور اُن گناہوں کا بیان جن سے توبہ کرنی چاہیئے اور توبہ قبول ہونے کا واجب ہونا۔ اس میں چند مطالب ہیں۔

پہلا مطلب: وجوب توبہ کا بیان اور اُن گناہوں کا جن سے توبہ کرنی چاہیئے۔ واضح ہو کہ گناہوں سے توبہ واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آیا تمام گناہوں سے توبہ واجب ہے یا اُن گناہوں سے جن کا کفارہ نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ تم کو معلوم ہو چکا کہ کبائر کے اجتناب سے صغائر مکفر ہو جاتے ہیں تو کیا باوجود مکفر ہونے کے ان سے توبہ کرنا واجب ہے۔ اکثر کا اعتقاد یہ ہے کہ واجب نہیں ہے اور یہ قول اقویٰ ہے۔ لیکن احوط یہ ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے گناہوں سے توبہ و انابت و استغفار کرتا رہے اور مقربانِ الٰہی کے حالات پر نظر کرے جو کسی مکروہ اور ترکِ اولیٰ پر برسوں تضرع و زاری اور خدا سے فریاد کرتے رہتے تھے جب تک کہ اُن کی توبہ قبول نہیں ہوتی تھی۔ ایضاً گناہ کا اثر نہ صرف عذابِ آخرت ہے بلکہ گناہ آدمی کے دل کو سیاہ کرتا ہے اور ساحت قربِ الٰہی سے دُور کر دیتا ہے اور خدا کے الطاف کے استحقاق سے محروم کر دیتا ہے اور خدا کی عبادتوں کی توفیق سلب کر دیتا ہے اور شیطان کے غلبہ اور کبائر پر جرآت کا باعث ہوتا ہے اور گناہ کو معمولی سمجھنا اصرار کا سبب ہوتا اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور بہت دفعہ دنیاوی بلاؤں کے نازل ہونے کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو مصیبت تم پر پڑتی ہے تمہارے کرتوت سے پڑتی ہے اور خدا تو بہت گناہوں کو مُعاف کر دیتا ہے۔ اور حضرت صادقؑ نے فرمایا ہے کہ گناہوں سے ڈرو کہ ان کو حقیر سمجھو یقیناً وہ نہیں بخشے جاتے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون سے گناہ ہیں فرمایا کہ وہ ہیں جن کو آدمی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر اس کے سوا کوئی گناہ نہ کروں تو میرا کیا کہنا ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ گناہ پر اصرار یہ ہے کہ گناہ کرے اور استغفار اور توبہ گناہ سے نہ کرے اور حضرت صادقؑ

سے منقول ہے کہ کوئی چیز دل کو مثل گناہ کے فاسد نہیں کرتی۔ بیشک جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے برابر اُس کے دل میں اثر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے دل کو سرنگوں کر دیتا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُس میں قرار نہیں لیتا اور اس کا مُنہ خدا سے پھر جاتا ہے اور دُنیائے فانی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ایضاً فرمایا کہ کسی رگ میں حرکت نہیں ہوتی اور کوئی پیر پتھر سے نہیں ٹکراتا اور کسی سر میں درد نہیں ہوتا اور کوئی بیماری عارض نہیں ہوتی۔ مگر گناہ کے سبب سے جو آدمی کرتا ہے اور جو کچھ خدا مُعاف کرتا ہے بہت زیادہ ہے۔ نیز فرمایا کہ گناہ آدمی کو روزی سے محروم کر دیتا ہے اور فرمایا کہ آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اُس کے سبب سے نماز شب سے محروم ہو جاتا ہے اور فرمایا کہ کوئی نعمت خدا کسی کو نہیں دیتا کہ اُس سے سلب کر دے۔ مگر کسی گناہ کے سبب سے جو اُس سے صادر ہوتا ہے، اور حضرت باقرؑ سے منقول ہے کہ ہر بندۂ مومن کے دل میں ایک سفید نقطہ اور ایمان کا ایک نُور ہوتا ہے جب وہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اُس سفیدی میں پیدا ہوتا ہے۔ اگر توبہ کر لیتا ہے تو وہ محو ہو جاتا ہے اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطۂ سیاہ زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ تمام سفیدی پر چھا جاتا ہے اور اس کو چھپا دیتا ہے اور اس حد تک پہنچتا ہے کہ وہ شخص خیر و نیکی کی جانب واپس نہیں ہوتا۔ ایضاً اس میں اختلاف ہے کہ جس گناہ سے انسان نے توبہ کر لی ہے کیا اُس سے پھر توبہ واجب ہے یا نہیں۔ خواجہ نصیر اور علامہ قائل ہوئے ہیں کہ توبہ ہمیشہ واجب ہے کیونکہ فعل قبیح پر توبہ ہمیشہ واجب ہے اور یہ بات قابل غور ہے کیونکہ آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلی توبہ سے عذاب اُس سے ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ کہ ندامت اور پھر نہ کرنے کا عزم و ارادہ ہمیشہ قائم رہے یہ نہیں معلوم ہے اور یہ کہ گناہ کا ارادہ رکھنا قبیح ہے۔ اگر کوئی فعل گناہ ہے جب تک عمل میں نہ لائے مُعاف ہے۔ جیسا کہ اس کے بعد مذکور ہوگا۔ انشاءاللہ اور ندامت کا ترک کرنا بھی دُور نہیں ہے کہ اسی باب سے ہو۔ کیونکہ غالباً ایک دوسرے سے مٹتے نہیں اور اس صُورت میں کہ کوئی عذاب اُن پر مترتب ہوتا ہے توبہ کا ایک جزو ہوگا اور کسی حال میں عذاب کا استحقاق اصل مصیبت پر نہیں پلٹتا۔ اس میں شک نہیں اور یہ بائیں بھی معلوم نہیں ہیں کہ ان کے قائل ہوں۔

دوسرا مطلب ۔ اِس میں اختلاف ہے کہ توبہ مبعض صحیح ہے کہ بعض گناہوں سے بعض کے علاوہ توبہ کرے یا یہ چاہیئے کہ تمام گناہوں سے توبہ کرے۔ بعض کے علاوہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ خواجہ نصیر اور بعض علماء نے قول آخر کو اختیار کیا ہے۔ اور علامہ حلّی اور ایک گروہ نے قول اوّل کو اختیار کیا ہے اور توبہ مبعض کو صحیح سمجھا ہے اور حق یہی ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ ایک کافر کُفر سے توبہ کرے اور مسلمان ہو جائے اور جھوٹ بولنے سے توبہ نہ کرے تو

نے دُنیا والوں سے پوشیدہ کر دیا ہے اور توبہ کی اُس کو توفیق دی ہے، وُہ اپنے گناہ سے ڈرتا ہے اور اپنے پروردگار سے اُمید رکھتا ہے اور ہم بھی اُس کے لیے رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہیں لہ

لہ مُؤلّف فرماتے ہیں کہ خوف شرائط توبہ میں خلل کے احتمال کے اعتبار سے ہے۔ اگر حق خدا حد کے علاوہ ہے جیسے قضا نمازیں جن کو بجالانا چاہیئے اور مثل زکوٰۃ دینے کے اور روزوں کی قضا اور کفارہ اور وہ نمازیں جن کی قضا نہیں جیسے نمازِ عید اُن کے لیے توبہ کافی نہیں ہے اور حق الناس میں اگر مال ہو واجب ہے کہ اپنے ذمہ سے بقدرِ امکان بری ہو۔ اگر صاحبِ حق مر گیا ہو تو اس کے وارث جو ہر صُورت میں اُس کے قائم مقام ہیں۔ لہٰذا اگر وُہ شخص خود یا اُس کا وارث یا بیگانہ جو اُس کی طرف سے محض خوشنودیِ خدا کے لیے نیابت کرتا ہو اس کو وہ حق پہنچائے تاکہ وہ صاحبِ حق کو دے دے۔ یا اُس کے وارث کو یا وارث کے وارث کو اور بری الذمہ ہو۔ اگر اُس مال کو ادا نہ کرے اور اُس کے ذمہ قیامت تک رہ جائے تو اختلاف ہے کہ قیامت میں اس کا طلب کرنے والا کون ہوگا اکثر علمائے نے کہا ہے کہ صاحب اوّل طلب کرے گا۔ چنانچہ ایک صحیح روایت اس بارے میں حضرت صادقؑ سے وارد ہُوئی ہے بعض نے کہا ہے کہ اُس کے وارثوں میں سے آخر وارث کو تلاش کریں گے اگر امامؑ تک منتہی ہو بعض نے کہا ہے کہ وہ خدا کا حق ہوگا۔ اور اگر اس کو یا اُس کے وارث کو نہ پائے تو ارادہ رکھے کہ جب صاحبِ حق یا اُس کے وارث کو پائے گا پہنچا دے گا۔ اگر مایوس ہو تو تصدق کر دے۔ اگر اس کا مالک مل جائے اور وہ تصدق کو قبول نہ کرے تو دوبارہ اُس کو ادا کرے۔ اور اگر حق مال کے علاوہ ہو۔ اگر اس کو گمراہ کیا ہو تو چاہیئے حق کے ساتھ ہدایت کرے اور اُس کو اُس باطل اعتقاد سے پھیر دے اگر ممکن ہو۔ اور اگر ممکن نہ ہو تو بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ جب تک وہ تمام لوگ جو اُس کی بدعت سے گمراہ ہوئے ہیں واپس نہ ہوں۔ اُس کی توبہ مقبول نہیں ہے اور اگر توبہ کامل پر محمول کیا ہے اور اگر قصاص ہو واجب ہے کہ اپنا نفس مقتول کے ولی کو پیش کریں مثل اس کے کہ مقتول کے لڑکے سے کہیں کہ میں نے تیرے باپ کو قتل کیا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے قتل کر۔ اگر چاہے تو خون بہا لے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔ اسی طرح اگر کسی کا کوئی عضو کاٹا ہو تو اُس کے یا اُس کے وارث کے پاس جائے اور اُس کو آگاہ کرے اور اُس کو قصاص یا خون بہا لینے پر آمادہ کرے۔ اگر حد ہو جیسے فحش اگر وہ شخص جس نے اس کو فحش کہا ہے (یعنی گالی دی ہے) اگر جانتا ہو کہ یہ فعل اُس سے صادر ہُوا ہے پھر چاہیئے کہ وہ اُس کو قبول کرے یا حد جاری کرے یا مُعاف کر دے اور نہیں جانتا تو اختلاف ہے کہ اُس کو آگاہ کرنا چاہیئے کہ نہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ اُس شخص کا ایک حق ہے اور ساقط نہیں ہوتا مگر اس طرح کہ وہ ساقط کرے (جس کا حق ہے) اور خواجہ نصیر اور علامہ اور اکثر علما رقائل ہُوئے ہیں کہ اُس کو آگاہ نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اُس کی سخت اذیت کا باعث ہوگا۔ اور اُس کی عداوت اور کینہ کا سبب ہوگا۔ اگر مجملاً ذمہ کی برأت اُس سے چاہے۔ اسی طرح اگر زنا کیا ہو العیاذ باللہ

حق وارث کو اُس کا حق جہاں تک ممکن ہو پہنچانا ضروری ہے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

پانچواں مطلب - وقت توبہ کے بیان میں ۔اس میں اختلاف نہیں ہے کہ توبہ فوراً کرنا واجب ہے اور اُس میں تاخیر کرنا گناہ کا سبب ہے۔کیونکہ گناہ قاتل زہر کے مانند ہے۔ جیساکہ زہر کا علاج کرتے ہیں قبل اس کے ہلاک کرے ۔اسی طرح واجب ہے اُس شخص پر جو گناہ کرتا ہے کہ توبہ میں جلدی کرے قبل اس کے کہ اُس کو ہلاک کرے ۔ لہٰذا توبہ میں تاخیر دوسرا گناہ ہوگا اور اس سے بھی توبہ کرنا چاہیئے اور اگر تاخیر کرے تو تاخیر توبہ کے دوسرے دو گناہ ہوں گے یہ دونوں گناہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کسی کی رُو سے یہ بھی حق الناس ہے یہی حکم رکھتا ہے ۔ اگر کسی کی غیبت کی ہو تو وہ بھی ایسا ہی ہے اور کلینی نے حضرت صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے جناب رسُولِ خدا ؐ سے پوچھا کہ کفارۂ غیبت کیا ہے۔ فرمایا کہ جس کی غیبت کی ہے جب اُس کو یاد کرے ۔اس کے لیے استغفار کرے ۔ اور اس پر محمول کیا ہے کہ غیبت کی اطلاع اُس کو نہ پہنچی ہو۔ اور خواجہ نصیر نے تجرید میں لکھا ہے کہ اُس سے عذر خواہی کرے جس کی غیبت کی ہے ۔ اگر غیبت کی اطلاع اس کو پہنچی ہو۔ اور علامہ نے تجرید کی شرح میں کہا ہے کہ اگر غیبت کی اطلاع اُس شخص کو پہنچی ہو تو اُس سے عُذر خواہی کرے کیونکہ اُس کو اذیت پہنچی ہے تاکہ تدارک کرے ۔ اگر اُس کو اطلاع نہ ہُوئی ہو۔ اُس سے ملال کرنے کی خواہش لازم نہیں ہے ۔کیونکہ کوئی رنج اُس کو نہیں پہنچا یا ہے اور دونوں صورتوں میں واجب ہے کہ خدا کے لیے پشیمان ہو، اور ارادہ کرے کہ آئندہ پھر غیبت نہ کرے گا ۔ اور مصباح الشریعۃ میں حضرت صادق ؑ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی کی غیبت کی اطلاع جس کی غیبت کی گئی ہے اُس کو پہنچی ہے تو اُس کا علاج نہیں ہے سوائے اس کے کہ اُس سے عذر خواہی کرے اور اگر اس کو غیبت کی اطلاع نہیں پہنچی ہے تو اُس کے لیے بخشش کی دُعا کرے اور شیخ زین الدین نے کہا ہے کہ غیبت کے کفارہ میں دو حدیث وارد ہوئی ہیں ایک یہ کہ کفارۂ غیبت یہ ہے کہ اس کے لیے استغفار کرے جس کی غیبت کی ہے ۔ دوسرے یہ کہ جس شخص پر کوئی ظلم کیا ہو تو اُس کے عوض میں چاہیئے کہ عذر خواہی کرے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جبکہ اُس کے پاس مال و دولت نہ ہو۔ (یعنی روز قیامت) اور اُس کی نیکی لے کر صاحب حق کو دے دی جائے اور اگر نیکیاں نہ ہوں تو اُس کے گناہ میں سے اُس کے گناہوں میں اضافہ کردیں اور ان دونوں میں موافقت کی یہ صُورت ہے کہ استغفار کو ہم اس پر محمول کریں کہ غیبت کی اطلاع اس کو نہیں ہوئی ہے یا اُس کو ملنا مشکل ہے تاکہ اُس سے عذر خواہی کرے اور عذر خواہی کو ہم اُس پر محمول کریں کہ غیبت کی اطلاع اس کو پہنچی ہے اور اُس سے ملنا بھی دشوار نہیں ہے اور واضح ہو کہ ان دونوں امُور کے لانے میں توبہ کے واضح ہونے کی شرط ہے یا محض ندامت سے اور پھر اُس گناہ کو عمل میں نہ لانے کے عزم سے توبہ متحقق ہوتی ہے ۔اور وہ دُوسرے واجبات ہیں۔علماء کے درمیان قول مشہور ہے کہ شرط نہیں ہے ۔ بلکہ توبہ کی تکمیل ہے اور اگر ترک پر توبہ نہ کرے تو عذاب نہ کیا جائے گا بلکہ اُس کے ترک پر معذب کیا جائے گا ۔ بعض خبروں سے مستفاد ہوتا ہے کہ شرط ہیں اور یہ احوط ہے ۔ ۱۲ ؎

اُس پر ہوں گے۔ اور شطرنج کے گناہ کے برابر بڑھتا ہے یہاں تک کہ ایک ساعت میں اس حد تک پہنچتا ہے کہ اگر ہم اُن کو ساٹھ منٹ پر تقسیم کریں تو اس قدر بڑھتا ہے کہ ماہر حساب داں اُس کے حساب سے عاجز ہوں گے اور جب منٹ سے کم تر میں توبہ کر سکتا ہے۔ اگر دو تین اور چار پر تقسیم کریں تو خدا کے سوا اُس کا حساب کوئی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ہم روز و ماہ و سال پر تقسیم کریں تو اُس کا کیا حساب جبکہ غیر متناہی گناہوں کو ہم اس نسبت سے تقسیم کریں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح خدا کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا اسی طرح بندہ کے گناہوں اور خطاؤں کا شمار نہیں کیا جا سکتا بعض محققین نے کہا ہے کہ جو شخص توبہ میں تاخیر کرتا ہے ایک وقت سے دوسرے وقت پر چھوڑ دیتا ہے تو دو عظیم خطروں سے دوچار ہوتا ہے کہ اگر ایک سے بچ گیا تو مشکل ہے کہ دوسرے سے بچ جائے (اوّل) موت اُس کا گریبان پکڑ لے اور تدارک کا وقت گزر جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور وُہ وقت آ جائے جس کے بارے میں خُدا نے فرمایا ہے وحیل بینھم وبین ما یشتھون۔ یعنی اُن کے اور اس کے درمیان جو وہ چاہتے ہیں وہ موقع حائل ہوتا ہے جبکہ وُہ ایک دن اور ایک گھنٹہ کی مہلت چاہتے ہیں۔ اُن سے کہا جاتا ہے کہ مُہلت کا وقت گذر گیا اب تم کو مہلت نہیں ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے تو وہ کہتا ہے کہ پروردگارا کیوں میرے متعلّق تو نے تاخیر نہ کی۔ یہاں تک کہ اجل نزدیک ہو گئی۔ اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسّرین نے کہا ہے کہ جانکنی کے وقت جبکہ پردہ اُس کی آنکھوں سے اُٹھا دیا جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ اے ملک الموت میری موت میں ایک روز کی تاخیر کر دے تاکہ میں اپنے پروردگار سے عُذر و توبہ کر لوں اور عمل صالح کا توشہ مُہیا کر لوں۔ ملک الموت کہتے ہیں کہ تمہاری عمر کے دن پُورے ہو گئے ہیں اور کوئی دن باقی نہیں ہے تو وہ کہتا ہے کہ ایک ساعت کی تاخیر کر دے۔ ملک الموت کہتا ہے کہ ساعتیں بھی پُوری ہو گئیں ہیں اُس وقت توبہ کا دروازہ اُس پر بند ہو جاتا ہے اور اُس کے حلق میں گھرگھراہٹ پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنی عمر ضائع کرنے پر یاس و حسرت و ناامیدی کے گھونٹ پیتا ہے۔ اور بہت ایسا ہوتا ہے کہ اسی ہول اور اضطراب میں شیطان اُس کے ایمان کو بھی غارت کر دیتا ہے نعوذ باللہ من ذالک (دوم) یہ کہ گناہوں کی تاریکی اُس کے دل پر چھا جاتی اور جمع ہو جاتی ہے اور اس کی طبیعت پر اس قدر غالب ہو جاتی ہے جو دُور کرنے کے قابل نہیں ہوتی کیونکہ جو گناہ وہ کرتا ہے تاریکی اُس کے دل پر آ جاتی ہے جیسا کہ پھُونکنے سے آئینہ پر غبار سا جمع ہو جاتا ہے اور جب گناہوں کی ظلمت زیادہ جمع ہو جاتی ہے غالب ہو جاتی ہے جس طرح سانس کا بُخار جب آئینہ پر پھُونک مارتے ہیں تو وہ دھندلا ہو جاتا ہے جب ایک مُدت تک اس حالت پر رہتا ہے اور اس پر جلاء نہ دی جائے اُس کی چمک جاتی رہتی ہے اور اُس کو خراب

کر دیتا ہے کہ پھر جلا کے قابل نہیں رہتا۔ اسی طرح آدمی کا دل ہے جب گناہ کا اثر اُس میں آتا ہے اور توبہ اور اعمالِ صالحہ سے اُس پر جلا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اُس پر مُہر لگ جاتی ہے کہ اُس کے بعد قابلِ علاج نہیں رہتا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے طبع اللہ علیٰ قلوبہم۔ اور ایسے دل کو مُہر کیا ہُوا، سرنگوں اور سیاہ دل کہتے ہیں۔ جیسے کہ حدیثیں اس بارے میں مذکور ہوئیں۔ یہاں تک کہ اس حد تک پہنچتا ہے کہ شریعت کے احکام اُس کی نگاہ میں سہل ہوجاتے ہیں اور اس کا دل احکامِ الٰہی قبول کرنے سے نفرت کرتا ہے اور اُس کے ایمان کو زائل کر دیتا ہے۔

واضح ہو کہ آخری وقت وہ وقت ہوتا ہے جب موت کا یقین ہوجاتا ہے اور امورِ آخرت نظر آتے ہیں۔ ملک الموت کو دیکھتا ہے۔ اُس کی جگہ بہشت یا دوزخ میں دکھاتے ہیں یا جنابِ رسُولِ خدا اور آئمہ اطہار کو جو اُس وقت تشریف لاتے ہیں دیکھتا ہے اُس وقت اجماع ہے کہ توبہ کا فائدہ نہیں ہوتا اور نہ توبہ قبول ہوتی ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ توبہ کا کوئی فائدہ اُن کے لیے نہیں ہے جو بُرے اعمال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کو موت حاضر ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کی اور اُن کے لیے جو حالتِ کفر پر مرتے ہیں توبہ کا کچھ فائدہ نہیں۔ ہم نے اُن کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ موت حاضر ہونے سے مراد یہ ہے کہ امورِ آخرت کا مُعائنہ کرتا ہے اور رسُولِ خداؐ سے روایت کی ہے کہ خدا بندہ کی توبہ اُس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک رُوح اُس کے گلے تک پہنچ جاتی ہے اور غرغراہٹ اُس کے حلق سے ظاہر ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ بندوں کے ساتھ خدا کے رحم و کرم میں سے یہ ہے کہ قابضِ ارواح کو حکم دیا ہے کہ پیروں کی انگلیوں سے قبضِ رُوح کی ابتدا کرے اور رفتہ رفتہ تاخیر کے ساتھ (یعنی آہستہ آہستہ) اُوپر لائے یہاں تک کہ سینہ تک پہنچے۔ پھر اس کے بعد حلق تک پہنچے تاکہ اس مُدت اور مہلت میں اپنے خدا کی جانب دل کو متوجہ کر سکے اور وصیت اور توبہ و انابت کر سکے قبل اس کے کہ امورِ آخرت کو مُعائنہ کرے اور اُس کی توبہ قبول نہ ہو۔ چاہیے کہ وہ لوگوں سے اپنی خطاؤں اور مظالم کی عذر خواہی کرے۔ یادِ خدا کرے اور اس کی رُوح جبکہ مفارقت کرے یادِ خدا اور ذکرِ خدا اُس کی زبان پر جاری ہو اور اُس کی عاقبت بہتر ہو۔

متکلمین نے اس میں اختلاف کیا ہے اگر ایسے وقت گناہ نہ کرنے کا عزم کرے جبکہ اُس کے کرنے کی اُس میں طاقت نہ ہو جیسے کسی نے زنا کی اُس کے بعد اُس کے عضوِ تناسل کو کاٹ دیا گیا پھر اُس نے توبہ کی اور ارادہ کیا کہ پھر زنا کی جانب توجّہ نہ کرے گا۔ اگر زنا کی طاقت اس کو حاصل ہوجائیگی تو کیا اُس کی توبہ مقبول ہے یا نہیں۔ اکثر نے کہا ہے کہ مقبول ہے اور شاذ و نادر قول ہے کہ مقبول نہیں ہے اور بے وجہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی خوفناک مرض پیدا ہوجائے جس سے گمان غالب ہو کہ موت

آجائے گی تو قبول توبہ میں اختلاف ہے اور مشہور یہ ہے کہ اُس کی توبہ مقبول ہے اور بعض آیاتِ کریمہ اور احادیثِ معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزولِ عذاب کے بعد توبہ مقبول نہیں ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے قصّہ فرعون میں فرمایا ہے کہ جس وقت وہ غرق ہونے لگا تو کہا میں ایمان لایا کہ کوئی خدا نہیں ہے مگر وُہ خدا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ جبرئیلؑ نے فرمایا اب ایمان لاتا ہے جب تُونے عذاب کو دیکھ لیا۔ حالانکہ پہلے گناہ کرتا تھا اور زمین میں فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ فرمایا ہے کہ ان اہلِ قریہ میں سے کیوں نہ ہوئے جو ایمان لاتے ہیں تو اُن کا ایمان اُن کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ سوائے قومِ یونسؑ کے جب عذاب نازل ہونے سے پہلے وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے اُن سے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب دُنیا وی زندگی میں زائل کر دیا اور ہم نے اُن کو اُن کی مقدارِ اجل تک مہلت دے دی۔ ابن بابویہ نے بسندِ معتبر روایت کی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السّلام سے لوگوں نے پُوچھا کہ خدا نے کس سبب سے فرعون کو غرق کیا۔ حالانکہ وُہ خدا پر ایمان لایا اور اُس کی یکتائی کا اقرار کیا حضرتؑ نے فرمایا کہ اس لیے کہ وُہ اُس وقت ایمان لایا جبکہ اُس نے عذاب کو دیکھ لیا۔ ایمان لانا عذاب دیکھنے کے بعد مقبول نہیں ہے اور یہ حکمِ خدا گذشتہ اور آئندہ لوگوں کے بارے میں ہے۔ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے فلما راو باسنا قالوا اٰمنّا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنّا بہ مشرکین فلم یک ینفعھم ایمانھم لمّا راو باسنا۔ یعنی جب ہمارا عذاب لوگوں نے دیکھا تو کہا ہم خدا کی یکتائی پر ایمان لائے اور ان سے انکار کیا جن کو ہم خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے۔ لہٰذا ایسا نہیں تھا کہ اُن کا ایمان اُن کو نفع بخشے۔ جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا۔ اور فرمایا ہے کہ جس روز تمہارے پروردگار کی نشانیوں میں سے بعض نشانی آئے گی تو کسی کو اُس کا ایمان فائدہ نہیں دے گا۔ جو پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا اپنے ایمان کے ساتھ عملِ صالح کیا ہوگا۔ اسی طرح فرعون نے جب غرق ہونا دیکھا تو ایمان کا اظہار کیا تو اُس سے کہا کہ اب تو ایمان لاتا ہے اس کا کچھ فائدہ نہیں اور پہلے جبکہ فائدہ ہوتا تو ایمان نہیں لایا اور نافرمانی کی اور زمین میں خدائی کا دعویٰ اور لوگوں کو گمراہ کر کے اور بنی اسرائیل پر ظلم کر کے زمین پر فساد کرتا تھا اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ یقیناً زمین میں ایک امام اور حجتِ خدا ہوتا ہے جو خدا کے حلال و حرام کو جانتا ہے اور لوگوں کو خدا کی جانب بلاتا ہے اور زمین سے حجتِ خدا منقطع ہوگی۔ مگر روزِ قیامت سے چالیس روز پہلے کہ زمین سے اُٹھالی جائے گی اور توبہ کے دروازے بند ہو جائیں گے اور کسی کا ایمان اُس کو فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہوگا۔ اور وہ لوگ بدترین خلق ہوں گے اور وُہی لوگ ہیں جن پر قیامت قائم ہوگی۔ اور تفسیر امام مذکور میں ہے کہ ایک اعرابی رسولِ خداؐ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے آگاہ فرمایئے کہ توبہ کس وقت قبول ہوتی ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ فرزندِ آدمؑ کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جب تک مغرب کی طرف

سے سُورج طلوُع نہ ہو۔ اور بعض آیتیں جو خداوندِ عالم نے فرمایا ہے کہ ایمان اُس کے بعد فائدہ نہیں دیتا۔ یہ ہے کہ آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔

چھٹا مطلب ۔ توبہ کی قسموں کا بیان۔ اُس کا سب سے کم درجہ ہے جو تم نے سمجھا کہ گذشتہ گناہوں پر پشیمان ہونا اور آئندہ کے لیے اس کو عمل میں نہ لانے کا عزم کرنا اور یہ اس حد تک پہنچتا ہے جو پیغمبروں اور صدیقوں کا درجہ ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں روایت کی ہے کہ ایک شخص نے جناب امیرؑ کے سامنے کہا استغفراللہ۔ حضرت نے فرمایا تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو جانتا ہے کہ استغفار کیا ہے۔ استغفار علیین کا درجہ ہے اور وہ اسم ہے جس کے چھ معنی ہیں :-

استغفار کے ۶ معنی

(**اوّل**) پشیمانی گزشتہ افعال سے (**دوم**) اس بات کا عزم و ارادہ کہ آئندہ کبھی تو اُن پر عمل نہ کرے گا (**تیسرے**) یہ کہ مخلوق کا تو حق ادا کرے گا تاکہ مرنے کے وقت تو پاک ہو۔ اور کسی کا حق تیرے ذمہ نہ رہے (**چوتھے**) یہ کہ تو ہر فرض کی جانب ارادہ کرے۔ جو تجھ پر واجب تھے۔ اور تو نے اُن کو ضائع کیا ہے کہ ادا کرے (**پانچویں**) یہ کہ تو قصد کرے کہ جو گوشت تیرے بدن میں حرام طریقہ سے پیدا ہوا ہے اُن کو حزن و اندوہ سے چھوڑے تاکہ تیرا چمڑا تیری ہڈیوں سے لپٹ جائے اور تازہ گوشت اُن میں پیدا ہو (**چھٹے**) یہ کہ اپنے جسم کو عبادت و ریاضت میں تکلیف دے تاکہ اُس کو معصیت کی حلاوت چکھائے۔ اُس کے بعد استغفراللہ کہہ۔ اور حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص گناہ پر باقی ہے اور اس سے استغفار کرتا ہے۔ اُس شخص کی مانند ہے جو مذاق کرتا ہے۔ اور کلینی وغیرہم نے بسند ہائے معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسُولِ خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص مرنے سے ایک سال پہلے توبہ کرتا ہے، خدا اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک سال بہت ہے بلکہ جو شخص اپنی موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرتا ہے خدا اُس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مہینہ (بھی) بہت ہے جو شخص اپنی موت سے ایک ہفتہ پہلے توبہ کرتا ہے۔ خدا اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک ہفتہ بھی بہت ہے۔ جو شخص اپنی موت سے ایک روز پہلے توبہ کرتا ہے تو خدا اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک روز بھی زیادہ ہے۔ جو شخص قبل اس کے کہ اُمورِ آخرت کا معائنہ کرے ، توبہ کر لیتا ہے تو خدا اُس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

اکثر علماء نے اس حدیث کو نسخ پر محمول کیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ نسخ فعل سے پہلے جائز ہے۔ اور فقیر (مؤلفؒ) کا گمان یہ ہے کہ یہ توبہ کے اختلاف مراتب کی جانب اشارہ ہے کہ کامل توبہ وہ ہے جو ایک سال موت سے پہلے کرے اور ایک سال تک اپنی گذشتہ غلطیوں کا تدارک اور اپنے حالات کی اصلاح کرے۔ اگر وہ میسّر نہ ہو تو اسی طرح سب سے آخر توبہ کرنے کا سب سے

قلیل درجہ بیان فرمایا ہے۔

مصباح الشریعۃ میں حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ توبہ ایک کھنچی ہوئی ریسمان ہے۔ جس کو خداوندِ عالم نے بندوں کے لیے لٹکائی ہے اور خدا اور بندہ کے درمیان ایک وسیلہ ہے اور عنایت الٰہی کی مدد سے اور ہر حال میں بندہ کے لیے توبہ پہ مداومت ضروری ہے اور بندوں کے تمام فرقے توبہ کے قائل ہیں اور پیغمبروں کا توبہ قرب و وصال کے مرتبہ کے لحاظ سے اُن کا داعی اضطراب اور دل کی تشویش ہے اور اصفیا اور برگزیدہ لوگوں کا توبہ یعنی اوصیاء کا یادِ خدا کے بغیر سانس لینا ہے اور اولیاء اور دوستانِ خدا کا توبہ مختلف خطروں سے ہے اور خواص کا توبہ خدا کے علاوہ کسی چیز میں مشغول ہونے کے سبب سے ہے اور عوام کا توبہ گناہوں سے ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے لیے ان کے اصل توبہ میں معرفت اور ایک عمل ہے اور اس امر کی انتہا اُس کی شرح بہت طویل ہوتی ہے۔ لیکن عوام کا توبہ یہ ہے کہ اپنے دل کو آبِ حسرت سے دھوئے اور برابر اپنی خیانت کا معترف رہے اور گذشتہ لغزشوں پر ہمیشہ ندامت رکھتا ہو اور اپنی باقی عمر میں خائف رہے اور اپنے گناہوں کو چھوٹا نہ سمجھے جو اُس کی سستی و کاہلی کا سبب ہو اور ہمیشہ متاسف اور گریاں رہے اور اُن امُور پر جو اُس سے خدا کی اطاعت میں فوت ہوئے ہیں اور اپنے نفس کو بیجا خواہشوں سے روکے اور خدا سے فریاد کرتا رہے کہ اُس کو توبہ کے پورا کرنے پر قائم رکھے اور گناہوں پر پھر عمل کرنے سے محفوظ رکھے اور اپنے نفس سرکش کو درست رکھے اور میدانِ عبادت میں تیزی اختیار کرے اور جو کچھ عبادتوں میں اس سے کمی ہوئی ہو اس کو پورا کرے اور لوگوں پر جو مظالم کئے ہیں اُن کی تلافی کرے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے دور رہے اور عبادات میں شبہات پر نظر رکھے۔ اور دنوں کو روزہ رکھ کر پیاسا رہے اور ہمیشہ اپنی عاقبت کی فکر میں رہے اور خدا سے مدد طلب کرے اور اُس سے سوال (دُعا) کرے کہ وہ اس کو راحت و تکلیف میں حق کے راستہ پر قائم رکھے اور محنت و بلا میں ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ توبہ کرنے والوں کے درجہ سے نہ گرے۔ کیونکہ توبہ لوثِ گناہ سے پاک ہونے کا باعث ہے اور اُس کے اعمال کے ثواب کی زیادتی اور درجات کی بلندی کا سبب ہو۔ خدا فرماتا ہے کہ خدا اُن کو جانتا ہے جنھوں نے کہا اور جھوٹ بولنے والوں کو بھی جانتا ہے اور جنابِ رسولِ خدا سے منقول ہے کہ توبہ کرنے والے پر جب توبہ کا اثر ظاہر نہ ہو تو توبہ کرنے والا نہیں رہا۔ چاہیئے کہ مدعیوں کو راضی کرلے و قضا نمازوں کو ادا کرے اور لوگوں سے عجز و انکساری کے ساتھ پیش آئے اور اپنے نفس کو خواہشاتِ بیجا سے باز رکھے اور اپنی گردن دِنوں کو روزہ رکھنے سے پتلی کر دے۔ اور رات کی بیداری اور عبادت کے سبب اپنے رنگ کو زرد کر دے اور کم کھانے سے اپنے پیٹ لاغر کرے اور اپنی پُشت کو

جہنم کی آگ کے خوف سے زخمی کرے اور بہشت کے شوق میں اپنی ہڈیوں کو (گوشت سے) جدا کرے اور ملک الموت کے خوف سے اُس کا دل نرم ہو جائے اُس کا چمڑا موت کے خیال سے خشک ہو جائے۔ یہ ہے توبہ کا اثر۔ اور جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ کون توبہ کرنے والا ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں یا رسول اللہؐ۔ حضرتؐ نے فرمایا جو شخص توبہ کرتا ہے اور مدعیوں کو راضی نہیں کرتا وہ تائب نہیں ہے جو شخص توبہ کرتا ہے اور عبادت زیادہ نہیں کرتا وہ تائب نہیں ہے جو شخص توبہ کرے اور اپنے لباس تغیّر نہ کرے وہ تائب نہیں ہے اور جو شخص توبہ کرے اور ساتھیوں اور رفیقوں میں اور اپنی مجلس میں تبدیلی نہ کرے وہ تائب نہیں ہے۔ جو شخص توبہ کرے اور اپنے اخلاق و نیت میں تبدیلی نہ کرے وہ تائب نہیں ہے۔ جو شخص توبہ کرے اور اپنے دل کی گرہ نہ کھولے اور اپنے آپ کو فراخ مزاج نہ کرے اور اپنی آرزوؤں کو کم نہ کرے اور اپنی زبان کو لغویات سے نہ روکے وہ تائب نہیں ہے۔ جو شخص توبہ کرے اور اپنی زادِ آخرت کو زیادہ نہ بھیجے وہ تائب نہیں ہے جب وہ ان عادتوں پر برقرار نہ رہے وہ توبہ کرنے والا نہیں ہے اور اُس کی توبہ مقبول نہیں ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے وہ گروہ جو ایمان لائے ہو خدا کی بارگاہ میں توبۂ نصوح کرو۔ اور توبۂ نصوح کے بارے میں اختلاف ہے حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ توبۂ نصوح وہ ہے کہ انسان کا باطن اُس کے ظاہر کے مثل ہو اور بہتر ہو۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ وہ ہے کہ توبہ کرے اور عزم رکھتا ہو کہ آئندہ کبھی اس کا مرتکب نہ ہوگا۔ اور دوسری روایت میں فرمایا کہ وہ توبہ ہے کہ اُس کے بعد پھر گناہ نہ کرے گا۔ راوی نے پوچھا کہ ہم میں سے کون ہے جو دوبارہ گناہ نہیں کرتا حضرت نے فرمایا خدا اپنے بندوں سے اس کو دوست رکھتا ہے جس کو کوئی فتنہ عارض ہوتا ہے اور وہ اُس سے توبہ کرتا ہے۔

اور کلینی نے بسند صحیح حضرت امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ مومن کا گناہ جب وہ توبہ کرتا ہے تو بخش دیا جاتا ہے پھر توبہ کے بعد از سرِ نو عمل کرے اور یہ مخصوص اہلِ ایمان سے ہے راوی نے کہا اگر توبہ واستغفار کے بعد پھر گناہ کرے اور پھر توبہ کرے تو کیا ہے۔ فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ کوئی مومن اپنے گناہوں پر پشیمان ہوتا ہے اور گناہوں سے استغفار کرتا ہے اور توبہ کرتا ہے تو خدا اُس کی توبہ قبول نہیں کرتا۔ راوی نے کہا اگر مکرّر گناہ کرے اور توبہ واستغفار کرے پھر بھی بخشا جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مومن جب استغفار و توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ خدا اُس کی بخشش پر متوجہ ہوتا ہے۔ خدا بخشنے والا اور رحیم ہے۔ توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے ہرگز مومنین کو خدا کی رحمت سے نا اُمید مت کرو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ توبہ نصوح وہ توبہ ہے جو توبہ کرنے والے کو نصیحت کرتی ہے اور پھر وہ گناہ نہیں کرنے دیتی بعضوں

کہ مَیں مغفرت کا سزاوار ہوگیا اور مجھے مُعاف کر دے گا۔ اس لیے کہ مُعاف کیے جانے کا مستحق ہو گیا تو یہ ہرگز استحقاق کی بنار پہ واجب نہ ہوگا اور نہ میں اس کا اہل وجوب کی صورت سے ہوں گا۔ کیونکہ میری جزا پہلے ہی گناہ پر جو مَیں نے کیا جہنم کی آگ تھی۔ اور یہ مضامین دُعاؤں اور حدیثوں میں بیشمار موجود ہیں۔

آٹھواں مطلب ۔ اُن امور کا بیان جن پر خداوندِ کریم مواخذہ نہیں فرماتا۔ اور ان کو مُعاف کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ چند ہیں۔

(پہلا امر) وسوسہ اور نفس کی باتیں ہیں جو آدمی کے اختیار میں نہیں ہوتیں جیسا کہ کلینی نے محمد بن عمران سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرتؑ سے دریافت کیا کہ وسوسہ اگر بہت ہوتا ہو تو؟ حضرت نے فرمایا کہ اُس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ جب ایسا ہو تو کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور بسند حسن مثل صحیح کے روایت کی ہے کہ جمیل بن دراج نے اُن حضرتؑ سے عرض کی کہ میرے دل میں ایک امر عظیم پیدا ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ! جمیل نے کہا کہ جس وقت ایسے امر نے میرے دل میں خطور کیا اور میں نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہا تو برطرف ہوگیا۔ بسند معتبر حمران سے روایت کی ہے انہوں نے امام محمد باقرؑ سے کہ ایک شخص رسولِ خداؐ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہؐ میں منافق ہوگیا۔ حضرتؐ نے فرمایا خدا کی قسم تو منافق نہیں ہوا ہے۔ اگر تو منافق ہوا ہوتا تو میرے پاس نہ آتا کہ مجھے آگاہ کرے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ دشمن حاضر شیطان تیرے پاس آیا اور تجھ سے پوچھا کہ کس نے تجھ کو خلق کیا ہے۔ اُس شخص نے کہا ہاں خدا کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ایسا ہی ہے۔ حضرت نے فرمایا شیطان تمہارے اعمال کی صورت سے تمہارے پاس آیا اور گناہ تم پر غالب نہیں ہوا ہے۔ اس لیے آیا ہے کہ تم کو گمراہ کرے اور دین کے راستہ سے تم کو ہٹا دے۔ جس شخص کو ایسی حالت درپیش ہو خدا کو یگانگی کے ساتھ یاد کرے اور بسند حسن مثل صحیح کے محمد مسلم نے حضرت صادقؑ سے اسی حدیث کی روایت کی ہے اس کے آخر میں جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ واللہ یہ محض ایمان ہے۔ بسند صحیح علی بن مہزیار سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد تقیؑ کی خدمت میں لکھا اور اُن چیزوں کی شکایت کی جو اس کے دل میں خطور کرتی تھیں حضرت نے اُس کے جواب میں لکھا کہ اگر خدا چاہے گا تو تجھ کو حق پر قائم رکھے گا۔ اور شیطان کو تیرے اوپر کوئی راہ اور غلبہ نہ دے گا۔ پھر لکھا کہ ایک گروہ نے رسولِ خداؐ سے چند امور کی شکایت کی جو اُن کے دلوں میں پیدا ہوتی تھیں کہ اگر اس کو ہوا اس کی جگہ سے اُڑا کر بلند کرتی اور زمین پہ پٹک دیتی کہ وُہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تو اُن کو اس سے زیادہ محبوب تھا کہ اُن باتوں کا ذکر کریں۔ حضرتؐ نے فرمایا کیا ان کو اپنے نفس میں پاتے ہو۔ ان لوگوں نے عرض کی ہاں۔ فرمایا کہ اسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ صریح اور خالص ایمان ہے۔ لہٰذا جب ایسے اُمور تمہارے دلوں میں خطور کریں کہو

آمَنَّا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یعنی ہم خدا اور اُس کے رسُولؐ پر ایمان لائے اور گناہوں سے کوئی مانع اور عبادتوں پر قوت نہیں ہے مگر خدا کے ساتھ۔

واضح ہو کہ یہ صریح اور محض ایمان ہے اس میں چند وجہیں بیان کی ہیں۔

(اوّل) یہ کہ بسند معتبر حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ خوف جو تم کو ہے کہ ایسا امر کیوں تمہارے دل میں خطور ہوا۔ اور ڈرتے ہو کہ ہلاک ہو گئے ہو قطعاً ایمان کے سبب سے ہے۔ اگر تم مومن نہ ہوتے تو اس کی پرواہ نہ کرتے ان خطور اور نہ اس سے بدتر کی جو تمہارے دل میں پیدا ہوتے۔

(دوسرے) یہ کہ یہ محض ایمان ہے کہ ایسے باطل احتمالات دل میں پیدا کرتے ہو جن کو دلیل و بُرہان سے باطل کرتے ہو تاکہ مذہب حق پر صاحب یقین رہو۔

(تیسرے) وُہ ہے جو حدیث سابق میں گذرا کہ جب شیطان اس سے مایوس ہوا کہ تم کو کفر و گناہ میں ڈالے تو تم کو اُن وسوسوں کے ذریعہ اذیت دیتا ہے۔ لہٰذا یہ حالت محض ایمان ہے۔ اور پہلا معنی جو امام سے منقول ہوا بہترین معانی ہے اور توحید کے بارے میں ان حالتوں کے دفع کرنے کے لیے چند وجہیں بیان کی ہیں۔ (پہلی وجہ) یہ کہ ایسا نہ ہو کہ موت اُس کو اُس حالت میں آجائے تو اُس کی زبان توحید کے متعلق جاری ہوگی۔ یہاں تک کہ اسی کلمۂ طیبہ پر دُنیا سے رخصت ہو۔ (دوسری وجہ) یہ کہ جو اُس کے دل میں گزرا ہے اس کی نفی کرتا ہے کہ خدا کا کوئی دوسرا خدا ہو۔ اور اس کی صراحت کرتا ہے کہ میرا خدا اس کے سوا کوئی نہیں ہے (تیسری وجہ) یہ کہ یہ کلمۂ طیبہ شیطان کو بھگا دیتا ہے اور اُس کے وسوسے کو اس کے کہنے والے سے دفع کرتا ہے اور اس جہت سے اس کلمہ کی مرنے والے کو تلقین کرتا ہے (چوتھے) یہ کہ یہ وہ فائدہ کرتا ہے کہ ممکنات کا سلسلہ اُس پر منتہی ہوتا ہے۔ پھر اس کا کوئی مُوجد نہ ہوگا۔ (پانچویں) یہ کہ جو ذات تمام صفات کمال سے متصف ہو وہ مخلوقات اور احتیاج سے متصف نہیں ہوسکتی۔

(دُوسرا امر) جس گناہ کا آدمی ارادہ کرتا ہے اور عمل میں نہیں لاتا حق تعالیٰ اُس کو اپنے فضل سے مُعاف کر دیتا ہے جیسا کہ کلینی نے بسند مثل صحیح کے حضرت امام محمّد باقرؑ یا حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت آدمؑ نے کہا پروردگارا تو نے مجھ پر شیطان کو مسلط کیا اور اس کو خون کے مانند میرے بدن میں جاری کیا تو میرے لیے بھی وہ بات قرار دے کہ اُس کے شر سے نجات پاسکوں۔ حق تعالیٰ نے اُن پر وحی فرمائی کہ اے آدمؑ میں نے تمہارے واسطے یہ مقرر کیا کہ تمہاری ذریت میں سے جو شخص کسی گناہ کا ارادہ کرے گا اس کے لیے لکھا نہ جائے گا اور اگر عمل میں لائے گا ایک گناہ اُس کے لیے لکھا جائے گا اور اگر کسی نیکی کا ارادہ کرے گا اور نہ کرے گا تو اُس کے لیے ایک نیکی لکھی

اور اُن تمام آیتوں میں سے جو افعال قلوب کے مواخذہ پر دلالت کرتی ہیں یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا۔ یعنی اُس چیز کی پیروی مت کرو جس کا علم تم کو نہیں ہے۔ بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب سے سوال کیا جائے گا۔ اور پھر فرمایا ہے کہ "گواہی مت چھپاؤ جو شخص چھپاتا ہے اس کا دل گنہگار ہے"۔ پھر فرمایا ہے کہ "خدا تمھاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتا۔ جو زبان پر جاری کر دیتے ہو لیکن اُن قسموں پر خدا تمھارا مواخذہ کرتا ہے جن کو دل کی مضبوطی سے کھاتے ہو"۔ اور دوسری جگہ فرمایا ہے "لیکن خدا تمھارا ان اُمور پر مواخذہ کرتا ہے جن کو تمھارے دلوں نے کیا ہے"۔ لہٰذا ان آیتوں اور ان مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دلوں کے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے اور پھر فرمایا ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب اور تقویٰ کو دل سے نسبت دی ہے، اور جناب رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے دل کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ تقوے اور پرہیزگاری اس جگہ ہے اور خداوند عالم نے ان لوگوں کو دھمکی دی ہے جو امور قبیحہ کو دوست رکھتے ہیں وہ مومنوں میں فاش ہوتے ہیں اور کام کی محبت دل سے ہے۔ ایضاً کفر و شرک، بغض و حسد اور کینہ اور ایسے ہی اُمور جن پر عذاب و عتاب کی وعید ہوئی ہے دل کے افعال ہیں پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ ان پر مواخذہ نہ ہوگا اور آیات و احادیث کی موافقت کے لیے بہت سی وجہیں لکھی ہیں۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ دل کے افعال کی چند قسمیں ہیں :۔

(پہلی قسم) یہ کہ محض دل کے خطور ہوں اور آدمی کو اُس پر کوئی اختیار نہ ہو۔ اور دل میں پیدا ہونے والا پہلا وسوسہ یا خیالِ بد ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اس پر عذاب مترتب نہیں ہوتا اور تکلیف کا محل نہیں ہے۔

(دوسری قسم) شہوت اور گناہ کی خواہش بغیر اس کے کہ اس کا ارادہ کیا ہو۔ اور غالب اوقات وہ بھی عام لوگوں کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ جیسے زنا اور لواطہ کا خیال کرے اور بے اختیار اُس کے نفس میں خواہش پیدا ہو لیکن اُس فعل کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ یہ بھی اختیاری نہیں ہے اور محل تکلیف نہیں ہے لہٰذا وارد ہوا ہے کہ پہلی نظر تمھارے لیے ہے یعنی اگر بے اختیار اُس پر نگاہ پڑ جائے پھر دوسری مرتبہ نگاہ کرنا تمھارا اختیاری فعل ہوگا اس لیے کہ دوبارہ ارادہ اور خواہش سے نظر کرو گے یا دہ نظر کرنا خواہش کے ساتھ جاری رکھتے ہو۔ اگر عشق کا اصل سبب اختیاری ہوتا تو بعید نہیں ہے کہ عذاب کا باعث ہوتا اگر آخر میں بے اختیار ہو جائے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ حضرت صادقؑ سے عشق کے بارے میں لوگوں نے دریافت کیا۔ فرمایا کہ چند قلوب ہیں جو یادِ خدا سے خالی ہو گئے ہیں حق تعالیٰ نے اپنے غیر کی محبت کی لذت اُن کو چکھائی ہے۔

(تیسری قسم) وہ ہے کہ گناہ اور حصولِ شہوت قلب کے ارادہ کے بعد خواہشات کے لوث اور عذاب سے غفلت کے سبب سے وقتی نفع اُس فعل میں سوچتا ہے اور حکم کرتا ہے کہ یہ فعل کر لینا چاہیئے۔ لہٰذا ارادہ نفس میں پیدا ہوتا ہے اور مضبوط ہوتا ہے اور پختگی کی حد تک پہنچتا ہے اور دنیاوی شرم اور خوف اُس فعل سے نہیں روکتے اور ارادہ کا پورا کرنا کبھی بہت غور و فکر اور تردّد کے بعد ہوتا ہے اور ارادہ کے بعد اس کے استوار کرنے کے بعد ممکن ہے فعل عمل میں نہ آئے اس خیال سے ارادہ مضبوط کرنے کے بعد پشیمان ہو یا اُس سے غافل ہو جائے یا کوئی رُکاوٹ پیدا ہو کہ وُہ فعل اُس پر دشوار ہو تو معصیت اور خواہش پوری کرنے کے اصل تصوّر اور نفس کے مائل ہونے پر جو اختیاری نہیں ہے کوئی عذاب نہیں ہوتا۔ لیکن حکم عقل کے بارے میں حدیثوں کا ظاہر یہ ہے کہ اس پر بھی کوئی عذاب نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اختیار سے ہو تو قابلِ عذاب ہے اگر بغیر اختیار ہو تو قابلِ عذاب نہ ہوگا۔ اور اگر فعل پر پختہ ارادہ حاصل ہو اور فعل کو عمل میں کسی رکاوٹ کی وجہ سے نہ لائے پھر بھی حدیثوں کا ظاہر بہت ہے کہ اُس سے اُس عزم پر مواخذہ نہیں ہے۔ بعض عامہ تفصیل کے قائل ہوئے ہیں کہ اگر خدا کے اور روزِ جزا کے عذاب کے خوف سے فعل کو ترک کرتا ہے اور اُس قصد سے نادم ہوتا ہے جو کیا تھا تو ایک نیکی اُس کے لیے لکھی جاتی ہے اور وہ نیکی فعل کے ارادہ کے گناہ کو مٹانے والی ہوتی ہے۔ اور اگر ترک فعل کسی دوسری رُکاوٹ کے سبب ہو خدا کے خوف سے نہ ہو ایک گناہ اُس پر لکھا جاتا ہے۔ اور بعض متکلمین امامیہ نے بھی اُن کی پیروی کی ہے اور اُس روایت سے استدلال کیا ہے جو جناب رسولِ خداؐ سے منقول ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ خداوندا تیرا یہ بندہ چاہتا ہے کہ گناہ کرے تو خدا فرماتا ہے کہ اگر گناہ عمل میں لائے تو اُسی کے مثل لکھو۔ اور اگر ترک کر دے تو اُس کے لیے ایک حسنہ لکھو۔ کیونکہ اُس نے ترک نہیں کیا ہے مگر میرے خوف سے۔ ایضاً انہی حضرت سے روایت کی ہے کہ لوگ محشور نہ ہوں گے مگر نیتوں پر اور کہا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ کوئی شخص رات کو ارادہ کرتا ہے کہ صبح کو ایک مسلمان کو قتل کرے گا یا کسی عورت سے زنا کرے گا اور اُسی رات کو مر جائے اور گناہ پر اصرار کرتا ہو امرا تو اپنی نیت پر محشور ہوگا۔ اس بات کی دلیلِ قاطع یہ ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے پر تلوار اُٹھائیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنّم میں ہوں گے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہؐ مقتول کیوں جہنّم میں جائے گا۔ فرمایا اس لیے کہ اُس نے بھی دوسرے کے قتل کا ارادہ کیا تھا [1]

---

[1] مؤلّف فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں آئمہ کے طریق سے وارد ہوئی ہیں اور ان اخبارِ معتبرہ سے ان کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور پہلی حدیث تسلیم کرنے کی صورت میں ممکن ہے کہ نیکی کا لکھا جانا اس پر موقوف ہو کہ خدا کے لیے ہو۔ اگر خدا کے لیے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)

(چوتھی قسم) دِل کے افعال ہیں اور وُہ باطل عقیدے اور اصولِ عقائد میں شک ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں گنہگار معذب ہوگا۔

(پانچویں قسم) اخلاقِ ذمیمہ ہیں۔ جیسے مومنوں سے حسد، دُشمنی اور کینہ اور اُن سے بدگمانی وغیرہ اکثر علماء ان کو معصیت جانتے ہیں اگرچہ اظہار کرے اور بہت سی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ گناہ ہیں نہ اُن کی اصل اور یہ شریعت سہلہ اور دین میں عدم حرج کے زیادہ مناسب ہے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ گناہ کے ارادہ پر مواخذہ نہ ہونا مومنوں سے مخصوص ہو۔ اس طرح اُس حدیث کے منافی نہیں ہے جو وارد ہوئی ہے کہ اہلِ جہنم اس لیے جہنم میں رہیں گے کیونکہ دُنیا میں اُن کی نیت یہ تھی اگر دُنیا میں ہمیشہ کافر رہیں گے تو ہمیشہ کافر رہیں گے اور خدا کی نافرمانی کریں گے اور دُوسرے جوابات بھی ہو سکتے ہیں۔ واضح ہو کہ اکثر فقہا و متکلمین کا کلام یہ ہے کہ معصیت کا ارادہ اور اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا حرام ہے لیکن خدا نے اپنے فضل سے اُس کو بخش دیا ہے اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ صغیرہ معصیت ہے اور کبائر سے پرہیز کی وجہ سے بخش دیتا ہے۔ لہٰذا جو خواجہ نصیر نے تجرید میں کہا ہے کہ قبیح کا ارادہ قبیح ہے اور عفو کے خلاف نہیں ہے۔ اور ابوالصلاح کے کلام میں بھی مثل اس کے بیان ہو چکا اور سید مرتضٰی نے حق تعالیٰ کے قول اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما کی تاویل میں کہا ہے یہ ہے کہ (جنگ سے) فرار اور بُزدلی نے ان کے دل میں خطور کیا نہ یہ کہ اس کا ارادہ کیا ہے۔ اس کے بعد کہا ہے کہ معصیت کا ارادہ اور اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا گناہ ہے اور ایک جماعت نے حد سے تجاوز کیا ہے یہاں تک کہا ہے کہ ہر کبیرہ کبیرہ ہے اور کفر کا ارادہ کرنا کفر ہے اور شیخ شہید نے قواعد میں کہا ہے کہ معصیت کی نیت گناہ میں اثر نہیں کرتی اور نہ ندامت میں جب تک کہ اُس کا مرتکب نہ ہو۔ اور وہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جو حدیثوں میں ثابت ہو چکی ہے کہ خدا نے اُن سے درگذر کی ہے۔ پھر کہا ہے کہ اگر معصیت کی نیت کرے اور ایسے امر کا مرتکب ہو جس کو گناہ سمجھتا ہو پھر اس کے خلاف اس پر ظاہر ہو تو کیا یہ اثر نہیں کرتا۔ یہ محلِ نظر ہے اِس صورت سے کہ گناہ کا مصداق نہیں ہوا ہے لہٰذا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نہ ہو نہ نیکی لکھی جائے گی اور نہ گناہ۔ اور دوسری حدیث مجمل ہے صریح نہیں ہے اور جو مثال بیان کی ہے۔ پہلی بات ہے اور ممنوع ہے اور حدیث سے ممکن ہے کہ اس فعل کے یعنی تلوار کھینچنا اور اُس کے مقابل کھڑے ہونے اور اُس کی مدد اپنے قتل پر کرنے کے ارادہ سے مُراد ہو اور جو لوگ کہ قائل ہوئے ہیں کہ معذب ہوگا وہ کہتے ہیں کہ گناہ پر مضبوط ارادہ رکھنے کے سبب سے گنہگار اور معذب ہوگا نہ کہ اصل فعل پر لہٰذا اگر دوسرا گناہ عمل میں لائے تو اصل فعل پر مترتب ہوگا۔ ۱۲

اُس کے مانند ہے کہ معصیّت کی نیت کی اور بس۔ اور معصیت کی نیت پر بغیر اُس پر عمل کے مواخذہ نہیں ہے اور اس صورت سے دلالت کرتا ہے کہ شریعت کی ہتک حرمت کی ہے اور معاصی پر جرأت کی ہے۔ حالانکہ ہمارے بعض اصحاب نے کہا کہ اگر کسی مُباح شئے کو پئے نشہ آور شراب پینے کی طرح تو اس فعل کی شبیہ کیا ہوگا اور شاید محض نیت کے لیے نہ ہوگا بلکہ اعضا سے فعل کے انضمام کے ساتھ دخل رکھتا ہوگا۔

اور دوسرے چند امور محل نظر ہیں۔ اوّل یہ کہ اپنی زوجہ یا کنیز کو دوسرے کے گھر میں پائے اور گمان کرے کہ اجنبی عورت ہے اور اُس سے جماع کرے بعد میں معلوم ہو کہ اُس کی زوجہ تھی یا کنیز۔ دُوسرے یہ کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے اور گمان کرے کہ حائض ہے پھر ظاہر ہو کہ وہ پاک ہے۔ تیسرے یہ کہ کھانا دوسرے کے ہاتھ میں دیکھے اور نہ جانے کہ اس کی ملکیت ہے اور جبراً چھین کر کھالے بعد میں معلوم ہو کہ اس کی ملکیّت میں تھا۔ چوتھے یہ کہ ایک گوسفند کو ظلم کی صُورت سے ذبح کرے بعد میں ظاہر ہو کہ اُس کی ملکیت میں تھی۔ پانچویں یہ کہ کسی شخص کو قتل کرے اور گمان کرے کہ اُس کو قتل سے باز رکھا گیا ہے بعد میں معلوم ہو کہ اُس کا قتل مُباح تھا۔ یہاں تک شیخ کا کلام تھا اور شیخ بہاؔالدین نے کہا ہے کہ ان تمام صُورتوں میں سے بعض نے اس کو بھی شمار کیا ہے کہ ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھے جن کو ریشم گمان کرتا ہو یا غصبی اور اس کے حکم سے واقف ہو کہ اُس میں نماز باطل ہے پھر نماز کے بعد معلوم ہو کہ وہ خالص ریشم کا یا غصبی نہ تھا یا مُباح ہے اور اُس کو تردّد ہوا ہے کہ اُس کی نماز باطل ہے یا صحیح ہے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ اِس میں تردّد نہیں ہے کہ اُس کی نماز باطل ہے۔ ہاں نماز کی صحت اُس کے نزدیک ہو سکتی ہے جو عبادات میں ممانعت کے لیے فساد لازم نہیں جانتا۔

(تیسرے) ان تمام امور کا بیان جن پر حق تعالیٰ مواخذہ نہیں فرماتا۔

بسند ہائے بسیار صحیح و معتبر خاصہ اور عامہ کے طریقہ سے جنابِ رسُولِ خداؐ سے منقول ہے کہ خداوندِ عالم نے میری اُمّت سے نو چیزیں اُٹھالی ہیں۔

(پہلی) خطا یعنی وہ امر جو بے اختیار اور غفلت سے صادر ہوتا ہے۔ جیسے ارادہ کیا کہ ہرن کو تیر مارے گا اور وہ ایک آدمی کو لگ گیا اور وُہ مر گیا یا زخمی ہوگیا اور وہ خطا جو مفتی ایک مسئلہ میں یا حاکمِ شرع کسی حکم میں کرتا ہے اور اپنی کوشش اُس کے سمجھنے میں کی ہو اور کوئی کمی نہ کی ہو۔ یا طبیب کسی بیمار کے علاج میں کوئی غلطی کرتا ہے اور اُس کے سمجھنے میں کمی نہیں کی ہے تو ان باتوں میں کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ لیکن دنیاوی مواخذہ بعض میں ہے۔ پہلی صُورت میں عاقلہ پر خوں بہا دینا لازم ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو خواب میں مار ڈالے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اُس کے مال سے خونبہا لازم ہوتا ہے۔ یا عاقلہ پر اور حاکم کی خطا بنا بر مشہور بیت المال پر

ہے اور طبیب کے متعلق بعض نے کہا ہے کہ وہ مطلقاً خونبہا کا اپنے مال سے ضامن ہے اور بعض نے کہا ہے کہ وہ بیمار جو اُس کا علاج کر رہا ہے اگر اُس کو بری الذمہ کر دے تو اُس پر سے ضمان ساقط ہو جاتی ہے۔

(دوسری) فراموشی ہے یعنی اُس شخص پر جو فراموشی کی وجہ سے کوئی گناہ کرے یا کوئی واجب ترک کرے۔ ہر چند اگر نماز میں بھول کر رکن ترک کرے تو دوبارہ نماز پڑھے اور بعض افعال کے ترک سے یا بعض فعل کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔

(تیسری) جو کچھ نہیں جانتا ہے اُس کا ظاہر یہ ہے کہ جاہل مطلقاً معذور ہوتا ہے۔ اِس پر بہت سی آئتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں اور بہت موقعوں پر ان سے استدلال کیا جا سکتا ہے خواہ مسئلہ سے جاہل ہو یا حکم کے موقع سے جاہل ہو۔ لیکن اکثر علماء خاص موقعوں پر اس کے قائل ہوئے ہیں جیسے کسی کی نماز جو کپڑے یا بدن یا سجدہ کی جگہ کی نجاست سے ہو تو مشہور یہ ہے کہ وقت کے اندر نماز کا اعادہ کرے اور وقت گذر جانے کے بعد واجب نہیں ہے اور اسی طرح اگر کوئی جاہل ہو مکان یا جامہ کے غصبی ہونے سے اور اُس میں نماز پڑھے۔ یا یہ کہ کوئی شخص جہر و اخفاف کے واجب ہونے سے ناواقف ہو اور ان کے موقعوں پر ان کو ترک کر دے اور عدت کے زمانہ میں نکاح جیسا کہ سابق میں مذکور ہوا اور اسی قسم کی باتیں جن کا ان کے اپنے اپنے مقام پر ذکر کیا ہے اور عذاب کے مواخذہ کے نہ ہونے سے مراد ہو اگر تحقیق و تلاش میں کمی نہ کی ہو اس کا ظاہر تمام احکام میں عموم ہے اور اس پر عقلی دلیلیں بہت سی دلالت کرتی ہیں۔

(چوتھی قسم) ایسی چند چیزیں جن کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے ربنا لا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ یعنی اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسی چیز کا بار مت ڈال کہ جس کی طاقت ہم کو نہیں ہے یعنی کہا ہے کہ اس سے مراد تکلیف مالایطاق ہے اگرچہ خدا پر قبیح ہے اور محال ہے کہ حق تعالیٰ سے واقع ہو۔ ممکن ہے کہ دُعا کرنا بندگی کے طریقہ پر ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ مراد عذاب اور عقوبتیں ہیں جو سابقہ اُمتوں پر نازل ہوئیں اور خداوند عالم نے رسولِ خداؐ کی برکت سے اِس اُمت سے اُٹھا لیا ہے اور اظہر یہ ہے کہ مراد تکلیف شاقہ ہے جو سابقہ اُمتوں میں تھیں اور اِس اُمت پر آسان کر دی ہیں اور اس حدیث میں ظاہراً یہی معنی مُراد ہیں۔

(پانچویں قسم) وہ چیز جس کی طرف اضطراب میں توجہ ہو خواہ خدا کی طرف سے ہو جیسے مُردار کھانا جبکہ ہلاکت کا خوف ہو اور حالت اضطرار میں نجس پانی پینا اور شراب پینا جبکہ لُقمہ گلے میں پھنسا ہو اور ایسی ہی دوسری رقیق شئے اور حرام سے علاج کرنا جس وقت کہ علماء کے درمیان مشہور ہونے کی بناء پر دوا اُسی میں منحصر ہو گئی ہو اور حرام سے علاج کرنے کے جائز نہ ہونے پر بہت سی حدیثیں وارد

ہُوئی ہیں خصوصاً شراب کے بارے میں یہاں تک کہ اُس کو آنکھ میں ڈالنے کی بھی ممانعت ہے۔ اور حدیث میں وارد ہُوا ہے کہ جو نشہ آور شے کی ایک سلائی آنکھ میں لگائے خداوندِ عالم جہنّم کی آگ کی سلائی اُس کی آنکھ میں پھیرے گا۔ اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ خداوندِ عالم نے کسی حرام شے میں شفا نہیں قرار دی ہے۔ بعض علماء حرام نشہ آور شے سے علاج کرنا مطلق جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ بلکہ تمام حرام چیزوں سے ناجائز سمجھتے ہیں زیادہ مشہور جواز ہے خواہ خود اُس کے فعل سے ہو خواہ غیر کے فعل سے ہو جیسے کوئی اپنے آپ کو زخم لگالے یا کوئی دوسرا اس کو ماہِ رمضان میں مجروح کر دے اور افطار کرنے پر مجبور ہو اور علماء نے کہا ہے کہ باغی اور سرکش کو وقت ضرورت مُردار کھانا جائز نہیں ہے بلکہ تمام محرمات کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ یعنی جو حالت اضطرار میں ہو اور باغی اور سرکش نہ ہو تو اس کو کھا لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور باغی اور عادی (سرکش) کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے کہ باغی وہ ہے جو امام پر خروج کرے اور عادی (سرکش) وہ ہے جو رہزنی کرتا ہو۔ ان پر مردار حلال نہیں ہوتا اور دوسری روایت وارد ہُوئی ہے کہ باغی شکار کا طالب ہے اور عادی چور ہے۔ اگر یہ اس پر مضطر ہوں تو مردار حلال نہیں ہوتا۔ اور یہ نماز قصر نہیں کر سکتے اور دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ باغی وہ ہے جو لہو و لعب کے لیے شکار کرتا ہے نہ کہ نفقۂ عیال کے لیے اور عادی چور ہے۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ رائی کے برابر کھائے نہ اس قدر کہ سیر ہو جائے۔

(چھٹی قسم) وہ چیز ہے جس سے کراہت کریں۔ احکام تقیہ میں گذرا کہ جو چیزیں کراہت کے ساتھ حلال ہو جاتی ہیں۔

(ساتویں قسم) طیرہ ہے۔ اور اس سے مُراد بُرے فال کے ساتھ نفس کا تاثر ہے جیسے عرب میں فال لیا کرتے تھے۔ جس وقت سفر کے لیے جایا کرتے تھے۔ کوئی چڑیا یا کوئی شکار داہنی جانب سے ظاہر ہو تو بہتر فال لیتے تھے۔ بائیں جانب سے اُن کے تیر کی باڑھ کی طرح آئے تو فالِ بد سمجھتے تھے۔ یہ امر عجم میں بھی رائج ہے کہ اگر کسی سفر یا کسی مقصد کے لیے جاتے ہیں۔ کوئی جنازہ یا کسی مُردہ کو اپنے راستہ پر دیکھتے ہیں تو فالِ بد سمجھتے ہیں۔

اور یہ جو حدیث میں وارد ہوا ہے کہ فالِ بد اس اُمّت میں نہیں ہوتا چند احتمال رکھتا ہے۔

(اوّل) یہ کہ مراد مواخذہ اور عذاب کا دُور ہونا ہو۔ یعنی اگر کسی کے دل میں ایسی بات پیدا ہو کہ جو اختیاری نہیں ہے تو ایسا نہیں ہوتا کہ نفس اس سے متاثر نہ ہو۔ خدا اس لیے اُس کا مواخذہ نہیں کرتا اور اُس کا کفّارہ یہ ہے کہ خدا پر بھروسہ کرے اور اُس امر کو جاری کرے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب فال لو اور وہ گذر جاتا ہے تو اُس کی پرواہ مت کرو۔ (دوسرے) یہ کہ اُس کی

تاثیر کا اس امت سے رفع کرنا مراد ہو۔ ان دعاؤں اور اذکار کی برکت سے جو جناب رسول خدا اور آئمہ طاہرینؑ کی جانب سے اُن کی طرف توجہ نہ کرنے کی وجہ سے ان کو پہنچی ہیں اور خدا اور اُن دعاؤں اور اذکار پر بھروسہ کرنے کی جن کی اس کے ضرر کو رفع کرنے کی روایت کی ہے۔ (تیسرے) یہ کہ اس کے رفع کرنے سے اُس کا منع کرنا اور اُس کا جائز نہ ہونا مراد ہو۔ جیسا کہ صاحب نہایہ اور اکثر عامہ نے سمجھا ہے اور یہ معنی اس حدیث سے بہت دور اور معنیٔ اوّل اظہر ہے۔ اور فالِ بد کی تاثیر میں حدیثیں مختلف ہیں اور اُن کو باہم موافق کرنے کا مقتضا یہ ہے کہ اگر آدمی کا توکل کمزور ہو اور نفس اس سے متاثر ہو تو ممکن ہے کہ تاثیر کرے اور توکل خدا پر قوی ہو۔ اور اُس کی جانب اعتنا نہ کرے تو اثر نہیں کرتا۔

(آٹھویں قسم) خلق میں غور و فکر کرنا اور وسوسہ ہے۔ اور دوسری معتبر حدیث میں حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ تین چیزیں ہیں جن سے کسی پیغمبر کو نجات نہیں ملی ہے اور جو شخص اُن سے پست ہے وہ خلق میں وسوسہ اور حسد ہے۔ لیکن مومن اپنے حسد کو کام میں نہیں لاتا اور ہر صورت سے یہ فقرہ چند احتمال رکھتا ہے (اوّل) یہ کہ مُراد شیطانی وسوسے ہوں جو احوالِ خلق میں فکر کرنے سے اور اُن سے گمانِ بد کرنے سے پیدا ہوتے ہیں جو اُن کے احوال و افعال سے مشاہدہ میں آتے ہیں اور خداوند عالم ان پر مواخذہ نہیں کرتا کیونکہ ان کا نفس سے رفع کرنا غالباً ممکن نہیں ہے۔ لیکن اس پر واجب ہے کہ اس گمان پر حکم نہ کرے اور اُس کا اظہار نہ کرے اور اُس کے بموجب عمل نہ کرے یہ کہ ان میں قدح کرے اور ان کی شہادت کی تردید کرے۔ اور احادیث عامہ میں وارد ہوا ہے کہ جب ظن و گمان کرو تو تحقیق اور اس پر مضبوطی سے قائم نہ رہو۔ اور دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ہرگز گمان بد نہ کرو کیونکہ بُرا گمان کرنا باتوں میں سب سے زیادہ جھوٹ ہے۔ (دوسرے) یہ کہ تفکر و وسوسوں میں مراد ہو جو نفس میں اشیاء کے خلق کے اصل سبب میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ خدا کو کس نے پیدا کیا ہے کس نے ایجاد کیا ہے اور وہ کہاں ہے وغیرہ انہی کے مثل امور کہ ان کے بارے میں گفتگو کرے تو کفر و شرک کا باعث ہوگا۔ جیسا کہ وسوسہ کے بیان میں گذرا۔ (تیسرے) غور کرنے سے بندوں کے اعمال کے خلق اور حکم میں اور عالم میں بعض شر و فساد کے خلق کی حکمت مراد ہو۔ جیسے ابلیس اور ایذا پہنچانے والے اور نیک لوگوں کے نقصان پہنچانے پر بُرے لوگوں کا مُسلط ہونا اور جہنم کا خلق کرنا اور اس میں کافروں کا ہمیشہ جلنا اور ایسے ہی امور جن سے کوئی کم خالی ہوتا ہے اور یہ سب معاف ہیں جب تک نفس میں مستحکم اور استوار نہ ہوں اور ان کے سبب سے عدل میں کوئی شک نہیں ہوتا اور خدا کی حکمت حاصل نہ ہو۔ اور ابن بابویہ کی روایت میں یہ تتمہ ہے (مالم ینطق بشفتہ) یعنی جب تک لبوں سے کلام نہ کرے۔ اس مقام پر پہلے معنی نہایت واضح معلوم ہوتے ہیں۔

(نویں قسم) حسد ہے جب تک کہ ہاتھ یا زبان سے ظاہر نہ کرے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک ظاہر نہ کرے معاف ہے اور یہ شہرت کے خلاف ہے لیکن خدا کی رحمت کی وسعت کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ کم کوئی شخص اپنے آپ کو اس سے خالی کر سکتا ہے اور یہ تکلیف خلق میں اکثر لوگوں کے لیے نقصان کا سبب ہے اور ممکن ہے جب تک اظہار نہ کرے۔ وسوسہ اور فالِ بد سے متعلق ہو جیسا کہ تم کو معلوم ہوا۔ اور ان میں سے اکثر بہت سے معانی میں جب خداوندِ عالم پر قبیح ہے اور اُس کا صادر ہونا اُس کے لیے محال ہے۔ تو شاید ان تمام خصلتوں کا اس اُمت سے مخصوص ہونا مُراد ہو۔ لہٰذا اس کے خلاف نہیں ہے کہ بعض اس کے ساتھ اس اُمت میں اور تمام اُمتوں میں مشترک ہو واللہ یعلم۔ اور بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ جو امر خدا کی جانب سے بندہ پر وارد ہوتا ہے تو خدا زیادہ حق دار ہے کہ اُس کا عذر قبول فرمائے جب تک کسی امر کو بندوں کے لیے بیان نہ فرمائے اور اس بارے میں خدا اس پر حجت تمام نہ کرے اُس کے ترک پر ان کو عذاب نہیں کرتا۔ ایضاً بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ خدا نے بچوں سے تکلیف اُٹھالی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بالغ ہوں اور دیوانوں سے جب تک اُن کی عقل صحیح نہ ہو، اور اُس سے جو سو رہا ہو جب تک بیدار نہ ہو۔ اور شیخ طوسی نے بسند معتبر حضرت رسولِ خدا سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ کراماً کاتبین پر وحی کرتا ہے کہ بندۂ مومن پر انتہائی آخری وقت میں لکھو، اور کافی میں بسند حسن مثل صحیح کے روایت کی ہے کہ علی بن عطیہ نے کہا میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص نے اُن حضرتؑ سے سوال کیا اُس شخص کے بارے میں کہ اُس سے انتہائی غصہ میں کوئی امر صادر ہوتا ہے کیا خدا اُس کا مواخذہ کرے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا اس سے زیادہ کریم ہے کہ اُس کو اس مقام سے ہٹائے اور اُس سے مواخذہ کرے۔ اور ابن بابویہ نے رسالۂ اعتقادات میں لکھا ہے کہ ہمارا اعتقاد تکلیف کے بارے میں یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے بندہ کو کسی امر کی تکلیف نہیں دی ہے۔ مگر اس سے کم جس قدر وہ طاقت رکھتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا یعنی خدا نے کسی نفس کو تکلیف نہیں دی ہے مگر اتنی ہی جس قدر اُس میں وسعت ہے۔ اور وسعت سے مراد طاقت سے بہت کم۔ اور حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم خدا نے بندوں کو تکلیف نہیں دی ہے مگر اس سے کم جس قدر وہ طاقت رکھتے ہیں کیونکہ اُن کو رات دن میں پانچ وقت کی نمازوں کی تکلیف دی ہے اور سال بھر میں تیس روزوں کی اور ہر دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ کی اور تمام عمر میں ایک مرتبہ حج کی اور بندے اس سے زیادہ کی طاقت رکھتے ہیں۔

خاتمہ

قیامت ختم ہونے کے بعد عالم کے حالات کا بیان :

ابن بابویہ اور عیاشی نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے زمین میں جس روز سے زمین کو خلق کیا ہے سات عالم پیدا کئے ہیں جو آدمؑ کی اولاد نہیں ہے۔ ان کو ادیم ارض یعنی رُوئے زمین سے خلق فرمایا ہے اور اُن کو زمین میں ایک کے بعد دوسرے کو اپنے عالم کے ساتھ خلق فرمایا ہے۔ پھر اس بشر کے باپ کو خلق کیا۔ پھر اس سے اُس کی ذرّیت کو پیدا کیا۔ نہیں خدا کی قسم بہشت مومنوں کی رُوحوں سے خالی نہیں رہی ہے جس روز سے بہشت کو خلق کیا ہے اور جہنم خالی نہیں رہی ہے کافروں کی رُوحوں سے جس روز سے جہنم کو پیدا کیا ہے۔ شاید تم گمان کرتے ہو کہ جب قیامت کا دن آئے گا تو حق تعالیٰ اہلِ بہشت کے بدلوں کو ان کی رُوحوں کے ساتھ جنت میں بھیجے گا اور اہلِ جہنم کے بدنوں کو اُن کی رُوحوں کے ساتھ جہنم میں ساکن کرے گا۔ شہروں میں خدا کی عبادت کوئی نہ کرے گا اور نہ وہ کوئی خلق پیدا کرے گا کہ وُہ اس کی عبادت کرے اور اُس کی یکتائی کا اعتقاد کرے اور اُس کی تعظیم کرے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ دوسری مخلوق پیدا کرے گا جو اُس کی یکتائی کے ساتھ عبادت کرے اور دوسری زمین پیدا کرے گا جو ان کو اپنے اوپر اٹھائے رہے اور دوسرا آسمان پیدا کرے گا کہ اُن پر سایہ کرے۔ کیا تم نے نہیں سُنا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ جس روز دوسری زمین سے اور سب آسمان دوسرے آسمانوں سے بدلے گا اور فرمایا ہے کہ کیا ہم پہلی خلق سے تھک گئے اور عاجز ہو گئے ہیں۔ بلکہ وُہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں اور تازہ خلق میں شک رکھتے ہیں۔ اِس سے مُراد وہ خلقت ہے جو قیامت کے بعد پیدا ہو گی۔ ایضاً خصال میں بسند معتبر انہی حضرت سے دوسری آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے۔ یعنی فرمایا کہ جب اس خلق کو حق تعالیٰ فنا کر دے گا اور اس عالم کو برطرف کر دے گا اور اہلِ بہشت کو بہشت میں ساکن کرے گا اور اہلِ جہنم کو جہنم میں داخل کر دے گا تو اس عالم کو دوسرے نئے عالم سے بدل دے گا اور تازہ مخلوق نر و مادہ کے علاوہ پیدا کرے گا جو اُس کو اُس کی یکتائی کے ساتھ عبادت کریں گے۔ ان کے لیے اس زمین کے علاوہ دوسری زمین خلق کرے گا جو اُس پر آباد ہوں گے اور ایک آسمان اس آسمان کے علاوہ پیدا کرے گا جو ان کے سر پر سایہ فگن ہو گا۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ خدا نے اسی ایک عالم کو پیدا کیا ہے اور تمھارے سوا کوئی مخلوق نہیں پیدا کیا ہے۔ بلکہ خدا کی قسم حق تبارک و تعالیٰ نے ہزاروں عالم اور ہزاروں آدم پیدا کئے ہیں اور تم آخرین عالمین اور آخری آدموں میں سے ہو۔

واضح ہو کہ ان حدیثوں کو اکابرِ محدثین نے معتبر کتابوں میں لکھا ہے اور امامیہ متکلمین نے ان مطالب پر نہ اعتراض کیا ہے اور نہ اُن سے اِنکار کیا ہے نہ اقرار۔ اور یہ عقلی دلیلوں اور قطعی اصول کے منافی

نہیں ہیں لیکن اس حد تک نہیں پہنچی ہیں کہ جو قطع و جزو کا سبب ہوں اور بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ جو امورِ غریبہ اور احادیثِ عجیبہ ہماری طرف سے تم کو پہنچیں اور تمہاری عقل اُن کو قبول کرنے سے منع کرے اور انکار کرے اور اُن کے بیان کرنے والے کو جھٹلائے اور اُن کی تاویل ہماری جانب تم پھیرو تو ہم اُس سے انکار نہیں کرتے اور نہ اُن کے واقع ہونے پر مصر ہیں بلکہ احتمال کی تجویز پر چھوڑ دیتے ہیں۔

کتاب حق الیقین آخر ماہ شعبان ۱۱۰۹ھ میں تمام ہوئی۔ چونکہ نہایت عجلت سے اور کاموں کے ہجوم میں لکھی گئی ہے لہٰذا ناظرین سے ملتمس ہوں کہ اعتراض کرنے میں جلدی نہ کریں۔ چونکہ پرانے اصولِ امامیہ کی ترمیم و تجدید کہ مدتیں گزر گئیں کہ ان کے آثار محو ہو گئے ہیں اور اکثر علم کے دعویٰ کرنے والوں نے اُن سے رُخ پھیر لیا ہے اور معتزلہ کے اصول کو اپنا مقتدا بنا لیا ہے اور آیاتِ کریمہ اور احادیثِ متواترہ سے ہاتھ اُٹھا لیا ہے۔ مَیں نے اس رسالہ میں حتی المقدور تحریر کیا ہے۔ اُس کے شکر کو انکار سے تبدیل نہ کریں اور کبھی کبھی مجھے طلبِ مغفرت اور دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمّد وآلہ اجمعین الطیبین الطاھرین۔

الحمد للہ کہ آج مورخہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۷۴ء بروز پنجشنبہ بوقتِ دوپہر ترجمۂ حق الیقین مؤلفہ عالمِ ربانی حضرت محمّد باقر بن محمّد تقی اعلیٰ اللہ مقامہما سے باعانت و توفیق حضرت ربّ العزّت فراغت ہوئی۔ مومنین و ناظرین سے التجا ہے کہ اگر کہیں لغزش و غلطی ملاحظہ فرمائیں تو اصلاح فرمالیں اور مترجم آثم کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ والحمد للہ رب العالمین وصلواۃ اللہ علیٰ نبیہ واوصیائہٖ و اھلبیتہٖ اجمعین۔

مترجم
سید بشارت حسین

تمّت بالخیر